تیرے سنگ

ماریہ جمیل

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

تیرے سنگ

ماریہ جمیل

نوٹ: تیرے سنگ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کے لئے لکھا گیا ہے۔

"او سوہنیوں کبھی ہمیں بھی دیکھ لیا کرو"۔ یہ جملہ تو اب روز کی روٹین کا حصہ بن گیا تھا اور وہ شخص اس کی زندگی کا عذاب۔۔۔۔

ویسے تو سفیان عرف (سیفی) بھائی اسے کالج ڈراپ کر دیتے تھے۔ مگر ان کے گھر سے جانے کا وقت اور اس کے کالج کا وقت بہت الگ تھا۔ کبھی وہ اسے کالج ڈراپ کر دیتے تو کبھی وہ بس سے چلی جاتی۔ فیضان بہت دیر سے جاتا تھا اور اگر کبھی جلدی جاتا تو اسے چھوڑ دیتا کالج۔ مگر آج سفیان بھائی بہت صبح ہی نکل گئے اور فیضان بہت دیر سے جانے والا تھا تبھی وہ بس سے جا رہی تھی۔ بس سے جانے کا خوف صرف یہ ایک شخص تھا ویسے تو وہ مکمل حجاب میں ہوتی مگر نہ جانے اس کمبخت کو اسے تنگ کر کے کیا ملتا تھا۔

وہ پچھلے پانچ منٹ سے کھڑی وہاں بس کا انتظار کر رہی تھی۔ بس اسٹاپ پر اور بھی لوگ تھے کچھ مسافر اور کچھ اسی محلے کے جان پہچان کے لوگ مگر سب ہی اس کے منہ لگنا پسند نہیں کرتے تھے۔

"اوہ جی میں نے کہا کہ میں چھوڑ آؤں کب سے کھڑی ہیں آپ انتظار میں۔"۔۔۔ آج تو وہ چلتے ہوئے اس کے بالکل ساتھ کھڑا ہو گیا تھا اور اسے ڈراپ کرنے کی آفر کر رہا تھا۔

عروش خوف زدہ تھی مگر وہ ظاہر نہیں کرنا چاہتی تھی۔

"جی بہت شکریہ میں چلی جاؤں گی۔" وہ اس سے دور ہٹتے ہوئے بولی تھی۔

"اوہ جی کہاں جا رہی ہیں آپ۔" وہ عروش کا ہاتھ پکڑتے ہوئے بولا۔ عروش کرنٹ کھا کے پلٹی تھی

"یہ کیا بدتمیزی ہے ہاتھ چھوڑو۔" وہ ایک دم سے چلائی تھی۔ مگر یاسر کی گرفت اور بھی مظبوط ہو گئی تھی۔

"دیکھو ہاتھ چھوڑو میرا ورنہ اچھا نہیں ہو گا" وہ مسلسل اپنا ہاتھ چھڑانے کی کوشش کر رہی تھی۔ اور وہ اتنی ہی کمینگی سے مسکرا رہا تھا۔ آس پاس کے لوگ کھڑے تماشا دیکھ رہے تھے یہ تو ہماری قوم کا المیہ ہے دوسروں کو تو بہت لیکچر دیتے ہیں مگر اپنی باری خاموش تماشائی بن جاتے ہیں۔ اپنی عزت تو بہت پیاری ہوتی ہے مگر دوسرے کی عزت کی باری آئے تو ہم اپنی آنکھیں بند کر لیتے ہیں۔

"دیکھو میں پولیس میں کمپلین کروں گی۔" وہ اب دھمکی دے رہی تھی اس کے ہاتھ سے اس کی کتابیں اور اس کا بیگ گر چکے تھے۔اور اس کی آنکھیں پانی سے بھری ہوئی تھیں بیچ بازار اپنا تماشا دیکھنا آسان نہیں ہوتا۔وہ ایک دم ہنسا تھا

"مہاری پولیس میری جیب میں ہے ہاتھ نہیں لگا سکتی تم مجھے آزما کر دیکھ لو"۔وہ اسے کھلا چیلنج دے رہا تھا۔

عروش کی برداشت کی حد ختم ہو چکی تھی اسے نہیں پتا کہ اس میں اتنی ہمت کہاں سے آئی تھی۔ مگر ایک زوردار طمانچے نے یاسر کو ہلا ضرور دیا تھا۔وہ بے ضرر سی دکھنے والی لڑکی اصل میں اتنی کمزور نہیں تھی جتنا اس نے سمجھ لیا تھا۔اس کا تھپڑ واقعی یاسر کے لیے ایک جھٹکا تھا وہ اس سے ایسی کسی حرکت کی توقع نہیں کر رہا تھا۔۔۔۔۔

تبھی وہ پاگل کتے کی طرح اس پر جھپٹا تھا اور اسکا حجاب اتار کر پھینک دیا تھا۔۔۔۔۔

بائیک پر گزرتے فیضان نے یہ منظر دیکھا تھا اور پھر سیکنڈ کے ہزارویں حصے میں وہ یاسر کے سر پر تھا۔۔ پھر اگر درمیان میں لوگ بیچ بچاؤ نہ کرواتے تو وہ یاسر کی جان لے لیتا۔۔۔

"ابے سالے تیری اتنی ہمت کہ اب تو میرے گھر کی عزت پر نظر رکھے گا۔۔۔۔"وہ غصے سے پاگل ہو رہا تھا۔۔۔

تبھی وہ عروش کو بس اسٹاپ سے گھسیٹتے ہوئے گھر لایا تھا۔فیضان کی حالت سے صاف لگ رہا تھا کہ وہ لڑ کر آیا ہے اور بنا حجاب کے سرخ آنکھوں والی عروش۔۔۔۔۔

بات معمولی نہیں تھی۔

"کیا ہوا سب خیر تو ہے۔"رشیدہ بیگم نے آگے بڑھ کر عروش کو گلے لگایا۔

"اماں۔۔۔۔۔۔"کسی مہربان کا سایہ نصیب ہوا تو عروش پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

"پوچھیں اپنی لاڈلی سے کہ کیا ہوا ہے۔"وہ بول نہیں پھنکار رہا تھا۔

"اگر میں نہ جاتا وہاں تو پتا نہیں آج کیا ہو جاتا"۔عروج مسلسل اماں کے سینے پہ سر رکھ کر رو رہی تھی۔

"ارے صبح صبح اتنا شور کوئی ہوش کے ناخن لو۔" شائستہ ان کا شور سن کر کچن سے باہر آئیں تھی اور باہر کا منظر دیکھ،ہول کر رہ گئیں تھیں۔

"ہائے اللہ یہ کیا حالت بنا رکھی ہے اور یہ خون کس سے لڑ کر آئے ہو؟؟؟"وہ ایک ہی سانس میں اتنے سارے سوال پوچھتی چلی گئیں۔۔۔۔۔

"پوچھیں اس سے کیا ہوا ہے میں کیوں بتاوں اس کو اپنے گھر میں رکھا ہے یہ کیا کم ہے جو اب اس کے لیے میں یوں

باہر ہر ایرے غیرے غنڈے سے لڑتا پھروں۔بس اب سے کالج بند ہے تمہارا آرام سے گھر بیٹھو۔"عروش کے رونے میں اب اور بھی شدت آگئی تھی۔

"حد ہے عروش کس کے ساتھ چکر چل رہا ہے تمہارا؟؟؟؟"شائستہ کا رخ اب عروش کی طرف ہو گیا تھا

"ہوش کے ناخن لو بہو تم عروش کو اچھی طرح جانتی ہو یہ ایسی نہیں ہے۔"رشیدہ بیگم نے انہیں ڈپٹ کر کہا

"ہاں ایک یہ اور ایک اس کی ماں یہ دو ہی پارساں ہیں اس دنیا میں بس"۔شائستہ بیگم کا لہجہ طنزیہ تھا

"بس کر دو شائستہ کوئی موقع ہاتھ سے جانے بھی دیا کرو۔۔۔سیف دالدین کو بلاؤ کہاں ہے وہ"!اماں نے غصے سے بھرپور لہجے میں حکم صادر کیا۔

"طبیعت ٹھیک نہیں تھی سو رہے ہیں میں بلاتی ہوں۔"شائستہ منہ بناتے ہوئے وہاں سے چلی گئی۔شور سن کر سیف الدین صاحب کی آنکھ کھل گئی تھی۔وہ انہیں سیڑھیاں اترتے ہوئے دکھائی دیئے۔لڑائی اور شور تو معمول کا حصہ تھے مگر عروش کا حلیہ کچھ غیر معمولی قصہ سنا رہا تھا۔

"سب خیر ہے نہ۔"وہ سیدھا عروش کے پاس آئے تھے اور اس کے سر پہ پیار سے ہاتھ پھیرا تھا۔اور وہ ان کے گلے لگ کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھی۔

"بابا میرا کوئی قصور نہیں ہے میں نے کچھ نہیں کیا۔"

"میں جانتا ہوں میری بیٹی بہت اچھی ہے وہ کبھی کچھ غلط کر ہی نہیں سکتی"۔وہ اس کے بالوں کو پیار سے سہلاتے ہوئے بولے۔۔۔۔

"یہی باتیں ہیں آپ کی جو اسے بگاڑتی ہیں۔"شائستہ بیگم غصے سے بولیں۔

"شائستہ بیگم بہت ہو گیا تم جانتی ہو کہ کون سدھرا ہے اور کون بگڑا ہے۔۔۔"انہوں نے غصے سے فیضان کی طرف دیکھا۔ان کی لڑائی کے تسلسل کو دروازے کی دستک نے توڑا تھا۔

"میں دیکھتا ہوں"!دروازہ فیضان نے کھولا تھا۔۔۔۔۔

"آپ کا نام فیضان ہے؟؟؟؟؟"

"جی ہاں۔۔۔۔۔"

"گرفتار کر لو اسے"آفیسر نے اپنے ماتحت کو حکم دیا تھا۔۔۔۔

"مگر کیوں؟؟؟؟"

"کیا کیا ہے میرے بیٹے نے ؟؟؟؟" اب سیف الدین صاحب بھی باہر آ چکے تھے۔

"آپ کے بیٹے نے یاسر پہ جان لیوا حملہ کیا ہے۔۔۔"

"دیکھیں پہلے اس نے میری بیٹی سے بد تمیزی کی تھی۔"

"وہ سب ہم جانتے ہیں سیف الدین صاحب یاسر بھی اس وقت حوالات میں ہے ہمیں فیضان کو بھی گرفتار کرنا پڑے گا۔۔۔" وہ فیضی کو ہتھکڑیاں پہنا کر جیپ میں بٹھا چکے تھے۔

سیف صاحب سر جھکائے اندر واپس چلے گئے تھے۔شائستہ نے فیضان کی گرفتاری لاؤنج کی کھڑکی سے دیکھی تھی۔

"ہائے میں لٹ گئی میری تو سات پشتوں نے بھی تھانے کی شکل نہیں دیکھی تھی اور اس منحوس نے میرے بیٹے کو سیدھا سلاخوں کے پیچھے پہنچا دیا" وہ اب باقاعدہ اپنا سینا پیٹتے ہوئے بین کر رہی تھی۔

سیف الدین صاحب نے بہت کوفت سے یہ منظر دیکھا تھا۔

"بس کرو بیگم ماتم کرنے کی ضرورت نہیں جیل میں ہے زندہ ہے میں کرتا ہوں کچھ۔۔۔" وہ کہتے ہوئے وہاں سے اپنے کمرے میں چلے گئے تھے۔۔۔

شام میں سفیان بھائی فیضی کی ضمانت کروا کر اسے گھر لے آئے تھے۔مگر پورے دن میں شائستہ اور روزینہ اسے جتنا کوس سکتی تھیں انہوں نے کوسا تھا۔زارا کے ساتھ اس کی بنتی تھی مگر روزینہ کے ساتھ بالکل بھی نہیں۔

عروش امن پسند تھی مگر روزینہ اس کی ہم عمر ہونے کے باوجود بھی اس سے خار کھاتی تھی۔بس اس گھر میں اماں اور سیف الدین تھے جن کی وہ چہیتی تھی باقی کوئی بھی اسے پسند نہیں کرتا تھا۔اور سیفی بھائی اسے زارا، اور روزینہ کی طرح ہی سمجھتے تھے اور وہ تھے بھی بہت کیئرنگ۔۔۔

"بابا کیا میں اندر آسکتی ہوں" سب لوگ وہاں بیٹھے فیضان سے صبح کا قصہ سن رہے تھے جب وہ سیف الدین صاحب کے کمرے میں آئی تھی۔

"ہاں بیٹا اس میں اجازت لینے والی کیا بات ہے" وہ کوئی کتاب پڑھنے میں مصروف تھے۔انہوں نے کتاب سائیڈ ٹیبل پر رکھتے ہوئے اسے اپنے پاس بٹھایا۔۔۔

"کوئی بات کرنی ہے یا کوئی کام تھا۔۔؟؟؟؟" وہ اب شفقت سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے پوچھ رہے تھے۔۔۔

"بابا آپ بہت اچھے ہیں اگر آپ نہیں ہوتے تو شاید میں اس وقت۔۔۔۔۔۔۔۔۔" وہ روتے ہوئے بول رہی

تھی۔وہ ایک دم سیدھے ہو کر بیٹھ گئے۔

"بس بیٹا روتے نہیں ہیں آپ بیٹی ہیں میری سمجھیں آپ۔۔۔اور خبردار جو آئندہ ان سب کی باتوں پر دھیان دیا تو۔"وہ اپنا ہاتھ اس کے سر پر پھیرتے ہوئے بولے۔

"بابا میں نے سچ میں کچھ نہیں کیا۔"وہ اب بھی رو رہی تھی۔

"میں جانتا ہوں میرے بچے تم صفائی کیوں دے رہی ہو۔"

"وہ صبح فیضان نے کہا کہ میں اب یونیورسٹی نہیں جاؤں گی۔"

"بابا آپ جو بھی کہیں گے میں کروں گی مگر میں یونیورسٹی نہیں چھوڑنا چاہتی۔"وہ منت کرنے والے انداز میں بولی۔

"بیٹا فیضان کون ہوتا ہے یہ فیصلہ کرنے والا وہ خود تو کچھ پڑھ نا سکا تعلیم کی اہمیت کو خاک سمجھے گا کوئی آپ کا یونیورسٹی جانا نہیں چھڑوائے گا بلکہ کوئی بھی آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا جب تک میں زندہ ہوں۔"

"اللہ آپ کو میری عمر بھی لگا دے بابا I love you ۔"وہ ایک دم بولی تھی۔انہوں نے اسے مسکراتے ہوئے اپنے سینے سے لگایا۔

"اللہ آپ کی عمر دراز کرے بیٹا اور زندگی کی ہر خوشی آپ کو نصیب کرے آپ میری سب سے اچھی اور پیاری بیٹی ہو رویا مت کرو مجھے اچھا نہیں لگتا"

" سمجھی!۔۔۔۔"وہ شرارت سے اس کی سرخ ہوتی ناک کو دباتے ہوئے بولے۔۔

"ٹھیک ہے بابا میں نہیں رووں گی مگر پر امس کل سے میں یونی جاؤں گی"وہ وعدہ چاہتی تھی۔۔

"جی بالکل میں خود سفیان سے بولوں گا وہ آپ کو چھوڑ کر بھی آئے گا اور لے کر بھی اور اب میں آپ کی پک اینڈ ڈراپ کا بھی انتظام کرتا ہوں اب خوش۔۔۔۔چلو اب جلدی سے جاؤ اور ایک کپ کافی بنا لاؤ۔۔۔"اس کی خوشی دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔۔۔

"لو جی کل کا تماشا کم تھا جو یہ بی بی آج پھر سے جانے کے لیے تیار کھڑی ہیں۔۔"شائستہ بیگم نے عروش کو دیکھتے ہی تنز کا تیر پھینکا۔

"چھوڑیں امی ایسی لڑکیوں کی عادت ہوتی ہے یہ سب کرنے کی۔"روزی کیسے پیچھے رہتی۔۔۔

"جب کل بولا تھا کہ تم یونیورسٹی نہیں جاؤ گی تو یہ سب کیا ہے۔۔۔؟؟؟اور میں فارسی تو بولتا نہیں جو تمہیں سمجھ

میں نہیں آتی میری بات۔" اپنے کمرے سے نکلتا فیضان بھی پیچھے نہیں رہا تھا۔ اور وہ ان سب میں مجرموں کی طرح کھڑی تھی۔

"میں نے کہا ہے اسے کہ یہ یونیورسٹی نہیں چھوڑے گی فائنل ایئر ہے اس کا۔ درمیان میں کیسے چھوڑ دے۔" سیف الدین صاحب نے مداخلت کی تھی۔ وہ جانتے تھے یہ سب عروش کو اتنی آسانی سے نہیں بخشیں گے۔ وہ تو ہمیشہ دھوپ میں اس کے لیے گھنی چھاؤں بن کر آتے تھے۔

"سنو سفیان۔۔۔" انہوں نے ناشتے سے فارغ ہو کر سفیان کو اپنی طرف متوجہ کیا تھا۔۔۔

"جی بابا بولیں۔۔۔"

"تم عروش کو کالج چھوڑ دو اور واپسی پے گھر میں کل پرسوں تک کوئی اور بندوبست کر دوں گا"

"جی بابا۔۔۔"

وہ تائید میں سر ہلاتے ہوئے اسے اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کر کے آگے بڑھ گئے تھے۔ اور عروش کسی مجرم کی طرح ان کے پیچھے تھی۔

"تم لوگ تھکتے نہیں ہو اس سب سے۔" وہ ان سب کو تاسف سے دیکھتے ہوئے وہاں سے چلے گئے تھے۔

یہ سب تو برسوں سے چلا آرہا تھا اور جانے کب تک چلنا تھا۔۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"اس دل کی اداس باتیں

سمجھنے والا کوئی تو ہوتا

کہ جس کی باتوں سے دل سنبھلتا

کہ جس کی سنگت میں دل بہلتا

کہ جس کی ہلکی سی اک جھلک بھی

ہمارے دکھ کو سمیٹ لیتی

فلک سے خوشیاں انڈیل دیتی

یا اس کی نازک مسکراہٹ ہمارے دن کی سبھی تھکاوٹ کو دور کرتی

یا پھر چمکتی وہ آنکھیں اسکی ہماری ہنسی کا راز ہوتیں

ہمارے دل کی کتاب ہوتیں

جو ہم کو چاہتا، وہ ہم کو پڑھتا'

گزرے لمحوں کی سختیوں میں

کوئی تو نازک مزاج ہوتا۔۔۔۔۔۔۔"!

(شاعر:نامعلوم)

"نظم مکمل کرتے ہوئے اس نے ڈائری بند کی اور درخت سے ٹیک لگاتے ہوئے آنکھیں موندلیں وہ یونیورسٹی میں سر ظہیر کا پیریڈ بنک کرکے ان کے سبجیکٹ کے نوٹس بنانے بیٹھی تھی مگر پھر اچانک اسکا موڈ بدل گیا تھا کل گھر میں ہوئے تماشے کی وجہ سے وہ یونیورسٹی نہیں آسکی تھی اسی لیے کل کے نوٹس آج بنانے بیٹھی تھی لیکن بنا نہیں سکی تھی۔

"واہ کیا نظم ہے۔"ضویا نہ جانے کب وہاں آئی تھی کس کی ہے ڈائیری واپس رکھتے ہوئے اس نے سوال کیا

"پتہ نہیں۔"عروش نے آہستگی سے کہا اردگرد بکھرے نوٹس سمیٹنے لگی

"لوجی پتہ نہیں پھر لکھی کیوں۔"ضویا نے منہ بسورتے ہوئے کہا۔

"بس اچھی لگی تو لکھ لی"وہ نوٹس ترتیب سے فائل میں سیٹ کرنے لگی۔

"کب تک یوں ڈائیریاں بھرتی رہوگی۔"

"جب تک ممکن ہوسکا۔" عروش کھڑے ہوتے ہوئے بولی۔

"اور یہ کب تک ممکن ہے۔"وہ بھی اسکی تقلید میں کھڑی ہوئی۔

"مجھے نہیں پتہ۔"اس کا لہجہ اس کی بیزاریت کا صاف پتہ دے رہا تھا۔

"عروش کیا بات ہے کچھ پریشان ہو کیا؟"ضویا نے اسکے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے اپنائیت سے پوچھا

"نہیں یار کوئی پریشانی نہیں ہے"وہ آہستگی سے بولی۔

"بس کل فیضان کو پولیس پکڑ کے لے گئی تھی شام تک آگیا تھا واپس اسی لیے آج میں تمہیں یہاں نظر آرہی ہوں۔"عروش کے لہجے سے صاف محسوس ہورہا تھا کہ بات اتنی معمولی ہے نہیں جتنی وہ بتانے کی کوشش کررہی ہے۔

"Don't tell me"کہ اتنا سب ہوگیا اور تم کہہ رہی ہو کہ کوئی بات نہیں۔۔۔ مگر وہ جیل گیا کیوں۔۔۔ ہوا کیا تھا اب یہ بھی بتادو میڈم۔"ضویا ناراضگی سے بولی۔

"میں کالج آرہی تھی صبح تو یاسر نے مجھ سے بدتمیزی کی بس اسٹاپ پر فیضان وہاں سے گزر رہا تھا اس نے دیکھ لیا اور

دونوں کی ہاتھا پائی ہو گئی کسی نے پولیس کو بلا لیا اور وہ دونوں کو گرفتار کر کے لے گئی۔" وہ مختصر بتاتے ہوئے بولی۔

ضویا افسردگی سے ٹھنڈی سانس بھرتے ہوئے بولی۔

"ایز یوژل تمہاری سو کالڈ آنٹی نے بکھیڑا کھڑا کر دیا ہو گا کہ ان کا بیٹا تمہاری وجہ سے جیل چلا گیا۔" ضویا منہ بسورتے ہوئے بولی۔

"سفیان بھائی نے ضمانت کروادی تھی شام میں اب سب ٹھیک ہے۔" وہ اس سے نظریں چراتے ہوئے کالج میں ارد گرد چلتے ہوئے اسٹوڈنس کو دیکھتے ہوئے بولی۔ اور یہ اس بات کا صاف اشارہ تھا کہ اب وہ مزید اس ٹاپک پر بات نہیں کرنا چاہتی اور سب کچھ کتنا اور کس حد تک ٹھیک ہے یہ ضویا اچھی طرح جانتی تھی۔

"عروش وہ دیکھ سامنے۔۔۔" ضویا کی ایکسائمنٹ سے بھرپور آواز نے عروش کو سامنے دیکھنے پر مجبور کر دیا۔ اور سامنے کا منظر ہمیشہ کی طرح تھا۔

"اس میں اتنا ایکسائیڈ ہونے والی کیا بات ہے۔" وہ ضویا کو گھورتے ہوئے بولی۔

"یار ہماری یونیورسٹی کا پرنس جس پر ساری یونی کی لڑکیاں مرتیں ہیں وہ ہمارے کیمپس آیا ہے میں ایکسائیڈ بھی نہ ہوں۔" وہ چہرے پر معصومیت طاری کرتے ہوئے بولی۔

"ہاں وہ آتا نہیں اور یہ ساری لڑکیاں مکھیوں کی طرح اس کے ارد گرد چکر کاٹنے لگتی ہیں۔ اب بھی دیکھو ایسے ہجوم لگا ہے کہ اف!" عروش اکتاہٹ سے بولی۔

"یار چل کرو تم ہر وقت غصے میں کیوں رہتی ہو۔" ضویا کو لگا تھا کہ شائد اس کا موڈ کچھ بہتر ہو جائے مگر نہیں۔

"یار غصہ نہیں کر رہی۔ لڑکیوں کو اپنی حدود و قیود کا پتہ ہونا چاہیئے اگر وہ خود کو پلیٹ میں سجا کر پیش کریں گی تو سامنے والا بھی ان کو ٹشو کی طرح استعمال کر کے مسل کے پھینک دے گا۔

"تم ٹھیک کہہ رہی ہو عروش۔" ضویا اسکا کندھا تھپکتے ہوئے بولی۔ تبھی زاور شاہ انہیں اپنے قریب آتا دکھائی دیا۔

"عروش وہ دیکھ ہماری طرف آرہا ہے۔" ضویا دبے دبے جوش سے بولی۔

"شرم کرو ضویا اس کا فرینڈ تمہاری خالہ کا دیور اور تمہارا منگیتر ہے۔" عروش اسے جتانے والے انداز میں بولی۔

"ہاں تو کیا ہے اس کو پتہ ہے کہ میں اس کے دوست سے کتنا متاثر ہوں۔" وہ آنکھیں مٹکاتے ہوئے بولی۔ عروش اسے دیکھ کر رہ گئی۔ ضویا ایسی ہی تھی خوبصورتی اور خوبصورت چہروں کی دل کھول کر تعریف کرنے والی صاف گو صاف دل۔۔۔

"اسلام و علیکم!" زاور ان کے قریب آتے ہوئے آہستگی سے بولا۔ "ہمارے کیمپس میں Debeat کمپیٹیشن ہے اگر آپ حصہ لینا چاہیں تو۔۔۔۔" وہ بہت مہذب سے ان کی رائے لے رہا تھا۔

"جی مجھے تو کوئی خاص انٹرسٹ نہیں ہے البتہ عروش ضرور لے گی۔" یہ ضویا کا فیصلہ تھا جو اس نے زبردستی عروش کے سر تھوپہ تھا۔

"لیکن میں۔۔۔۔۔" عروش نے کچھ کہنے کے لیئے منہ کھولا ہی تھا جب ضویا نے اسکا ہاتھ دباتے ہوئے اسے چپ رہنے کا اشارہ کیا۔

"تو پھر میں آپ کا نام لکھ لوں؟" وہ ڈائیری کھولتے ہوئے بولا۔

"جی جی ضرور۔" ضویا کا جوش دیکھنے لائق تھا جیسے یہ مقابلہ جیت چکی ہو۔ عروش اسے گھورنے کے علاوہ کچھ نہیں کر سکتی تھی تب تک جب تک وہ چلا نہیں جاتا۔

"اوکے پھر کل ملاقات ہوتی ہے۔" وہ ایک رسمی مسکراہٹ کے ساتھ وہاں سے چلا گیا۔

"یہ کیا حرکت تھی۔۔۔ تم کچھ سوچتی بھی ہو بولنے سے پہلے کہ نہیں۔" عروش اس کے جاتے ہی ضویا پر برس پڑی تھی۔

"یار وہ جس طرح کہہ رہا تھا میں انکار نہیں کر سکی۔" وہ چہرے پر مصنوعی معصومیت سجاتے ہوئے بولی۔

"ہاں تو ٹھیک ہے تم چپ رہتی میں انکار کر دیتی اسے۔۔۔ مگر نہیں محترمہ کو تو بس۔۔۔۔" عروش دانت پیستے ہوئے بولی۔

"یار جو ہونا تھا سو ہو گیا کل اس سے مل کے تقریر کس ٹاپک پر کرنی ہے کہاں کب اور کس وقت یہ سب پوچھ لینا۔"

"مجھے کوئی ضرورت نہیں ہے میں کل جا کر اسے بتا رہی ہوں کہ میں کچھ نہیں کرنے والی۔"

"یار پلیز میری عزت کا کچھ خیال کرو۔" ضویا اب منت پر اتر آئی تھی۔ وہ زاور کے سامنے شرمندہ نہیں ہونا چاہتی تھی۔ کوئی اور وقت ہوتا تو وہ بنا کسی رکاوٹ کے ضویا کی بات مان لیتی مگر اس وقت وہ جس ذہنی انتشار میں تھی ایسے میں عروش کا غصہ جائز تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"آ گئی محترمہ۔۔!!" گھر آتے ہی اس طنزیہ جملے سے اسکا خیر مقدم ہوا شائستہ بیگم نے دروازہ کھولتی عروش کو اندر آتے دیکھا اور فوراً اس کے سر پر پہنچ گئیں۔

"جلدی سے کپڑے بدلو اور ڈرائنگ روم میں آؤ۔" ابھی وہ اپنے کمرے تک بھی نہیں پہنچ پائی تھی کہ اس کیلئے ایک نیا حکم نامہ تیار تھا۔ وہ صرف دانت پیس کر رہ گئی۔

عروش مرتے کیا نہ کرتے کے مصداق کپڑے بدل کر سیدھے ڈرائنگ روم میں آگئی تھی جہاں چند خواتین نے اسے خاصا گھور کے دیکھا تھا اور آنکھوں ہی آنکھوں میں ایک دوسرے کو کچھ اشارہ کیا تھا۔ وہ کچھ حیران کچھ پریشان کھڑی ان عجیب و غریب خواتین کو دیکھ رہی تھی۔

"اسلام و علیکم!" کچھ جھجکتے ہوئے اس نے انہیں سلام کیا تھا۔

"وعلیکم اسلام" ان میں سے ایک قدرے ادھیڑ عمر عورت نے خاصا چبا کر سلام کا جواب دیا تھا۔ اسے اپنا آپ عجیب محسوس ہو رہا تھا۔

"سوری آنٹی میں کھانا کھالوں بہت بھوک لگی ہے۔" اسے وہاں سے ہٹنے کیلئے جو ذہن میں آیا بول دیا۔ اور یہ سچ بھی تھا۔ صبح سے ایک کپ چائے پر زندہ تھی۔ اس وقت پیٹ میں چوہوں کا کبڈی میچ چل رہا تھا۔ وہ ان سے معذرت کرتی سیدھا کچن میں آئی تھی۔ جہاں زارا بکھرا کچن سمیٹنے میں مصروف تھی۔

"آپی کچھ کھانے کو ملے گا؟" عروش نے برتن سمیٹتی زارا سے پوچھا۔

"ہاں تمہارا کھانا وہاں رکھا ہے کھالو۔" وہ کچن ٹیبل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولی۔

"تھینک یو آپی۔" وہ چیئر گھسیٹتے ہوئے بولی۔

"کہاں تھیں تم؟ یہ کوئی وقت ہے گھر آنے کا 4 بج رہے ہیں غضب خدا کا شریف گھر کی لڑکیاں اس وقت تھوڑی گھر آتی ہیں۔" ابھی پہلا نوالہ اس کے ہاتھ میں تھا جب شائستہ نے کچن پر دھاوا بول دیا تھا۔

"سوری آنٹی بس وہ راستے میں دیر ہو گئی۔" وہ منہ میں نوالہ رکھتے ہوئے بولی۔

"بس بی بی تم تو مفت کی توڑو بیٹھ کر۔" وہ اسے گھورتے ہوئے واپس تشریف لے گئیں تھیں۔

چندا کھانا کھاؤ۔ امی کی باتوں کا برا مت مانا کرو۔" زارا عروش کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولی۔

"Don't worry آپی! بچپن سے سن رہی ہوں اب تو عادت ہو گئی ہے۔" عروش مسکراتے ہوئے بولی۔ اب وہ کیسے کہتی کہ بار بار بھی یہ سب سننے پر اسے ہر بار نئی تکلیف ہوتی تھی۔ یہ لفظ تو پرانے تھے مگر ہر بار زخم نیا دیتے تھے۔ وہ یہ سب سوچ سکتی تھی مگر کہہ نہیں سکتی تھی۔ اس گھر میں روزینہ، فیضان اور شائستہ نے اسے کبھی قبول نہیں کیا تھا۔ اسے اپنی بھوک ختم ہوتی محسوس ہوئی تھی تبھی وہ ہاتھ صاف کرتی اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

رات کو کھانے کے بعد ایک اور تماشہ اسکا منتظر تھا۔

وہ رائٹنگ ٹیبل پر بیٹھی کچھ لکھنے مصروف تھی جب اچانک بابا کی تیز تر بولنے کی آواز نے اسے باہر جانے پر مجبور کیا۔

"یہ گھر ہے یا سٹار پلس۔۔۔" وہ پین ڈائیری پر پٹختے ہوئے بولی۔ اور دوپٹہ اوڑھتے ہوئے باہر آئی۔ جہاں سیف صاحب کسی بات پر برہم تھے۔

شائستہ بیگم کا چہرہ غصہ کا غماز تھا اور سیف صاحب کی شعلہ بار نظریں شائستہ کے چہرے کے طواف کے بعد اب فیضان کو گھورنے میں مصروف تھیں۔ سفیان بھائی وہاں خاموش تماشائی تھے اور زارا آپی گرینی کے ساتھ بیٹھی تھیں۔ روزینہ ایسے ماحول میں بھی کیوٹیکس لگانے میں مصروف تھی جیسے کہ وہ گھر میں اکیلی ہو یا اس سے زیادہ ضروری کوئی کام نہ ہو۔

"کس سے پوچھ کے ہاں کر دی تم نے شائستہ؟ ایسے فیصلے تب لینا جب میں مر جاؤں۔"

"لو تو کیا غلط کر دیا کیا میرا کوئی حق نہیں ہے۔" شائستہ اب آنسو بہانے میں مصروف تھی۔

"جب تم اسے اپنی بیٹی نہیں مانتی کبھی قبول ہی نہیں کیا تو تم مجھ سے یا اس سے پوچھے بغیر اتنا بڑا فیصلہ کیسے لے سکتی ہو۔" سیف صاحب کا غصہ کسی طور کم ہونے میں نہیں آرہا تھا۔بات کا موضوع اسی کی ذات تھی۔ وہ ٹھنڈی سانس بھر کے رہ گئی۔

"اور ایک بات کان کھول کر سن لو اس ٹاپک پر اب دوبارہ بات نہیں ہوگئی فون کر کے منع کر دو۔"

"ایسا شخص جو سربازار دوسروں کی عزت پر نظر رکھے اور راہ چلتی لڑکیوں کا ہاتھ پکڑے میں ایسے شخص کو اپنے گھر کے سامنے گزرنے بھی نہ دوں اور تم نے اس سے میری بیٹی کا رشتہ طے کر دیا۔" وہ انھیں اپنا فیصلہ سنا کر چلے گئے تھے۔

"یہ سب کیا ہو رہا تھا؟" صحن کی طرف جاتی زارا کو روکتے ہوئے عروش نے پوچھا۔

"وہ دوپہر والی خواتین یاد ہیں تمہیں؟" تار پر سوکھے کپڑے اتارتے ہوئے زارا نے کہا۔

"لو اب یہ 4 گھنٹے پہلے والی بات تو میں اب بھولنے سے رہی۔" وہ کپڑے طے کرنے لگی۔

"وہ تمہارے رشتے کیلئے آئیں تھیں اور امی نے فوراہاں کر دی۔"

"اچھا تو یہ بات تھی۔" وہ تہہ کئے کپڑے ایک سائیڈ پر رکھتے ہوئے بولی۔

"جانتی ہو وہ کون تھیں۔۔۔؟" زارا اسے دیکھتے ہوئے بولی جیسے کچھ کھوجنا چاہتی ہو کہ وہ اتنی بے خبر ہے جتنی نظر آرہی تھی۔

"کون؟" اب کی بار اسنے بھی زارا کو دیکھتے ہوئے سوال کیا تھا۔

"یاسر کی والدہ، بھابھی اور بڑی بہن۔" عروش نے خود کو گرنے سے بچانے کیلئے پاس رکھی چئیر کا سہارا لیا تھا۔

زارا تہہ شدہ کپڑے لے کر جا چکی تھی۔ اسے اپنا کھڑا رہنا مشکل لگ رہا تھا۔ شائستہ کی ناپسندگی سے وہ واقف تھی مگر اپنی نفرت میں وہ اس حد تک چلی جائیں گئیں اس کا اندازہ نہیں تھا اسے کہ اب وہ فیصلہ ایسے شخص کیلئے کریں گئیں جیسے وہ دیکھنا تک پسند نہیں کرتیں۔ وہ کرسی پر ڈھے سی گئی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"کن سوچوں میں بیٹھی ہو کس کی یاد ستائے۔" عروش اپنی مخصوص جگہ پر درخت کے تنے سے ٹیک لگائے سر گھٹنوں میں رکھے پینسل سے زمین پر نجانے کیا بنانے میں مصروف تھی۔ جب فائلز کو زور سے زمین پر پٹخنے کے سے انداز میں رکھتی ضویا خود بھی گنگناتے ہوئے اسکے برابر میں بیٹھ گئی۔

"مجھے کیوں کسی کی یاد ستانے لگی بھلا۔" عروش نے سیدھے ہوتے ہوئے کہا۔

"یعنی کسی سوچ میں تھی کسی کی یاد میں نہیں۔" ضویا نے پرسوچ نظروں سے عروش کی طرف دیکھا۔

"کسی سوچ میں نہیں ہوں سچی۔۔۔" عروش نے مسکراتے ہوئے بات کو ٹالا۔

"تم مجھے چھوڑو یہ بتاؤ کب کر رہی ہو تم منگنی؟" اس نے سوالیہ نظروں سے ضویا کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"ابھی تو کچھ فائنل نہیں ہوا دونوں گھروں میں۔ ابھی بحث چل رہی ہے تا حال فیصلہ نہیں ہو سکا۔" وہ لاپرواہی سے بولی۔

"اور فیصلہ کس چیز کا ہونا ہے؟" عروش حیرت سے بولی۔

"منگنی یا نکاح۔" ضویا نوٹس کو ادھر ادھر سیٹ کرتے ہوئے ٹھنڈی سانس بھر کے بولی۔

"ضویا یار پوری بات بتاؤ۔" عروش اسے گھورتے ہوئے بولی۔

"یار احمر چاہتا ہے کہ منگنی کے ساتھ نکاح بھی ہو جائے اور میں ابھی صرف منگنی چاہتی ہوں اسی کو لے کر بس۔۔۔۔ "

وہ ادھر ادھر دیکھتے ہوئے ایسے بات کر رہی تھی جیسے کسی اور کے بارے میں تبصرہ کر رہی ہو۔۔۔

"اور اس پورے فساد میں 90٪ ہاتھ تمہارا ہو گا۔" عروش دانت پیستے ہوئے بولی۔

"بے شک کبھی غرور نہیں کیا۔"ضویا فرضی کالر اکڑاتے ہوئے ہنسی۔

"یعنی تم احمر کی تین سالہ انتھک محنت کے بعد منگنی کیلیئے تو مان ہی گئی ہو۔" عروش اسے ٹھوکا دیتے ہوئے بولی۔

"ہاں ناں میں بھی یہی کہہ رہی ہوں یہ احسان کیا کم ہے میرا اسے تو شکرانے کے نفل پڑھنے چاہیئے۔" وہ شرارت سے ایک آنکھ دباتے ہوئے بولی۔

"اور اسکا کیا بنا؟"عروش کی آنکھوں میں شرارت صاف نظر آرہی تھی۔

"کون؟"ضویا نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"وہی تمہارا کرش۔" عروش اپنی ہنسی دباتے ہوئے بولی۔

"ہائے میرا کرش میری پہلی محبت۔" ضویا دل پہ ہاتھ رکھتے ہوئے دہائی دینے لگی۔ عروش سے اپنی ہنسی روکنا مشکل ہو گئی۔

"ضویا قسم سے ایک نمبر کی ڈرامے باز ہو تم کبھی کبھی تو سچ کا گمان ہونے لگتا ہے۔ اور شروم کرو احمر بہت اچھا لڑکا ہے اس جیسا پیار کرنے والا سنسیئر لڑکا چراغ لے کر تو کیا فلش لائٹ لے کر بھی ڈھونڈو گئی تب بھی نہیں ملے گا۔"عروش کا انداز اسے شرم دلانے والا تھا۔

"کم آن عروش یہ ایک کم ہے جو میں دوسرا بھی اسی کے جیسا ڈھونڈوں گی ہاں اگر موقع ملے تو زاوار جیسا ڈھونڈوں گی۔"وہ آنکھیں مٹکا کر ہنسی۔

"تمہارا کچھ نہیں ہو سکتا۔"عروش نے تاسف سے سر ہلایا۔

"عروش تم ان لڑکوں کو نہیں جانتیں اگر میں بھی دوستی کے لیے مان جاتی تو وہ کبھی بھی نکاح کے لیے نہ کہتا۔" ضویا نے بات کو ہوا میں اڑا دیا۔

"تم ٹھیک کہہ رہی ہو ضویا میں واقعی لڑکوں کو نہیں جانتی۔"

"مگر احمر بہت اچھا لڑکا ہے تم نے اس کے حق میں فیصلہ کر کے بہت اچھا کیا ہے۔ میں بہت خوش ہوں تمہارے لیے۔" عروش اسے بازو کے گھیرے میں لیتے ہوئے بولی۔

"چلو ان کے کیمپس کا چکر لگا کر آتے ہیں۔ زرا میں اپنے کرش کی خبر لے کر آؤں۔"ضویا اپنی فائلز سمیٹتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"مگر ہم کریں گے کیا وہاں جا کر؟"

"ویسے تم نام تو زوار کا لے رہی ہو اور ارادہ تمھارا کچھ اور ہے۔" عروش نے اسے مشکوک نظروں سے دیکھا۔

"ہاں my dear چلو نہ دیدارِ یار کر کے آتے ہیں۔" وہ حسرت سے بولی۔

عروش کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔

"شرم کرو۔" عروش اسے گھورتے ہوئے بولی۔

"دیکھنا تم چاہتی اسے ہو بدنام زوار کو کر رہی ہو۔" ضویا احمر سے محبت کرتی ہے اس بات کو وہ کبھی تسلیم نہیں کرتی تھی۔اب ضویا بھی کھل کے مسکرائی۔وہ یوں ہی باتیں کرتیں ان کے کیمپس پہنچ گئیں تھیں۔انہیں آتا دیکھ کر احمر فوراً ان کے قریب آیا تھا۔

"خیر تو ہے۔کوئی کام تھا تو مجھے بلوا لینا تھا۔" وہ آنکھوں میں پیار اور فکر مندی سموئے ہوئے بولا۔ضویا جی بھر کے بدمزہ ہوئی۔

"کیوں یہاں بنا کسی کام کے آنے پر پابندی ہے۔کام ہو تو آپ آسکتے ہو ورنہ نہیں۔" وہ بنا کسی لحاظ کے احمر پر برس پڑی۔

"سوری میرا وہ مطلب نہیں تھا۔" وہ شرمندگی سے بولا۔

"ویسے تمھاری اطلاع کے لیے عرض ہے کہ ہم کام سے آئے ہیں۔اور تم سے ملنے بالکل نہیں آئے نہ ہمیں تم سے کام ہے۔" ضویا نے منہ بناتے ہوئے اسے اطلاع دینا ضروری سمجھا۔

"یار سوری کر تو رہا ہوں۔" احمر لجاجت سے بولا۔اور انہیں بیٹھنے کا اشارہ کرتا خود ادھر ادھر دیکھنے لگا۔

"تم میرے سامنے لڑکیاں تاڑنے سے بعض نہیں آتے میرے بعد پتہ نہیں کیا کرتے ہو گے۔" ضویا ٹھوڑی کے نیچے ہاتھ رکھتے ہوئے معصومیت سے بولی۔

"لاحول ولا قوۃ!" احمر نے لاحول پڑھتے ہوئے فوراً ضویا کو گھورا تھا۔

"ضویا میں کب لڑکیاں تاڑتا ہوں تمہارے سوا کچھ نظر ہی نہیں آتا۔" وہ اپنی صفائی پیش کر رہا تھا۔

"اچھا بہت معصوم ہو تم تو سامنے کس کو دیکھ رہے تھے۔" وہ سامنے کھڑی لڑکیوں کے اس گروپ کی طرف دیکھتے ہوئے جارحانہ انداز میں بولی جو کھڑی خوش گپیوں میں مصروف تھیں۔

"تمہیں پتہ ہے اس طرف لائبریری ہے۔" وہ ٹھنڈی سانس بھرتے ہوئے ضویا کو ہی دیکھ رہا تھا۔

"کیوں یہ کوئی نئی اطلاع ہے۔ لائبریری تو تب سے ہے جب سے یہ یونیورسٹی ہے اور تم مجھے اب بتا رہے ہو جیسے مجھے پتہ نہیں "زوار لائبریری گیا ہے۔ میں دیکھ رہا تھا کہ وہ آیا کہ نہیں۔ اچھا بہانہ ہے۔"ضویا منہ بناتے ہوئے بولی۔

"فوراً جیلس ہو جاتی ہو اور کہتی ہو تمہیں میری پرواہ نہیں۔" وہ ہونٹوں کو دانتوں تلے دبائے شرارت سے بولا۔ضویا نے اسے صرف گھورنا مناسب سمجھا تھا۔

"تم لوگ بیٹھو میں کھانے کے لیے کچھ لے کے آتا ہوں۔" وہ اٹھتے ہوئے بولا۔

"ہم بھی ساتھ چلتے ہیں۔" ضویا نے اسے اٹھتے ہوئے دیکھا تو فوراً بولی۔

"اتنی سی بھی دوری برداشت نہیں ہوتی تم سے اسی لیے تو کہہ رہا ہوں کہ نکاح کے لیے مان جاؤ۔" احمر اس کے کان کے قریب جھکتے ہوئے سرگوشی میں بولا۔

ضویا نے ہاتھ میں پکڑی فائل زور سے اس کے کندھے پہ دے ماری۔وہ ہنستے ہوئے اسکی سرخ پڑتی رنگت سے لطف اندوز ہوتا وہاں سے چلا گیا تھا۔ جبھی ضویا کی نظر اپنی ہنسی روکتی عروش پر پڑی۔

"تم کیوں ہنس رہی ہو؟" وہ چڑتے ہوئے بولی۔

"میں تم دونوں کی باتوں کو انجوائے کر رہی تھی تم دونوں ساتھ لڑتے ہوئے بہت اچھے لگتے ہو۔"

"وہ تو جو کر رہے ہنسی تو آئے گی نا۔۔۔"ضویا بات کرتے ہوئے اچانک خاموش ہوئی تھی۔ ضویا کی آنکھوں کی چمک نے اسے ان کی تقلید میں دیکھنے پر مجبور کیا تھا۔وہ دونوں آمنے سامنے بیٹھی تھیں۔

عروش نے گردن موڑ کر دیکھا تو اسے نوٹس اور بکس ہاتھ میں لیے زوار آتا دکھائی دیا۔

"وہ ہماری طرف ہی آ رہا ہے۔" وہ خوشی سے چلائی۔

"ایک تو میں تمہاری اس ایکسائٹمنٹ سے بہت عاجز ہوں جو کبھی ختم ہی نہیں ہوتی اسنے ہمیں دیکھا بھی نہیں اور تمہیں لگ رہا ہے کہ وہ ہماری طرف آ رہا ہے واہ ضویا بی بی!! تمہاری خوش فہمیاں۔" عروش نے ضویا کو گھورتے ہوئے کہا۔

"مانا کہ دھوپ بہت تیز ہے مگر میری دور کی نظر ابھی اتنی کمزور نہیں ہوئی کہ میں آپ لوگوں کو پہچان نہ سکوں۔" جواب خلاف توقع پیچھے سے آیا تھا۔

عروش نے پیچھے مڑ کر دیکھنے کی کوشش نہیں کی کیونکہ وہ جانتی تھی کہ پیچھے کون ہے اور یہ بھی کہ وہ ان کی نہیں بلکہ اس کی بات سن چکا ہے۔

"اول تو میں کچھ بولتی نہیں اب بولی وہ بھی فضول۔"وہ خود کو کوس کر رہ گئی ۔

"سوری میرا وہ مطلب نہیں تھا۔" شرمندگی کے مارے اس سے کچھ بولا بھی نہیں جارہا تھا۔

"میں نے کب کہا کہ آپ کا مطلب وہ تھا۔" زوار شرارت کے موڈ میں تھا۔عروش کو ایک آنکھ نہیں بھائی اسکی شرارت۔

"اور سنائیں ضویا آپ کیسی ہیں؟" زوار نے اپنا روئے سخن ضویا کی طرف موڑا۔وہ دونوں اب خوش گپیوں میں مصروف تھے۔

"خیر اب ایسا بھی کچھ غلط نہیں کہا میں نے۔" عروش نے خود کو تسلی دی۔

"یہ رہے گرما گرم سموسے، سینڈوچ، چائے، کولڈ ڈرنک اور نہ جانے کیا کچھ تھا" احمر نے سب کچھ ٹیبل پر ڈھیر کیا تھا۔

"کینٹین والے انکل بچ گئے تھے انہیں بھی ساتھ لے آتے۔" اتنا سامان دیکھ کر ضویا نے لطیف سا طنز کیا۔زوار اور عروش دونوں ہنسے۔ جبکہ احمر کا منہ بن گیا۔

"ضویا بہت ناشکری ہو تم۔ نہ لاتا تو کہتی کنجوس ہو۔"احمر جانتا تھا ضویا کھانے پینے کی شوقین تھی مگر موٹی نہیں تھی۔

"ہاں نا مگر آج کل میں ڈائٹنگ پر ہوں۔" ضویا اک ادا سے بولی۔ضویا اور ڈائٹنگ عروش کو سوچ کر ہی ہنسی آرہی تھی۔وہ جانتی تھی ضویا بھوک کی کتنی کچی ہے۔

"خیر اب تم لائے ہو تو ضائع تو نہیں کرسکتے ناں۔" وہ سینڈوچ کی بائٹ لیتے ہوئے بولی۔

"آپ بھی کچھ لیں۔" زوار نے سینڈوچ عروش کی طرف بڑھاتے ہوئے اپنے لیے coffee کا مگ اٹھایا تھا۔عروش نے وہ سینڈوچ خاموشی سے تھام لیا تھا۔

ضویا اور احمر کی نوک جھونک اب بھی جاری تھی۔

"اوہ جس کام کے لیے آئے تھے وہ تو بھول ہی گئے۔" وہ دونوں اب کھانے سے فارغ ہو کر واپس جانے کے لئے اٹھیں تھیں جب ضویا اچانک واپس بیٹھ گئی تھی۔

"کون سا کام؟" عروش نے حیرت سے ضویا کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"یار ہم لوگ کل ٹاپک پوچھنا تو بھول ہی گئی تھیں۔ تو زوار آپ پوائنٹس اور ٹاپک بتادیں بس دو دن باقی ہیں۔"

"دو دن نہیں ایک دن یعنی کل کا پرسوں تو مقابلہ ہے۔" وہ اپنی نوٹ بک پر کچھ لکھتے ہوئے بولا۔

"آپ ایک دن میں کر لیں گی ناں؟" وہ کاغذ عروش کی طرف بڑھاتے ہوئے بولا۔ اب تو بات اس کی ذہانت پر آگئی تھی۔

"اگر ایک گھنٹہ ہوتا تو میں کر لیتی۔" وہ چبا کر بولی۔

"امپریسو!" زوار ہنستے ہوئے بولا

"پاکستان! یہ ٹاپک ہے بس۔" عروش نے کاغذ کو غور سے دیکھا جہاں ٹاپک کے ساتھ صرف پاکستان لکھا تھا۔ باقی ٹائم تاریخ اور دن درج تھا۔ اب کے عروش نے کاغذ زوار کی آنکھوں کے سامنے لہرایا۔

"جی پاکستان یہ ہی ٹاپک ہے۔"

"میرا مطلب ہے کہ صرف پاکستان تو نہیں ہو سکتا۔ آج کا میرا پاکستان، ہمارا پاکستان یا کل کا پاکستان کچھ تو ہو۔" عروش نے حیرت سے پر لہجے میں زوار کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"یہ سب ٹاپک تو میں باقی سب کو دے چکا ہوں۔" وہ مسکراتے ہوئے اب عروش کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"آپ ایک کام کریں آپ آج کل میرا ہمارا سب کچھ add کر سکتی ہیں۔"

"اس طرح تو یہ تقریر کافی عجیب ہو جائے گی۔" عروش پریشانی سے بولی۔

"عجیب چیزیں کئی بار کافی اچھی ہوتی ہیں۔" اس نے اپنی رائے کا اظہار کیا۔

عروش ٹھنڈی سانس بھرتے ہوئے وہاں سے جانے کے لئے مڑی۔ ضویا اس کے آگے تھی۔

"سنیئے!" عروش نے اس پکار پر پیچھے مڑ کر دیکھا۔

"مجھے آپکی کسی بھی بات کا برا نہیں لگا چلیں اسی بہانے آپ کچھ بولی تو۔" وہ مسکراتے ہوئے کچھ دیر قبل کی بات کا حوالہ دے رہا تھا۔ ہونٹوں کی تراش میں دلکش مسکراہٹ دبائے۔ جب وہ ہنستا تو اسکی روشن آنکھیں بھی مسکراہٹ میں اسکا بھرپور ساتھ دیتیں۔

عروش نے فورا نظروں کا زاویہ بدلا تھا۔ وہ ہمیشہ چند سیکنڈ سے زیادہ اس کی طرف نہیں دیکھ پاتی تھی۔

"اور ویسے بھی میں ایسی باتیں مائنڈ نہیں کرتا میں کافی cool ہوں۔" وہ اپنی بات کے اختتام پہ خود ہی قہقہہ لگا کر ہنسا تھا۔ عروش کی پلکیں ایک پل کے اٹھیں اور پھر فورا جھک گئیں۔ وہ اسے شکریہ کہتے ہوئے فورا مڑی اور اپنے کیمپس کی طرف چل دی۔ زوار کی نظر نے دور تک اسکا پیچھا کیا تھا۔ اور پھر اسکی نظروں کے اوجھل ہونے پر وہ بھی مسکرا کر چلا

گیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

لائبریری سے ریفرنس بکس ڈھونڈھتے کافی وقت لگ گیا تھا۔ آج وہ چار کی بجائے پانچ بجے گھر پہنچی تھی۔ خلاف توقع گھر میں کافی خاموشی تھی اسکا پہلا سامنا شائستہ بیگم سے ہوا تھا انہوں نے اسے دیکھ کر بھی ان دیکھا کر دیا تھا۔ نہ کوئی طعنہ نہ کوئی پوچھ تاچھ وہ حیران کم پریشان زیادہ ہوتی اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔ وہ کپڑے بدل کر ابھی بیڈ پہ نیم دراز ہوئی تھی جب زارا اسکا کھانا لے کر کمرے میں داخل ہوئی۔

"آپی آپ نے کیوں زحمت کی۔۔" وہ سیدھی ہو بیٹھی۔

"صبح سے گئی ہوئی ہو اور اب وقت دیکھو۔" وہ فکر مندی سے بولیں۔

"آج میں نے کینٹین سے سینڈوچ کھا لیے تھے۔" وہ مسکرائی۔

"مگر تم تو باہر کا کھانا نہیں کھاتیں۔" زارا حیرت سے بولی۔

عروش کے سامنے شرارت سے بھری دو مسکراتی آنکھیں لہرائیں۔

"آج ضویا نے زبردستی کھلا دیا۔" وہ نظریں چراتی ہوئی بولی۔

"ضویا کی منگنی ہونے والی ہے۔" عروش نے زارا کو اطلاع دی۔

"یہ تو بہت خوشی کی خبر ہے۔ کب ہے اسکی منگنی؟"

"ابھی ڈیٹ فکس نہیں ہوئی۔ 4،2 دن میں فائنل ہو گا۔" عروش کشن سے واپس ٹیک لگاتے ہوئے بولی۔

"اچھا تم آرام کرو مگر رات کو کھانا کھائے بغیر مت سونا۔ "زارا ٹرے واپس اٹھا کر لے گئی۔

راستے میں شائستہ نے زارا کو کھانا لاتے لے جاتے دیکھا تھا مگر آج انہوں نے کسی قسم کے طعنے سے نہ عروش کو نوازا تھا نہ زارا کو۔ خاموشی ہمیشہ کسی طوفان کا پیش خیمہ ہوا کرتی ہے۔ یہ سوچ کر ہی عروش کا دل دہل گیا تھا۔ وہ فوراً سیدھی ہو بیٹھی۔

"یا اللہ! رحم کرنا وہ سر دونوں ہاتھوں پر گرائے نجانے کیا سوچ رہی تھی۔" سر اٹھانے پر اس کا سر چکرا کر رہ گیا تھا۔ سامنے کا منظر ناقابل یقین تھا۔ شائستہ اور اس کے کمرے میں وہ بھی اس کے سامنے بیٹھی تھیں۔ عروش کو اپنا حلق خشک ہوتا محسوس ہوا۔

"تمہیں میں تمہاری دشمن لگتی ہوں ناں۔" شائستہ نم لہجے میں بولیں۔

"چلو جو ہونا تھا سو ہو گیا۔ تم مجھے معاف کر دو میں بہت غلط کرتی رہی ہوں تمہارے ساتھ۔ اور جو کل ہوا اس کے لئے بھی میں تم سے ہاتھ جوڑ کر معافی مانگتی ہوں۔" انہوں نے اچانک ہاتھ عروش کے سامنے جوڑ دیئے تھے۔

"آنٹی کیسی باتیں کر رہی ہیں آپ میں آپکی کسی بات کو دل میں نہیں رکھتی۔ آپ میری ماں کی جگہ ہیں اور ماؤں کی باتوں کا برا نہیں مانا جاتا۔" وہ ان کے دونوں ہاتھوں کو اپنے ہاتھ میں تھامے بول رہی تھی۔

"تم بہت اچھی ہو عروش۔" وہ اس کے ماتھے پر بوسہ دیتے ہوئے بولیں اور اٹھ کر باہر چلی گئیں۔

عروش پر جیسے سکتہ طاری ہو گیا تھا۔ اتنے سالوں میں کبھی عید پر بھی جھوٹے منہ انہوں نے پیار سے بات نہیں کی تھی اور اب بات پیار پر کیا معافی پر آگئی تھی۔ اس کا دل اسے یقین کرنے کا کہہ رہا تھا اور اس کا دماغ کچھ غلط ہونے کا اشارہ دے رہا تھا۔ اس کا ذہن اس وقت اتنا الجھا ہوا تھا کہ ریفرینس بکس کے ہوتے ہوئے بھی اسے یہ سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا لکھے۔

کافی دیر بعد بھی جب کچھ سمجھ نہیں آیا تو وہ سر رائٹنگ ٹیبل پر رکھے ایک ہاتھ سر کے نیچے اور دوسرے سے کاغذ پر لائینیں مارنے لگی۔

"عروش کو کھانا کھالو۔ بابا بلا رہے ہیں۔" زارا اسے اطلاع دے کر دروازے سے ہی مڑ گئی تھی۔ وہ بھی خود کو نارمل کرتے ہوئے ڈائننگ ٹیبل پر آئی تھی۔ جہاں سب ہی موجود تھے ماسوائے گرینی کے وہ جلدی کھانا کھا لیتیں تھیں۔ وہ کرسی گھسیٹتے ہوئے بیٹھ گئی۔

"یہ بریانی سپیشل تمھارے لئے بنوائی ہے میں نے زارا سے کہہ کر تم نے دوپہر میں بھی کچھ نہیں کھایا تھا۔" شائستہ چاول اس کی پلیٹ میں نکالتے ہوئے مسکرائیں۔

سیف الدین نے بہت حیرت سے اپنی زوجہ کا یہ روپ دیکھا تھا اور روزینہ نے اتنی ہی نفرت سے۔ ہاں بریانی عروش کی فیورٹ تھی مگر اس وقت وہ اسکے حلق سے نیچے نہیں اتر رہی تھی۔

رات بھر ٹھیک سے نیند نہیں آئی تھی۔ صبح بھی وہ تھکی تھکی سی لگ رہی تھی۔ ناشتہ بھی ٹھیک سے نہیں کیا۔ اور جو وہ صبح سے اپنے کمرے میں گئی تو شام ڈھلے ہی باہر آئی تھی آج یونی سے چھٹی کر کے اس نے بہت محنت سے تقریر کے پوائنٹس جمع کئے تھے اور اب اسے فائنل ٹچ دیتے ہوئے فائل کو وہیں رائٹنگ ٹیبل پر چھوڑ آئی تھی۔

"آپی ایک کپ چائے ملے گی۔" عروش کچن کاؤنٹر سے ٹیک لگائے کھڑی کام کرتی زارا سے مخاطب ہوئی۔

"بس دو منٹ ابھی بنا کے دیتی ہوں۔" زارا فورا چائے کا پانی چولہے پر چڑھانے لگی۔ عروش بھی اپنے تھکے ہوئے

ہاتھ کو دوسرے ہاتھ سے دباتے ہوئے پاس رکھی ہوئی چئیر پر بیٹھ گئی تھی۔

"بہت تھکی تھکی لگ رہی ہو۔ کیا کر رہی تھی۔ یونی بھی نہیں گئیں۔" وہ اب چائے کے لئے مگ دھو رہی تھی۔

"بس کل یونی میں تقریری مقابلہ ہے۔ ضویا بی بی نے میرا نام دے دیا۔ آج آخری دن تھا اور کل مجھے ٹاپک پتہ چلا۔ سو صبح سے لے کر اب تک بڑی مشکل سے سب فائنل کر کے فائل سیٹ کی ہے۔" وہ چائے مگ میں انڈیلتی زارا کو دیکھتے ہوئے بولی۔

"بیسٹ آف لک۔" زارا اسکے سامنے مگ رکھتے ہوئے مسکرائی۔ مگر اسکی لک اسکا بہت کم ساتھ دیا کرتی تھی۔

روزینہ شاذونادر ہی کچن کی طرف آیا کرتی تھی۔ اور شاید عروش کا بیڈ لک تھا کہ وہ پانی پینے آئی اور اسکی گفتگو سن چکی تھی۔

"بیسٹ آف لک عروش!" روزینہ شیطانی مسکراہٹ ہونٹوں پر سجائے وہیں سے واپس مڑ گئی۔

"**تھینکس** فار**ٹی تھینکس** فار وشیز۔" عروش اور زارا ایک ساتھ کھل کے مسکرائیں۔

رات کو ایک بار پھر سے تقریر کے پوائنٹس چیک کرنے کے لیے اسنے فائل کھولی تو اسے شدید جھٹکا لگا تھا فائل میں لگے شفاف کاغذ اسکا منہ چڑا رہے تھے۔ اسنے حیرت سے ایک بار پھر پوری فائل الٹ پلٹ کر دیکھی یہ وہی فائل تھی جو کچھ دیر قبل وہ یہاں چھوڑ کر گئی تھی۔ مگر اس میں سے وہ سب غائب تھا جس پہ دن بھر اس نے محنت کی تھی۔ اچانک اسکی نظر پاس پڑے ڈسٹ بین پہ پڑی فائل بیڈ پہ پھینکتے ہوئے اس نے پورا ڈسٹ بین نیچے الٹ دیا تھا۔ یہ وہی نوٹس تھے جو اب چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں تبدیل ہو چکے تھے۔ عروش کو زمین پیروں کے نیچے سے نکلتی ہوئی محسوس ہوئی۔ وہ جانتی تھی یہ حرکت کس کی ہو سکتی ہے۔ مگر اس وقت ہنگامہ کرنے سے کچھ حاصل نہیں ہونے والا تھا۔

رات تین بجے تک جاگ کر اسنے وہ کچھ دوبارہ لکھا تھا۔ دیر سے سونے کی وجہ سے وہ دیر سے بیدار ہوئی تھی۔ اس لئے جلدی جلدی تیار ہو کر بنا ناشتے کئے ہی جا رہی تھی۔ راستے میں اسکی ٹکر روزینہ سے ہوئی تھی۔

روزی اس کو دیکھ کر بڑی ادا سے مسکرائی تھی۔ یعنی یہ حرکت اسی کی تھی۔ عروش نے اس کی مسکراہٹ کا جواب مسکراہٹ سے ہی دیا۔

اب حیران ہونے کی باری روزینہ کی تھی۔

"تم ایسی حرکتیں کر کے صرف اپنے گھٹیا ہونے کا ثبوت دیتی ہو اور کچھ نہیں۔ اور کالی بلی کی طرح راستہ کاٹنا تمھاری عادت ہے۔ میری خاموشی کو میری کمزوری مت سمجھنا میں تم جیسے لوگوں کے منہ لگنا پسند نہیں کرتی۔ اور رہی بات کل والی تمھاری اس حرکت کی تو اسے میں تمھاری آخری غلطی سمجھتے ہوئے معاف کرتی ہوں۔ آئندہ کچھ بھی کرنے

سے پہلے 100 بار سوچ لینا۔ next time تمہیں بہت کرارا جواب ملے گا میری طرف سے۔ تم میری چیزوں کو نقصان پہنچا سکتی ہو۔ دماغ اور ذہانت کو نہیں۔" عروش فائل اسکی آنکھوں کے سامنے لہراتے ہوئے وہاں سے جا چکی تھی۔

روزینہ بھی نخوت سے سر جھٹکتی ہوئی وہاں سے چلی گئی۔ عروش کے کمرے کے سامنے سے گزرتے ہوئے اسے اسکا دروازہ خلاف معمول لاک دیکھا تھا۔ وہ پیر پٹختی وہاں سے واک آوٹ کر گئی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"عروش بہت بہت مبارک ہو آپکو میں تو سچ میں آپکی ذہانت کا قائل ہو گیا ہوں۔" تقریری مقابلے میں پہلی پوزیشین عروش نے win کی تھی۔ کل جو اسکے ساتھ ہوا اسے چوتھے نمبر پر آنے کی بھی امید نہیں تھی کہاں پہلی پوزیشن۔ عروش نے مسکراتے ہوئے زوار سے تعریف وصول کی تھی۔

"کس طرح آپ نے دریا کو کوزے میں بند کیا اور کیا کیا پوائنٹس تھے سچ میں وہ سب شائد ہی ہم سب کے ذہن میں ہوتا جو آپ نے بیان کیا۔" وہ اسکی تعریف میں زمین آسمان ایک کئے دے رہا تھا۔

"زوار صاحب ایسی بھی کوئی بات نہیں تھی اب آپ مجھے شرمندہ کر رہے ہیں۔ یہ سب تو ریفرنس بکس کا کمال ہے۔۔" اس نے کتنے آرام سے سارا کریڈٹ بکس کو دے دیا تھا۔

"لیکن میں نے تو کسی بھی ریفرنس بک میں یہ نہیں پڑھا۔" وہ بازو سینے پر لپیٹتے ہوئے بولا۔

"تو اس کے لئے میں آپکو ایک مشورہ دوں گی کہ بکس ریڈ کیا کریں۔ چاہے وہ کسی بھی ٹاپک پر ہوں یا ایک پر خاص جو ہمارے فیورٹ ہوں۔" وہ اسے بڑے آرام سے مشورہ دیتے ہوئے ادھر ادھر دیکھ رہی تھی ضویا اور احمر پتہ نہیں کہاں غائب ہو گئے تھے۔ وہ دونوں اس وقت ہال میں اکیلے کھڑے باتوں میں مشغول تھے۔

"انشاءاللہ بہت جلد آپکے مشورے پر عمل کروں گا۔" وہ مسکراہٹ دباتے ہوئے بولا۔ تبھی ضویا اور احمر اسے اپنی طرف آتے دکھائی دیئے تو اسنے سکھ کا سانس لیا۔

وہ ریزو تھی ڈل یا ڈبو قسم کی بالکل نہیں تھی مگر یوں اکیلے میں بات کرنا اسے اچھا نہیں لگ رہا تھا۔

"آئی ایم سو پراوڈ آف یو۔" ضویا آتے ہی عروش کے گلے لگ گئی۔

"یار قسم سے جیت کے سر فخر سے بلند کر دیا میرا۔" ضویا بہت خوش تھی۔

"اس لئے تم ہم سب کو ٹریٹ دے رہی ہو آج ابھی اور اسی وقت۔" عروش نے مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا۔

"چلو پھر چلتے ہیں۔" ضویا پرجوش انداز میں بولی۔

"کہاں؟" احمر نے حیرت سے پوچھا۔

"دیکھو اب یہ ٹریٹ ہمیں یونیورسٹی میں تو نہیں دیگی ناں اس لئے کسی اچھے سے ریسٹورینٹ چلتے ہیں۔" ضویا مدبرانہ انداز میں بولی۔

عروش جانتی تھی ضویا اس وقت ایک نہیں سنے گی اس لئے انکار یا اقرار دونوں ہی فضول تھے۔ سو وہ اپنا بیگ اور فائل سنبھالتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی۔ احمر اور زوار نے انکی تقلید کی تھی۔ وہ لوگ زوار حیدر کی گاڑی میں ہوٹل پہنچے تھے۔

شام کے پانچ بج چکے تھے۔

"بھئ سب لوگ سن لو ٹریٹ عروش کی طرف سے ہے اور بل میں دوں گا۔" زوار نے دونوں ہاتھ بلند کرتے ہوئے اطلاع دی۔ ہوٹل میں زیادہ رش نہیں تھا وہ لوگ ایک سنسان گوشے میں آکر بیٹھے تھے۔ جب بیٹھنے کے ساتھ ہی زوار نے نیا شوشہ چھوڑ دیا تھا۔

"لیکن Win تو میں نے کیا ہے ٹریٹ تو میری طرف سے بنتی ہے ناں۔" عروش نے کمزور سا احتجاج کیا۔

"ہاں تو میں کب انکار کر رہا ہوں ٹریٹ آپ ہی کی طرف سے ہے۔"

"مگر بل آپ کیوں دیں گے؟" وہ ترکی بہ ترکی بولی۔

"کیونکہ میں آپ کا لیڈر تھا سو آپ کی جیت کی خوشی کو سیلیبریٹ کرنا میرا بھی حق ہے اور یہ میرا Order ہے اور اب میں کچھ نہیں سنوں گا۔" زوار کی دلیل نے اسے چپ کروا دیا تھا۔ حالانکہ یہ کوئی بہت بڑی دلیل نہیں تھی مگر پھر بھی وہ خاموش ہو گئی تھی۔

"اچھا یار Order تو کرو۔" ضویا نے مداخلت کی۔ زوار نے ویٹر کو آواز دی جو کچھ دیر قبل ان کے سامنے وینیوں کارڈ رکھ کر گیا تھا۔ ان سب نے اپنا اپنا Order نوٹ کروایا تھا۔ جبھی عروش کی نظر سامنے سے آتے فیضان پر پڑی۔ اسکا چہرہ انٹرنس کی طرف تھا۔ اس نے وینو کارڈ اچانک چہرے کے سامنے کیا۔ وہ اس وقت کسی قسم کا تماشہ نہیں چاہتی تھی۔ اس کی یہ حرکت بطور خاص زوار نے محسوس کی۔

عروش نے کارڈ ہلکا سا نیچے کرتے ہوئے سامنے دیکھا۔

سفیان کسی لڑکی کے ساتھ تھا جو اسکا بازو دونوں ہاتھوں میں تھامے کسی بات پر مسکرا رہی تھی۔ انکی بے تکلفی سے نہ

تو وہ اسکی فرینڈ لگ رہی تھی اور نہ کولیگ۔ ان دونوں نے کاؤنٹر پر کھڑے ہو کر کچھ دیر بات کی تھی اور پھر واپس چلے گئے تھے۔ وہ اندازہ نہیں کر سکی کہ اس نے اسے دیکھا یا نہیں۔ مگر انکے جاتے ہی اس نے کارڈ چہرے سے ہٹالیا تھا۔

"کون تھا وہ؟" زوار نے بنا بات کو گھمائے سیدھا سوال کیا۔

"میرا کزن تھا میں نہیں چاہتی تھی کہ وہ مجھے یہاں دیکھے اور بات کو کچھ اور رنگ دے کر دوسروں تک پہنچائے۔ ہمارے یہاں یوں ہوٹلنگ کو اچھا نہیں سمجھا جاتا۔" وہ دونوں ہاتھوں کو مسلتے ہوئے بولی۔

"مجھے لگتا ہے آپ کے ہاں صرف لڑکیوں کا ہوٹلنگ کرنا معیوب سمجھا جاتا ہے۔" زوار براہِ راست اب اسکی آنکھوں میں دیکھ کر بولا۔ عروش اسکا اشارہ سمجھ گئی تھی۔ اس سے پہلے کہ وہ اسے کرارا سا جواب دیتی ویٹر کھانا سرو کرنے لگا۔ کھانا خشگوار ماحول میں کھایا گیا۔

احمر اور ضویا کی نوک جھونک اب بھی جاری تھی۔ وہ دونوں لڑے بغیر شائد ہی رہ سکتے تھے۔

"تو پھر کیا طے کیا ہے تم لوگوں کے گھر والوں نے؟" زوار فرنٹ سیٹ پر بیٹھے احمر سے مخاطب ہوا جو ضویا کی بات پر اس سے الجھنے پر مصروف تھا۔

"کس بارے میں؟" سوال ضویا کی طرف سے آیا تھا۔

"منگنی کے بارے میں۔" تو نظر شیشے کے پار دیکھتی عروش سے جا ٹکرائی۔

وہ مسکراتے ہوئے سامنے دیکھنے لگا۔

"بھئ صرف منگنی طے ہوئی ہے۔ جب میں نے نکاح کی رٹ لگائی تب جا کے یہ محترمہ منگنی کیلئے مانی ہیں رخصتی کہوں گا تو نکاح کیلئے مانے گی۔" احمر مسکراہٹ دباتے ہوئے مزے لے لے کر زوار کو بتارہا تھا۔ اسکی بات پر زوار بھی ہنسنے لگا تھا۔

"بہت بڑے کوئی۔۔۔۔۔۔" ضویا دانت پیس کر رہ گئی۔

"ہاں بول دو کہ کمینہ ہو۔" احمر نے لقمہ دیا۔

"تمہیں مفت میں اتنا اچھا شوہر مل رہا ہے اسی لئے تمہارے نخرے آسمان کو چھو رہے ہیں۔" احمر اپنا کالر کھڑا کرتے ہوئے ہنسا۔

"ویسے یہ تم نے اچھا کسے کہا؟" زوار نے احمر کو دیکھتے ہوئے گاڑی ٹرن کی۔

"تمہارے جیسا دوست ہو دشمن کی ضرورت ہی نہیں۔" احمر نے زوار کو گھورا۔

"مجھے ضویا سے پوری پوری ہمدردی ہے۔" زوار اب کھل کے ہنس رہا تھا۔

"آپ اتنی خاموش کیوں بیٹھی ہیں۔" زوار نے اچانک عروش کو مخاطب کیا۔ وہ چونکتے ہوئے سیدھی ہوئی۔

"میں کیا بولوں۔"

"کچھ بھی بول سکتی ہیں آپ۔" زوار اسے بیک مرر سے دیکھتے ہوئے بولا۔

"تو ٹھیک ہے مجھے احمر بھائی سے پوری پوری ہمدردی ہے۔" وہ اتنا اچانک بولی تھی کہ زوار اور احمر کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔ ضویا نے عروش کو گھورا۔

"یعنی آپ جتنی لاعلمی ظاہر کر رہی تھی لاعلم تھیں نہیں۔" زوار نے ہنستے ہوئے کہا۔

"نہیں میں آپ سب کی باتوں کو انجوائے کر رہی تھی۔"

"لگ تو نہیں رہا تھا۔ زوار گاڑی کی سپیڈ سلو کرتے ہوئے بولا۔

"خیر اسکے آگے کہاں جانا ہے۔" وہ عروش کے بتائے ہوئے ایڈرس تک پہنچ گیا تھا۔

"بہت شکریہ آپ کا بس میں یہاں سے چلی جاؤں گی"۔ وہ گاڑی سے اترتے ہوئے بولی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ گھر پہنچی تو رات کافی گہری ہو چکی تھی۔ دروازہ زارا نے کھولا تھا۔

"کہاں تھیں تم میں اتنا پریشان ہو رہی تھی۔ آٹھ بج رہے ہیں لڑکی تم تو کبھی اتنی دیر نہیں کرتی۔" زارا فکرمندی سے بولی۔

"اندر تو آنے دیں بتاتی ہوں وہ چادر اتارتے ہوئے آگے بڑھی۔"

لاؤنج میں سبھی بیٹھے خوش گپیوں میں مصروف تھے۔ وہ بظاہر خود کو نارمل ظاہر کرتی اندر داخل ہوئی تھی مگر اندر سے بہت گھبرائی ہوئی تھی فیضان بھی سب میں بیٹھا اپنے موبائل میں مصروف تھا۔

کہیں اس نے ایک کی چار لگا کر سب کو یہ تو نہیں بتا دیا کہ اس بات کے ذہن میں آتے ہی وہ بہت پریشان ہو گئی تھی۔

خلاف معمول کسی نے کوئی سوال نہیں پوچھا تھا وہ سب کو سلام کرتی اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔ اگر اتنی دیر سے آنے پر شائستہ آنٹی اس سے پوچھ تاچھ کرتیں، فیضان اس پہ الزام تراشی کرتا، تو یہ سب نارمل ہوتا مگر یہ خاموشی کئی دنوں سے اسے ہولا رہی تھی۔ وہ چینج کر کے سونے لیٹ گئی تھی اور کھانا کھانے باہر بھی نہیں گئی تھی۔ وہ مجرم نہیں تھی

مگر پتہ نہیں اسے ان سب سے اب بہت خوف محسوس ہونے لگا تھا دشمن سامنے سے وار کرے تو بچنے کے چانسسز 90٪ ہوتے ہیں اور دشمن پیچھے سے وار کرے تو منہ کے بل گرنے کے سوا آپ کے پاس کوئی دوسرا آپشن نہیں ہوتا جب تک یہ لوگ اسے زبان کے زہر سے چھلنی کرتے تھے وہ برداشت کر لیتی تھی مگر ان کی زبان کی مٹھاس اب اس کی سمجھ سے باہر تھی۔وہ آنکھوں پہ بازو رکھے انہی خیالوں میں کھوئی تھی۔

"تمھاری چائے!" فیضان کی آواز پہ وہ اچھل ہی تو پڑی تھی وہ ہونٹوں پہ مسکراہٹ سجائے اس کے سامنے کھڑا تھا۔

"تم کھانا کھانے باہر نہیں آئی سوچا چائے میں خود تمہیں دینے آجاوں اور تمھاری طبعیت بھی پوچھ لوں۔" وہ مزے سے کہتا اس قریب بیٹھا۔

"میں بالکل ٹھیک ہوں۔چائے لانے کا شکریہ اب تم جاؤ۔" وہ اپنا دوپٹہ ٹھیک کرتی اس سے دور ہٹی۔وہ جب بھی اس کے کمرے میں آیا کسی ہنگامی صورتِ حال کے تحت آیا اور آج اتنا دوستانہ رویہ؟

باقی لوگوں کے تو بہت قریب ہو کر بیٹھتی ہو مجھ سے دور کیوں جا رہی ہوں شکل تو میری بھی بری نہیں ہے۔" وہ اسکی جانب جھکا۔

"یہ تم کس قسم کی گفتگو کر رہے ہو مجھ سے۔" عروش بیڈ سے اتر کر اس سے تھوڑا دور جا کر کھڑی ہو گئی تھی۔

"تم اچھی طرح جانتی میرا اشارہ کس طرف ہے۔" وہ بھی اس کے سامنے جا کھڑا ہوا۔

"میں ضویا کے ساتھ گئی تھی اور ضویا کا فیانسی ساتھ تھا اور اسکا دوست بھی۔" وہ قدرے مدھم آواز میں بولی وہ جو یہ سمجھ رہی تھی کہ شاید اس نے اسے دیکھا نہیں یا پہچانا نہیں وہ غلط تھی۔

"چلو مان لیا میں کب کچھ کہہ رہا ہوں۔ہاں تمہیں اس بات کے لیے میرا احسان مند ہونا چاہیئے کہ میں نے گھر میں کسی کو کچھ نہیں بتایا۔" وہ ہونٹوں پہ مسکراہٹ سجائے کھڑا تھا۔

"تو بتا دیتے اس احسان کی ویسے بھی مجھے کوئی ضرورت نہیں تھی کیونکہ میری نیت بالکل صاف ہے۔" وہ اسکی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولی۔

"اس بات پہ کون یقین کرے گا؟" وہ اسے کھلا چیلینج دے رہا تھا۔

"تو تم بھی انہیں یہ بتانا کہ تم وہاں کس کے ساتھ گئے تھے۔" عروش کو اس کی باتوں پہ سخت غصہ آرہا تھا مگر وہ کر کچھ نہیں سکتی تھی۔

"عروش احمد! فیضان سیف نام ہے میرا مجھے کبھی چیلنج مت دینا منہ کی کھاؤ گی۔ آج پہلی اور آخری غلطی سمجھ کے معاف کر رہا ہوں آئندہ میں تمہیں اس لڑکے ساتھ نہ دیکھوں۔" وہ کہہ کے رکا نہیں تھا۔

عروش اپنا سر تھام کر وہیں بیڈ پہ بیٹھ گئی۔ وہ فیضان کے رویے کو سمجھ نہیں پا رہی تھی اور ضرورت ہی کیا تھی زوار لوگوں کے ساتھ جانے کی خواہ مخواہ یہ ضویا بھی نہ وہ خود کو کوستی دروازہ لاک کر کے سونے لیٹ گئی۔۔۔۔

اگلی صبح بھی وہ بہت دیر سے بیدار ہوئی تھی آج اس نے یونیورسٹی سے چھٹی کر لی تھی۔ خدا معلوم وہ کس سے بھاگ رہی تھی ہر طرف مسائل منہ کھولے اسکے منتظر تھے۔

"ارے عروش آج چھٹی کیوں کر لی خیریت ہے نہ کل تم نے کھانا بھی نہیں کھایا اور اتنی جلدی سو گئیں تھیں۔" زارا کچن میں مصروف تھی اسے آتے دیکھا تو پوچھ لیا۔

"بس طبعیت کچھ ٹھیک نہیں تھی آپ بتائیں اتنا اہتمام کس لیے؟" وہ ڈھیر ساری کھانے پینے کی اشیاء کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔

"سفیان بھائی کے سسرال والے آرہے ہیں تاریخ طے کرنے۔" وہ دھیرے سے مسکرائیں۔

"اوئے ہوئے یوں کہئیے ناں کہ آپ کے سسرال والے آپ کو لینے آرہے ہیں۔" وہ شرارت سے کہتی زور سے ہنسی۔

"وہ تو اچھا ہوا میں نے خود ہی چھٹی کر لی ورنہ آپ تو سارا کام اکیلے کرتے کرتے تھک جاتیں اب میں ہیلپ کر دوں گی۔" زارا بھی دھیرے سے مسکرا دی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

پورا دن بہت مصروفیت میں گزرا تھا زارا اور سفیان کے سسرال والے ڈنر پر آئے تو دو ماہ بعد کی تاریخ طے کر دی گئی تھی۔ ٹائم کم تھا مگر تیاری کچھ تو شائستہ بیگم نے کر رکھی تھی اور کچھ باقی تھی۔ سیف الدین اس بات پہ بہت خوش تھے کہ دو ذمے داریوں کا بوجھ ہلکا ہو جائے گا۔

عروش تھک ہار کر ابھی اپنے بیڈ پہ نیم دراز ہوئی تھی جب اسکا موبائل بجنے لگا تھا۔

"یقیناً ضویا ہو گئی۔" عروش نے سوچتے ہوئے موبائل پکڑا 'ضویا حسن کالنگ' دیکھ کر اسکے چہرے پہ مسکراہٹ دوڑ گئی تھی

"ہیلو عروش کہاں ہو تم؟ یونیورسٹی کیوں نہیں آئی؟ سب ٹھیک تو ہے نہ؟ بندہ ایک میسج کر دیتا ہے۔" ضویا نے بنا

رکے سوالوں کی بارش کر دی تھی۔

"ضویا کی بچی تمہارا کہیں سٹاپ ہے بھی کہ نہیں۔" عروش اسکی اس بے قراری پہ کھکھلا کے ہنسی۔

"یار تمہیں پتہ ہے نہ کہ مجھے تمہاری فکر ہوتی ہے اور کل جو کچھ ہوا اس کی وجہ سے میں اور زیادہ پریشان ہو گئی تھی۔"ضویا کے لہجے میں فکر مندی تھی۔

"کل۔۔۔کل کیا ہوا ہے ضویا؟" عروش نے حیرت سے پوچھا۔

"یار تمہارے کزن نے جو تمہیں ہمارے ساتھ دیکھ لیا تھا وہ ہے بھی تھوڑا شکی قسم کا مجھے لگا تمہارے گھر کوئی نیا فساد نہ ہو گیا ہو۔" ضویا اب قدرِ ریلکس تھی۔

"تمہیں کس نے کہا کہ مجھے کل میرے کسی کزن نے دیکھا تھا؟"

نہ چاہتے ہوئے بھی عروش کے لہجے میں سختی در آئی تھی کیوں کہ وہ جانتی تھی کہ فیضی کو زوار کے اور اس کے علاوہ کسی نے نہیں دیکھا تھا۔۔

"کس نے بتانا تھا میں یونی آئی تو تم نہیں تھیں میں پریشان ہو گئی تمہیں کال کر رہی تھی مگر تم پک نہیں کر رہی تھیں تو میں احمر اور زوار کے پاس چلی گئی مجھے پریشان دیکھ کر زوار نے ہی کہا کہ ہو سکتا ہے فیملی کی طرف سے کوئی پرابلم ہو کیونکہ کل اسکے کزن نے ہمیں دیکھ لیا تھا۔" ضویا لاپرواہی سے سب کہتی چلی گئی۔

"ضویا کب تم دوسروں کے سامنے میرا تماشہ بنانا چھوڑو گی کیا سوچتا ہو گا وہ کہ میری فیملی میرا ٹرسٹ نہیں کرتی ہاں یہ سچ ہے مگر اسے کیوں بتایا جائے وہ تمہارے فیانسی کا دوست ہے میرا کچھ نہیں لگتا نیکسٹ مجھے کبھی اس سے یا کسی سے ڈسکس مت کرنا سمجھی تم۔ میں نے چھٹی اس لیے کی تھی کہ زارا اور سفیان بھائی کی شادی کی ڈیٹ فکس ہو گئی ہے آج وہ لوگ آئے تھے۔ ضویا کب سمجھو گی تم۔" عروش کو نجانے غصہ کس بات پہ آیا تھا مگر اس نے ضویا کو کھری کھری سنا کر فون بند کر دیا تھا۔

"سمجھتا کیا ہے خود اور یہ ضویا یہ کب بڑی ہو گی۔ کسی سے بھی کچھ بھی کہنے لگتی ہے۔ کیا سوچتا ہو گا کہ کیسی فیملی ہے میری جس کے لیے لڑکا لڑکی دونوں کے لیے الگ الگ رول ہیں۔

ٹھیک ہی تو سوچ رہا ہو گا پر میں اسکے بارے میں کیوں سوچ رہی ہوں۔ "وہ انہی باتوں میں الجھتی سونے کی کوشش کرنے لگی پر نیند کسے آنی تھی۔ اسی لیے اس نے ضویا کو سوری کا ٹیکسٹ کیا تھا۔ جواب میں اٹس اوکے کا میسج آیا تھا۔ عروش سمجھ گئی تھی کہ وہ ابھی تک ناراض ہے۔ وہ موبائل سائیڈ پہ رکھتی سونے کے لیے پھر کوشش کرنے لگی۔

اگلی صبح وہ ضویا کے لیے اپنے ہاتھوں سے چیز سینڈوچیز بنا کر ساتھ لائی تھی اسے اتنی صبح میں جو ایزی لگا وہ بنا لیا ویسے بھی ضویا کو چیز سینڈوچ جتنے بھی کھلا دو وہ کبھی انکار نہیں کرتی تھی۔

کلاس کے دوران بھی ضویا نے اس سے ٹھیک سے بات نہیں کی تھی وہ بہت زیادہ شرمندہ تھی مگر کیا کر سکتی تھی کلاس ختم ہوتے ہی ضویا بنا اس سے کچھ کہے کلاس سے باہر تھی۔ عروش اس کے پیچھے آئی تو وہ نوٹس کھولے تن دہی سے کچھ لکھنے میں مصروف تھی ضویا اور اتنی محنت عروش کو سوچ کے ہی ہنسی آرہی تھی۔

"کیا کر رہی ہو؟ عروش اس کے برابر بیٹھتے ہوئے بولی۔

"گول گپے بیچ رہی ہوں دیکھائی نہیں دے رہا نوٹس بنا رہی ہوں۔" سامنے سے اسے کرارا سا جواب موصول ہوا تھا۔ عروش نے اپنی ہنسی بمشکل کنٹرول کی ضویا کم ہی کسی بات پہ خفا ہوتی تھی مگر جب ہوتی اففف۔

"میرا بے بی ناراض ہے مجھ سے۔" عروش نے پیار سے اس کے گلے کے گرد بانہیں حمائل کئیں۔ ضویا چاہ کہ بھی اسے پیچھے نہ جھٹک سکی۔

"تمہیں کیا فرق پڑتا ہے میری فکر مندی بھی تمہیں تماشا لگتی ہے۔" ضویا کے لہجے میں دکھ تھا۔

"یار سوری مجھے پتہ نہیں کیا ہو گیا تھا کل۔" عروش جی بھر کے شرمندہ ہوئی۔

"میں جانتی ہوں عروش تم بہت خوددار ہو مگر میرا اللہ جانتا ہے میری نیت کبھی تمہارا تماشا بنانے کی نہیں ہوتی ہاں مجھ سے کچھ نہ کچھ ایسا ہو جاتا ہے کہ تمہیں برا لگ جاتا ہے میں نیکسٹ کیئر کروں گی۔ ضویا کے لہجے میں خفگی نمایاں تھی۔

"سوری ضویا میں جانتی ہوں اس دنیا میں جس کو مجھ سے بے لوث بے غرض محبت ہے وہ تم ہی ہو۔ تم بہت عزیز ہو مجھے اسے میری پہلی اور آخری غلطی سمجھ کے معاف کر دو اور آئندہ کچھ بھی احتیاط سے کرنے کی ضرورت نہیں ورنہ مجھے لگے گا کہ تم نے مجھے معاف نہیں کیا اب مسکراؤ۔" عروش نے بات مکمل کرتے ہوئے اس کے گال پہ پیار کیا۔

"عروش یار میں بھلا تم سے ناراض ہو سکتی ہوں آئی نو تمہارے سوا کوئی مجھے برداشت نہیں کر سکتا۔" ضویا نے بھی جواباً اسے گلے سے لگا لیا تھا۔ اور دنوں کھل کے ہنس دی تھیں۔

"ایک اور شخص بھی ہے جو دل و جان سے تمہیں جھیلنے کے لیے تیار بیٹھا ہے بس تم ہاں کر دو۔" پتہ نہیں احمر اور زوار کب آکر وہاں کھڑے ہوئے تھے ان دونوں کو پتہ نہیں چلا تھا۔

"مگر میں اس شخص کو برداشت کرنے کا حوصلہ نہیں رکھتی۔" ضویا نے اسے منہ توڑ جواب دیا تھا۔

"لوگوں کی لو سٹوری میں ظالم سماج ہوتا ہے مگر میری لو سٹوری میں اسکی ضرورت ہی نہیں یہ محترمہ ظالم سماج کی

ذمے داری احسن طریقے سے خود ہی پوری کر لیتی ہیں۔" احمر نے جل کے جواب دیا۔

"منگنی کے لیے مان گئی ہوں شکر ادا کرو۔" ضویا کی طرف سے بھی ادائے بے نیازی سے جواب آیا۔

"لڑکیاں مرتی ہیں احمر نیازی پر ایک تم ہو جسے قدر نہیں۔" احمر نے کالر اکڑیا۔

"تو جس کو قدر ہے اس کے پاس جاؤ ناں پکے ہوئے بیر کی طرح میری گود میں گرو گے تو مجھے کیا خاک قدر ہو گئی۔" وہ بھی ضویا حسن تھی کم ہی کسی کے روعب میں آتی تھی۔

"ادھر آو میں تمہیں بتاتا ہوں کہ میں پکا بیر ہوں یا کچا۔" وہ اسے کلائی سے پکڑ کر ایک طرف لے گیا۔ عروش اور زوار بس خاموشی سے ان کی نوک جھونک دیکھ رہے تھے۔

"کیا میں پوچھ سکتا ہوں ضویا کو کس بات پہ منایا جا رہا تھا؟" ان دونوں کے جاتے ہی زوار نے اپنا روئے سخن عروش کی طرف کیا۔ وہ اندازہ نہیں لگا سکی کہ وہ انکی ساری باتیں سن چکا ہے یا نہیں۔

"بس یونہی کوئی خاص بات نہیں تھی" وہ صاف اسے ٹال گئی۔

"ویسے بھی اگر اس نے کچھ سنا بھی ہے تو ہم نے کونسا اسکا ذکر کیا ہے۔" عروش نے خود کو تسلی دی۔

"کل کوئی ہنگامہ تو نہیں ہوا آپ کے گھر۔" زوار کا لہجہ بالکل سادہ تھا۔ وہ جس بات بات سے ڈر رہی تھی وہی اس کے سامنے آگئی تھی۔

"آپ کو کیوں لگا کہ ہنگامہ ہوا ہو گا۔" نہ چاہتے ہوئے بھی عروش کے لہجے میں سختی در آئی تھی۔

"کل آپ یونیورسٹی نہیں آئیں تھیں ضویا کچھ پریشان تھی۔" اسے زوار کی نظریں کچھ کھوجتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔

"کل میری بہن کے سسرال والے آئے تھے اسی لیے میں نے چھٹی کی اور ویسے بھی آپ کون ہوتے ہیں میری چھٹیوں کا حساب لینے والے اور میرے گھر میں جو بھی ہو آپ کو اس سے کیا۔" عروش کو اس کے پوچھنے پہ بے تحاشہ غصہ آیا تھا اور اس کا اس نے کھلا اظہار بھی کیا تھا بنا لحاظ کے۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتا اسکا موبائل بج اٹھا تھا وہ ایک نظر اس پہ ڈال کر سائیڈ پہ چلا گیا تھا۔

"مجھے ہو تا کیا جا رہا ہے" وہ خود سے الجھتی وہیں درخت سے ٹیک لگا کر کھڑی ہو گئی۔

"تمہیں میں ایک بات بتا دوں آج میری فیملی ڈیٹ لینے آ رہی ہے مجھے کوئی ٹال مٹول نہیں چاہیئے تم نے مجھے پکا ہوا بیر کہا ہے ناں اگر آج انکار ہوا تو واپس درخت پہ لٹک جاوں گا اور کبھی دوبارہ تمہارے ہاتھ نہیں آوں گا سمجھی۔۔" وہ

اسے کھلی دھمکی دے کر وہاں سے چلا گیا تھا۔

ضویا اسکا منہ دیکھ کر رہ گئی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"جی بڑے بابا خیریت اس وقت آپکی کال۔" زوار قدرِ سنسان کونے میں آ کھڑا ہوا۔

"جی مگر وہ یہاں کیسے میرا مطلب ہے میں کہاں جاؤں گا۔ جی جیسے آپکا حکم۔" وہ سر ہلاتا ٹہلنے لگا۔

"جی میں آج ہی کوئی بندوبست کر لیتا ہوں۔" وہ پریشانی سے اپنی پیشانی مسلتے ہوئے بولا۔

"کیا ہوا؟" احمر نے اسکے کندھے پہ ہاتھ رکھا۔

"یار بڑے بابا بھی نہ پتہ نہیں کیا چاہتے ہیں۔" وہ موبائل واپس جیب میں رکھتے ہوئے واپس پلٹا۔

"ابے رک بتا تو سہی ہوا کیا ہے؟" احمر نے اسکا بازو پکڑ کر پوچھا۔

"یار بڑے بابا اپنی لاڈلی بیٹی کو شہر پڑھنے کے لیے بھیج رہے ہیں اور مجھے اپارٹمنٹ خالی کرنے کا حکم دیا ہے۔"

"مجھے سمجھ نہیں آ رہا سال کے اینڈ میں آکر جب پیپرز ہونے والے ہیں وہ کیا کرے گی۔" زوار نے پریشانی سے کہا۔

"چل پھر کرتے ہیں بندوبست کچھ میرے گھر آ جانا یا ہوسٹل شفٹ ہو جاؤ۔" احمر نے اسے مشورہ دیا۔

"نہیں۔ یار میں اپنے لیے اپارٹمنٹ کا بندوبست کر لوں گا۔ ہوسٹل میں کمفرٹیبل نہیں رہوں گا مجھے ویسے بھی اکیلے رہنے کی عادت ہو گئی ہے۔ میں فہد سے بات کرتا ہوں وہ کچھ کرے۔ اور یہ کہاں غائب ہے کچھ دنوں سے بالکل نظر نہیں آیا۔" زوار نے احمر کی طرف دیکھتے ہوئے فہد کی بابت پوچھا۔

"اسکی چچازاد بہن کی شادی تھی وہاں گیا ہے آ جائے گا کچھ دنوں میں یہ بتا وڈیڈ لائن کب کی ہے۔" احمر اور وہ دنوں اب ضویا وغیرہ کی طرف واپس جا رہے تھے۔

"ایک ہفتے کا ٹائم ملا ہے بڑے بابا کی جلالی طبعیت سے میں بہت تنگ ہوں وہ آ رہی ہے تو مجھے گھر سے نکالنے کی کیا ضرورت تھی۔ بڑی مہربانی انکی ایک ہفتے کا بھی ٹائم دے دیا ورنہ کہتے ایک گھنٹے میں خالی کر دو تو میں ضرور کر دیتا۔" وہ ہمیشہ انکے غصے سے نالاں رہتا تھا اور زیرِ عتاب بھی ہمیشہ وہی آتا تھا۔

"تم کیوں ٹینشن لے رہے ہو آخر کو تم حیدر عثمان کے بیٹے ہو انکی پوری جائیداد کے اکلوتے وارث، آدھا گاؤں تمہارا، ہاں اگر تم انکل کی بات مان لیتے تو پورے گاؤں پہ قابض ہو سکتے تھے۔" احمر نے شرارت سے کہا۔

"تمہیں پتہ ہے میں لالچی بالکل نہیں ہوں اور رہی بات جائیداد کی تو میرے بابا جان اپنے بھائی کی ہاں میں ہاں

ملاتے ہیں یار میں ماہ روش سے شادی نہیں کرنا چاہتا نہ آج نہ آئندہ کبھی۔ ایسا نہیں کہ اس میں کوئی کمی ہے، مسئلہ یہ ہے کہ میں نے کبھی ایسا نہیں سوچا میں پڑھنا چاہتا ہوں اپنا کیریئر بنانا چاہتا ہوں جب سے انکار کیا ہے پورا خاندان میرا دشمن ہو گیا ہے بابا نے تو غصے میں پیسے دینا بھی بند کر دیا ہے اور یہ اپارٹمنٹ سے نکالنے والی بھی انکی ایک چال ہے کہ میں مجبور ہو کر ہاں کر دوں گا مگر لکھ لو احمر نیازی میں ایسا نہیں کروں گا ابھی اتنا کنگلا نہیں ہوا میں کر لوں گا بندوبست کل ہی خالی کر دوں گا اپارٹمنٹ تم دیکھنا۔" وہ لوگ اب ان دونوں کے قریب آ گئے تھے۔ عروش جو کسی بات پہ کھکھلا کے ہنس رہی تھی زوار کو دیکھتے ہی وہ خاموش ہو گئی تھی زوار نے بطور خاص اسکی اس حرکت کو نوٹ کیا تھا جبکہ ضویا کا چہرہ بتا رہا تھا کہ وہ شدید غصے کی کیفیت میں ہے۔

احمر کو دیکھتے ہی اس نے منہ دوسری طرف پھیر لیا تھا احمر اسکی اس حرکت پہ مسکرا کر رہ گیا۔

"اوکے ضویا ہم لوگ چلتے ہیں ہم تو یوں ہی گپ شپ کے لیے آئے تھے مگر لگتا ہے یہاں گپ شپ تو دور کوئی ہماری شکل دیکھنے کا بھی روادار نہیں ہے۔" زوار نے بات کرتے ہوئے عروش کو دیکھا وہ اپنی فائل پہ سر جھکائے بیٹھی تھی البتہ اسکی بات کو بخوبی سمجھ گئی تھی۔

"ایسی بات نہیں ہے زوار بس کچھ شکلیں ایسی ہوتی ہیں کہ چاہ کہ بھی دل نہیں چاہتا دیکھنے کا۔" ضویا نے احمر کو کھا جانے والی نظروں سے گھورا۔

"اور آپ کی شکل ان شکلوں میں شمار نہیں ہوتی۔" ضویا نے اسے تسلی دی۔

احمر بس یونہی سنجیدگی سے کھڑا رہا۔

"اچھا پھر ملاقات ہو گی اللہ حافظ۔" زوار سنجیدگی سے کہتا واپس مڑ گیا احمر بھی اسکے پیچھے ہو لیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"کیا ہو گیا ہے زوار میں فہد سے بات کرتا ہوں وہ کوئی نہ کوئی انتظام کر لے گا تم یوں منہ لٹکا کے بیٹھو گے تو کیا اپارٹمنٹ چل کے تمہارے پاس آ جائے گا۔"

وہ جب سے اپنے کیمپس واپس آئے تھے زوار یونہی منہ لٹکائے بیٹھا تھا اور احمر اسکا موڈ ٹھیک کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"یار آئی نو اپارٹمنٹ کا انتظام ہو جائے گا مگر۔"

"مگر کیا؟" احمر نے سوالیہ نظروں سے اسکی جانب دیکھا۔

"مگر یہ کہ وہ لڑکی خود کو سمجھتی کیا ہے خوبصورت ہے ذہین ہے تو میں کیا کروں خواہ مخواہ میں خود کو کوئی توپ چیز سمجھتی ہے پیار سے بھی بات کرو تو اتنا روڈلی بی ہیو کرتی ہے بندہ خود ہی شرمندہ ہو جاتا ہے" زوار اس وقت شدید غصے میں تھا۔

"کون لڑکی؟" میری نظر میں تو ایسی کوئی لڑکی نہیں گزری جس نے زوار حیدر ولد حیدر عثمان شاہ کے ساتھ ایسے بی ہیو کیا ہو" احمر کی آنکھوں میں حیرت تھی۔

"میں عروش کی بات کر رہا ہوں پہلے تو بات نہیں کرتی تھی آج سیدھی انسلٹ کر دی۔" زوار احساس توہین سے تپا بیٹھا تھا۔

"اچھا عروش اسکو سیریس مت لو وہ ایسی ہی ہے کسی سے فری ہونا تو دور وہ بات بھی نہیں کرتی تھوڑی ریزروڈ رہتی ہے۔" احمر نے اسکی صفائی پیش کی۔

"مگر تم سے تو بالکل نارمل بات کرتی ہے۔" زوار نے منہ بنایا

"کیونکہ میں اسکی بیسٹ فرینڈ کا ہونے والا فیانسی ہوں ایک کام کرو تم بھی اسکی کسی فرینڈ سے منگنی کر لو ٹھیک ہو جائے گی۔" احمر نے اسے ایک مفید مشورے سے نوازا۔

"تم سے نہ بات کرنا ہی فضول ہے میں صرف یہ کہہ رہا ہوں کہ انسان اگر آپ سے پیار سے بات کر رہا ہے تو آپکو بھی اس سے پیار سے بات کرنی چاہیے نہ کہ پنجے جھاڑ کے اس کے پیچھے پڑ جاؤ۔" وہ غصے سے کہتا اٹھ کھڑا ہوا

"اگر اتنا ہی پیار اُمڈ رہا ہے تو کسی ایسی لڑکی پہ نچھاور کرو نہ جو اس کی قدر کرے اور یہ جو تمہارے اگے پیچھے گھومتی ہیں ان میں تھوڑا تھوڑا بھی بانٹ دو تو فائدے میں رہو گے۔" وہ رازدارانہ انداز میں بولا۔

"تم سے بات کرنا ہی فضول ہے میں کسی پیار کی بات نہیں کر رہا یونہی ایک بات کہی تھی اور اسے تو میں دیکھ لوں گا۔" وہ خفگی سے کہتا آگے بڑھ گیا۔

"اچھا سوری اب کوئی فضول بات نہیں پلیز بتاؤ کیا ہوا کیا کہا اس نے۔" احمر فوراً اس کے پیچھے لپکا۔

"کہنا کیا ہے کل ضویا کافی پریشان تھی کہ وہ یونی نہیں آئی میں نے اسے کہہ دیا کہ ہو سکتا ہے اس کے گھر کوئی مسئلہ ہو گیا ہو گا کہ اسکے کزن نے ہم سب کو دیکھا تھا کل ریسٹورنٹ میں۔ آج گئے تو پوچھ لیا میں نے کہ گھر میں کوئی مسئلہ تو نہیں ہوا آپ کل نہیں آئیں تھیں وہ بی بی تو چڑھ دوڑیں مجھ پہ کہ آپ کون ہوتے ہیں حساب لینے والے۔" زوار نے سب کہہ سنایا

"واہ زوار شاہ واہ کیا بات ہے آپ کی یعنی بھیڑوں کے چھتے پہ پتھر مار کے کہتے ہیں کہ جی کہ وہ حملہ آور کیوں ہوئیں ۔"احمر اس کی بات پہ جل کہ رہ گیا ۔

"اس بات کا مطلب ۔"زوار نے اپنا روئے سخن اسکی جانب موڑا

"مطلب تم خود کہتے ہو نہ کہ کسی کی ذاتیات میں انٹرفیئر نہیں کرنا چاہئے تو آج خود تم نے کیا کیا اس کے ساتھ کچھ بھی ہو وہ تمہیں کیوں بتائے اور تم اسے چھوڑو مجھے بتاو تم کون ہوتے ہو اس سے پوچھنے والے۔""احمر نے اسے گھورا

"مجھے فکر ہو رہی تھی اسکی۔"زوار نے کندھے اچکائے۔

"کیوں فکر ہو رہی تھی آپ کو۔"اب کے احمر نے اسے خاصی مشکوک نظروں سے گھورا تھا،زوار لاجواب ہوا اور پھر فورا بات کو ٹال گیا۔

"اچھا چھوڑو مجھے کیا اور ایسا کچھ نہیں ہے وہ میرے ٹائپ کی نہیں ہے"وہ اسے تسلی دیتا اسے ساتھ لیئے آگے بڑھ گیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"یہ خود کو سمجھتا کیا ہے میں جیسے اس کی غلام ہوں کہ جو حکم نواب صاحب دیں گے میں وہی مان لوں گی۔"ضویا شدید غصے میں تھی۔اس لیے مسلسل بولے چلی جا رہی تھی۔مگر عروش تو کہیں اور ہی کھوئی ہوئی تھی۔

"سمجھتا کیا خود کو آ لینے دو آج اسے سیدھا کر دوں گی دیکھنا۔"بات کرتے ہوئے اچانک اسکی نظر عروش پہ پڑی تھی۔

"عروش اتنی خاموش کیوں ہو کچھ بولو میں کب سے تمہیں اپنی پرابلم بتا رہی ہوں تم ہو کہ بالکل چپ ہو جیسے سن ہی نہیں رہی۔"ضویا نے اسے کندھے سے پکڑ کر ہلایا۔

"ہاں میں سن رہی ہوں۔"وہ چونکتے ہوئے فورا سیدھی ہوئی۔

"اچھا بتاو کیا کہہ رہی تھی میں۔"ضویا نے اسے کھوجنا چاہا۔

"یہ ہی کہ آج احمر بھائی کی فیملی آ رہی ہے اور تمہاری ان سے لڑائی ہو گئی ہے ضویا تم اپنی بیوقوفی اور ضد کے ہاتھوں سب کچھ گنوا بیٹھو گئی زندگی ایسے موقع روز روز نہیں دیتی اور احمر بھائی بہت ڈیسینٹ ہیں دوسرے لڑکوں سے بہت مختلف لونگ کیئرنگ جان دیتے ہیں تم پر اور کیا چاہیے تمہیں تم پلیز اپنی ضد چھوڑ دو آج نہیں تو کل شادی ہونی ہی ہے کیا مسئلہ ہے جو اب نکاح ہو جائے گا۔"عروش تو جیسے آج ٹھان کہ بیٹھی تھی کہ اسے قائل کر کے چھوڑے گی۔

"تمہارا مطلب ہے وہ جو ابھی مجھ پہ رعب جما کر گیا ہے میں اس میں آ جاوں وہ سمجھے گا کہ میں ڈر گئی۔" ضویا نے منہ بنایا۔

وہ رعب نہیں مان تھا تم پر انکی محبت تھی اس بات پہ یقین تھا کہ تم ان کا کہا نہیں ٹالو گی اور تم کوئی رعب میں نہیں آ رہیں نہ ڈر رہی ہو وہ یہ بات اچھی طرح جانتے ہیں کہ ضویا حسن کسی سے نہیں ڈرتی اب پوائنٹ پہ آؤ بحث چھوڑو ناراضگی بھلے قائم رکھو مگر انکار مت کرنا کیوں کہ میں جانتی ہوں احمر بھائی شام سے پہلے تمہیں منا لیں گے۔" عروش مسکرا کے کہتی اپنی چیزیں سمیٹنے لگی۔

"تمہیں تو بس اسی کی سائیڈ لینی ہوتی ہے۔" ضویا ابھی تک ناراض تھی صد شکر وہ قائل ہو گئی تھی۔

"ظاہر ہے میں تمہاری طرح بیوقوف نہیں ہوں ۔" وہ مزے سے کہتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"تم کہاں جا رہی ہو۔" ضویا نے اسے حیرت سے دیکھا

"میم گھر جانے کا وقت ہوا چاہتا ہے آپ تو احمر میں کھوئی ہیں آپکو تو اندازہ نہیں ہوا ہو گا۔" عروش نے اپنی مسکراہٹ چھپاتے ہوئے کہا۔

"ہاں واقعی ہی۔" وہ شرمندہ سی اپنی چیزیں سمیٹ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

"اوہ یار میں تو بالکل بھول ہی گئی میں تمہارے لیے سینڈوچ لائی تھی پتہ نہیں دھیان کہا تھا اب یہ لو کھا لو یا گھر لے جاؤ۔" عروش نے خود کو کوستے ہوئے ڈبہ اس کے سامنے کیا۔

"ابھی کھاؤں گی بہت بھوک لگی ہے پورے دن میں یہ پہلی اچھی چیز ہوئی ہے۔" وہ ڈبہ کھولتے ہوئے بولی۔

وہ ساتھ چلتے ہوئے گیٹ تک آئیں تھیں۔

"اچھا اب میں چلتی ہوں بائے۔" عروش اسکے گلے مل کر وہاں سے چلی گئی تھی وہ بھی سینڈوچ کھاتی اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گئی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"فہد کہاں ہو تم مجھے تم سے بہت ضروری کام ہے ۔"

"میں یہیں ہوں آج ہی واپس آیا ہوں ابھی ایک دوست کے پاس بیٹھا ہوں تم بتاؤ کیا کام ہے۔" یونی سے واپس آتے ہی زوار نے فہد کو کال کی تھی۔

"مجھے ایک اپارٹمنٹ چاہیئے آج ہی۔" وہ پیکنگ میں مصروف عجلت بھرے انداز میں بولا۔

"کیوں تمہارے اپارٹمنٹ کی چھت گر گئی ہے" فہد نے اسکی بات کو مذاق میں اڑا یا دیا۔

"ہاں یہی سمجھ لو اب اگر تم چاہتے ہو کہ میں رات کھلے آسمان کے نیچے نہ گزاروں تو انتظام کر دو ورنہ کہہ دو کہ نہیں۔ میں اپنا انتظام خود کر لوں گا۔" زوار کے لہجے میں بے زاریت تھی۔

"ہوا کیا ہے یار ایسی بھی کیا ایمرجنسی ہو گئی کچھ تو بتاؤ۔" فہد بھی اب سنجیدہ ہو گیا تھا۔

"لمبی کہانی ہے گھر ڈھونڈو بعد میں بتاوں گا۔" زوار نے کہتے ساتھ ہی کال ڈراپ کر دی تھی۔

فہد کے پاپا پراپرٹی ڈیلر تھے اس لیے ایسے کام فہد منٹوں میں کر دیا کرتا تھا مگر اتنے شارٹ نوٹس پہ زوار شاہ جیسے آدمی کے لیے گھر کا انتظام خاصا مشکل تھا۔

"کیا بات ہے فہد کس کی کال تھی۔" سفیان نے اسکے کندھے پہ ہاتھ رکھا۔

"دوست تھا میرا کہہ رہا ہے کہ رات تک ایک اپارٹمنٹ کا انتظام کروا تنی جلدی کہاں سے کروں۔" فہد خاصا پریشان تھا۔ وہ تو سفیان کو شادی فکس ہونے کی مبارک دینے آیا تھا اب اسے کیا پتہ تھا کہ دو پل بھی سکون نہیں ملے گا۔

"اگر وہ کمفرٹیبل ہو تو ہمارے گھر کا فرسٹ فلور خالی ہے شادی کے انتظامات کے لیے بھی کچھ رقم چاہئے تم بات کر لو اس سے ہو سکتا ہے اسے پسند آ جائے۔" سفیان نے اس کے سامنے حل پیش کیا۔

"تھینک یو یار میں بات کرتا ہوں اس سے بلکہ اسے ساتھ لے کر آتا ہوں امیر باپ کی اولاد ہے ایسے علاقے میں رہنے پہ مانے گا تو نہیں مگر آج کی رات کے لیے لگتا ہے کہ مان جائے گا ڈونٹ وری تم گھر جاؤ میں اسے لے کر آتا ہوں۔" فہد اسکا شکریہ ادا کرتا وہاں سے چلا گیا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

زوار نے شام تک اپنا سارا ضروری سامان پیک کر لیا تھا۔ اور اب وہ بڑے بابا کو کال کر کے اپارٹمنٹ خالی کرنے کا بتانے والا تھا۔ وہ شاور لے کر نکلا تو موبائل مسلسل بج رہا تھا اس وقت اسکا موڈ سخت خراب تھا اور وہ کسی سے بات نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس نے بے زاریت سے موبائل پکڑا تھا سامنے ماں جی کالنگ لکھا دیکھ کر پل میں اس کے عصاب ڈھیلے پڑ گئے تھے۔

"اسلام و علیکم ماں جی کیا حال ہے؟" اس نے کال ریسیو کرتے ہی خود کو نارمل کر لیا تھا۔

"میں ٹھیک ہوں بیٹا یہ کیا سن رہی ہوں میں تم اپارٹمنٹ خالی کر رہے ہو کہاں جاؤ گے۔" پریشانی ان کی آواز سے نمایاں تھی۔

"کمال سادگی ہے اماں یعنی میں خالی کر رہا ہوں مجھے سات دن کا وقت دیا ہے بڑے پاپا نے یہاں سے نکلنے کا وہ الگ بات ہے کہ میں یہاں سے آج ہی جا رہا ہوں وہ اپنی صاحب زادی کو بھیج دیں بتا دیجئے گا کہ میں چلا گیا ہوں پتہ نہیں کس جنم کا بدلہ لے رہے ہیں سب مجھ سے۔" وہ واپس غصے میں آ گیا تھا۔

"بیٹا کوئی بدلہ نہیں ہے بس بھائی صاحب کچھ غصے میں ہیں تم تو جانتے ہو ناں انکی عادت کو تم سے بہت محبت کرتے ہیں تم نے بھی تو صاف انکے منہ پہ انکار کر دیا تھا ایسا کوئی کرتا ہے بھلا۔" ندرت بیگم اسے سمجھانے لگیں

"اماں کہیں سے نہیں لگتا کہ بڑے بابا اتنے پڑھے لکھے ہیں لگتا ہے پیسے دے کر ڈگریاں لیں ہیں انہوں نے بس عجیب نیچر ہے اپنی بات سے اختلاف تو بالکل پسند نہیں کرتے خیر میں بھی انہی کا بھتیجا ہوں اوپر سے گھٹی بھی انکی اثر تو ہو گا ناں اماں لکھ کے رکھ لیں بڑے بابا اپنی اسی ضد کے ہاتھوں کسی دن بہت بڑا نقصان کروا بیٹھیں گے اپنا، میں بتا رہا ہوں۔" اب کے اسکا لہجہ کچھ نرم تھا۔

"میں نے اس لیے فون کیا ہے کہ تمہارے بابا سے کہہ کر میں نے تمہارے اکاؤنٹ میں پیسے ڈلوا دیئے ہیں رکھ لینا اتنی ضد اچھی نہیں ہوتی۔" وہ نرمی اسے اسے سمجھانے لگیں

"اپنے پیروں پہ کھڑا ہو جاؤں ایک ایک پائی واپس کر دوں گا۔" وہ ناراضگی سے بولا تو ندرت جہاں کو نہ چاہتے ہوئے بھی ہنسی آ گئی تھی۔

"زوار بڑے بابا کی باتوں پہ غصہ کر سکتا تھا شور مچا سکتا تھا اس سے زیادہ کچھ نہیں کر سکتا تھا"

"اچھا اماں لگتا ہے فہد آ گیا مجھے لینے میں آپ سے بعد میں بات کرتا ہوں۔" وہ عجلت میں کہتا فون بند کر کے دروازے کی جانب بڑھا سامنے فہد کھڑا تھا۔

"تم رکو میں بیگ لے کر آتا ہوں" وہ اسے وہیں کھڑا کر کے اپنا بیگ لینے چل دیا تھا۔ وہ دونوں گاڑی میں بیٹھنے تک بالکل خاموش تھے۔

"اب بتاؤ گے کیا ہوا ہے؟ کیوں گھر والوں نے اپنے اکلوتے چشم و چراغ کو گھر سے بے گھر کر دیا ہے"؟ گاڑی سٹارٹ کرتے ہی فہد نے اس سے پوچھا انداز میں سنجیدگی ناپید تھی۔

زوار نے صرف اسے گھورنے پہ اکتفا کیا تھا۔

"اچھا مت بتاؤ احمر سے بات ہوئی تھی اس نے سب بتا دیا ہے" فہد نے ہنستے ہوئے جلتی پہ تیل ڈالا۔

وہ پھر بھی خاموش رہا۔

"ایک جگہ لے کے جا رہا ہوں پسند نہ بھی آئے تو بھی آج کی رات وہیں ٹک جانا اتنی بری نہیں ہے کل تک کچھ اور انتظام کر لوں گا اور اگر پسند آ جائے تو اور بھی اچھا ہے۔" فہد خود ہی سنجیدگی سے موضوع کی طرف آ گیا تھا۔

"اگر بالکل پسند نہ آئی تو۔" زوار نے نکتا اٹھایا۔

"لاہور میں ہوٹلز کی کمی تو نہیں ہے اور تمہارے پاس پیسوں کی وہاں چلے جانا۔" فہد نے اسے راستہ دیکھایا۔

"وہ مجھے بھی پتہ ہے پر میں بڑے بابا کو بتانا چاہتا ہوں کہ میں اپنے لیے گھر ڈھونڈھ سکتا ہوں۔" وہ ناراضگی سے بولا

"اچھا نہ اب چپ کر کے بیٹھو وہ جگہ دیکھ لو پسند آ جائے تو ٹھیک ورنہ کچھ اور انتظام کرتے ہیں۔" فہد نے اسے تسلی دی وہ خاموشی سے باہر دیکھنے لگا۔

جگہ کچھ جانی پہچانی تھی مگر اس نے دھیان نہیں دیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"عروش شام ہو چکی ہے جب رات ہو جائے گی تب شام کی چائے بناؤ گی۔" وہ باہر صحن میں بیٹھی اپنے نوٹس بنا رہی تھی جب روزینہ اس کے سر پہ آ کھڑی ہوئی۔

"تمہارے ہاتھوں پہ مہندی لگی ہے جو تم چائے نہیں بنا سکتی۔" عروش اپنے کام میں مصروف بولی

"تمہارے منہ میں کافی لمبی زبان آ چکی ہے ابھی امی سے تمہارا علاج کرواتی ہوں۔" روزینہ کو اسکا یوں جواب دینا بالکل اچھا نہیں لگا تھا۔

عروش نے اس کی بات پہ بالکل دھیان نہیں وہ اپنے کام میں مصروف رہی۔

"امی امی دیکھیں عروش کیا کہہ رہی ہے۔"" روزینہ اسے کھا جانے والی نظروں سے گھورتی شائستہ بیگم کو آوازیں دیتی اندر کی جانب بڑھ گئی۔

تبھی گیٹ پہ بیل ہوئی تھی۔

وہ اپنے نوٹس ایک جگہ اکٹھے کر کے رکھتی اٹھ کھڑی ہوئی تھی اپنا دوپٹہ سر پہ ٹھیک سے اوڑھ کر وہ دروازہ کھولنے چل دی۔

"ارے فہد بھائی آپ آج کیسے راستہ بھول گئے" دروازے کھولتے ہی اس نے مسکرا کر فہد کو ویلکم کیا تھا وہ اکثر ان کے گھر آتا جاتا تھا۔

"بس جی ایک کام کھینچ لایا سفیان سے کہو کہ میں آیا ہوں۔" وہ سر ہلاتی اندر کی طرف چل دی

زوار دروازے کی اوٹ سے اسے دیکھ چکا تھا عروش کی مسکراہٹ نے جلتی پہ تیل کا کام کیا تھا۔

علاقہ تو بس ٹھیک ہی تھا مگر پرانی طرز کا بنا یہ بڑا سا گھر دیکھنے میں کافی اچھا لگ رہا تھا۔وہ فہد کے ساتھ آگے بڑھ گیا تھا وہ اسے سیدھا اوپر لے گیا تھا۔

فرسٹ فلور کی سیڑھیاں باہر صحن اور اندر لاونج دونوں طرف سے اوپر جاتی تھیں۔

"سفیان بھائی فہد بھائی آئے ہیں آپ کو بلا رہے ہیں ۔"سفیان لاونج میں بیٹھا نیوز دیکھ رہا تھا جب عروش نے آکر اسے پیغام دیا

"اچھا ایک کام کرو تین کپ چائے اور کچھ لوازمات اوپر بھجوا دو ۔"سفیان اسے ہدایت دیتا سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا۔

وہ بھی سر ہلاتی کچن کی طرف چل دی

گھر کافی بڑا اور کشادہ تھا فرسٹ فلور پہ تین بیڈ روم لاونج ڈائنگ روم +ڈرائنگ روم اور ایک بڑا سا صحن موجود تھا ۔

گھر پورا فرنشڈ تھا اوپر نیچے کے دونوں پورشن کم و بیش ایک جیسے ہی تھے۔

جیسے دو فیملیز کے لیے بنائے گئے ہوں گھر کا نقشہ پرانا جبکہ فرنیچر اور سیٹنگ سب دور حاضر کی تھی،زوار کو گھر پسند آیا تھا۔

"تو اونٹ پہاڑ کے نیچے آ ہی گیا یعنی تم خود چائے بنانے آ ہی گئی۔"روزینہ کچن میں ہی طنز کے تیر برسانے لگی تھی عروش خاموشی سے اپنے کام میں۔ مصروف رہی۔

"یہ لوازمات کس کے لیے ہیں۔"روزینہ نے ٹرے میں پڑے کیک بسکٹ اور چپس وغیرہ کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"سفیان بھائی کے کوئی گیسٹ آئے ہیں ان کے لیے ۔"وہ چائے کپوں میں انڈیلنے لگی۔

"اچھا وہ فہد کے ساتھ جو لڑکا تھا بہت ہینڈسم تھا قسم سے میں نے اسے اوپر جاتے ہوئے دیکھا تھا ویسے اگر وہ گیسٹ تھا تو اسے نیچے ڈرائنگ روم میں کیوں نہیں بٹھایا ۔"روزینہ نے پر سوچ نظریں اس پہ جمائیں

"یہ میرا مسئلہ نہیں ہے اور نہ میرے پاس اتنا فالتو ٹائم ہے کہ ہر آنے جانے والے پہ نظر رکھوں۔"وہ کپ ٹرے میں رکھنے لگی۔

ا"چھا یہ چائے اوپر میں دے آتی ہوں" روزینہ نے جلدی سے ٹرے اٹھالیا۔

"ٹھیک ہے تمہاری چائے یہیں پڑی ہے آ کے لے لینا۔" عروش اسے اطلاع دیتی زارا شائستہ اور گرینی کی چائے لے کر گرینی کے کمرے میں چلی گئی۔ وہاں شادی کے معاملات ڈسکس ہو رہے تھے۔

وہ چائے کا ٹرے رکھ کر اپنا مگ ہاتھ میں لیے واپس صحن میں آ گئی تھی۔

فہد نے کن آکھیوں سے روزی کو اوپر آتے دیکھا تھا پھر سفیان کو سوچ کر نظریں ہٹا لیں تھیں۔

روزینہ چائے کا ٹرے میز پہ رکھنے کے دوران کئی بار چور نظروں سے زوار کو دیکھ چکی تھی مگر وہ ایک ہی پوزیشن میں سر جھکائے بیٹھا رہا تھا۔

فہد بس سفیان سے باتیں کرتا رہا۔ناچار وہ اشیاء ٹیبل پہ سجا کر واپس چلی گئی تھی۔

فہد نے اسے جاتے ہوئے ایک نظر دیکھا دل نے دہائی دی کہ رک جاؤ مگر وہ نہیں رکی وہ واپس سفیان کی طرف متوجہ ہو گیا زوار نے گھر پسند کر لیا تھا چھ ماہ کا کرایہ ایڈوانس میں دینے کی بات بھی طے ہو گئی تھی۔

فہد اور سفیان آپس میں کسی بات پر بحث میں مصروف ہو گئے اور وہ ماسٹر بیڈ روم کی جانب بڑھ گیا جو اس کے زیر استعمال آنے والا تھا۔

کمرہ کافی بڑا اور کشادہ تھا۔ وہ چلتے ہوئے بالکونی کی طرف بڑھ گیا دروازہ کھولنے پہ ٹھنڈی ہوا نے اسکا استقبال کیا تھا۔

صحن میں لگے قد آدم درختوں کی شاخوں نے پھیل کر چاروں طرف چھاؤں کر رکھی تھی بالکونی میں کھڑے ہو کر آسمان بمشکل ہی دیکھائی دے رہا تھا۔اسے وہاں کھڑے عجیب فرحت کا احساس ہو رہا تھا۔وہ ریلنگ پہ کہنی ٹکائے چائے پینے لگا۔

بلاشبہ چائے جس نے بھی بنائی تھی ذائقہ لاجواب تھا۔

تبھی اس کی نظر صحن میں چئیر پہ دونوں پاوں اوپر کیے بیٹھی عروش پہ پڑی تھی وہ چائے کا مگ ہاتھ میں لئے نجانے کہاں کھوئی ہوئی تھی۔سامنے اسکی بکس اور نوٹس بکھرے پڑے تھے کتاب کے وزن تلے دبے وہ کاغذ ہوا کے زور پہ کسی پر کٹے پرندے کی مانند پھڑپھڑاتے اور پھر ہمت ہار جاتے جیسے اس قید کو تسلیم کر لیا ہو مگر اگلے ہی پل پھر سے کوشش میں مصروف نظر آتے وہ کئی ثانئے اس منظر میں کھویا رہا تھا۔

عروش نے نظروں کا ارتکاز محسوس کرتے ہوئے ادھر ادھر دیکھا تھا مگر کوئی دکھائی نہیں دیا۔

"تم یہاں کھڑے ہو چلو بیٹا ریسٹ کرو۔" فہد اسے لیے واپس کمرے کی جانب بڑھ گیا۔

کسی خیال کے تحت اس نے سر اٹھا کر سامنے بالکونی میں دیکھا تھا مگر وہاں بھی کوئی نہیں تھا۔

"میں نے بات کر لی کھانا بھی یہی لوگ دیں گے بس پے منٹ کر دینا فکر کی کوئی بات نہیں بہت اچھے لوگ ہیں ۔"فہد اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھے اسے سب بتانے لگا۔

" تھینکس یار۔" زوار نے مسکراتے ہوئے اس سے ہاتھ ملایا۔

"شکریہ کی بات نہیں دوست ہی دوست کے کام آتا ہے سیف انکل اور میرے بابا بچپن کے دوست ہیں میرا آنا جانا ہے یہاں پریشان مت ہونا کوئی بھی مسئلہ ہو مجھے بتانا۔" فہد نے اسے تسلی دی۔

"تم نے کبھی بتایا نہیں کہ تم عروش کو جانتے ہو۔"زوار نے اس سے عجیب سے انداز میں پوچھا تھا۔

"یہ اتنی اہم بات تو نہیں تھی کہ میں ضرور بتاتا اور ویسے بھی میں کیوں بتاوں کہ میں کس لڑکی کو جانتا ہوں اور کس کو نہیں اور وہ بہت اچھی لڑکی ہے بتاتا تو تم لوگ نجانے کیا سمجھ لیتے۔" فہد نے حیرت سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں ٹھیک کہا اتنی اہم بات تو نہیں تھی۔ "زوار زیر لب بڑبڑایا۔

"اچھا اللہ حافظ کل آوں گا سامان سیٹ کر لو تم اپنا ۔"وہ اس سے گلے ملتا واپس چل دیا تھا۔

"تم ہر وقت کچھ نہ کچھ لکھتی رہتی ہو ایسے بھی کونسے نوٹس ہیں جو بن کے نہیں دے رہے تمہارے زارا آپی کچن میں ہیں تمہیں بلا رہی ہیں ۔"روزینہ اسے آڈر دے کر واپس چلی گئی تھی۔

وہ بھی اپنا سامان سمیٹ کر اس کے پیچھے چل دی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"تم یہاں میرے کمرے میں تمہاری جرات کیسے ہوئی یہاں آنے کی۔"ضویا کی ملازمہ اسے نیچے آنے کا کہہ کر گئی تھی کہ مہمان آ چکے ہیں۔

وہ خود کو آئینے میں دیکھتی دوپٹہ سلیقے سے کندھے پہ پھیلائے اسکا ایک پلو سر پہ ٹکانے کی کوشش کر رہی تھی جب آئینے میں ابھرتے احمر کے عکس کو دیکھ کر اسے آگ ہی لگ گئی تھی۔

"ہم دنوں ساتھ کھڑے کتنے اچھے لگ رہے ہیں ناں ۔" وہ بغور اسے آئینے میں دیکھتے ہوئے مزے سے بولا۔آج کی شام اس کے لیے کتنی حسین ہوتی اگر وہ آج صبح اس سے لڑائی نہ کرتا۔

ضویا اس پہ بنا ایک بھی نظر ڈالے آئینے کے سامنے سے ہٹ گئی تھی۔

"بہت خوبصورت لگ رہی ہو۔"احمر نے جاتے ہوئے اسکا ہاتھ پکڑا

"ہاتھ چھوڑو میرا۔" وہ غصے سے بل کھا کر پیچھے مڑی تھی

"آئی ایم سوری صبح کے لیے مگر میں کیا کرتا تم پیار سے بات بھی تو نہیں مانتی۔" وہ آہستگی سے کہتے ہوئے اس کے قریب ہوا

"دور ہٹو مجھے تم سے کوئی بات نہیں کرنی۔" ضویا کی خفگی برقرار تھی۔

"ضویا سوری کر تو رہا ہوں۔" وہ معصومیت سے بولا

"ضرورت نہیں ہے تمہاری سوری۔" کی ضویا نے ایک جھٹکے سے اس کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ آزاد کروایا تھا اور دروازے کی جانب بڑھ گئی تھی۔

"آئی لو یو ضویا میں تمہاری ناراضگی نہیں سہہ سکتا۔" احمر نے تیزی سے آگے بڑھ کے اسکا راستہ روکا۔

"یہ بات ناراض کرنے سے پہلے سوچا کرو۔" وہ آہستگی سے بولی۔

احمر نے اپنی جیب کو ٹٹولتے ہوئے کچھ نکالا تھا اور پھر فوراً گھٹنوں کے بل زمین پہ جھک کر اس نے اپنا دایاں ہاتھ ضویا کے سامنے کیا تھا۔

"ویل یو میری می ضویا حسن؟" وہ ہاتھ میں ایک خوبصورت انگھوٹھی لیے آنکھوں میں امید لیے اسکا سامنے تھا۔

ضویا کو اپنا وجود ریت کا پہاڑ بنتا محسوس ہوا تھا۔

"یس"! اس نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا جسے تھام کر احمر نے انگھوٹھی اس کے ہاتھ میں پہنا دی تھی۔ ضویا کی ناراضگی پل بھر میں غائب ہو گئی تھی۔

"عروش بالکل ٹھیک کہتی ہے" ضویا اسے دیکھتے ہوئے مسکرائی۔

"کیا کہتی ہے۔" احمر کھڑا ہوتے ہوئے مسکرایا۔

"یہ ہی کہ تم جیسا نمونہ مجھے کہیں نہیں ملے گا۔" ضویا اٹھلائی۔

"یعنی میں نمونہ ہوں۔" وہ ناراضگی سے بولا۔

"اور نہیں تو کیا تم پرنس چارلس ہو۔" وہ اسے منہ چڑاتے ہوئے ہنسی۔

"میں تو اس سے بھی زیادہ خوش قسمت ہوں کیونکہ مجھے ضویا حسن مل رہی ہے اور وہ کسی شہزادی سے کم نہیں۔"

"ہاں حور کے پہلو میں لنگور۔" وہ کھلا کے ہنسی۔

"آج تمہیں آزادی ہے جو مرضی کہو۔" وہ مخمور سے لہجے میں کہتے ہوئے اس کے قریب ہوا۔

وہ اسے دونوں ہاتھوں سے پیچھے دھکیلتے ہوئے باہر بھاگ گئی تھی۔
نیچے ان دونوں کی فیملی بیٹھی انکے نکاح کی ڈیٹ فائنل کر رہی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"جی آپی آپ نے مجھے بلایا" عروش اپنا سامان کمرے میں رکھ کر سیدھا کچن میں آئی تھی۔
"تمہیں بتانا تھا کہ اوپر والا پورشن اب کرائے پر ہے سفیان بھائی کے کوئی دوست ہیں کھانا ہم ہی لوگ دیں گے انہیں تم ایک کام کرنا جب کھانا دینے جاو تو ان سے ان کی فیورٹ ڈیشیز پوچھ لینا وہ الگ سے پے کر رہے ہیں تو کھانا انہی کی پسند کا ہو تو اچھا ہے۔" زارا کھانا بنانے میں مصروف تھی ساتھ ساتھ اسے بتاتی بھی جا رہی تھی۔
"پوچھنا اچھا نہیں لگتا میں ایک لسٹ بنا کے ٹرے میں رکھ دوں گی کہ جو پسند ہے وہ ٹِک کر دیں ۔" عروش کھانے کے لیے برتن نکالنے لگی تھی۔
"ہاں یہ تو بہت اچھا ہے کافی عقل مند ہو گئی ہو۔" زارا نے تعریفی انداز میں کہا۔
"ارے نہیں ایویں کسی سے جا کر خواہ مخواہ کے سوال کرنا مجھے اچھا نہیں لگتا میں لسٹ بناتی ہوں۔" عروش کہہ کر اپنے کمرے میں چلی گئی تھی۔
جب وہ لسٹ لے کر واپس آئی تو روزینہ پہلے سے وہاں موجود تھی۔
"اللہ خیر کرے آج کچن کے اتنے چکر روزی بی بی خیر تو ہے نہ۔" عروش نے کچن میں آتے ہی اپنی حیرت کا اظہار کیا تھا۔
"تم لوگوں کی ہیلپ کرنے آئی تھی اب اگر نہیں چاہیے تو میں چلی جاتی ہوں۔" وہ برا منا گئی۔
"ہمیں پتہ ہے تم کیا ہیلپ کرنے آئی ہو یہ لو ٹرے اور یہ لسٹ موصوف کو دے دینا کہنا ٹک کر کے واپس کر دیں۔" عروش نے ٹرے سیٹ کر کے اس کے ہاتھ میں پکڑایا تھا۔
وہ روزی کی رگ رگ سے واقف تھی مگر پھر بھی روزینہ کو اس سب میں اپنی بے عزتی محسوس ہوئی تھی۔ مگر وہ خلاف معمول خاموشی سے ٹرے لے کر چلی گئی تھی۔
زارا اپنے کام میں مصروف تھی اس نے کوئی نوٹس نہیں لیا۔ عروش بھی سر جھٹک کر کھانے کے برتن ڈائنگ ٹیبل پہ سیٹ کرنے لگی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

زوار اپنا وارڈروب سیٹ کر رہا تھا روزینہ دروازہ بنا نوک کئے کمرے میں چلی آئی۔

وہ اپنا کام چھوڑ کر اس کی طرف متوجہ ہوا۔

"آپ کا کھانا اور یہ لسٹ چیک کر لیجئے گا۔" وہ ٹرے میز پہ رکھتے ہوئے بولی۔زوار کو اسکا بنا اجازت اسکے کمرے میں آنا بالکل اچھا نہیں لگا تھا مگر وہ خاموش رہا۔

"تھینکس میں کر لوں گا۔" وہ ایک نظر اس پہ ڈال کر دوبارہ اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔

"لائیے میں آپ کی کچھ مدد کر دوں۔" زورینہ نے ایک دم آگے بڑھ کر اس کے ہاتھ سے اسکی شرٹ لی اور تہہ کرنے لگی۔

"ارے رہنے دیں! میں کر لوں گا آپ کو زحمت ہو گی۔" زوار نے اپنی ناگواری کو چھپاتے ہوئے شرٹ اس کے ہاتھ سے واپس لی۔

"ارے ایسے کیسے اکیلے کام کرتے رہیں گے کسی بھی مدد کی ضرورت ہو مجھ سے ضرور کہیئے گا۔" وہ دھیرے سے مسکرائی۔

"جی میں ضرور بتاؤں گا آپ فی الحال جائیں تاکہ میں اپنا کام کر سکوں۔" زوار کا انداز جان چھڑوانے والا تھا۔

وہ اسے محبوب کی ادا سمجھ کر واپس پلٹ گئی۔

"سنئے!" زوار نے کچھ سوچتے ہوئے آواز دی۔

"جی کہیئے۔" وہ فوراً پلٹ کے اس کے سامنے آکھڑی ہوئی۔

"آپ یا کوئی بھی آئندہ میرے لیے کھانا لے کر آئے تو پلیز باہر ٹیبل پہ رکھ کر انفارم کر دیجئے گا روم میں آنے کی ضرورت نہیں۔" زوار نے اپنے لہجے کو حتی المقدور نارمل رکھا تھا۔

"جی جیسے آپ کی مرضی۔" روزی سر ہلاتی واپس چلی گئی۔

وہ پھر سے اپنے کام میں مصروف ہو گیا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

اگلی صبح یونیورسٹی جانے پر عروش کو پتہ چلا تھا کہ ضویا میڈم نے بنا بتائے چھٹی کر لی تھی۔کل رات سے وہ کال بھی پک نہیں کر رہی تھی۔وہ پریشان تو نہیں تھی جانتی تھی اب تک احمر اور ضویا کی صلح ہو چکی ہو گی مگر اسکا دل نہیں لگ رہا تھا

پورا دن اسی طرح گزر گیا تھا کئی بار اسے خیال آیا کے احمر بھائی کے چلی جائے مگر پھر کسی خیال کے تحت وہ رک جاتی تھی۔
اسے کل اپنی اور زوار کی باتیں یاد آئیں تھیں۔ وہ ایسی تو نہیں تھی ایک دم سے اسکی انسلٹ کر دی۔
"مگر وہ بھی تو ذاتیات میں گھس رہا تھا اچھا کیا بالکل نیکسٹ سوچ کر بات کرے گا۔" اس نے خود کو تسلی دی۔
"اور اگر بات ہی نہ کی۔" اسے اس بات سے عجیب سی بے چینی محسوس ہوئی تھی۔
"نہ کرے یہ تو اور بھی اچھا ہے جتنی دور رہے مجھ سے اتنا بہتر ہے۔" اس نے فوراً خود کو فریب کے جال میں پھنسایا۔
وہ گھر بھی دیر سے پہنچی تھی آتے ہی وہ نہانے گھس گئی وہ نہا کے باہر نکلی تو اسکے کمرے کا اے سی اور پنکھا دونوں آن تھے کمرہ برف بنا ہوا تھا۔ سردیاں شروع ہو رہی تھیں اب تو پنکھا آن کرنے کی بھی ضرورت پیش نہیں آتی تھی کجا کے اے سی۔ اس نے جلدی سے آگے بڑھ کر دنوں چیزیں بند کی تھیں۔
نہانے سے پہلے وہ پنکھا بند کر کے گئی تھی اور اے سی تو پہلے ہی آف تھا یہ حرکت روزینہ کے علاوہ کسی کی نہیں ہو سکتی تھی۔ کیونکہ کہ وہ جانتی تھی کہ عروش کو زرہ سی بھی سردی قابل برداشت نہیں ہوتی اسے فوراً فلو گھیر لیتا ہے اور بخار حملہ آور ہو جاتا ہے۔
وہ خود کو نارمل کرتی کچن میں آئی تھی مگر تب تک چھینک چھینک کے اسکا حشر ہو چکا تھا۔
"عروش کیا ہوا ہے؟ کتنی بار منع کیا ہے شام کو مت نہایا کرو بیمار پڑ جاو گی۔" زارا جو شام کی چائے بنا رہی تھی اس دیکھ کر فوراً اسکی طرف لپکی۔
"ارے نہیں بس ابھی ٹھیک ہو جائے گا۔" اس نے انہیں تسلی دی۔
"بیوقوف لڑکی دھوپ میں بیٹھو جا کر کچھ دیر آرام ملے گا۔" زارا نے چائے مگ میں انڈیلتے ہوئے کہا۔
"صحن میں دھوپ کہاں ہے میں چائے کے ساتھ ٹیبلیٹ لے لیتی ہوں آپ فکر نہ کریں۔" عروش نے بالوں کو کچر کی قید سے آزاد کیا۔
"کوئی ضرورت نہیں تم چھت پہ چلی جاؤ۔ وہ لڑکا کسی کام سے گیا ہے دیر سے آئے گا آ بھی گیا تو کھا نہیں جائے گا۔" زارا نے چائے کا مگ اس کے ہاتھ میں دیتے ہوئے اسے باہر کی طرف دھکیلا۔ چاروناچار اسے اوپر کا رخ کرنا پڑا تھا۔
چھت پہ ہلکی ہلکی دھوپ اب بھی باقی تھی اسے عجیب گرماہٹ اور سکون کا احساس ہوا تھا۔
وہ کمر ڈوبتے سورج کی جانب کئے پاوں چیئر پہ رکھے گھٹنوں کے گرد بازو لپٹے سر ان پہ گرائے پتہ نہیں کہاں کھو گئی

تھی۔

زوار کسی کام سے باہر گیا تھا اسے دیر سے آنا تھا مگر اسکا وہ کام ہوا ہی نہیں وہ جلدی واپس آگیا تھا پچھلی طرف کی سیڑھیاں صحن کی طرف آتی تھیں وہ سفید سوٹ میں سر جھکائے بیٹھی لڑکی کو دیکھ کر حیران ہوا تھا۔

لمبے گھنے گیلے بال پشت پہ بکھرے تھے وہ کئے ثانیے خاموشی سے کھڑا اسے دیکھتا رہا تھا۔ وہ قدرت کا حسین منظر محسوس ہو رہی تھی کسی کی نظروں کی تپش نے عروش کو سر اٹھانے پر مجبور کیا تھا اس نے سر گھما کے دیکھا مگر اسے کوئی دکھائی نہیں دیا اس کی نظر چائے کے کپ پہ پڑی جو کہ اب ٹھنڈی ہو چکی تھی عروش کپ تھام کر کھڑی ہو گئی۔

زوار بس مبہوت سا اسے دیکھے جا رہا تھا یوں معلوم ہوتا کہ سفید رنگ اسی کے لیے بنا ہے۔ وہ بنا کچھ سوچ سمجھے اچانک اس کے سامنے آیا تھا۔

وہ جانے کے لیے مڑی جب زوار کو اس قدر اچانک اپنے سامنے پا کر گھبراہٹ میں کپ اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر زمین بوس ہو گیا۔

وہ اس کے سامنے نہیں آنا چاہ رہا تھا کیونکہ وہ تو ناراض تھا مگر ناراضگی کہاں گئی اسے خود بھی پتہ نہیں چلا۔

"آپ یہاں؟" عروش کی آنکھوں میں غصے کی بجائے حیرت تھی۔

"جی کیوں آپ کو کوئی اعتراض ہے؟" وہ اس کی حواس باختگی سے کافی لطف اندوز ہو رہا تھا۔

"جی بالکل ہے آپ کیوں آئے ہیں کس سے پوچھ کر آئے ہیں؟" اس کی آنکھوں میں اب حیرت کی جگہ غصہ تھا۔

"میں آپ سے ملنے آیا ہوں بات کرنا چاہتا ہوں آپ سے۔" وہ ازحد سنجیدگی سے بولا مذاق کا تو گمان ہی نہیں ہو رہا تھا۔

"کیا مطلب؟" عروش کی آنکھیں حیرت سے مزید بڑی ہو گئی تھیں اور دل کی دھڑکن تیز۔۔۔۔

"مطلب یہ کہ کل مجھے آپ سے اتنا پرسنل سوال نہیں کرنا چاہیئے تھا غلطی میری ہے سوچا ایکسکیوز کر لوں۔" وہ دونوں بازو سینے پہ لپیٹے سنجیدگی سے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"نمبر ایک مجھے آپ کے ایکسکیوز کی بالکل ضرورت نہیں۔ نمبر دو یہ ایکسکیوز یونیورسٹی میں بھی ہو سکتا ہے۔" عروش نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

"نہیں وہاں نہیں میں نے سوچا گھر پہ جا کر بات کرنی چاہیئے۔" زوار کو اسے تنگ کرنے میں نجانے کیا مزہ آ رہا تھا۔

وہ اب صرف گھور رہی تھی۔

"چائے کا نہیں پوچھیں گیں آپ؟" وہ چلتے ہوئے اس کے قریب آیا

"آپ اپنی حد میں رہیں اور نکلیں یہاں سے۔" وہ دبے دبے غصے سے بولی۔

"اور اگر میں نہ جاوں تو؟" وہ مزے سے کہتا سامنے رکھی کرسی پہ براجمان ہوا۔

"تو ٹھیک ہے میں چلی جاتی ہوں۔" وہ تپ کر کہتی سیڑھیوں کی طرف بڑھ گئی۔

پیچھے زوار کا قہقہہ بلند ہوا تھا۔ عروش کے تو تن بدن میں آگ لگ گئی۔

" سمجھتا کیا ہے خود کو گھر تک پہنچ گیا بات کرنی ہے میں مان ہی نہیں سکتی معاملہ کچھ اور ہے۔" وہ بڑبڑاتی ہوئی اپنے کمرے میں چلی گئی۔

"مگر یہ ہمارے گھر میں کیا کر رہا تھا ہو سکتا ہے نئے کرائے دار کا دوست ہو پر وہ خود کہاں تھا؟" وہ انہی سوچوں میں گھری تھی جب اسکا فون بج اٹھا۔

"ہیلو۔" اس نے بنا دیکھے ہی کال رسیو کر لی تھی۔

ہائے عروش!" ضویا کی کھل کھلاتی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی۔

"تم کہاں غائب ہو یار کوئی اتہ پتہ نہیں۔" عروش نے خود کو نارمل کیا۔

"میں یہیں پہ ہوں تمہیں گڈ نیوز دینی ہے کہ میرا اور احمر کا نکاح ہو رہا ہے نیکسٹ ویک۔" اینڈ پہ وہ ہنستے ہوئے بولی۔

"بہت بہت مبارک ہو یہ تو بہت بڑی خوش خبری ہے میرے لیے تمہیں عقل آگئی۔ اسی اعزاز میں تم نے آج چھٹی کر لی۔" عروش کو یہ سن کر حقیقت بہت خوشی ہوئی تھی۔ زوار حیدر کو وہ یکسر بھول چکی تھی۔

"نہیں کسی اعزاز میں نہیں کی کل وہ لوگ کافی لیٹ واپس گئے میں تھک گئی تھی وقت پہ آنکھ نہیں کھلی۔" ضویا نے اپنے نہ آنے کا ریزن بتایا۔"

"شرم کرو سب طے کر کے مجھے اب انفارم کر رہی ہو۔" عروش نے اسے شرم دلائی۔

"سوری ویسے اپنے منہ سے یہ خبر میں نے سب سے پہلے تمہیں ہی سنائی ہے۔" وہ شرارت سے بولی۔

"ہاں مجھے پتہ ہے تم تو نکاح کے بعد بھی کسی کو نہیں بتاو گی کہ نکاح ہو گیا تمہارا۔"

"اچھا سنو تم صبح ریڈی رہنا ہم شاپنگ پہ جائیں گے میں تمہیں پک کر لوں گی۔ یہ ہی کہنا تھا اب مجھے ممی بلا رہی ہیں میں بعد میں بات کرتی ہوں۔" اس نے عجلت بھرے انداز میں کہتے کال ڈراپ کر دی۔

عروش بھی اپنے ذہن سے سب کچھ جھٹکتی باہر چلی گئی۔۔۔۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

اگلی صبح عروش دیر سے بیدار ہوئی تھی کیونکہ آج سنڈے تھا۔

گھر میں معمول کی چہل پہل نہیں تھی تقریباً سبھی لوگ اپنے کمروں میں تھے وہ کچن میں جانے کی بجائے گرینی کے روم میں چل دی وہ بیڈ پہ نیم دراز تسبیح پڑھنے میں مشغول تھیں۔

وہ ان کی گود میں سر رکھ کر لیٹ گئی۔۔۔

گرینی نے اپنی تسبیح مکمل کر کے اسے دم کیا اور انگلیاں اس کے بالوں میں پھیرنے لگیں۔۔

"کیا بات ہے چندا کچھ پریشان لگ رہی ہو؟" انہوں نے اسکے چہرے کو بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

"گرینی ایک سوال پوچھوں؟ سچ سچ جواب دیں گئیں۔"

وہ انکا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے آہستگی سے بولی۔

"ہاں میرے بچے پوچھو کیا بات ہے۔"

"میں نے بچپن سے شائستہ آنٹی کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ میری ماں اچھی عورت نہیں تھی۔ وہ ایسا کیوں کہتی ہیں جبکہ آپ اور بابا ان سے متفق نہیں ہوتے کیا آپ اس لیے ان سے اختلاف کرتے ہیں کہ میں ہرٹ نہ ہوں یا پھر واقعی وہ اچھی عورت نہیں تھیں؟" وہ کہتے ہوئے خاموش ہوئی۔

"آج سے پہلے تو کبھی تم نے ایسا کوئی سوال نہیں کیا عروش آج کیا ہوا ہے۔" گرینی اس کے سوالات سے خاصی پریشان ہو گئیں تھیں۔

"کبھی نہ کبھی تو میں یہ سوال اٹھاتی ہی اب آپ پر ہے کہ آپ مجھے کس حد تک مطمئن کر سکتی ہیں۔"

"بیٹا میں تمہیں مطمئن نہیں کر سکتی تم یہ سوال اپنے دل سے پوچھو کیونکہ میں جانتی ہوں تمہارا دل مطمئن ہے کہ تمہاری ماں بری عورت نہیں تھی میرے پاس تمہاری ماں کے حق میں کوئی گواہی نہیں مگر پھر بھی میں اسے قصوروار ماننے کو تیار نہیں وہ غلطی کر سکتی ہے گناہ نہیں۔" گرینی پیار سے اس کے سر پہ ہاتھ پھرتے ہوئے اسے سمجھا رہی تھیں۔

"اگر کسی سے مجھے محبت ہو جائے یا اسے مجھ سے تو کیا میری ماں کے مشکوک کردار کے ساتھ بھی وہ مجھے اپنا لے گا؟" آخر وہ بات اس کی زبان پہ آ ہی گئی تھی جو اسے پریشان کر رہی تھی۔

"تو یہ بات ہے۔" گرینی ہولے سے مسکرائیں۔

"نہیں گرینی ایسی کوئی بات نہیں ہے۔" وہ سیدھی ہو بیٹھی
"تو کیا کبھی بھی نہیں ہو گی؟"
"نہیں گرینی اس چیز کی میری زندگی میں کوئی گنجائش نہیں۔ میں ہر زخم سہہ سکتی ہوں مگر محبت کا درد مجھ سے برداشت نہیں ہو گا۔ اس سے پہلے کے کوئی مجھے بیچ راستے چھوڑ کر جائے میں کبھی اسے اس راستے پہ اپنے ساتھ چلنے ہی نہیں دوں گی۔" وہ مضبوطی سے بولی۔
"یہ سب کہنے کی باتیں ہوتی ہیں بیٹا محبت ہونے سے پہلے اجازت تھوڑی لیتی ہے اور میری ایک بات یاد رکھنا جو تم سے سچی محبت کرے گا اسے ان سب چیزوں سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔" گرینی نے اسے اپنے ساتھ لگاتے ہوئے تسلی دی۔
وہ ہولے سے مسکرا دی۔
"ویسے گرینی آپ اور بابا مجھے کبھی میری مما اور میرے بابا کے بارے میں کچھ نہیں بتاتے یہ بہت غلط بات ہے۔" وہ ناراضگی سے بولی۔
"جب وقت آئے گا میں سب کچھ بتاؤں گی تمہیں اب فلحال کوئی سوال نہیں۔"
عروش ان کی گود میں سر رکھ کر دوبارہ لیٹ گئی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ گرینی کے کمرے سے باہر آئی تو سب لوگ ناشتے کے لیے بیٹھے تھے وہ زارا کی مدد کرنے کچن میں چل دی۔
وہ ناشتہ ٹیبل پر لگا رہی تھی جب سفیان زوار کو اپنے ساتھ لیے ناشتے کی ٹیبل پہ آ بیٹھا۔
"بابا یہ بے چارہ گھر والوں سے دور یہاں رہ رہا ہے اگر ہمارے ساتھ کھانا وغیرہ کھا لیا کرے تو؟" سفیان نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے سیف صاحب کو مخاطب کیا۔
"بیٹا اس میں کوئی برائی نہیں آپ اسے اپنا گھر ہی سمجھیں۔" سیف صاحب نے اسے کھلے دل سے ویلکم کیا تھا۔
"ناشتے میں کیا لو گے؟" سفیان اب آداب میزبانی نبھا رہا تھا۔
"چیز آملیٹ۔" زوار نے اپنی پسند سے اسے آگاہ کیا۔
عروش کچن کے دروازے میں کھڑی یہ ساری کاروائی دیکھ رہی تھی نجانے کیوں زوار کو دیکھتے ہی اسکا موڈ خراب ہو گیا تھا۔

"عروش ایک چیز آملیٹ تو بنا دو۔" سفیان نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

وہ خاموشی سے سر ہلاتی کچن میں چلی گئی۔

"سمجھتا کیا ہے خود کو کل مجھے کیسے ڈرا دیا سیدھی طرح نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہاں پہ جو نیا کرائے دار ہے وہ میں ہوں۔ پہلے یونیورسٹی میں اس نے جان عذاب کی ہوئی تھی اب گھر پہ بھی سکون نام کی کوئی چیز نہیں بچی۔ اوپر رہتا ٹھیک تھا سیفی بھائی اٹھا کے جناب کو نیچے لے آئے ہیں۔ "جتنی تیزی سے اس کے ہاتھ چل رہے تھے اتنی تیزی سے اسکی زبان بھی چل رہی تھی۔

"کیا بات ہے عروش؟" زارا نے اس کی بڑبڑاہٹ کا نوٹس فوراً لیا تھا۔

"اتنا بے شرم مہمان میں نے پہلی بار دیکھا ہے۔" عروش نے باول زور سے سلیب پہ پٹخا۔

"عروش اتنا غصہ کس بات پہ ہے؟" زارا نے اسے حیرت سے دیکھا۔

"بس یونہی آڈر ایسے لگا رہا تھا جیسے ہوٹل میں آیا ہو نواب کہیں کا۔"

"کافی سلجھا ہوا لڑکا ہے۔ تم کیوں غصہ کر رہی ہو؟" زارا ابھی تک حیران تھی یہ نیچر تو نہیں تھی عروش کی۔

"آپ بھی نہ بس پیچھے پڑ جاتی ہیں۔ بس موڈ خراب تھا غصہ اس پہ نکال دیا۔" وہ جان چھڑانے والے انداز میں کہتی واپس اپنے کام میں مصروف ہو گئی۔

"سنیں!" وہ آملیٹ میز پہ رکھ کر جانے کے لیے مڑی تھی جب زوار نے اسے پکارا۔

عروش نے رک کر اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"اگر آپ کام والی کے ساتھ جا کر میرا کمرہ صاف کروا دیں وہ کیا ہے کہ بہت قیمتی سامان ہے میرا۔" وہ انتہائی معصومیت سے کہہ رہا تھا۔

اگر بابا اور سفیان بھائی نہ بیٹھے ہوتے تو یقیناً وہ اسے ٹکا سا جواب دے کر وہاں سے روانہ ہو چکی ہوتی۔

"ہماری ملازمہ بہت ہی قابل بھروسہ ہیں آپ بے فکر رہیئے۔"

"اگر وہ کہہ رہے ہیں تو تم چلی جاؤ ساتھ ورنہ روزی کو بھیج دو۔" سفیان نے عروش کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"جی بہتر۔" وہ سر ہلاتے ہوئے وہاں سے چلی گئی۔

بانو ان کی پرانی ملازمہ تھی قابل بھروسہ خیر اس بات سے زوار تو واقف نہیں تھا۔

وہ بانو کو ساتھ لے کر اوپر چلی گئی وہ روزی کو بھیج دیتی مگر وہ سو رہی تھی اور زوار کی غیر موجودگی میں تو وہ کبھی نہ

جاتی۔

بانو اپنے کام میں مصروف ہو گئی تو عروش بغور اس کی (قیمتی اشیاء) کا جائزہ لینے لگی۔ سائیڈ ٹیبل پہ اسکی ایک تصویر گھڑی اور چارجر پڑا تھا۔ سٹڈی ٹیبل پہ کچھ بکس اور لیپ ٹاپ موجود تھے۔ بے شمار قیمتی پرفیومز اور کاسمیٹکس سے ڈریسنگ ٹیبل سجی ہوئی تھی۔

"توبہ اتنا تو کوئی لڑکی اپنی بیوٹی کے لیے کانشس نہیں ہو گی جتنا یہ موصوف۔ "وہ دل ہی دل میں سوچتی بک ریک کی طرف بڑھی۔ اس میں تقریباً سبھی مشہور مصنفین کے ناولز موجود تھے۔ مگر سب سے زیادہ ناولز کی تعداد دُرِ سکندر نامی رائٹر کی تھی۔ وہ بغور ان ناولز کو دیکھ رہی تھی۔ آج کے دور میں بھی کوئی بکس پڑھنے کا اتنا شوقین ہے اسے یہ جان کر خوشی ہوئی تھی۔

"بی بی جی صفائی ہو گئی ہے۔ میں جاؤں؟" بانو اب اس سے اجازت طلب کر رہی تھی۔ عروش نے سر اثبات میں ہلایا وہ اجازت ملتے ہی وہاں سے چلی گئی۔

عروش نے دُرِ سکندر کی بک "پہرہ" اٹھائی تھی۔ اور اس کے صفات الٹ پلٹ کے دیکھنے لگی۔

"مجھے اس رائٹر سے بہت سے اختلافات ہیں۔ "

زوار کا یہ فقرہ اتنا اچانک تھا کہ وہ جو اس کتاب میں کھوئی ہوئی تھی اچانک کتاب اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے جا گری۔

"آپ سے بات کرنا تو بہت مہنگا پڑنے والا ہے مجھے پہلے ملے تو کپ توڑ دیا اب ملے تو کتاب نیچے گر گئی اب یہ بچ گئی ہے کہ نہیں میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔" زوار نے جھک کر وہ کتاب زمین سے اٹھائی۔

"آپ کو بھی تو ہمیشہ آ کر سرپرائز کرنا ہوتا ہے۔" وہ جو اس کو اپنے تئیں گھر سے باہر بھیج چکی تھی اپنے سامنے پا کر چڑ گئی۔

"میں تو اپنی گھڑی لینے آیا تھا۔" زوار نے سائیڈ ٹیبل سے اپنی واچ اٹھائی۔

"آپ کے ہاتھ میں اپنا فیورٹ ناول دیکھا تو سوچا کچھ تبصرہ ہی ہو جائے۔ آپ پڑھتی ہیں کیا ناول؟" وہ اب گھڑی اپنی کلائی پہ باندھ رہا تھا۔

"نہیں۔" عروش کی طرف سے کرارا سا جواب آیا۔

"ویسے آپ نہ بھی بتائیں آپ کو دیکھ کر ہی پتہ چل جاتا ہے کہ ادب سے آپ کا دور کا بھی واسطہ نہیں۔" وہ بک

ہاتھ میں لیئے اس کے سامنے جا کھڑا ہوا۔

"مگر آپ کو یہ کتاب ضرور پڑھنی چاہیئے۔" زوار نے وہ کتاب اس کی طرف بڑھائی۔ عروش نے خاموشی سے اسے تھام لیا۔

"مجھے سمجھ نہیں آتا کہ یہ دُرِ سکندر کیسا نام ہے پتہ ہی نہیں چلتا کہ رائٹر لڑکا ہے کہ لڑکی لائک فرحت عباش شاہ۔" وہ اپنی بات کے اختتام پر خود ہی ہنسا۔

"آپ کو دُرِ سکندر سے کیا اختلاف ہے؟" وہ سب اس سے پوچھ رہی تھی۔

"اختلاف! مجھے ان سے اختلافات ہیں۔" وہ زور دے کر بولا۔

"مگر آپ کے پاس ان کے اتنے ناول ہیں مجھے لگا وہ آپکی فیورٹ ہیں۔" عروش نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"ہاں بہت سارے اختلافات کے باوجود وہ فیورٹ ہیں میری کیونکہ اگر کچھ باتوں کو نظر انداز کر دیا جائے تو ان کی باتوں میں بہت گہرائی ہے ان کی شخصیت بہت پر اسرار ہے۔ اتنی بکس کے بعد بھی میں نے انکا ایک انٹرویو نہیں پڑھا اور جہاں تک میرا خیال ہے انکا ایمان محبت پہ بہت کمزور ہے۔"

"آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ انکا ایمان محبت پہ کمزور ہے؟" عروش کتاب سینے سے لگائے بغور اس کی باتیں سن رہی تھی جب اچانک بول اٹھی۔

"اب آپ نے یہ ناول پڑھا ہوتا تو میں آپکو بتاتا۔" زوار نے کندھے اچکائے۔

"میں یہ ناول پڑھ چکی ہوں بہت تعریف سنی تھی ضویا سے اس لیے پڑھا تھا۔" وہ سر جکھائے بولی۔

"واو گریٹ! اب آپ اس ناول کے مین کردار ماہی کو لے لیجئے، وہ جب شاویز سے محبت کرتی تھی تو خود پہ پہرہ کیوں بٹھالیا خود کو قید کر لیا آپ بتائیں کوئی محبت پہ پہرہ بٹھا سکا ہے؟ جبکہ شاویز بھی تو اس سے محبت کرتا تھا اگر وہ تھوڑا جھک جاتی تو اسکی لائف میں پرابلمز نہیں آتے۔" وہ اسے دلیل دے رہا تھا۔

"کچھ لوگ تب جھکتے ہیں جب وہ ٹوٹ چکے ہوتے ہیں جبکہ ماہی ایک بہت مضبوط لڑکی تھی جسکے ہر رشتے نے اسے دھوکا دیا جسکا اعتبار محبت سے اٹھ چکا تھا ایسے میں شاویز سے محبت کا ادراک اس کے لیے کسی اذیت سے کم نہیں تھا اور جہاں تک بات ہے پہرہ بٹھانے کی تو وہ ایک بار پھر ٹوٹنا نہیں چاہتی تھی۔ اس لیے اس نے خود کو مار کر جینا سیکھ لیا وہ کیوں جھکتی شاویز جھکتا مگر وہ محبت کرنے کے باوجود بھی کبھی ماہی کو سمجھ نہیں پایا۔" وہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولتی چلی گئی۔

"میں سمجھتی ہوں کہ کوئی بھی رائٹر آپ کا تب فیورٹ ہوتا ہے جب اس کے دیئے گئے پیغام کو آپ سمجھ لیتے ہیں اور سمجھ نہیں پاتے تو یہ ایک رائٹر کے ناکام ہونے کی سب سے بڑی وجہ ہے کہ اگر اس میں ٹیلنٹ ہوتا تو وہ لفظوں کے جادو نہ جگاتا آپ کو اپنا دیا گیا پیغام بھی سمجھاتا آئی تھینک دُرِ سکندر اپنا پیغام ٹھیک سے نہیں پہچا سکیں۔" وہ مسکرا کر کہتی کتاب واپس ریک پہ رکھ کر باہر کی طرف بڑھ گئی۔

"رائٹر ناکام نہیں ہے میں جاہل ہوں ورنہ اسکا دیا ہوا ایک ہی پیغام آپکو سمجھ آیا مگر مجھے نہیں تو بتایئے کون بے عقل ہے؟ زوار نے اسکی پشت کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

وہ رکی، مڑی، مسکرائی اور پھر واپس پلٹ کر چلی گئی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

ضویا ہوا کے گھوڑے پہ سوار آئی تھی سب سے سلام کیا اور عروش کو اپنے ساتھ لے کر چلتا بنی۔ وہ اسے روکتی رہ گئی چائے تو پی لو مگر وہ کہاں رکنے والی تھی وہ تو صد شکر عروش اس کے آنے سے پہلے تیار تھی۔ وہ اسے ساتھ لیے شہر کی سب سے مشہور اور بڑی بوتیک پہ آئی تھی۔

"ضویا کچھ بتاؤ گی کہ کیا کیا خریدنا ہے؟" عروش اس کے ساتھ چلتے ہوئے بولی۔

"یار باقی کسی چیز کا مجھے نہیں پتہ وہ سب مما ارینج کریں گی۔ ہاں آج ہم لوگ نکاح کے لیے ڈریس دیکھنے آئے ہیں۔ یہ مما کی فرینڈ کی بوتیک ہے اس لیے میں تمہیں ساتھ لائی کہ مشورہ دے دینا۔" وہ دونوں اب مختلف ڈریسسز دیکھ رہیں تھیں۔

"تمہارے مائنڈ میں کوئی آئیڈیا نہیں کہ ڈریس ایسا ہونا چاہیئے؟" عروش نے اس سے پوچھا۔

"ہاں بالکل ہے مگر پہلے ہم ڈریسسز دیکھیں گے پھر کچھ سوچیں گے۔" وہ مزے سے بولی۔

"تو دیر کس بات کی ہے آؤ ان سے بات کرتے ہیں کہ ہمیں ہمارے پسند کی چیز دیکھائیں۔"

ارے رکو احمر کو تو آلینے دو۔" وہ شرماتے ہوئے بولی۔

"اچھا تو یہ بات ہے محترمہ تو مجھے کباب میں ہڈی بنا کہ کیوں لائی ہو تم دونوں آجاتے اور یہ شرمانے کی نہ ایکٹنگ نہ کرو بہت عجیب لگ رہی ہو۔" عروش نے اپنی مسکراہٹ چھپاتے ہوئے کہا۔

جواباً ضویا نے اسے گھور کر دیکھا۔

"تم نے بتایا نہیں کہ احمر کے ساتھ زوار صاحب بھی آرہے ہیں۔" عروش کی نظر بوتیک میں آتے زوار اور احمر پر

پڑ چکی تھی۔

"ظاہر ہے میں تمہیں لائی ہوں وہ تو اسے ضرور لائے گا۔" ضویا نے لاپروائی سے کہا۔

"تمہیں بتانا چاہیئے تھا میں نہ آتی۔" عروش کا موڈ اچانک آف ہو گیا تھا۔

"تم کیوں چڑتی ہو اس سے۔ کیا کہتا ہے وہ معصوم تمہیں۔" ضویا حیران تھی۔

"کچھ نہیں۔" وہ چہرہ موڑ کر کپڑے دیکھنے

☆☆☆☆☆☆☆☆

"اوئے یہ محترمہ بھی آئی ہوئی ہیں!۔" وہ لوگ شاپنگ مال میں انٹر ہونے تک اسی بات پہ بحث کر رہے تھے کہ احمر اسے ساتھ کیوں لایا اور احمر اسے کنونس کر رہا تھا کہ اسے اسکی سپورٹ کی ضرورت ہے۔ مگر بوتیک کے دروازے تک پہنچنے تک وہ چڑا ہوا تھا کیونکہ آج سنڈے تھا اور وہ ریسٹ کرنا چاہتا تھا۔ وہ لوگ جیسے ہی انٹر ہوئے تھے زوار کی نظر عروش پہ پڑی تھی۔ اس کا موڈ اچانک فریش ہو گیا تھا۔

"ظاہر ہے ضویا اسے بھی ساتھ لانے والی تھی۔" احمر نے لاپروائی سے کہا۔

"چلو شکر ہے اب میں اکیلا بور نہیں ہوں گا۔ کوئی اور بھی موجود ہو گا۔" زوار مزے سے بولا۔

"شرم کر تمہاری شادی پہ میں بھی ایسے ہی کروں گا جیسے تو کر رہا ہے۔" احمر نے اسے وارننگ دی۔

"میری شادی بہت اسپیشل ہو گی۔" زوار اٹھلایا۔

"ہاں بالکل تم ضرور کوئی چاند چڑھاؤ گے آئی نو۔" احمر نے اسکے کندھے پہ تھپکی دی۔ جواباً زوار نے اسے گھورا تھا۔

وہ لوگ اب ضویا اور عروش کے قریب پہنچ چکے تھے۔ ضویا نے دونوں کو خوشدلی سے ویلکم کیا تھا جبکہ عروش رخ موڑے مختلف ڈریسیز کو دیکھتی رہی تھی۔

احمر اور ضویا اب ایک برائیڈل ڈریس پہ بحث کر رہے تھے۔ احمر بضد تھا کہ ضویا کو وہ لینا چاہیئے۔ جبکہ ضویا کا کہنا تھا کہ اسکا نکاح ہے اس لیے ڈریس زیادہ ہیوی نہیں ہونا چاہیے۔

"دیکھو میری بات مان لو پھر نہ کہنا بتایا نہیں۔" احمر نے اس کے کان کے قریب سرگوشی کی۔

"کیا مطلب۔؟" ضویا نے حیرانگی سے احمر کو دیکھا۔

"دیکھو ہو سکتا ہے نکاح کے بعد میری نیت بدل جائے اور میں رخصتی کی ڈیمانڈ کر دوں اور مجبوراً تمہیں ماننی پڑے۔" احمر نے اسے سمجھانے والے انداز میں کہا۔ جواباً ضویا نے اسے ایک زوردار کہنی رسید کی تھی وہ کراہ کے رہ گیا۔

زوار ان سے کچھ فاصلے پر بیٹھا اپنے موبائل میں گم تھا۔ عروش ابھی تک ڈریسیز پہ ریسرچ کر رہی تھی۔ زوار نے نوٹس کیا تھا کہ وہ ایک ہی ڈریس کو کئی بار دیکھ چکی تھی اور اب بھی اسی کے پاس کھڑی تھی لائٹ گرین اور پنک کلر کا وہ ڈریس واقع ہی بہت شاندار تھا۔

"عروش یار ادھر آؤ۔" ضویا نے اپنے پاس بلایا تھا۔ ان لوگوں نے ایک ڈریس فائنل کر لیا تھا اب وہ اس کی رائے معلوم کرنا چاہتی تھی۔ گولڈن ڈریس کے ساتھ ٹی پنک دوپٹہ وہ لہنگا واقعی بہت خوبصورت تھا۔ زوار نے اسے دور سے ہی ڈن کر دیا تھا اس کے ساتھ دولہا کی میچنگ شیروانی بھی تھی دوپٹہ کے ہم رنگ کُلا اور شرٹ کے ہم رنگ شیروانی۔ وہ لوگ وہ سب فائنل کر کے وہاں سے اٹھے تھے۔ جب ضویا عروش کو اپنے ساتھ لے کر ایک طرف چلی آئی اور ایک رائل بلو کلر کا سوٹ نکال کر اس کے سامنے کیا۔

"یہ کیا ہے۔؟" عروش نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"بھئی میرے نکاح کے لیے ہے۔ تم یہ پہنو گی۔" ضویا نے جوڑا اسکے ساتھ لگا کر دیکھا۔ "جچ رہا ہے تم۔" پر وہ مسکرائی۔

"مگر ضویا نکاح تمہارا ہے۔ مجھے تمہیں کچھ گفٹ کرنا چاہیئے۔ الٹا تم مجھے۔۔" عروش شرمندگی سے گویا ہوئی۔

"سنو لڑکی مجھے کوئی لیکچر نہیں چاہیئے سمجھی تم یہ ہی پہنو گی۔" ضویا کا لہجہ اٹل تھا عروش خاموش ہو گئی۔

"آپ لوگ باہر میرا ویٹ کرو میں آپ لوگوں کا سامان لے کر آتا ہوں۔" احمر کاؤنٹر پہ کھڑا بل بنوا رہا تھا۔ جب زوار نے اپنی خدمات پیش کیں۔

"چل ٹھیک ہے جلدی آ جا ہم ویٹ کر رہے ہیں۔" احمر اپنا کریڈٹ کارڈ اس کے حوالے کرتا ان دونوں کے ہمراہ باہر نکل گیا تھا۔ زوار بل پے کر کے سامان لے کر ان کے پیچھے پہنچا وہ لوگ پارکنگ میں اسکاویٹ کر رہے تھے۔

"آگے کا کیا پلان ہے۔؟" زوار سامان ڈیگی میں رکھ کر ڈرائیونگ سیٹ پہ آیا۔

"بہت بھوک لگی ہے صبح سے کچھ نہیں کھایا کچھ کھلا دو۔" ضویا سیٹ کی پشت سے سر ٹکاتے ہوئے کہا۔

"لنچ کا ٹائم گزر گیا اور ڈنر کا ٹائم ابھی ہوا نہیں۔" احمر نے بیک مرر ضویا کے چہرے پہ سیٹ کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں تو فاسٹ فوڈ کس مرض کی دوا ہے وہی کھلا دو پر کچھ کھلا دو۔" ضویا نے دوہائی دی۔

"اوکے بابا اپنی فرینڈ سے پوچھ لو وہ فاسٹ فوڈ کھا لیں گی۔" زوار نے گردن گھما کر تھوڑا پیچھا دیکھا۔

"ہاں کیوں نہیں۔ یہ کوئی انڈیا سے تھوڑی آئی ہے۔ جو نان ویج نہیں کھائے گی اگر کھا لیا تو اسکا دھرم برشٹ ہو

جائے گا۔" ضویا نے منہ بنا کر کہا۔ احمر اور زوار دونوں اس کی بات پر کھل کھلا کر ہنسے تھے۔ عروش نے ضویا کو جواباً گھور کر دیکھا۔

"پھر بھی کچھ لوگ بہت ڈائٹ کانشس ہوتے ہیں۔ باہر کی چیزوں کو زیادہ پسند نہیں کرتے۔" زوار نے گردن کو ایک بار پھر پیچھے موڑا۔

"اپنا سر سیدھا رکھو ایکسیڈنٹ مت کروا دینا۔ میں ابھی مرنا نہیں چاہتا ابھی تو میری شادی بھی نہیں ہوئی۔ نکاح میں بھی بہت وقت ہے۔" احمر نے اسکا سر پکڑ کر سیدھا کیا۔

"ہاں میں سامنے ہی دیکھ رہا ہوں۔" زوار خجل ہوتے ہوئے مسکرا دیا۔

"کیا بات ہے عروش۔ آپ بہت خاموش ہیں خیریت تو ہے۔؟" احمر اب کے عروش کو مخاطب کر لیا تھا۔

"نہیں احمر بھائی کوئی بات نہیں ہے۔ میں ویسے ہی کم بولتی ہوں آپ کو پتہ تو ہے۔" وہ اسے مختصر سا جوب دے کر پھر سے خاموش ہو گئی تھی۔

زوار نے نوٹس کیا تھا وہ ایسا صرف اسکی موجودگی میں کرتی تھی مگر کیوں۔؟ یہ بات اسے الجھا دیتی تھی۔ کیا وہ اسے اتنا برا لگتا تھا کہ وہ اسکی شکل دیکھنے کی بھی روادار نہیں تھی۔ زوار کے دل کو انجانا سا درد محسوس ہوا تھا۔ کیوں کیا میں اتنا برا ہوں۔؟ وہ خود سے سوال کرنے لگا۔

"ابے رک جا آگے کہاں جا رہا ہے۔" احمر نے اچانک اسٹرینگ پہ ہاتھ رکھا۔ زوار نے چونک کر اسے دیکھا انکی مطلوبہ جگہ آچکی تھی۔

"کہاں کھوئے تھے۔ گاڑی بھی نہیں روکی۔" احمر نے اسے حیرانگی سے دیکھا۔

"بس سوچا آگے جا کر پارک کرتا ہوں۔" وہ گاڑی پارک کرتے ہوئے خود کو نارمل کرنے لگا احمر کندھے اچکاتا باہر نکل گیا۔ وہ ریسٹورنٹ میں بھی بہت خاموش اور کھویا کھویا سا تھا۔ نجانے کیوں دل ایک دم سے بجھ سا گیا تھا۔

"پہلے وہ خاموش تھی اب تم نے بھی یہ ٹھان لیا ہے کہ۔۔۔۔

اوڑھ لی ہے خاموشی،

گفتگو نہیں ____ کرنی

دل کو مار دینا ہے،

آرزو ____ نہیں کرنی

اب تمہاری راہوں میں

دھول بھی ____ نہیں ہونا

اور تم کو پانے کی

جستجو _____ نہیں کرنی

احترام ہے دل میں

اس قدر ترا _____ جاناں

بات بھی بچھڑنے کی

احمر نے لہک لہک کے نظم پڑھنا شروع کی تھی۔ اور اب آخری فقرے پہ اٹک گیا تھا جو اب اس کے ذہن میں نہیں آ رہا تھا۔

"بات بھی بچھڑنے کی بے وضو نہیں کرنی۔" وہ زیر لب دہراتے ہوئے یاد کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"اب یقین بھی کوئی

میں نہیں _____ دلاؤں گی

اب کوئی شکایت بھی

روبرو ______ نہیں کرنی"

عروش کی آواز پر زوار نے جھکا سر اٹھایا تھا۔ دونوں کی نظریں پل بھر کے لیے ملیں اور پھر عروش نے اپنی نظروں کا زاویہ بدل لیا تھا اور پھر سے ادھر ادھر دیکھنے لگی تھی۔ زوار کئی ثانیے بے خودی کی کیفیت میں اسے دیکھے گیا۔

"واہ عروش واہ زبردست شکر ہے تم نے مکمل کر دیا۔ ورنہ نہ یاد آنے کی صورت میں میں گھنٹوں الجھتا رہتا۔" احمر نے اسے داد دی وہ بس مسکرا دی۔

"اگر یہ ہر وقت مسکرایا کرے تو کیا برائی ہے۔" زوار نے دل ہی دل میں سوچا۔

"ابے تیری شان میں پوری نظم پڑھ ڈالی ہم نے اور تم ابھی تک خلاؤں میں کھوئے ہو۔" احمر نے اب کے زوار کو خاصا ڈپٹ کر کہا۔

"سن رہا ہوں ائیکچولی میں بھی خاموش رہنے کی پریکٹس کر رہا تھا اور کوئی بات نہیں۔" وہ مسکراتے ہوئے فوراً متوجہ ہوا۔

"کیوں تمہیں اس سب کی کیا ضرورت ہے۔" احمر نے اسے مشکوک نظروں سے دیکھا۔

"ہم یہاں کچھ کھانے آئے تھے نہ کہ شعر و شاعری کا مقابلہ کرنے۔" ضویا نے چڑ کر کہا۔

"اوکے جان میں ابھی کچھ لاتا ہوں۔ آپ حکم کریں کیا کھانا پسند کریں گیں۔" احمر فوراً مودب ہوا۔

"زہر۔" ضویا غصے سے بولی۔

"نہیں جان وہ تو میں کھاؤں گا۔ آپ سے شادی کے بعد آپ کچھ اور آڈر کر دیں۔"

"احمر۔۔۔" ضویا ایک دم سے چلائی تھی۔ زوار اور عروش کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"عروش تم زوار کے ساتھ گھر چلی جاؤ مجھے اور احمر کو ایک دو جگہ انویٹیشن کارڈز دینے جانا ہے۔ خود دینے جانا بہت ضروری ہے ورنہ میں تو کبھی نہ جاتی۔"

"مگر ضویا تم میرے گھر والوں کو اچھی طرح جانتی ہو اگر ڈراپ نہیں کر سکتی تھی تو پہلے بتا دیتی میں ساتھ ہی نہ آتی۔" عروش کے لہجے میں خفگی تھی۔

"یار آئی ایم سوری مگر اب تو رات ہو گئی ہے۔ میں تمہیں اکیلے نہیں جانے دوں گی پلیز تم زوار کے ساتھ چلی جاؤ کچھ نہیں ہو گا۔"

"زوار بات سنیں پلیز۔" ضویا نے ساتھ ہی زوار کو اپنی طرف متوجہ کیا۔ عروش نے لاکھ آنکھوں آنکھوں میں اسے اشارے کیے تھے مگر ضویا نے بالکل نوٹس نہیں لیا۔

"جی کہیئے۔" زوار جو احمر سے کوئی بات کر رہا تھا۔ فوراً ان کی طرف متوجہ ہوا۔

"آپ پلیز عروش کو گھر ڈراپ کر دیں۔" ضویا کا لہجہ ملتجی تھا۔

"ارے یہ کونسی بڑی بات ہے ان سے پوچھ لیں اگر انہیں اعتراض نہ ہو تو۔" زوار نے ایک نظر خاموش کھڑی عروش پہ ڈالی۔

"اٹس اوکے ضویا تم جاؤ میری فکر مت کرو۔" عروش کا لہجہ نارمل تھا۔ ضویا اس کے اتنی آسانی سے مان جانے پر کافی حیران ہوئی تھی۔

"اوکے پھر کل ملتے ہیں۔" ضویا عروش سے گلے ملتے ہوئے احمر کے ساتھ اپنی گاڑی کی جانب بڑھ گئی۔

"اب ہم بھی چلیں۔" ضویا اور احمر کی گاڑی آنکھوں سے اوجھل ہوئی تو زوار نے اسے مخاطب کیا۔

"آئی ایم سوری زوار صاحب میں آپ کے ساتھ نہیں جاؤں گی۔" وہ سڑک پر ادھر ادھر نظریں دوڑانے لگی۔

"مگر کیوں ضویا سے تو آپ نے کہا تھا کہ۔" زوار نے حیرانی سے اسے دیکھا۔

"میں نے اس سے کہا تھا کہ میں چلی جاؤں گی۔ یہ تو نہیں کہا تھا کہ آپ کے ساتھ جاؤں گی۔" عروش نے اسکی طرف دیکھتے ہوئے کندھے اچکائے۔

"مگر اس وقت آپ کیسے جائیں گی۔"

"یہ میرا مسئلہ ہے آپکا نہیں آپ جا سکتے ہیں۔" عروش کے لہجے میں نرمی بالکل نہیں تھی۔ زوار کو اپنی انسلٹ محسوس ہوئی۔

"دیکھیں آپ جیسی لڑکیاں پتہ نہیں کیوں اپنی انا اور خودداری کو سر پہ سوار کر لیتی ہیں۔ مجھ سے لفٹ لینے میں میں جانتا ہوں آپکی خودداری کو ٹھیس پہنچے گی۔ مگر کبھی کبھی مصلحت اسی میں ہوتی ہے کہ آپ اپنے اصولوں کو کچھ دیر کے لیے ایک طرف کر دیں اب تو میں آپکے گھر میں رہتا ہوں اب تو آپ بھروسہ کر ہی سکتی ہیں۔" زوار کے لہجے میں اب پہلے والی نرمی نہیں رہی تھی۔

"مجھ جیسی لڑکیاں واقع ہی بہت بے وقوف ہوتی ہیں۔ مگر ان کے اصول ہی ان کی زندگی ہوتے ہیں پہلا قدم ہمیشہ مشکل ہوتا ہے اگر وہ اٹھا لیا تو آگے آسانی ہی آسانی ہے مگر عزت نہیں۔ میں آپکی نہ تو انسلٹ کر رہی ہوں نہ ہی مجھے آپ پر کوئی شک وشبہ ہے۔ مگر میں پھر بھی آپ کے ساتھ نہیں جاؤں گی اسے میری گزارش سمجھیں خودداری یا انا یہ آپکی مرضی ہے۔" عروش نے اپنی بات کے اختتام تک ہاتھ کے اشارے سے ایک رکشہ روک لیا تھا۔ وہ بس اسے دیکھ کر رہ گیا یہ لڑکی واقع ہی اسکی سمجھ سے باہر تھی۔ نا چاہتے ہوئے بھی اتنی انسلٹ کے باوجود بھی اس نے اس آٹو کو فالو کیا تھا گھر تھا منزل بے شک دونوں کی الگ تھی مگر راستہ تو ایک ہی تھا۔ وہ آٹو والے کو پیسے دے کر گیٹ کی جانب بڑھی تھی جب اچانک زوار نے سامنے آ کر اس کا راستہ روک لیا تھا۔

"جب ہم دونوں کو ایک ہی جگہ آنا تھا تو اس میں صاف میری انسلٹ ہی ہوئی نا کہ میرے مقابلے پہ تم نے ایک غیر رکشے والے کو اہمیت دی جسے تم بالکل نہیں جانتی میں بہت برا سہی مگر اتنا بھی برا نہیں ہوں کہ مجھ سے لفٹ تک نہ لی جائے۔" وہ اس پہ نظریں جمائے برہمی سے بولا۔

"زوار آپ میرے گھر والوں کو نہیں جانتے اس لیے اس بحث کو یہیں رہنے دیں مجھے کسی سے کوئی ڈر خوف نہیں ہے۔ مگر میں کوئی ہنگامہ نہیں چاہتی آپ پر یا مجھ پر کوئی انگلی اٹھائے یہ مجھ سے برداشت نہیں ہو گا اور یقین آپ سے بھی۔

بہتر ہے کہ آپ بھی اس سب سے دور رہیے میرے گھر والوں پر شومت کیجئیے گا کہ آپ مجھے جانتے ہیں یا ہم یونیورسٹی میں ساتھ ہیں آپ کی بہت مہربانی ہو گی۔" عروش کا لہجہ اب کے نارمل تھا۔

"مس عروش واو ایک لفٹ لینے پر آپ کے گھر والے سمجھتے کہ میرا آپ سے کوئی افیر چل رہا ہے۔ یہ آپ نے سوچ بھی لیا۔" زوار ایک دم سے ہنسا۔ عروش بس ضبط سے مٹھیاں بھینچ کر رہ گئی۔

"مطلب اگر رکشے پہ دیکھتے تو کچھ نہیں سوچتے۔" وہ اب معصومیت سے سوال پوچھ رہا تھا۔

"ظاہر ہے اب میرا رکشے والے سے تو افیر ہونے سے رہا۔" وہ غصے سے بولی۔

"یعنی مجھ سے ہو سکتا ہے۔" اسنے اپنی مسکراہٹ چھپائی۔

"آپ اپنی حد میں رہیں نہیں لینی تھی لفٹ نہیں لی اور نہ کبھی لوں گی سمجھے۔ آپ خواہ مخواہ ہی پیچھے پڑ گئے۔" وہ غصے سے کہتی گھر کے اندر داخل ہو گئی وہ بھی مسکراتے ہوئے اس کے پیچھے تھا۔

روزینہ نے انہیں کھڑے ہو کر بات کرتے دیکھا تھا زوار کا اس کے سامنے آکر اسے روکنا بات کرنا مسکرانا ان کے اندر جانے کے بعد وہ بھی اپنے کمرے کی کھڑکی بند کر کے باہر آگئی تھی۔ زوار سیدھا اپنے کمرے میں گیا تھا اور عروش چینج کر کے کچن میں زارا کی مدد کے لیے آگئی تھی۔ آج ڈنر پہ خاصا اہتمام تھا سبھی لوگ گھر پہ موجود تھے۔

"تم تھکی ہوئی آئی ہو تم رہنے دو میں کر لیتی ہوں۔" زارا نے اسے روکنا چاہا۔

"ارے نہیں آپی بس برتن لگا دیتی ہوں اور سمیٹ دوں گی باقی تو آپ کر ہی چکی ہیں۔" وہ دھیرے سے مسکرائی۔

"چلو جیسے تمہاری مرضی۔" زارا پھر سے اپنے کام میں مصروف ہو گئی عروش کا موڈ کافی آف تھا۔ مگر اس نے خود کو نارمل کر لیا تھا۔ وہ کھانا لگا چکی تو سب کو کھانے پہ بلالائی۔ جب سیڑھیوں سے اترتے زوار کو دیکھ کر وہ پھر سے آف موڈ پہ لگ گئی تھی۔ وہ جتنا اس سے دور بھاگتی تھی یہ آدمی اتنا ہی اس کے سامنا آرہا تھا۔ اس سے دور بھاگنے کی وجہ تو خود اسکو بھی معلوم نہیں تھی۔

"کھانے کی ٹیبل پہ تو آج فیضی صاحب بھی موجود ہیں بہت بڑی بات ہے۔" سفیان اسے کھانے کی میز پہ دیکھ کر خوش ہوا تھا۔

"بس بھائی آپ تو جانتے ہیں نئی نئی جاب ہے۔ ایسے میں کم ہی وقت ملتا ہے۔ اور مسٹر زوار آپ سے بھی میری آج پہلی بار ملاقات ہو رہی ہے۔ سفیان بھائی سے بہت تعریف سنی ہے آپکی میں نے۔" فیضان نے اب براہ راست زوار کو مخاطب کیا تھا۔

"جی بہت شکریہ یہ تو آپ سب کا پیار ہے۔" وہ عاجزی سے بولا۔ ٹیبل پہ سیف صاحب زوار فیضان اور سفیان موجود تھے۔ زارا اور عروش کچن میں ہی بیٹھی کھانے سے لطف اندوز ہو رہی تھیں۔ کچن اور ڈائنگ ٹیبل کا فاصلہ کچھ زیادہ نہیں تھا اس لیے وہ ان لوگوں کی گفتگو با آسانی سن سکتیں تھیں۔

"مجھے لگتا ہے میں آپ کو پہلے بھی کہیں دیکھا ہے۔" فیضان نے کھانے سے ہاتھ روک کر اچانک زوار کو دیکھا۔ نوالہ منہ کی طرف لے جاتے ہوئے عروش کا ہاتھ وہیں تھم گیا تھا اس کا پورا جسم کان بن گیا تھا۔

"میں بہت سالوں سے اسی شہر میں رہ رہا ہوں۔ کہیں بھی دیکھ لیا ہو گا ایک بار نہیں کئی بار۔" زوار نے پہلے اسے حیرت سے دیکھا پھر کچھ دیر ٹھہر کر لاپرواہی سے جواب دیا۔ عروش ابھی تک اس میں الجھی تھی کہ زوار نے جھوٹ بولا ہے یا واقع ہی اسے کچھ بھی یاد نہیں۔ وہ سر جھٹک کر واپس کھانے کی طرف متوجہ ہو گئی تھی

☆☆☆☆☆☆☆☆

امی آخر کب کام کریں گیں آپ میرا کب سے تو انتظار کر رہا ہوں کچھ تو کریں۔" فیضی نے زچ ہوتے ہوئے کہا۔

"تم انتہائی بے صبرے ہو کہا تو ہے کہ رک جاؤ پلان تیار کرنے میں بھی وقت لگتا ہے۔ مگر نہیں تم تو کہتے ہو کہ پہلے عمل کرو پھر پلان بناؤ۔" شائستہ نے اسے ایک دم ڈپٹ کر کہا۔

"کتنا انتظار اور کروائیں گی مجھے کچھ تو آئیڈیا ہو مجھے بھی پھر آگے اپنی پلاننگ کرنی ہے۔" وہ فوراً ٹھنڈے لہجے میں بولا مبادا اس کی ماں غصے میں اسے انکار ہی نہ کر دے۔

"تمہاری بہن کی اور بھائی کی شادی ہے اور میں اس سب میں کوئی بکھیڑا نہیں چاہتی ایک ہفتہ رک جاؤ۔ بس پھر پلان ون پہ کام شروع کروں گی۔ اگر وہ کامیاب ہو گیا تو پھر پلان ٹو تو سمجھو مشکل ہی نہیں۔" شائستہ کچھ سوچتے ہوئے مسکرائیں۔

"اگر آپ کے پلان سے پہلے ہی اس نے اپنا کوئی پلان آپ کے سامنے رکھ دیا تو آپ کیا کریں گی۔" اپنے ناخنوں کی تراش خراش کرتی کافی دیر سے ان دونوں کی باتیں خاموشی سے سننے والی یہ روزینہ تھی۔

"کیا مطلب۔" فیضی نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"کچھ خاص نہیں بس یونہی وہ لڑکوں کے ساتھ پڑھتی ہے ہو سکتا ہے اسے کوئی پسند ہو۔" روزینہ کو گیٹ پہ دونوں کا بات کرنا یاد آیا تھا۔ زوار کا اسے دیکھنا کوئی عام دیکھنا نہیں تھا۔ اور مسکرانا اس میں بھی کچھ تھا۔ وہ پر سوچ انداز میں بولی۔

"ایسا نہیں ہو سکتا۔ ہوا بھی تو اس میں اتنی ہمت نہیں ہے کہ وہ سٹینڈ لے سکے۔ بس ہمیں بابا کو اپنی مٹھی میں کرنا

ہے آگے بس آسانی ہی آسانی ہے۔" وہ پر سکون سانس ہوا کے سپرد کرتے ہوئے مسکرایا۔

"تم دونوں بس چپ کر جاؤ میں کر لوں گی سب۔ بس تم بے صبری مت دیکھانا باقی سب ٹھیک ہو جائے گا۔ ابھی تم دونوں جاؤ یہاں سے مجھے آرام کرنے دو۔" شائستہ بیگم نے دونوں کو ہری جھنڈی دیکھا کر خود آرام کی غرض سے نیم دراز ہو گئیں۔ فیضی مسکرا کر کمرے سے باہر نکل گیا۔

"مجھ سے کبھی مت پوچھنا کہ مجھے کیا چاہیے۔ مجھے تو کوئی پرابلم نہیں اپنے لاڈلے بیٹے کے لیے سب کچھ کرنا میں بے شک مر جاؤں۔" روزی غصے سے کہتی پاوں پٹختی کمرے سے نکل گئی۔

"ہیں اب اسے کیا ہوا۔؟" شائستہ بیگم نے پل بھر سوچا اور پھر سے کمبل واپس منہ پہ تان لیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ رائٹنگ ٹیبل پہ بیٹھی مسلسل کچھ لکھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ اگر کچھ لکھا نہیں جا رہا تھا تو نیند بھی نہیں آ رہی تھی۔ وہ عجیب کوفت کا شکار تھی ایک بے نام سی الجھن اور بے چینی نے اس کے پورے وجود کا احاطہ کر رکھا تھا۔ اس کے اصول ہی اس کے لیے سب کچھ تھے مگر یہ پہلی بار ہو رہا تھا کہ ان پہ عمل کر کہ اسے خوشی کے بجائے پریشانی ہو رہی تھی۔ جیسے کچھ غلط کیا ہو کچھ غلط کیا ہے یا کہیں کچھ غلط ہو رہا تھا۔ اس کا دل بغاوت پہ کیوں امادہ ہو رہا تھا۔ کھیلنے کے لیے بھلا چاند بھی ملا کرتا ہے مگر وہ کب خواہش کر رہی تھی۔ وہ تو اس خواہش سے بھاگ رہی تھی چھپ رہی تھی مگر شاید بربادی اس کے تعاقب میں تھی۔ جو خود چل کر اس کے گھر تک پہنچ گئی تھی اب وہ اور کتنے دن بچ سکتی تھی یہ اسے معلوم نہیں تھا۔ اسکا سر درد سے پھٹنے لگا تھا۔

"یا اللہ مجھے کیا ہوتا جا رہا ہے۔ میں اس کے سامنے یہ سب کیا کرنے لگ جاتی ہوں۔ وہ کیا سوچتا ہو گا کہ میں یہ سب اس کے لیے کرتی ہوں۔ اسکی اٹینشن کے لیے ہاں یہ سچ ہے کہ اسے دیکھ کر میں اپنے خول میں سمٹ جاتی ہوں۔ مگر یہ سب اس سے دور رہنے کا ایک طریقہ ہے۔ مجھے اس کی اٹینشن نہیں چاہیے وہ سمجھتا کیوں نہیں کیوں بار بار میرے خول کو توڑنے کی کوشش کر رہا ہے۔ یا اللہ مجھے ٹوٹنے سے بچا لے۔" وہ ٹیبل پہ سر ٹکا کر رونے لگی تھی۔

"اب اور نہیں اب میں تم پہ یہ شو کروں گی کہ تمہارے ہونے نہ ہونے سے مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا میں خود کو ٹوٹنے نہیں دوں گی۔" وہ اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے سیدھی ہو بیٹھی تھی ایک نئے عزم کے ساتھ۔۔

یہ لڑکی کیا ہے اس کے کتنے روپ ہیں یہ شاید میں کبھی جان نہیں پاؤں گا۔ وہ کبھی اتنی نارمل ہوتی ہے اور کبھی اتنی ہی ابنارمل اور میرے سامنے تو چپ کا روزہ رکھ لیتی ہے۔ آخر میرے سامنے ہی کیوں کیا میں واقع ہی اتنا برا ہوں کہ وہ مجھے

اس قابل بھی نہیں سمجھتی کہ مجھ سے بات کرے۔ پر میں اسے لے کر اتنا ٹچی کیوں ہو رہا ہوں آخر کیوں مجھے اس کی خاموشی چبھتی ہے۔ اسکا اگنور کرنا برا لگتا ہے۔ میں کوئی اتنا خود پسند مرد تو نہیں ہوں۔ شاید لڑکیاں مجھے اگنور نہیں کرتیں اس لیے۔۔۔ مگر میں ایسا تو نہیں ہوں میں نے کبھی عروش سے فلرٹ کرنے کی کوشش نہیں کی میں اسکی بہت عزت کرتا ہوں۔ پھر وہ کیوں مجھے اچھا نہیں سمجھتی۔" زوار اپنی انگلیوں سے اپنا ماتھا مسلنے لگا۔

عروش کے لیے وہ اسطرح کب اور کیوں سوچنے لگا تھا وہ خود بھی نہیں جانتا تھا۔ عجیب مشکل تھی کہ کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا وہ جتنا اس سوچ کو جھٹکنے کی کوشش کرتا اتنا ہی وہ اس کے سر پہ سوار ہوتی۔ وہ عروش احمد کے بارے میں نہیں سوچنا چاہتا تھا۔ مگر خود کو روک نہیں پا رہا تھا اس کا اسے اگنور کرنا اسے برا لگ رہا تھا یا بطور خاص اسے اگنور کرنا وہ ان دو باتوں کہ درمیان پھنس کہ رہ گیا تھا۔

"ٹھیک ہے عروش اگر تم مجھ سے بات نہیں کرنا چاہتی تو ٹھیک ہے۔ میں بھی کوئی مرا نہیں جا رہا تم ایک بار مجھے اگنور کرو گی اب تو میں سو بار کروں گا۔" وہ ایک نیا تہیہ کر کے سونے کی کوشش کرنے لگا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

اگلا پورا ہفتہ ضویا اور احمر دونوں یونیورسٹی سے غائب تھے۔ البتہ ان کا فون پر رابطہ تھا احمر ہر گھنٹے بعد زوار اور ضویا ہر پانچ منٹ بعد عروش کو کال کرتی وہ دونوں ان سے آنے کا بھی اصرار کرتے رہے تھے۔ مگر وہ دونوں نہیں مانے گھر پر بھی عروش اور زوار کا دو چار بار سے زیادہ سامنا نہیں ہوا تھا۔ وہ مکمل زوار کو یہ شو کرواتی کہ اسے اس کے ہونے سے فرق نہیں پڑتا وہ خود بھی یہی کر رہا تھا۔ مگر عروش کے اسطرح کرنے سے وہ جل کہ رہ جاتا مگر شاید وہ اپنے ضبط کو آزما رہا تھا۔

گھر میں زارا اور سفیان کی شادی کی تیاریاں شروع ہو چکی تھیں۔ شائستہ بیگم اسے ہر کام میں آگے رکھتیں اسکا مشورہ مانا جاتا وہ اس سب سے خوش تھی۔ مگر حیران زیادہ تھی فیضی کا رویہ بھی اس سے کافی بہتر تھا۔ اس کی زندگی میں اب کافی سکون تھا مگر وہ شاید بھول گئی تھی ہر سکون کو ایک بے سکونی نگل لیا کرتی ہے۔ زوار کو حویلی سے کئی فون آئے تھے۔ مگر وہ کسی سے بات نہیں کر رہا تھا آج آخر اس نے حیدر صاحب کی کال اٹینڈ کر ہی لی تھی۔

"تو فرصت مل گئی باپ کا فون اٹھانے کی۔" وہ ابھی ابھی یونیورسٹی سے آیا تھا اور احمر کے پاس جانے کے لیے پیکنگ کر رہا تھا۔ جب اسکے سیل پہ بیپ ہوئی اس نے بنا دیکھے ہی کال رسیو کر لی تھی۔

"اسلام علیکم بابا جان۔" حیدر صاحب کی آواز سن کر اس نے فوراً سلام کیا تھا۔

"وعلیکم اسلام۔" ناراضگی سے جواب دیا گیا۔

"سوری بابا جان بس وہ بہت بزی تھا۔ یونیورسٹی اور پھر احمر کا نکاح اسی سب میں۔" اس نے ان کا غصہ ٹھنڈا کرنے کے لیے بہانہ بنایا۔

"انسان چاہے کتنا ہی مصروف کیوں نہ ہو ماں باپ کو نہیں بھولتا۔ ہاں مگر آجکل کی اولاد ہے ہی نافرمان۔" وہ ابھی تک غصے میں تھے۔

"بابا جان ایسے تو نہ کہیں میں نے آج تک آپ کی کسی بات سے انکار نہیں کیا۔"

"ہم نے آج تک تم سے مانگا ہی کیا ہے ماسوائے ایک چیز کے تم نے جو کہا ہم نے وہ کیا تم نے تو ہماری ایک بات کا مان تک نہیں رکھا۔"

"بابا جانی آپ مجھ سے میری جان مانگ لیں۔ حاضر ہے مگر ماہ روش کی زندگی تباہ کرنے کی ہمت مجھ میں نہیں ہے۔ وہ اتنی اچھی لڑکی مجھے ڈیزرو نہیں کرتی۔ اسے وہ شخص ملنا چاہئے جو اس سے پیار کرے اسکا خیال رکھے۔ وہ میری بس دوست ہے بہنوں جیسی میں اس کے بارے میں کبھی ایسا نہیں سوچ سکتا۔" وہ سب کی ضد سے خاصا پریشان ہو گیا تھا۔

"برخوردار مدعے پہ آؤ بتاؤ کون ہے وہ لڑکی جس کے لیے تم گھر والوں کے خلاف کھڑے ہو گئے ہو۔" حیدر صاحب کی آواز میں اب واضح غصہ تھا۔

"کوئی بھی نہیں ہے بابا جان۔" پہلی بار یہ بات کہتے ہوئے زوار کو لگا تھا کہ وہ جھوٹ کہہ رہا ہے کسی کا معصوم چہرہ ناراض آنکھیں اچانک اس کے سامنے آ گئیں تھیں۔

"ہمیشہ والا جواب۔" حیدر صاحب نے خود کلامی کے سے انداز میں کہا۔

"بابا جان میں آپ سے بعد میں بات کرتا ہوں۔" زوار کا انداز کچھ کھویا کھویا سا تھا۔

"سنو! جس بات کے لیے تمہیں کال کی تھی وہ تو میں بھول ہی گیا۔" اب کے حیدر صاحب کا لہجہ نارمل تھا۔

"جی کہیئے۔" وہ کال بند کرتے کرتے رک گیا۔

"احمر کے نکاح کا کارڈ ہمیں آج ہی ملا ہے۔ ایسے میں یہاں سے کوئی جا نہیں پائے گا۔ تم تو ہو گے ہی اس لیے ہماری طرف سے ماہ روش شرکت کرے گی جاتے ہوئے اسے اپنے ساتھ لے جانا۔" انہوں نے اپنا حکم سنا کے فون بند کر دیا تھا کہ کہیں وہ صاف انکار ہی نہ کر دے۔

"ماہ روش۔!" وہ دانت پیس کر رہ گیا۔

ماہ روش اس کی بہت اچھی دوست تھی مگر جب سے یہ سلسلہ شروع ہوا تھا۔ وہ اس سے کافی کترانے لگا تھا۔

وہ کافی دیر تک سر تھامے مختلف سوچوں میں غرق رہا تھا۔ پھر اس نے ہمت کر کے ماہ روش کا نمبر ڈائل کیا تھا۔ پہلی ہی رنگ پہ کال ریسیو کر لی گئی تھی۔

"ہیلو ماہ روش۔ پیکنگ کر لو میں ایک گھنٹے تک آؤں گا۔" زوار نے سیدھا کام کی بات کرنا پسند کیا تھا۔

"مگر زوار میں نہیں جانا چاہ رہی۔"

"یہ میرا مسئلہ نہیں ہے۔ تم اپنے گھر والوں کو جواب دے دیتی میں ایک گھنٹے تک آرہا ہوں۔" زوار نے اسے حکم دے کر فون بند کر دیا تھا۔

"ضویا یار کیا کرتی ہو اچانک آ گئیں مجھے بتایا تو ہوتا کہ آج جانا ہے میں کوئی تیاری تو کر لیتی۔" عروش اسے اچانک آفاد پہ خاصی پریشان ہو گئی تھی۔

"یار تمہاری ساری تیاری میں مکمل کر چکی ہوں بس تم ساتھ چلو۔" ضویا بضد تھی۔

"یہ فارم ہاؤس والا آئیڈیا کس کا تھا اور رات رکنا اففف۔" عروش نے اسے گھورا۔

"احمر کا۔" ضویا نے شرما کے کہا۔

"تم لوگوں کو اللہ سمجھے مجھے رات رکنے کی اجازت نہیں ملے گی تمہیں پتہ ہے۔" عروش نے پریشانی سے کہا۔

"ٹینشن مت لو میں انکل آنٹی دونوں سے بات کر چکی ہوں۔ اس لیے تم بس اپنا سامان لو اور نکلنے والی بات کرو کیونکہ سب لوگ جا چکے ہیں اور احمر ہمارا ویٹ کر رہا ہے۔" ضویا نے اسے ہاتھ سے پکڑ کر کھڑا کیا۔

آجکل شائستہ بیگم کا رویہ اس کے ساتھ بہت اچھا تھا اس لیے اسے یقین تھا کہ انہوں نے اجازت دے دی ہو گی اس لیے عروش اپنا ضروری سامان لے کر ضویا کے ساتھ چلی گئی تھی۔

"یہ کہا جا رہی ہے۔؟" فیضی نے سے جاتے دیکھا تو شائستہ بیگم کے سر پہ سوار ہو گیا۔

"ضویا کا نکاح ہے اس لیے وہ اسے ساتھ لے کر گئی ہے۔ عروش رات وہیں رکے گی۔" وہ زارا کے جہیز کے کپڑے بکھرائے بیٹھی تھیں مصروف سے انداز میں بولیں۔

"آپ نے اسے رات رکنے کی اجازت دے دی کمال کرتی ہیں۔ آپ جو کام میں آپ سے کہہ رہا ہوں وہ کیوں نہیں کرتی۔" وہ کچھ زیادہ ہی جذباتی ہو رہا تھا۔

"کیونکہ میں تمہاری طرح جلد باز اور بے وقوف نہیں ہوں۔" وہ جوڑے طے کر کے رکھتے ہوئے سکون سے بولیں۔ روزینہ ان کے پاس بیٹھی خاموشی سے کپڑوں کا معائنہ کر رہی تھی۔

"میں بتا رہا ہوں بہت دیر کر دیں گئیں آپ۔ "

"بس دو دن صبر کر لوں اسکی واپسی پہ ایسا سین ہو گا کہ یاد کرو گے تم۔" شائستہ بیگم کچھ سوچ کر مسکرائیں۔

"کیا کرنے والی ہیں آپ۔" روزینہ کپڑوں کو بھول کر ان کی طرف متوجہ ہوئی۔

"یہ تو سرپرائز ہے۔ لہذا تم لوگ بس انتظار کرو۔"

"یہ زوار بھی کہیں گیا ہے کیا۔" فیضی نے سوالیہ نظروں سے روزینہ کو دیکھا۔

"ہاں گیا ہو گا اب ہم اس پہ چیک تو رکھ نہیں سکتے اور ویسے بھی وہ بتا کہ نہیں گیا۔" جواب روزی کی بجائے شائستہ بیگم نے دیا تھا اس لیے وہ خاموشی سے واپس پلٹ گیا۔ البتہ روزی الجھ گئی تھی۔ اس دن کے بعد اس نے ان دونوں پہ بہت کڑی نظر رکھی تھی۔ عروش کی طرف سے جھول تو اسے پہلے بھی نہیں ملا تھا۔ مگر اس بار تو زوار نے بھی اس کے سارے اندازے غلط ثابت کر دیئے تھے اس لیے وہ اب کافی ریلکس تھی۔

مگر آج پھر ان دونوں کا ایک ساتھ غائب ہونا اس پھر سے مخمصے میں ڈال گیا تھا وہ کپڑوں کے ڈھیر کو وہیں چھوڑ کر کمرے سے باہر نکل گئی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

ضویا عروش کو لے کر اپنے گھر گئی تھی وہاں سے اپنا ضروری سامان لے کر وہ لوگ احمر کا انتظار کرنے لگیں۔ سب لوگ تقریبا ان سے کچھ دیر پہلے ہی نکل چکے تھے۔

"یار کب آئیں گے احمر بھائی۔" عروش نے ضویا کو مخاطب کیا۔

"اللہ ہی جانے صبر رکھو آ جائے گا۔" ضویا نے بے زاری سے کہا۔

"تم لوگ کبھی نہیں سدھر سکتے۔ شہر میں اتنے میرج ہال ہیں مگر نہیں نیا شوشا ہی چھوڑنا تھا تم لوگوں کو۔" وہ ضویا پہ برس رہی تھی جب احمر کی کال آ گئی۔

"ہاں بولو۔ کہاں رہ گئے ہو تم لوگ ہم کب سے ویٹ کر رہے ہیں۔" ضویا نے کال پک کرتے ہی بے صبری سے کہا۔

"اتنا مس کر رہی تھی کیا تم مجھے۔" احمر نے شوخی سے کہا۔

"تم کبھی نہیں سدھر سکتے۔" ضویا نے دانت پیسے۔

"ہم باہر ویٹ کر رہے ہیں آ جاؤ۔" احمر نے پیچھے بیٹھے نفوس کو دیکھتے ہوئے باقی کی رومانٹک گفتگو ملتوی کر دی تھی۔

عروش اور ضویا زوار کی گاڑی اور پھر اس میں بیٹھی ایک حسین لڑکی کو دیکھ کر کافی حیران ہوئیں تھیں مگر اس طرح اچانک پوچھنا مناسب نہیں تھا اس لیے وہ خاموشی سے بیٹھ گئیں تھیں۔

"ضویا یہ زوار کی کزن ہیں ماہ روش اور ماہ روش یہ میری ہونے والی بیوی ضویا اور یہ انکی فرینڈ عروش۔" احمر نے ان لوگوں کا تعارف کروایا۔

"ہائے ماہ روش کیسی ہیں آپ۔" ضویا نے خوشدلی سے اسے مخاطب کیا۔

"میں ٹھیک آپ کیسی ہیں۔" ماہ روش نے بھی اخلاقیات نبھائیں البتہ عروش نے بس ایک مسکراہٹ کے ساتھ اس سے ہاتھ ملایا تھا۔ زوار بس خاموشی سے ڈرائیونگ کر رہا تھا۔

"ماہ روش آپ کو پتہ ہے۔ عروش بہت کم بولتیں ہیں اور مزے کی بات بتاؤں اب سے تو زوار نے چپ رہنے کی پریکٹس شروع کر دی ہے کیا آپ بھی نہیں بولتیں۔" احمر جب کافی دیر انتظار کرتا رہا کہ کوئی تو بات شروع کرے مگر جب کوئی نہیں بولا تو چڑ کر وہ ہی بول اٹھا۔

"کس سے کہہ رہے ہو یہ خود بہت کم بولتی ہے۔" جواب ماہ روش کی بجائے زوار نے دیا تھا۔

"ارے نہیں میں ضرورت کے وقت بولتی ہوں بس آپ کی طرح نہیں کہ بس بولتے رہو۔" ماہ روش فوراً بولی تھی۔

"پھر آپ کی اور ضویا کی خوب جمے گی۔" احمر نے ضویا کو دیکھتے ہوئے مزے سے کہا۔

"وہ کیسے۔؟" ضویا نے اسے دیکھا۔

کیونکہ جان تم بولنے کی بہت شوقین ہو اور یہ دونوں سننے کی تمہاری تو چاندی ہو گئی۔" احمر کے لہجے میں شرارت تھی۔

"شٹ اپ۔" ضویا نے مکہ اس کے کندھے پہ رسید کیا۔

"احمر بھائی آپ کو ہمیشہ مجھ سے شکایت ہوتی ہے کہ میں کم بولتی ہوں آج میں آپ کی یہ شکائیت دور کر دوں گی۔ کیونکہ میں آپ کو وہ وجہ بتاؤں گی جس کی وجہ سے میں کم بولتی ہوں۔" عروش خاموشی سے ان سب کو دیکھ رہی تھی پھر کچھ سوچ کر اچانک کہہ اٹھی۔

"ہاں بتاؤ کیا وجہ ہے۔" احمر نے اپنا چہرہ مکمل پیچھے کی طرف موڑ لیا تھا۔ بالکل غیر محسوس انداز میں زوار نے بھی گاڑی کی سپیڈ سلو کر دی تھی۔

"ہاں بولو عروش کیا بات ہے بتاؤ۔" ضویا نے اسکا ہاتھ تھاما۔

"مجھے اسکول جاتے ہوئے صرف ایک ہفتہ ہوا تھا۔ مگر میری کسی سے دوستی نہیں ہوئی شاید میں کرنا ہی نہیں چاہتی تھی۔ پھر ایک دن ہماری کلاس میں ایک لڑکی آئی دو پونیوں والی کیوٹ سی کلاس میں اس کے لیے کہیں اور جگہ نہیں تھی۔ اس لیے میں نے اسے اپنے ساتھ بیٹھنے کی آفر کر دی بس یہاں سے میں نے اپنی زندگی کی سب سے بڑی غلطی کی۔" ضویا نے حیرانگی سے اس کی طرف دیکھا وہ بات کچھ کچھ سمجھ گئی تھی۔

"پھر کیا تھا میری ٹریننگ ہی ایسی ہوئی کہ مجھے کبھی موقع ہی نہ ملا کہ میں بھی باتونی بنوں اور پھر میں نے کسی اور سے دوستی بھی نہیں کی۔" عروش نے بمشکل اپنی مسکراہٹ روک رکھی تھی۔ احمر کا قہقہہ بلند ہوا تھا ضویا بس بے یقینی سے اسے دیکھ رہی تھی۔ زوار کے ہونٹوں پر نا چاہتے ہوئے بھی مسکراہٹ آ گئی تھی۔

"تم نہ بہت میسنی ہو۔" ضویا منہ پھلا کہ بیٹھ گئی تھی۔ ماہ روش بس ان لوگوں کی باتوں کو انجوائے کر رہی تھی۔

"ضویا دیکھو ایسی شکل مت بناؤ مجھے بہت ہنسی آ رہی ہے۔" عروش ایک دم سے ہنسنے لگی تھی۔ زوار نے پل بھر کو بیک مرر میں اسے دیکھا تھا۔ وہ ضویا کی طرف متوجہ تھی آج اس کا یہ انداز اسے کافی حیران کر رہا تھا شاید آج اس کا موڈ اچھا ہو اس نے دل میں سوچا۔

"ضویا لو یو میری جان میں تو بس یونہی تمہیں تنگ کر رہی تھی۔" عروش اب اسے منا رہی تھی۔

"رہنے دو میں بہت بولتی ہوں نہ اب بات نہیں کروں گی کسی سے بھی۔" ضویا ناراضگی سے بولی۔

"اچھا اب مان جاو ورنہ میں احمر بھائی کو وہ والا قصہ سنا دوں گی۔ پھر مت کہنا۔" عروش نے بلند آواز میں کہا۔

"عروش تم ایسا کیسے کر سکتی ہو۔" ضویا فوراً سیدھی ہوئی۔

"اب نہیں کروں گی تم مان گئی ہو۔" عروش مسکرائی۔

"نہیں مجھے بتاو کیا چھپا رہی ہو تم لوگ۔" احمر نے مشکوک نظروں سے اسے دیکھا۔

"عروش بہت ہی گھٹیا حرکت تھی وہ تم نے ذکر بھی کیوں کیا۔" ضویا اب اس سے الجھ رہی تھی۔

"دیکھو اب تو میں پوچھ کر دم لوں گا۔ عروش آپ بتائیں مجھے۔" احمر تو پوچھنے پہ تل گیا تھا۔

"ویسے احمر بھائی اس واقعہ سے آپ سبق سیکھ لیجئے گا ضویا سے دشمنی بہت مہنگی پڑ سکتی ہے آپ کو۔" عروش نے اسے وارن کیا۔

"آپ بات بتاؤ۔!" وہ ہمہ تن گوش تھا۔

"وہ کونسا منحوس وقت تھا جب میں تمہیں اپنے ساتھ لائی تھی۔" ضویا تپ کر بولی۔ عروش بس اسے دیکھ کر ہنس دی۔

"ہوا یہ تھا کہ ہماری کلاس میں بہت ہی خود پسند اور مغرور لڑکی تھی۔ ضویا سے تو وہ جان بوجھ کے پنگے لیتی تھی۔ کلاس ٹیچر سے بات بات پہ باقی سب کی انسلٹ کروانا تو اس کا پسندیدہ مشغلہ تھا۔ سر شاکر تو اس کے فیورٹ ٹیچر تھے اب اس کو کنٹرول کیسے کیا جائے یہ سوچ کر ضویا نے ایک اسکیم بنائی۔ رونگ نمبر سے سر شاکر بن کر اس سے افیئر چلایا وہ پھنس بھی گئی۔ ایک دن اس کا لو لیٹر ہمارے ہاتھ لگ گیا جو وہ فائنلی پرپوز کرنے کے لیے لکھ کے لائی تھی۔ ضویا جی نے وہ اٹھایا اور پرنسپل کو دیکھا دیا پھر کیا تھا سر شاکر تو سرے سے مکر گئے۔ کیونکہ ان کو تو کچھ پتہ ہی نہیں تھا بعد میں پرنسپل نے اسکی ٹھیک ٹھاک عزت افزائی کی وہ بے چاری بس یہ ہی سوچتی اور ڈھونڈتی رہ گئی کہ اگر سر شاکر وہ نہیں تھے جو تھے وہ کون تھا جو سر شاکر تھا۔" احمر اس کی بات کہ اختتام پہ خوب ہنسا تھا۔

"توبہ ضویا تم ایسی حرکتیں بھی کرتی رہی ہو۔ میں تو سمجھا کہ تم بہت ان رومینٹک ہو تم تو لڑکیاں بھی پھنسا لیتی ہو واہ لڑکوں کو تم سے کلاسسز لینی چاہئیں۔" احمر بس ہنسے جا رہا تھا۔

"کوئی نہیں ہنسو اور ہنسو کھل کے ہنسو ویسے بھی یہ ایک ہی بار کیا تھا۔ دوبارہ کبھی نہیں واقعات تو میرے پاس بھی بہت ہیں زرا تمہارا دولہا میرے ہاتھ لگے چن چن کر سناوں گی دیکھ لینا۔" ضویا نے اسے دھمکی دی۔

"ارے دولہا کو چھوڑیئے لگے ہاتھوں آپ بھی ایک دو سنا دیجئے۔" اب کی بار زوار نے ان کی گفتگو میں حصہ لیا تھا۔ عروش کی مسکراہٹ اچانک سمٹ گئی تھی ضویا سے کچھ بھی امید کی جا سکتی تھی وہ جذباتی تھی اور کچھ بھی بول سکتی تھی۔

"ضویا کہ پاس میرا ایسا کوئی قصہ نہیں ہے مجھے یقین ہے۔" عروش نے دوسروں سے زیادہ خود کو تسلی دی۔

"اچھا کیوں نہیں ہے بیٹا وہ بھول گئیں۔" ضویا نے مسکراتے ہوئے آنکھیں نچائیں۔

"کیا۔؟" عروش نے اسے حیرانی سے دیکھا۔

"باقی باتیں بعد میں ہم پہنچ گئے۔" گاڑی پارک کرتے زوار کو دیکھ کر احمر نے علان کیا۔ وہ لوگ نیچے اتر کر ارد گرد کا معائنہ کرنے لگیں تھیں۔

"کتنی خوبصورت جگہ ہے ناں۔!" عروش نے چاروطرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں واقع ہی تبھی تو ہم لوگ یہاں آئے ہیں بتاؤ ہے ایسا کوئی میرج ہال کہیں۔" ضویا فخریہ انداز میں بولی۔

"نہیں اب اندر چلو۔" عروش مسکرائی اور اس کا ہاتھ تھام کر اندر کی طرف چل دی۔

فام ہاؤس ضویا کے پاپا کا تھا اور بلاشبہ بہت خوبصورت تھا۔ قریبی رشتے دار اور خاص خاص مہمان پہنچ گئے تھے باقی کے مہمانوں نے کل آنا تھا۔ ضویا اور احمر آج کی رات اپنے فرینڈز کے ساتھ گزارنا چاہتے تھے اس لیے وہ اپنے قریبی دوستوں کہ ہمراہ آج ہی پہنچ گئے تھے۔

ضویا تو اپنے کمرے میں آتے ہی بیڈ پہ ڈھے گئی تھی اور ان کا سامان یونہی کمرے میں بکھرا پڑا تھا۔ جو وہ ساتھ لائے تھے۔

"ضویا کی بچی تم کبھی مت سدھرنا۔ اب تو شادی ہو رہی ہے تمہاری۔ اب تو ایسی حرکتیں نہ کیا کرو۔" عروش چیزیں سمیٹتے ہوئے ساتھ ساتھ اسے لیکچر بھی دے رہی تھی۔

"یار ابھی اٹھ کے کرلوں گی نہ سیٹنگ۔ تم تو پلیز بیٹھ جاؤ بہت تھک گئے یار۔" ضویا نے انگڑائی لی۔

"تم کونسا گاڑی کو دانتوں کے ساتھ گھسیٹ کے لائی ہو جو تھک گئی ہو۔" عروش نے اسے گھورا۔

"اچھا اتنا لمبا سفر تھا۔ تھکنا تو بنتا ہی تھا ویسے تمہیں تھکن نہیں ہوئی تو اس میں ہمارا کیا قصور۔ کیوں ماہ روش۔" ضویا نے واش سے نکلتی ماہ روش کو بھی اپنی بات میں شامل کیا وہ بس مسکرا دی۔ جو آتے ہی فریش ہونے کی غرض سے واش میں گھس گئی تھی۔

"اچھا جی تھکے ہوئے لوگوں تم ریسٹ کرو میں بھی فریش ہولوں۔" عروش سامان تقریباً ٹھکانے پہ رکھ چکی تھی۔

"ہاں ہو جاؤ فریش پھر مل کے چائے پیتے ہیں۔" ضویا کہتے ہوئے پھر سے اُوندھے منہ لیٹ گئی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"واہ یار تیرے سسرالیوں کا فارم ہاؤس تو بہت زبردست ہے اور بڑا بھی۔" زوایار کمرے کی کھڑکی سے باہر کا جائزہ لیتے ہوئے توصیفی انداز میں بولا۔

"ہاں مگر تمہاری حویلی کی تو الگ ہی شان ہے۔" احمر بھی آ کر اس کے برابر کھڑا ہو گیا۔

"نام مت لے حویلی کا دم گھٹتا ہے میرا اس زندان کے نام سے بھی۔" زوار کے انداز میں بے زاریت تھی۔

"یار دیکھ ماہ روش میں کیا کمی ہے۔ جائیداد کی اکلوتی وارث ہے پڑھی لکھی خوبصورت اور کیا چاہیے تمہیں۔" احمر نے اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھا۔

"مجھے میرے دل کا سکون چاہیئے۔ میں اس سے شادی کرنا چاہتا ہوں جس سے میں محبت کرتا ہوں۔ ایسا نہیں کہ کسی سے بھی شادی کر کے اپنی اور اسکی زندگی برباد کر دوں۔" وہ ٹھنڈی سانس بھر کے بولا۔

"یعنی کسی پہ دل آگیا ہے تمہارا۔" زوار کی نظروں کے سامنے ایک چہرہ ابھرا تھا۔ احمر نے مشکوک نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔

"ارے نہیں یار ایسی کوئی بات نہیں۔" زوار نے اسے ٹالا۔

"دیکھو بنو مت تمہاری آنکھوں میں جو یہ چمک آئی تھی نا۔ اچانک وہ میری آنکھوں کا دھوکا نہیں تھا۔ اس لیے مجھے الو مت بناؤ۔"

"بنے ہوئے کو اور کیا بنانا۔" زوار نے اپنی مسکراہٹ دبا کر آہستگی سے کہا مگر آواز اتنی بلند ضرور تھی۔ کہ احمر کے کان اس سے فیض یاب ہو گئے تھے۔

"اچھا جی ہم الو ہی ٹھیک ہیں۔ مجھے مت بتاؤ خیر ہے۔ مگر اسے ضرور بتا دینا کہیں دیر نہ ہو جائے۔" احمر نے بغیر برا مانے اسے ایک مخلصانہ مشورہ دیا تھا۔

"صاحب جی باہر آپ کو سب لوگ چائے کے لیے بلا رہے ہیں۔" ملازم کی اطلاع پر وہ دونوں اپنی گفتگو کو پھر کسی وقت کے لیے وہیں چھوڑ کر باہر کی جانب بڑھ گئے تھے۔ ضویا ماہ روش اور عروش باہر لان میں بیٹھی خوش گپیوں میں مصروف تھیں باقی سب لوگ بھی باہر بیٹھے ٹھنڈی ہوا کو انجوائے کرتے ہوئے چائے سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ وہ لوگ ضویا وغیرہ کے پاس آکر بیٹھ گئے تھے۔ ملازم نے انہیں بھی چائے سرو کر دی تھی۔

"کیا خیال ہے آج رات ڈھولکی ہو جائے۔" یہ بسمہ تھی۔ ضویا کی چچازاد اس سے ایک سال چھوٹی تھی پر دونوں کی خوب بنتی تھی۔ یہ لوگ اب امریکہ سیٹل ہو گئے تھے اس نے ان سب کو بیٹھے دیکھا تو اسی طرف چلی آئی۔

"Not a bad idea" عروش نے مسکرا کر کہتے ہی منظوری دے دی تھی۔

"بس پھر میں باقی سب کو بتاتی ہوں آج تو خوب رونق لگے گی۔" وہ خوشی سے کہتی واپس اپنے باقی کزنز کے پاس گئی تھی۔

"لڑکیوں کل جو کچھ پہننا ہے اس کی سیٹنگ آج ہی کر لو یہ نہ ہو کہ کل میچنگ ڈھونڈتی پھرو۔" احمر نے انداز چڑانے والا تھا ضویا اسکا اشارہ بخوبی سمجھ گئی تھی۔

"وہ سب تو ٹھیک ہے پہلے یہ بتاؤ کہ پہلے کب اور کتنی بار میں تمہارے پاس آئی ہوں کہ مجھے میری میچنگ نہیں مل رہی۔" ضویا کا انداز جارحانہ تھا۔

"یاد نہیں بھائی کی شادی پر تمہارا جھمکا کھو گیا تھا۔ پورے فنکشن میں تم جل بن مچھلی کی طرح تڑپ رہی تھی۔ اپنے

ساتھ ساتھ دوسروں کو بھی ٹینشن دے رکھی تھی تم نے۔" احمر نے پرانے واقع پر روشنی ڈالی۔

"ہاں تو تیمور بھائی نے وہ جھمکے مجھے میری BIRTHDAY پر دیئے تھے۔ تھے بھی بہت expensive اور مجھے پسند بھی بہت تھے۔ ابھی بھی میرے پاس اسکا دوسرا جھمکا پڑا ہوا ہے۔" ضویا بات کرتے کرتے اداس ہو گئی تھی۔

"یاد آیا تیمور بھائی کہاں ہیں۔ کیا وہ نہیں آئے مگر وہ تو کہہ رہے تھے کہ پہنچ جائیں گے۔" احمر نے اچانک پوچھا۔

"ہاں کہہ تو رہے تھے۔ اب دیکھو اگر تم میں تھوڑا صبر ہوتا تو ہم کم سے کم وہ ڈیٹس فائنل کرتے۔ جن میں تیمور بھائی تو فارغ ہوتے کل ان کا لاسٹ پیپر تھا۔ اب دیکھو آ سکے تو آ جائیں گے ورنہ تم خوش ہو جانا میری خیر ہے۔" ضویا کے لہجے میں شکوہ تھا۔

"اچھا سوری اب جو ہونا تھا وہ تو ہو گیا دعا کرو وہ ٹائم پر مگر پہنچ جائیں۔" احمر نے اسے تسلی دی۔

"احمر بھائی آپ کے بھائی بھی ابھی تک نہیں پہنچے خیریت۔" عروش نے احمر کو دیکھا۔

"ہاں وہ لوگ بھی ان شاء اللہ جلد پہنچ جائیں گے۔ وہ لوگ کینڈا سے آنے والے تھے اس لیے دیر ہو گئی اور ویسے بھی کل کا دن گیپ تو ہے ہی سب آ جائیں گے۔ نکاح تو ویسے بھی شام میں ہے۔"

"اچھا یار چھوڑو یہ سب یہ بتاؤ کہ رات کونسی ٹیم جیتے گی بوائز اور گرلز۔" زوار نے بات کا رخ بدلا۔

"ظاہر ہے گرلز، بوائز میں اتنا دم کہاں۔" ضویا نے کالر اکڑایا۔

"اچھا یہ بات ہے چلو زوار تیاری کریں آج تو انہیں ہرا کے چھوڑیں گے ہم۔" احمر نے جوشیلے انداز میں کہا۔

"تھم کے احمر بھائی مقابل بھی کوئی کمزور ٹیم ہرگز نہیں ہے۔" عروش مسکرائی۔

"یعنی آپ نے مان لیا کہ ہماری ٹیم طاقت ور ہے۔" زوار نے مسکراتے ہوئے کہا۔

'میں نے ایسا کب کہا۔" عروش نے حیرت سے انہیں دیکھا۔

"اب آپ مکر نہیں سکتیں۔ آپ نے تسلیم کیا ہے کہ ہم پاور فل ہیں۔" زوار نے شوخی سے کہا۔

"توبہ خوش فہمی بات کو اپنے مطلب کا مطلب پہنانے میں تو آپ ماہر ہیں۔" عروش نے بات ہوا میں اڑائی۔

"اس بات کا فیصلہ تو آج رات ہو جائے گا کون کیا ہے۔" زوار نے بات سمیٹی۔

"جی بالکل رات تک صبر رکھیے ان شاء اللہ دشمن کو چاروں شانے چت کر کے ہی ہم اپنی آرام گاہ میں سونے جائیں گے ورنہ رات باہر بتائیں گے۔" عروش نے ایک ادا سے کہا۔

"واہ محترمہ بڑی confident ہیں۔ آپ بہت بڑی بات کہہ گئیں آپ کیا آپ کو اندازہ ہے۔"

"جی بالکل اندازہ ہے۔ "

"چلیں لگی شرط جو ہارا وہ باہر ٹھنڈ میں بیٹھے گا ساری رات نہیں دو گھنٹے کے لیے بولیں منظور ہے۔" زوار کا انداز کھلا چیلنج دے رہا تھا۔

"منظور۔" عروش نے بنا ہچکچائے چیلنج مان لیا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

شام کے لیے سب کی تیاریاں عروج پر تھیں۔ بڑوں نے اپنی محفل لگا رکھی تھی اور چھوٹوں کے تو الگ ہی ٹشن تھے۔ لڑکے اور لڑکیوں کی دو ٹیمز بن گئیں تھیں ڈنر کے بعد ڈھولکی کا پلان تھا۔ اس لیے سب لوگ اپنی اپنی تیاری کر رہے تھے۔

"یہ تم اتنا ہیوی سوٹ کیوں پہن رہی ہو۔" عروش نے ضویا کو لائٹ پنک کلر کا کامدار سوٹ نکالتے دیکھ کر پوچھا۔

"یار آج ڈھولکی ہے ظاہر ہے پکس تو بنیں گیں ناں تو میں اول جلول حلیے میں تو کبھی نہیں جاؤں گی زرا میری کزنز کو چیک کرو جا کر ایسے تیار ہو رہی ہیں جیسے ان کی شادی ہے۔" ضویا مزے سے بولی۔ عروش ماہ روش اور ضویا ایک ہی کمرہ شئیر کر رہیں تھیں۔ اسی طرح ہر کمرے میں تین سے چار افراد تو ضرور رکے تھے۔

"ہاں کہہ تو تم ٹھیک رہی ہو اب جلدی سے تیار ہو جاؤ یہ سوٹ تم پہ بہت جچے گا۔" عروش اس کے سوٹ کو بغور دیکھتے ہوئے بولی۔

"کیا مطلب میں تیار ہو جاؤ۔ تم بھی تیار ہو جاؤ کیوں میری ناک کٹوانی ہے تم نے۔"

"میں تیار ہو کر کیا کروں گی ایسے ہی ٹھیک ہوں۔" عروش نے اسے ٹالا۔

"ہرگز نہیں میں تمہارے کپڑے نکال رہی ہوں۔ ابھی چینج کر کے آؤ۔" ضویا دھونس بھرے لہجے میں کہتی اس کے کپڑے چیک کرنے لگی تھی۔

"ضویا کیا کرتی ہو بلاوجہ میں تیار ہو کر کیا کروں گی۔ دفع کرو۔" عروش نے اسے روکنا چاہا۔

"چپ کر کے یہ پہن کے آؤ میں تمہاری ایک نہیں سنوں گی سمجھی تم۔" ضویا نے بلیک کامدار سوٹ نکال کر اس کے ہاتھ میں پکڑایا۔

" صحیح کہا تم تو واقع ہی کسی کی نہیں سنتی۔" وہ اسے گھورتی ہوئی کپڑے لے کر چینج کرنے چلی گئی۔ وہ چینج کر کے واپس آئی تو ضویا اس کے لیے جیولری نکال چکی تھی۔ وہ اپنی چیزیں ریڈی کر کے چینج کرنے چلی گئی۔ تھی ماہ روش، بسمہ

وغیرہ کے پاس تھی۔ جب وہ واپس آئی تو عروش آئینے کے سامنے بال کھولے برش کرنے میں مصروف تھی۔

"ارے واہ تم لوگ تو ریڈی ہو اور مجھے بتایا بھی نہیں۔"

"کہاں یار بس ضویا کی ضد کے سامنے۔"

"ہاں کرو میری برائیاں میں ہی بری ہوں بس۔" اتنے میں ضویا اس کے سر پر تھی۔

"آپ لوگ لڑائی کریں میں چینج کر لوں۔" ماہ روش مسکرا کر چینج کرنے چل دی۔ جیولری پہن کر عروش نے ہلکا پھلکا میک اپ کیا تھا۔ وہ بالوں کی چوٹی باندھنے لگی تھی جب ضویا چلائی۔

"خبردار اگر تم نے اپنے اوپر بزرگی طاری کرنے کی کوشش کی جان لے لوں گی میں تمہاری۔ اکلوتی دوست ہو میری کچھ تو رعب پڑنے دو سب پر۔"

"میں تمہیں اتنا تیار ہو کر بھی بزرگ لگ رہی ہوں۔" عروش نے اسے گھورا۔

"بال کھلے رہنے دو پھر ٹھیک ہے۔"

"چلیں جیسا آپ کا حکم ویسے تو ٹلیں گیں نہیں۔ اس لیے بیٹھ جائیں۔ تاکہ میں آپ کو تیار کر سکوں۔" عروش نے کندھوں سے پکڑ کر اسے آئینے کے سامنے بٹھایا۔

"پہلے رکو تمہیں ایک چیز دکھا دوں پھر تم مجھے کرنا تیار۔" ضویا فوراً اٹھ کھڑی ہوئی۔

"تھینک یو اتنے میں میں ریڈی ہو جاتی ہوں۔" ماہ روش مزے سے کہتی اس کی چھوڑی ہوئی جگہ پر بیٹھ گئی تھی۔

"یار زوار رک نا یہ ضویا کا روم ہے چلتے ہیں۔" احمر نے للچائی ہوئی نظروں سے اس کے کمرے کی جانب دیکھا۔

"لڑکیوں کا روم اور اس وقت وہ یقین تیار ہو رہی ہوں گئیں اس لیے جانا مناسب نہیں۔" زوار نے اسے سمجھایا۔

"دروازہ کھلا ہے۔" احمر نے کھلے دروازے کی اوور اشارہ کیا۔

"مطلب جس کے کمرے کا دروازہ کھلا ہو گا تو اسی کے کمرے میں گھس جائے شرم کر۔" زوار نے اسے شرم دلانے کی ناکام کوشش کی۔

"میں کیوں گھسوں کسی کے کمرے میں پر یہ ضویا کا کمرہ ہے۔" احمر نے منت بھرے انداز سے کہا۔

"ضویا کا کمرہ ہے تو تمہیں کھلی چھوٹ ہے کہ گھس جاؤ۔" زوار نے اسے گھورا۔

"ظاہر ہے اسی کے کمرے میں جانے کی کھلی چھوٹ ہو گی اب تو۔" احمر شرمایا۔

"ٹھیک ہے تم اکیلے چلے جاؤ۔" زوار نے صاف جواب دیا۔

"تمہارے جیسے اصول پسند بندے کا دوست ہونے سے بہتر ہے بندہ خودکشی کر لے۔" احمر نے جل کر کہا۔

"پلیز دیر مت کریں کسی کی زندگی بچ سکتی ہے آپ کے اس اقدام سے۔" زوار صاف اسے چڑا رہا تھا۔

"تم تو میرے ساتھ ہی چلو گے دیکھتا ہوں کیسے نہیں جاتے۔" احمر نے اسے بازو سے پکڑ کر اپنے ساتھ گھسیٹ لیا تھا۔

"یہ دیکھو تمہارا وہ ڈریس جو تم کل پہنو گی۔ آئی نو تم نے خود پسند کیا ہے تمہیں وہ رائل بلو نہیں پسند آیا تھا۔ اس لیے مگر تم مجھ سے تبھی کہہ دیتیں وہ زیادہ expensive تھا بجائے اس کے تم نے تبھی چینج کر لیا۔ خیر اس کے ساتھ کی میچنگ وغیرہ سب یہیں ہے تم دیکھ لینا۔" ضویا نے ڈریس بیڈ پہ رکھا۔

"ضویا چیز صرف مہنگی نہیں آپ کی پسند کی اور خوبصورت بھی ہونی چاہئے ہاں مجھے وہ ڈریس کچھ خاص پسند نہیں آیا تھا اور رائل بلو مجھے پسند بھی نہیں مگر تمہاری خوشی کی خاطر میں خاموش رہی تھی میں نے چینج نہیں کیا۔" عروش نے اپنی صفائی دی۔

"اب بوتیک والے تو چینج کریں گے نہیں پھر یہ سب کیسے ہوا۔" ضویا کا انداز پر سوچ تھا۔

"ہو سکتا ہے احمر نے بدل دیا اسے لگا کہ سوٹ میرا ہو گا۔" ضویا نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"ہاں ایسا ہو سکتا ہے تم ان سے پہلے ہی پوچھ لیتیں۔"

"مجھے لگا تم نے کیا اس لیے میں نے سیریس نہیں لیا۔"

"مگر میں نے تو کوئی ڈریس چینج نہیں کیا اتنی ساری شاپنگ میں۔" احمر اچانک ان کے کمرے میں آیا زوار اس کے پیچھے تھا۔ وہ ان کی گفتگو سن چکے تھے۔

"ہو سکتا ہے بوتیک میں کسی سے چینج ہو گیا ہو کوئی بات نہیں میں کچھ اور پہن لوں گی۔" عروش نے معاملہ ختم کرنا چاہا۔

"ایسے کیسے ہو سکتا ہے زوار نے بل پے کیا تھا۔ یہ ہی شاپنگ بیگز بھی لایا تھا۔" احمر نے زوار کی جانب دیکھا۔

"یہ کہاں لکھا ہے زوار سے کوئی غلطی نہیں ہو سکتی۔" عروش نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"یار اتنا پیارا ڈریس ہے کیوں بحث کر رہے ہو سب۔" ماہ روش نے بھی بحث میں حصہ لیا تھا۔

"ڈریس میں نے چینج کیا تھا۔" زوار ایک دم سے بولا تھا سب نے اچانک اس کی طرف دیکھا تھا۔ عروش کو تو پہلے ہی گڑبڑ لگ رہی تھی۔

"ضویا جب کسی کو ساتھ لے جا کر شاپنگ کروائیں تو اس کی پسند بھی پوچھنی چاہئے۔ میں بوتیک میں نوٹس کرتا رہا تھا

عروش بار بار اس ڈریس کو دیکھ رہیں ہیں۔ اور چیک کر رہی ہیں اس لیے میں نے تم لوگوں کے جانے کہ بعد ڈریس چینج کر دیا مجھے نہیں پتہ تھا کہ یہ بات اسطرح اس وقت کھلے گی سوری اگر آپ لوگوں کو برا لگا ہو تو۔" زوار نے شرمندہ سے لہجے میں کہا۔ ماہ روش کی آنکھوں میں کچھ چبھا تھا۔

"سوری عروش مجھے پوچھنا چاہیے تھا۔" ضویا بھی اب کافی شرمندہ سی نظر آ رہی تھی۔

"کوئی بات نہیں ضویا۔" عروش سے ضویا کی شرمندگی برداشت نہیں ہوئی سو وہ بول اٹھی۔

"زوار کیا آپ جانتے ہیں۔ اس دن بوتیک میں میں کیوں نہیں بولی۔" عروش چلتے ہوئے اس کے سامنے جا کھڑی ہوئی تھی۔ اس کی نظریں عروش کے چہرے پہ جم سی گئیں تھیں وہ چاہ کے بھی ہٹا نہیں پا رہا تھا۔

"کیونکہ میں ضویا کی پسند کا جوڑا پہننا چاہتی تھی۔ یہ نمبر دو والا ریزن ہے اب میں آپ کو نمبر ون والا ریزن بتاتی ہوں۔" وہ وہاں سے ہٹی ماہ روش نے زوار کی بے اختیاری اچھے سے محسوس کی تھی اور وہ بس ضبط کا دامن تھامے خاموشی سے کھڑی تھی۔

"یہ دیکھئے یہ شرٹ بیک لیس ہے اور میں ایسے کپڑے نہیں پہنتی۔" عروش نے وہ ڈریس اس کے سامنے لہرایا۔

"I'm really very sorry

مجھے ایسی حرکت نہیں کرنی چاہئے تھی۔" وہ جو اس کے چہرے پہ خوشی دیکھنا چاہتا تھا۔ غصہ دیکھ کر کافی اپ سیٹ ہوا تھا اس لیے معذرت کرتا باہر چلا گیا۔ احمر اس کے پیچھے لپکا۔

"یار عروش تم گزارہ کر لینا پلیز میں بہت شرمندہ ہوں۔" ضویا نے اس کا ہاتھ تھاما۔

"اٹس اوکے اب مجبوری ہے تو میں کچھ نہ کچھ کر لوں گی۔ اب تم پلیز تیار ہو جاؤ۔" وہ دونوں آپس میں مصروف ہو گئیں تھیں۔ ماہ روش کو تو چاروں جانب بس دھواں ہی دھواں دیکھائی دے رہا تھا۔ ایک سیلاب کا ریلا جو اسکا سب کچھ بہا کے لے جانے والا تھا وہ وہیں بیڈ کے کنارے ڈھے سی گئی تھی۔ وہ تو زوار کے انکار کو اس لیے لائٹ لیتی رہی تھی۔ کیونکہ وہ ابھی پڑھ رہا تھا وہ ریزن بھی یہی دیا کرتا تھا۔ کہیں نہ کہیں اسے پورا یقین تھا کہ وہ اسی کا ہے ان میں بہت دوستی تھی۔ جیسی کہ کزنز میں ہوتی ہے مگر وہ نجانے کب اسے اپنے دل میں بسا بیٹھی تھی۔ اسے پتہ ہی نہیں چلا جب سے رشتے کی بات شروع ہوئی تھی۔ وہ اس سے کافی کترانے لگا تھا۔ وہ اسے اس کا گریز سمجھتی رہی تھی۔

"ارے تمہیں کیا ہوا آؤ باہر چلیں۔" عروش نے گم سم سی بیٹھی ماہ روش کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ وہ چونک کہ سیدھی ہوئی۔ اور بغور عروش کی جانب دیکھنے لگی بلیک سوٹ ریڈ لپ اسٹک میچنگ کے جھمکے کلائی میں کنگن اور کھلے بال وہ

واقع ہی بہت حسین لگ رہی تھی۔ وہ لگ رہی تھی یا وہ تھی وہ واقع ہی سادگی میں بھی اتنی ہی خوبصورت تھی۔ ماہ روش اس کا اور اپنا موازنہ کرنے لگی تھی۔

"ایسے کیا دیکھ رہی ہو۔" عروش جھنپ گئی۔

"تم بہت خوبصورت ہو۔" ماہ روش کے لہجے میں ستائش تھی۔

"تم بھی بہت خوبصورت ہو۔ سب سے زیادہ اب چلو۔" وہ اسے ہاتھ سے پکڑ کر اپنے ساتھ لے گئی۔ عروش جب سے ماہ روش سے ملی تھی اسے عجیب سی اپنائیت کا احساس ہو رہا تھا۔ اسے وہ لڑکی بہت اچھی لگی تھی۔ سلجھی ہوئی کم گو معصوم۔

"تمہیں پتہ ہے ماہ روش اگر میری کوئی بہن ہوتی نہ تو کنفرم تمہارے جیسی ہوتی۔" عروش نے اس کے ساتھ چلتے ہوئے کہا۔ عروش کی عادت جلدی گھلنے ملنے والی نہیں تھی مگر ماہ روش کے معاملے میں وہ خود کو نہیں روک پائی تھی۔ ایک وجہ اگر زوار تھا تو دوسری وجہ وہ خود سمجھنے سے قاصر تھی۔

"کیا میں اب آپ کی بہن نہیں ہوں۔" ماہ روش کے لہجے میں نمی تھی۔ مگر وہ پی گئی یہ جملہ وہ اپنی رقیب سے کہہ رہی تھی وہی جانتی تھی کہ اس پر کیا گزری تھی۔

"ہاں ابھی بھی ہو۔' عروش نے پیار سے اسکا ہاتھ پکڑا۔

"ہو سکتا ہے ایسا کچھ نہ ہو جو میں سوچ رہی ہوں پر جو دیکھا وہ تو جھوٹ نہیں ہے۔" ماہ روش کا ذہن بہت الجھ گیا تھا۔ مگر وہ ہال تک جاتے جاتے خود کو نارمل کر چکی تھی۔ جہاں سب لوگ بیٹھے خوش گپیوں میں مصروف تھے۔ زوار نے پھر سے چور نظروں سے عروش کو دیکھا تھا۔ وہ خود کو کتنا روکتا تھا مگر اسکا دل تھا کہ مانتا ہی نہ تھا۔ ماہ روش بس زوار کو نوٹس کر رہی تھی ساتھ اس کی نظر عروش پر بھی تھی کہ آخر بات یک طرفہ ہے یا دو طرفہ۔

"ارے بھئی دلہن کو تو لاؤ کوئی۔ دلہا تو کب سے بیٹھا ہے۔" باسم نے بلند آواز میں کہا۔

"دل تھام لیجئے یہ نہ ہو دلہا بھائی آپ دیکھتے ہی بے ہوش ہو جائیں۔" عروش نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"محترمہ فکر مت کریں ہم نے دلہا محترم کو تھام رکھا ہے۔ آپ بس بم پھوڑ دیجئیے۔" یہ فہد تھا جو شام میں پہنچا تھا۔

"اتنی کزنز ہیں اتنی فرینڈز ہیں مگر سب وقت پڑنے پر چھوڑ کے بھاگ گئیں اکیلی آ رہی ہوں میں۔" کمرے سے ضویا آتے ہی سب پر برس پڑی تھی۔

"ہائے مرتے ہیں سادگی پہ کہ فطرت کا حسن ہے آپ کا حسن اتنا ہے کہ ہم دوسرا مصرہ بھول گئے۔" احمر نے اسے

دیکھتے ہی آہ بھری۔

"لو جی دلہن، دلہا سے زیادہ جلدی میں ہے بے وقوف لڑکی ہم سب پورے اہتمام سے تمہیں لینے آنے ہی والے تھے کہ تم خود آن ٹپکی۔ اب آگئی ہو تو بیٹھ جاؤ اب تمہیں کوئی پروٹوکول نہیں ملے گا۔" عروش نے اسے گھر کا۔

"پہلے بتانا چاہئے تھا نہ۔" ضویا نے منہ بنایا لڑکوں کی ٹیم کا قہقہہ بلند ہوا تھا۔

"لو پڑ گئی کلیجے میں ٹھنڈ ناک کٹوادی۔" بسمہ نے بیٹھتے ہی ضویا کی کمر میں دھموکا جڑا۔

"اففففف میری یہ پہلی شادی ہے نہ اس لیے آئیڈیا نہیں ہوا۔" ضویا بلبلا کے رہ گئی۔

"یعنی ہم تو دس دس کر کے بیٹھے ہیں۔" بسمہ نے اسے گھورا۔

"ہائے بھلے چار کی اجازت ہے۔ مگر ہم تو ایک ہی کریں گے بس آپ مان جائیں۔" ساحر نے بسمہ کو دیکھتے ہوئے آہ بھری۔

"منہ دھو رکھو محترم خودکشی کر لوں گی تم سے شادی نہیں کروں گی۔" بسمہ نے اسے صاف جواب دے کر فارغ کیا تھا۔ سب لوگ ہنسنے لگے تھے ساحر اپنا سا منہ لے کر بیٹھ گیا۔ ساحر، ضویا اور بسمہ کی پھوپھو کا بیٹا تھا۔

"ٹھیک ہے اینڈ میں تمہیں میرے عشق میں ڈوب کر خودکشی کرنی پڑے گی۔ کیونکہ مجھے جیسا تو تمہیں ملے گا نہیں اس لیے مجھے یاد کر کر کے تم اپنی جان دے دو گی۔" ساحر نے ٹھنڈی سانس بھری۔

"تم جیسا ڈھونڈنا کس کو ہے تم جیسے تو ایک چھوڑ دس ملیں گے۔ مجھے اور تمہارے عشق میں ڈوبوں گی وہ بھی میں اس انکشاف سے پہلے نہ میں مرنا پسند کروں گی۔" بسمہ کا انداز صاف چڑانے والا تھا۔

"یہ بار بار مرنے کی باتیں نہ کرو اللہ میری عمر بھی تمہیں لگ جائے تمہارے بنا میں جی کر کیا کروں گا۔" کوئی معصومیت سی معصومیت تھی سب کا ہنس ہنس کے برا حال ہو گیا۔

"ابے تجھے سمجھ نہیں آرہا۔ نہیں کا مطلب نہیں میرے سامنے میری بہن کو تنگ کر رہا ہے۔ شرم کر لے۔" باسم نے اس کی گردن دبوچی۔

"سالا صاحب آپ بھی ہمارا ساتھ نہیں دیں گے۔" وہ روہانسا ہوا وہ دونوں بہت اچھے دوست تھے۔ باسم بسمہ سے بڑا تھا اسی طرح ساحر اور باسم ہم عمر تھے۔ ساحر کی والدہ نے ساحر کے کہنے پر بسمہ کا ہاتھ مانگا تھا۔ اندر ہی اندر بڑوں میں بات طے پا چکی تھی۔ بس بسمہ کی پڑھائی ختم ہونے کا انتظار تھا۔ اس پرپوزل کے لیے وہ بھی مان گئی تھی۔ مگر ابھی تک کوئی رسم نہیں ہوئی تھی۔ اس لیے بسمہ ساحر کو تنگ کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتی تھی اور وہ ہمہ وقت مجنوں بنا

نظر آتا۔

"بہنا یہ بندہ لا علاج ہے تم گیم شروع کرو۔" بسمہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

"گیم کے تین راوئنڈ ہوں گے جو ٹیم دو راوئنڈ ون کرے گی۔ وہ ونر ہو گے پہلے گرلز اینڈ بوائز کی ٹیم ہو گی پھر کپلز ہوں گے اور پھر سنگل کھیلنا ہو گا۔"

"پہلے راونڈ ڈھولکی ہے جو ایک گھنٹہ چلے گی۔ اس کے بعد خوبصورت شاعری کا مقابلہ جو بہت لمبا نہیں ہو گا۔ آئی نو یہاں بہت بد ذوق لوگ ہیں اس لیے میری ہمت نہیں ہوئی مقابلہ لمبا رکھنے کی۔" بسمہ نے بولتے بولتے کن آکھیوں سے ساحر کی جانب دیکھا جو ابھی تک اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ "تیسرا اور آخری راونڈ ہم سب کو اپنے بارے میں ایک ایسی بات بتانا ہو گی۔ جو پہلے کسی سے نہیں کی یا پھر اپنی زندگی کا کوئی سب سے بڑا سچ سب کو تین تین موقع ملیں گے۔ اگر کوئی اپنی پسند کے سوال ایڈ کرنا چاہے تو کر سکتا ہے۔" بسمہ نے پرچیوں والا جار اس کے درمیان رکھا وہ لوگ زمین پر ہی گول دائرے کی صورت میں بیٹھے ہوئے تھے۔

"نہیں جو سوال تم نے لکھے ہیں وہی ٹھیک ہیں۔" عروش نے بات ختم کی۔

"گڈ گرل۔" بسمہ نے اسے آنکھ ماری وہ مسکرا دی۔

"ہائے ظالم ادا۔" ساحر نے آہ بھری۔ باسم نے ایک زور کا ٹکہ اس کی کمر میں جڑا تھا۔

"یہ کیا تھا۔" ساحر نے اسے گھورا۔

"تمہیں بہنوئی کی صورت قبول کر لیا ہے۔ احسان مانو میر اب ایسی حرکتیں نہ کرو کہ مجھے اپنے اس فیصلے پہ غور کرنا پڑے۔ جو ابھی تک فائنل نہیں ہوا۔" باسم نے اسے وارن کیا انداز جلا دینے والا تھا۔ وہ بھی دل کو قابو کر کے بیٹھ گیا۔ مبادہ یہ لوگ سچ مچ بات فائنل کرنے سے پہلے ہی ختم کر دیں۔ دونوں طرف سے مقابلہ جاری تھا۔ لڑکیاں کم نہیں تھیں تو لڑکے کیسے کسی سے پیچھے رہتے اینٹ کا جواب پتھر سے دیا جا رہا تھا۔ بڑے سارے اس ہلے گلے کو انجوائے کر رہے تھے۔ وقت طے شدہ وقت سے بھی آگے نکل گیا تھا۔ مگر فلحال کوئی بھی ہار ماننے کو تیار نہیں تھا۔

' "ت' سے گانا سناؤ لڑکوں اب آیا نہ اونٹ پہاڑ کے نیچے اب مزہ آئے گا۔" لڑکیاں بہت خوش تھیں کہ لڑکے 'ت' پہ پھنس گئے تھے۔ ان کے جیتنے کہ چانسسز پورے تھے۔

"ہار گئے، ہار گئے۔" سب لڑکیوں نے مل کے شور مچانا شروع کیا۔

"تو جو نہیں ہے تو کچھ بھی نہیں ہے۔

یہ مانا کہ محفل جواں ہے حسین ہے۔"

زوار کی آواز پہ سب نے دم سادھ لیا تھا۔ وہ تب سے صرف ساتھ دے رہا تھا گا کچھ نہیں رہا تھا۔ اس کی آواز بلا شبہ بہت پیاری تھی سب لوگ خاموش ہو گئے تھے۔

"سمجھ میں نہ آئے یہ کیا ماجرہ ہے۔

تجھے پا کہ دل میں یہ خالی سا کیا ہے۔"

اس کی نظر عروش سے ٹکرائی تھی۔ عروش نے جلدی سے اپنا رخ موڑ لیا تھا۔

"کیوں ہر وقت دل میں کوئی بے کلی ہے۔

کیوں ہر وقت سینے میں رہتی کمی ہے۔"

ماہ روش نے زوار کا دیکھنا اور عروش کا رخ بدلنا دونوں اچھے سے دیکھے تھے۔ وہ زوار کے گانے کے لیرکس کو بھی ٹھیک سے محسوس کر سکتی تھی۔

"تو جو نہیں ہے تو کچھ بھی نہیں ہے۔

یہ مانا کہ محفل جواں ہے حسین ہے۔"

وہ ہمیشہ سے اچھا گا تا تھا۔ یہ بات ماہ روش جانتی تھی مگر باقی سب آج دیکھ اور سن رہے تھے۔

"جدھر بھی یہ دیکھیں جہاں بھی یہ جائیں۔

تجھے ڈھونڈتی ہیں یہ پاگل نگاہیں۔"

زوار کی نظریں ابھی بھی عروش پہ جمی تھیں۔ عروش نے پھر سے اس کی جانب دیکھنے کی غلطی نہیں کی تھی۔ زوار کی حرکات و سکنات آج ماہ روش کہ علاوہ اور بھی کچھ لوگوں نے بہت شدت سے محسوس کی تھیں۔ جن میں ضویا اور احمر سر فہرست تھے۔

"میں زندہ ہوں لیکن کہاں زندگی ہے۔

میری زندگی تو کہاں کھو گئی ہے۔

تو جو نہیں ہے کچھ بھی نہیں ہے۔

یہ مانا کہ محفل جواں ہے حسین ہے۔"

وہ سچ میں اتنا پیارا اور دل سے گا رہا تھا کہ کسی کا ٹوکنے کا دل ہی نہیں کیا۔

"واہ زوار سائیں محفل لوٹ لی۔" احمر نے جوشیلے انداز سے اسکا کندھا تھپکا سب نے تالیاں بجا کر اسے داد دی تھی۔ یہ راونڈ تو برابر ہو گیا بسمہ نے منہ بنایا۔

"شکر کرو بچ گئی ہو ورنہ شرط کے مطابق ٹھنڈ میں باہر بیٹھنا پڑتا۔" زوار نے کن آکھیوں سے عروش کی طرف دیکھا۔ وہ بس سر جھکائے اپنے ہاتھوں کی طرف دیکھتی رہی۔

"زوار بھائی سچ بتائیں۔ یہ گانا آپ نے کسی سپیشل پرسن کے لیے گایا ہے۔ ہے نا۔" بسمہ نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ عروش کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا تھا۔ ماہ روش نے اچانک زوار کی طرف دیکھا تھا۔ جیسے وہ ابھی نام بتا دے گا۔

"ارے نہیں ایسی کوئی بات نہیں۔" زوار نے اسے ٹالا۔

"نہیں بتائیں نہ پلیز کیا وہ اس وقت ہمارے درمیان ہے۔" بسمہ نے جو نوٹس کیا تھا وہ اس کی تائید چاہتی تھی۔ عروش کے ہاتھ پیر ٹھنڈے ہو گئے تھے۔

"اووو ہووو آپ لوگ سمجھے نہیں گانا واقع ہی میں نے کسی کے لیے گایا ہے۔ مگر وہ یہاں پر نہیں ہے اس لیے تو کہہ رہا تھا۔ کہ تو جو نہیں ہے کچھ بھی نہیں ہے۔" زوار نے آہ بھری اسے عروش کی شکل دیکھ کر رحم آ گیا تھا۔ ورنہ وہ صاف کہہ دیتا ہاں وہ یہیں پہ ہے۔ زوار کے جواب پر عروش نے سکھ کا سانس لیا۔

"اب راونڈ ٹو کی جانب بڑھتے ہیں۔ اب یہ پہلا مقابلہ چونکہ برابر رہا ہے اس لیے نمبر دو والی گیم کو ختم کر دیا گیا ہے اور اب یہ گیم ہی ہمارا فیصلہ کرے گی۔ یہ باول ہے اور اس میں کچھ سوال ہیں سب لوگ اس میں سے پرچیاں نکالیں گے۔ جس پہ جو لکھا ہو گا وہ اسے کرنا ہو گا۔" بولو منظور بسمہ نے ہاتھ بلند کیا۔ سب نے بیک وقت منظور ہے کا نعرہ لگایا تھا۔ سب لوگ اب اپنی اپنی پوزیشنز پر آ گئے تھے۔ میوزک سٹارٹ ہوا اور باول پاس ہونے لگا سب سے پہلے باؤل باسم کے ہاتھ میں آیا تھا۔

اس نے بڑے جوش سے ایک پرچی نکالی اور پڑھ کے وہ مکمل ٹھنڈا پڑ گیا تھا۔

"بتاؤ کیا لکھا ہے۔" بسمہ نے پرچی اس کے ہاتھ سے لی۔ "اوووواووو لکھا ہے کہ سب سے پہلے لائف میں آپ نے کس لڑکی / لڑکے کو I Love You کہا تھا۔ بتاؤ باسم بھیا۔" بسمہ نے اسے ٹہکا دیا وہ سر کھجا کہ رہ گیا۔

"بتاؤ بھی سب سننے کے لیے بے تاب تھے۔ "

"صبا کو اور تھپڑ بھی کھایا تھا۔ مگر میں آج بھی قائم ہوں اپنی بات پہ۔" باسم نے سامنے بیٹھی صبا کو دیکھا۔ "سالے

تو اتنا کمینہ ہے۔" ساحر نے اس کی گردن دبوچی۔ "کیوں تم میری بہن سے شادی کر سکتے ہو۔ میں کیوں نہیں۔" باسم نے اپنی گردن آزاد کروائی۔

"پہلے تھپڑ مارا تھا۔ آج جوتا ماروں گی۔" صبا نے جل کے کہا دیکھا۔

"یہ ہمیشہ ایسے کرتی ہے خونخوار بلی بس اسی لیے میں کچھ نہیں کہتا۔" باسم نے منہ بنایا سب لوگ ہنسنے لگے تھے۔ باؤل پھر سے سب کے ہاتھوں سے ہوتا ہوا اب کے ساحر کے ہاتھوں میں رکا تھا۔

"واہ یہ تو بہت آسان ہے۔" ساحر مسکرایا۔

کیا لکھا ہے۔؟" باسم نے جھانکا۔

"جون ایلیاء کا شعر سنائیں۔" ساحر نے پرچی اس کے سامنے کی۔

"اب اگر بات ذوق اور شعر سنانے پہ آ ہی گئی ہے۔ تو میں یہ شعر خاص کسی کو سنانے کے لیے سنا رہا ہوں۔" اس نے بغور بسمہ کو دیکھا بسمہ اسی کی طرف متوجہ تھی۔

"عرض کیا ہے۔"

"ارشاد، ارشاد۔" باسم نے بلند آواز میں کہا۔

"جون آغازِ مے گساری میں۔
نشہ ہوتا ہے پھر نہیں ہوتا۔
تم نہیں چاہتے مرا ہونا۔
چلو اچھا ہے میں نہیں ہوتا۔"
(جون ایلیاء)

ساحر نے لہک لہک کر شعر مکمل کیا۔

"بہت اچھے مجھے تم سے یہ ہی امید تھی۔ کہ تم ضرور مجھے ہی برا کہو گے۔ خیر چھوڑو گیم شروع کریں۔" بسمہ نے منہ بناتے ہوئے کہا باول پاس ہوتے ہوئے اب کے فہد کے پاس آیا تھا۔

"کبھی چوری کی ہے اگر کی ہے تو کیا۔؟"

"یہ تو بہت آسان اور Embaressing بھی۔" فہد بے منہ بنایا۔

"بتاؤ بھی۔" احمر نے اسے ہمت دلائی۔

"یار چھوٹا تھا تو محلے میں ایک لڑکی کے ساتھ سیٹنگ چل رہی تھی۔ اسے گفٹ دینا تھا پیسے نہیں تھے۔ اس کیے اپنی بہن کی کچھ چیزیں اٹھا کے اسے دے دیں تھیں پھر ہم دونوں پکڑے گئے۔ بہت ڈانٹ پڑی اور مار بھی میں تب 10 سال کا تھا شاید اس کے بعد سے توبہ کر لی ہے۔" فہد نے سر کھجاتے ہوئے کہا۔ سب لوگ ہنس ہنس کے لوٹ پوٹ ہو گئے تھے۔

"تو سالے بچپن سے ذلیل ہے۔" احمر نے اس کندھے پہ مکا مارا۔

"اس میں کیا ہے جتنی عمر تھی۔ اتنی سمجھ تھی۔" فہد نے ہنس کے ٹالا۔ باول پھر سے گھومتے گھومتے اب کے احمر کے پاس رکا تھا۔

" یا اللہ رحم۔" اس نے دل پہ ہاتھ رکھتے ہوئے پرچی اٹھائی۔

"یہ کیا بکواس ہے۔" پرچی پڑھتے ہی احمر کا رنگ فق ہوا تھا۔

"دیکھاؤ زرا۔" ضویا نے اس کے کچھ سمجھنے سے پہلے ہی پرچی اس کے ہاتھ سے اچک لی تھی۔

لائف میں سب سے پہلے آپ نے کس لڑکی / لڑکے کو کس کیا۔؟" پڑھتے ہوئے ضویا کا منہ کھل گیا تھا۔

"بتاؤ کون تھی وہ جلدی سے نام بتاؤ دیکھو جھوٹ مت بولنا تم۔ مجھے اچھی طرح جانتے ہو۔" ضویا جارحانہ تیور لیئے اس کے سر ہوئی۔

"کوئی نہیں تھی نہ ہے ایسی کسی لڑکی کا وجود اس دنیا میں نہیں پایا جاتا قسم لے لو۔" احمر منمنایا۔

"میں کیسے مان لوں۔" ضویا نے اسے مشکوک نظروں سے گھورا۔

قسم لے لوں سچ میں جھوٹ نہیں بول رہا۔ بسمہ کس جنم کا بدلہ لیا ہے تم نے مجھ سے۔ یہ گیم تو ختم ہو جائے گی مگر میری تفتیش نہیں۔" احمر روہانسا ہوا سب کا قہقہہ پڑا تھا۔

"ہاں نہ تو نام بتا بات ختم کر۔" زوار نے اپنی مسکراہٹ بمشکل چھپاتے ہوئے کہا۔

"زوار کیا کہہ رہے ہو کس کا نام۔" احمر نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔

"دیکھو احمر بنو مت ضویا سے کیوں چھپا رہے ہو ویسے بھی کل نکاح ہو جانا ہے۔ وہ انکار تھوڑی کرے گی۔" زوار نے اس کے کندھے پہ تھپکی دے کر اس کی ہمت بڑھائی۔

"دشمنی نکالنے کا یہ بالکل ٹھیک ٹائم نہیں ہے۔" احمر نے اسے کھا جانے والی نظروں سے گھورا۔

"چلو شاباش نام بتا دو۔" زوار اسے تپانے کے موڈ میں تھا۔

"ضویا میں سچ کہہ رہا ہوں۔ کوئی نہیں ہے میری زندگی میں آنے والی پہلی اور آخری لڑکی تم ہو۔" احمر نے اسے

یقین دلانا چاہا۔

"اچھا پہلی یہ ہے تو وہ دو پونیوں والی کون تھی۔" زوار نے اس بے چارے پہ ایک اور کاری وار کیا تھا۔ احمر کا دل چاہا زوار کا سر پھاڑ دے نہیں تو اپنا سر دیوار میں مار لے۔

"دو پونیوں والی یہ کون تھی یا ہے۔" ضویا نے گھورا۔

"بتاتا ہوں بتاتا ہوں رکو صبر کر لو۔" احمر نے دونوں ہاتھ اٹھاتے ہوئے اپنا جرم قبول کر لیا تھا اور دل ہی دل میں زوار کو جی بھر کے گالیاں بھی دیں تھیں۔

"میں کلاس 5 میں تھا جب ہمارے اسکول میں ایک لڑکی آئی بہت کیوٹ تھی۔" احمر کی آنکھوں میں چمک صاف نظر آ رہی تھی۔ ضویا نے خود کو کول ڈاؤن کیا۔

"بس میں اسے دیکھتا تھا وہ مجھے اچھی لگتی تھی۔ دو پونیاں بناتی تھی تو اور کیوٹ لگتی تھی۔ بسسس ایک سال وہ رہی پھر آج تک اسکا پتہ نہیں چلا بس یہ بات زوار کو بتا دی اور یہ راز رکھا اس نے میرا ضویا یار بچپن کی باتیں کون یاد رکھتا ہے۔ وہ تو بس ایسے ہی۔" احمر کی بات ابھی منہ میں ہی تھی جب ضویا نے پاس پڑا کشن اسے دے مارا۔

"یعنی اگر اب وہ تمہیں مل جاتی تو تم ضرور اسے ہی پرپوز کرتے۔" ضویا کا غصہ ساتویں آسمان سے باتیں کر رہا تھا۔

"قسم لے لو تم سے ملنے کے بعد میں کبھی کسی کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔ یہ تو بچپن کی بات ہے میں تو بھول بھی گیا تھا۔" احمر کی تو مانو جان پہ بن آئی تھی۔

"ضویا یاد کرو 5 میں تم ہمارا اسکول چھوڑ کے ایک سال کے لیے کسی دوسرے اسکول گئی تھی اور پھر 6 میں واپس آ گئی تھیں۔" عروش نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"ہاں گئی تھی اور بد قسمتی سے اسی اسکول میں گئی تھی جہاں اس جیسے گدھے کو بھی ایڈمشن مل جاتا ہے۔ اسی لیے میں وہ اسکول چھوڑ کے چلی گئی تھی۔" ضویا روہانسے لہجے میں بولی۔ عروش بس اسے دیکھ کر مسکرا دی۔

"اب گیم سٹارٹ کرو گے یا لڑتے ہی رہو گے۔" عروش نے ان دونوں کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"سارے موڈ کا ستیاناس کر دیا۔" ضویا نے منہ بنایا۔ باول پاس ہوتا ہوا اب کے صبا کہ ہاتھ آیا تھا۔

"اپنے پاپا سے دو روپے مانگ کر لائیں یار یہ کیا مذاق ہے۔" صبا نے غصے سے بسمہ کی طرف دیکھا۔ وہ بس ہنسے جا رہی تھی۔

"آپ لوگ بتاؤ اتنی بڑی رقم کوئی آجکل کے زمانے میں لے کر گھومتا ہے کیا۔ ہاں کریڈٹ کارڈ کا لکھتی تو میں

ضرور لے آتی۔" صبا نے منہ بنایا سب ہنسنے لگے تھے۔

"تم پوئٹری کی بہت شوقین ہو کوئی شعر سنا دو تا کے آگے بڑھیں ہم۔" بسمہ نے بات ختم کی۔

"عرض کیا ہے ذرا غور فرمائیں۔

درد اتنا ہو کہ بول اُٹھے سکوتِ شہر جاں

زخم ایسا دے کہ جس کا چارہ گر کوئی نہ ہو"

(محسن نقوی)

صبا نے مسکراتے ہوئے شعر پڑھا چاروں طرف واہ واہ کا شور اٹھا تھا۔

"میں کیوں تمہیں درد دوں گا میں تو خود درد سہہ رہا ہوں۔ تمہاری اجازت ہو تو تم میری اور میں تمہارہ چارہ گر بن جاؤں۔" باسم نے اسے دیکھتے ہوئے معصومیت سے کہا۔

"سدھر جاؤ۔" صبا نے دانت کچکچائے۔

"ضویا اب تمہاری باری۔" باول ضویا کے ہاتھ میں رکا تو بسمہ نے اسے متوجہ کیا وہ تو کہیں اور ہی کھوئی تھی۔

"اپنے Recent کرش کا نام بتائیں۔" ضویا نے پڑھتے ہوئے ایک نظر احمر کو دیکھا۔

"اگر کوئی اور وقت ہوتا تو شاید میں نہ بتاتی۔ مگر اب بتاؤں گی اس بات پہ میں نے عروش سے بہت ڈانٹ بھی کھائی اور دھوکے بھی مگر آج میں علان کرتی ہوں۔ آجکل زوار حیدر میرا ری سینٹ کرش ہیں۔" بات کرنے کے دوران تمام وقت ضویا کی نظر احمر پہ تھی احمر پہلو بدل کے رہ گیا جبکے زوار کو کھانسی کا شدید دورہ پڑ چکا تھا عروش اپنا سر تھام کر رہ گئی۔ اگلی باری بسمہ کی تھی۔

"جس سے آپ محبت کرتے ہیں اس کے نام کا پہلا حرف بتائیں۔ ہائے یہ کس منحوس وقت میں لکھی تھی میں نے۔" بسمہ خود کو کوس کر رہ گئی۔

"ہاں بتاؤ۔" ساحر کی اکسائٹمنٹ دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔

"ایس۔" بسمہ نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"اور ایس سے میرا نام بنتا ہے۔" ساحر تو اچھل ہی پڑا تھا۔ "زیادہ خوش ہونے کی ضرورت نہیں میں شاہ رخ خان کی بات کر رہی تھی۔" بسمہ نے ساحر کے غبارے سے ہوا نکالنے کی ناکام کوشش کی۔

"ماہ روش اب تمہاری باری۔" بسمہ نے ماہ روش کو دیکھتے ہوئے کہا ماہ روش نے ڈرتے ڈرتے پرچی نکالی۔

"بچپن کا ایسا جھوٹ جس سے کسی کو مار پڑی ہو مگر آپ محفوظ رہے ہوں۔"

"یار ایسا تو کوئی واقع نہیں ہے۔" ماہ روش نے ذہن پہ زور دیتے ہوئے سوچا۔

"کوئی تو ہو گا۔" بسمہ نے زور دیا۔

"ہاں ایک ہے۔ میرا اور زوار کا اسکول ایک ہی تھا زوار اکثر شرارت کرتا اور ڈانٹ مجھے پڑتی گھر میں اسکول میں سب کے سامنے میں بری بنتی ان کی ٹیچر نے انہیں ایک ٹیسٹ دیا تھا۔ جو انہوں نے کیا بھی تھا مگر میں نے اسکول جانے سے پہلے وہ کاپی نکال کے کہیں چھپا دی تھی۔ کلاس میں جب کاپی نہیں ملی تو مجھے بلایا گیا زوار کا کہنا تھا کہ میں نے اسے ہوم ورک کرتے دیکھا ہے۔ اور مجھ سے پوچھ لیں کاپی شاید غلطی سے گھر پہ رہ گئی۔ بس تب میں نے بول دیا کہ نہیں میں نے نہیں دیکھا تھا۔ بس پھر زوار کو مار پڑی اور پورا دن کلاس سے باہر رہنا پڑا۔" زوار اس گفتگو کے درمیان کئی بار پہلو بدل چکا تھا۔

"گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے۔" وہ بڑبڑایا اب مزہ آیا۔

"اور دوسروں کی جڑیں کاٹ۔" احمر نے اسے کہنی ماری وہ کراہ کے رہ گیا۔

"ویسے تو مرغا بن کے کیسا لگا ہو گا۔" احمر نے تصور کیا اور پھر ایک دم ہنس پڑا۔

"مرغا نہیں بنا تھا بس باہر کھڑا ہوا تھا۔" زوار نے صفائی دی۔ باول اب کے زوار پہ رکا تھا۔

"اپنی زندگی کا کوئی خوبصورت لمحہ بتائیں جیسے آپ کبھی نہیں بھول سکتے اور اپنی زندگی کی سب سے بڑی خواہش۔؟"

"ہہہمم۔" پرچی پڑھتے ہوئے زوار نے ہنکارا بھرا۔

"خوبصورت لمحہ تو وہ ہے جب میں نے پہلی بار اسے دیکھا اب کسے دیکھا یہ کوئی نہیں پوچھے گا۔" سب کے ہونٹ ملنے سے پہلے ہی زوار نے ہاتھ اٹھا کر سب کو روک دیا تھا۔

"اور دوسری خواہش۔" زوار نے عروش کی طرف دیکھا۔ دونوں کی نظریں پل بھر کے لیے ملیں تھیں اور پھر دونوں نے نظروں کا زاویہ بدل لیا تھا۔

"ایک تو اسے پانا ہے اور دوسری جو سب سے بڑی ہے وہ یہ ہے کہ بڑے پاپا مجھے پیار سے سینے لگائیں اور فخر سے سب سے میرا سب سے تعارف کروائیں۔" زوار نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا سب اس کی بات پہ ہنس پڑے تھے۔ اب کے باول عروش پہ آرکا تھا اس نے پرچی نکالی۔

"اپنی زندگی کا کوئی پچھتاوا اگر وقت ملے تو دوبارہ ایسا نہیں کریں گے آپ۔" وہ پڑھ کے کئی ثانیے خاموش رہی

تھی۔

"عروش بتاؤ یار۔" ضویا نے اسے کندھے سے پکڑ کے ہلایا۔ "یار چھوڑو میری باری آپ لوگ اپنی گیم کھیلو۔" عروش نے ٹالنا چاہا۔

"اتنا تو آسان ہے بتا بھی دیں۔" بسمہ بضد تھی۔

"دیکھیں بتانا تو آپکو پڑے گا۔ ورنہ یہ چیٹنگ ہو سکتی ہے۔ اور آپ ہار جائیں گی اور پھر آپ کو باہر ٹھنڈ میں بیٹھنا پڑے گا۔" زوار نے اسے دیکھتے ہوئے کہا انداز اکسانے والا تھا ماہ روش زوار کو بس دیکھ کے رہ گئی وہ اس کے رنگ ڈھنگ خوب سمجھ رہی تھی۔ اس نے اپنے آنسو اندر اتارے اور کہنا شروع کیا سب اسی کی طرف متوجہ تھے۔

"میں پانچ سال کی تھی جب میری مما کی ڈیتھ ہوئی۔ میں نے نیا نیا اسکول جانا شروع کیا تھا۔ مجھے پڑھنے کا بہت شوق تھا میں پورا دن کھیلتی رہی اپنا ہوم ورک کیا میں بہت تھک گئی تھی۔ ان دنوں میں کمرہ زارا آپی اور روزینہ کے ساتھ شئیر کرتی تھی۔ زارا آپی میرا بہت خیال رکھتیں۔ مجھے ہوم ورک کرنے میں ہیلپ کرتیں میرے ساتھ کھیلتیں۔ میں ان کے پاس سوتی کیونکہ وہ مجھے کہانیاں سناتیں تھیں۔ مما کی طبعیت بہت خراب تھی وہ زیادہ دیر بول نہیں پاتیں تھیں میں ناسمجھ تھی۔ ان کی جان لیوا بیماری سے انجان مجھے ان کا ٹائم چاہئے تھا۔ اس رات انہوں نے کہا کہ عروش آج میرے ساتھ سو جاؤ میں نے کہا آپ مجھے کہانی سنائیں گی۔ وہ بولی ہاں کیوں نہیں اوپر سے گرینی آگئیں مما کو ڈانٹ کر بولیں۔ تم بہت بیمار ہو ڈاکٹر نے تمہیں بات کرنے سے منع کیا ہے۔ تم سو جاؤ میں ناراض ہو کے زارا آپی کے پاس چلی گئی۔" اگلی صبح اٹھی تو آنسوؤں کا پھندا عروش کے گلے میں اٹک گیا تھا۔

"اگر وقت واپس آئے تو وہ رات میں اپنی ماں کے سینے پہ سر رکھ کے سونا چاہوں گی اور کہانی سننے کی ضد بھی نہیں کروں گی اور نہ ناراض ہو کے کمرہ چھوڑوں گیں مگر وہ وقت واپس تو آئے۔" آنسو ایک تواتر سے بہنے لگے تھے۔ سب لوگ اچانک افسردہ اور خاموش ہو گئے تھے۔ اس کے لہجے کرب تھا اس کے انداز میں ایک بچی تھی وہ پانچ سالہ بچی جو کسی میلے میں کھو گئی ہو اور واپس جانے کی بھی کوئی امید نہ ہو اس کی تکلیف اور جس نے سب کچھ کھو دیا ہو کوئی تکلیف سی تکلیف تھی۔ اگر محسوس کی جاتی وہاں تو سبھی حساس دل لوگ تھے۔ زوار بس پچھتا سکتا تھا کہ کیوں کہا۔

"سوری آپ سب کا موڈ بھی خراب کر دیا آپ لوگ انجوائے کریں۔" وہ سب سے معذرت کرتی وہاں سے اٹھ کر چلی گئی تھی۔ سب لوگ خاموش ہو گئے تھے زوار کو اس کے آنسو دیکھ کر بہت دکھ ہوا تھا۔ آہستہ آہستہ سب لوگ وہاں سے اٹھ گئے اور اس کے ساتھ ہی ایک ہنسی سے بھری خوبصورت شام کا اس دکھ پہ اختتام ہوا۔

عروش وہاں سے سیدھا لان میں آئی تھی اور قدرے پر سکون اور اندھیرے کونے میں بیٹھ گئی تھی ۔

سب لوگ باری باری اٹھ کر خاموشی سے اپنے اپنے کمرے میں چلے گئے تھے ضویا کا کئی بار دل چاہا کہ وہ عروش کے پیچھے جائے مگر وہ جانتی تھی وہ اس وقت تنہائی میں رہنا چاہتی ہے اس لیے وہ بھی چلی گئی تھی وہ کمرے میں آئی تو ماہ روش کمبل سر تک تانے چت لیٹی تھی ضویا خاموشی سے کمرے سے باہر نکل گئی اس کا رخ احمر کے کمرے کی جانب تھا۔

عروش رونا نہیں چاہتی تھی مگر وہ اپنا ضبط کھو بیٹھی تھی اس لیے وہ وہاں سے باہر آ کر رونے لگی تھی تا کے اس کا دل ہلکا ہو جائے مگر نجانے کیوں تکلیف بڑھتی چلی جا رہی تھی۔

سب لوگوں کے چلے جانے کے بعد بھی زوار گم سم سا وہیں بیٹھا رہا تھا کافی دیر یونہی بیٹھنے اور خود کو ملامت کرنے کے بعد وہ وہاں سے اٹھ کر لان میں آ گیا تھا ۔

تبھی اس کی نظر ایک کونے میں گھٹنوں پہ سر رکھے بیٹھی عروش پہ پڑی تھی باہر ٹھنڈ کافی بڑھ گئی تھی اس نے اپنی کلائی پہ بندھی گھڑی میں وقت دیکھا تھا رات کے دو بج رہے تھے وہ خاموشی سے کھڑا اسے دیکھتا رہا تھا۔

"زہے نصیب زہے نصیب آپ یہاں مجھے تو آپنی آنکھوں پہ یقین نہیں آ رہا۔" احمر نے ضویا کو دیکھتے ہی خوشی سے بھرپور لہجے میں کہا ۔

"کر لو یقین میں ہی ہوں وہ تمہارا بچپن کا عشق نہیں ہے۔"ضویا نے طنز کا تیر پھینکا ۔

"یار بھول جاو بچپن کی بات ہے چھوڑو جانے دو۔" احمر نے اسے ٹالا ۔

"جانے تو نہیں دے سکتی ناں آج بچپن کے افیئر کا پتہ چلا ہے کل جوانی کی کوئی کہانی سننے کو مل جائے گی نظر تو رکھنی پڑے گی ناں" وہ بولتے ہوئے کھڑکی کے پاس جا کھڑی ہوئی تھی۔

"میں تمہاری قسم کھا کہ کہتا ہوں میرا کبھی کوئی افیئر نہیں رہا اور جانتی ہو وہ لڑکی کون تھی۔"وہ بھی اس کے قریب آ کر رک گیا۔وہ باہر کچھ دیکھنے کی تگ و دو میں مصروف تھی۔

"کون تھی۔"ضویا کا انداز سرسری تھا۔

"وہ تم ہی تھی۔" احمر نے منہ بناتے ہوئے کہا ضویا نے اچانک پلٹ کے اس کی طرف دیکھا آنکھوں میں بے تحاشہ غصہ تھا

"مجھے بے وقوف مت بناؤ۔" وہ غصے سے بولی

"سچ کہہ رہا ہوں تمہیں بہت ڈھونڈھا مگر تم ملی بھی تو بھائی کی شادی پر میں فورا پہچان نہیں پایا تھا پھر جب ایک دن

ہم لوگ دعوت پہ آئے تھے میں نے تمہارے کمرے میں لگی تمہارے بچپن کی تصویریں دیکھیں پھر باتوں باتوں میں تم سے کنفرم بھی کر لیا تم دونوں کے نام بھی تو سیم تھے اس لیے۔" احمر نے آخر کار اعتراف جرم کر لیا تھا۔

"یہ سب تم نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا۔" ضویا کی آنکھوں میں بے یقینی تھی۔

"سوچا تھا جب میری محبت کا یقین کر لو گی تب بتاوں گا کہ میری محبت اتنی کمزور نہیں جتنی تم کہا کرتی تھیں۔" احمر نے اسکی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"اچھا تو وہ لڑکا جو مجھے گھورتا تھا وہ تم تھے۔" ضویا نے اپنی مسکراہٹ چھپاتے ہوئے کہا۔

"گھورتا کب تھا میں تو چھپ چھپ کے دیکھتا تھا پیار سے۔" احمر مخمور لہجے میں بولتا ہوا اس کے قریب ہوا۔

ضویا فورا پیچھے ہٹی تھی اور پھر کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی۔

زوار واپس جانے کے لیے مڑا تھا مگر پھر کچھ سوچ کر وہ عروش کی طرف بڑھ گیا۔

"طے ہوا تھا کہ جو ہارے گا وہ دو گھنٹے باہر ٹھنڈ میں بیٹھے گا مگر آپ تو جیت کر بھی خود کو سزا دینے پہ تلی ہیں۔" زوار اس کے قریب بیٹھتے ہوئے بولا۔

عروش نے اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے سر گھٹنوں سے اٹھایا مگر بولی کچھ نہیں

"مجھے آپ کو فورس نہیں کرنا چاہیے تھا میں بہت شرمندہ ہوں۔" کافی دیر جب وہ کچھ نہیں بولی تو زوار نے پھر سے کہنا شروع کیا۔

"ایسی بات نہیں میں کسی کے سامنے تو بالکل نہیں روتی مگر مما کی بات پہ مجھے خود پہ کنٹرول نہیں رہتا۔" وہ اسکی طرف دیکھ کر مسکرائی۔

سرخ روئی روئی آنکھیں غضب ڈھا رہیں تھیں، وہ کئی ثانیے مبہوت سا دیکھے گیا۔

ماہ روش کو کسی پل سکون نصیب نہیں ہو رہا تھا عروش اور ضویا دونوں کمرے سے غائب تھیں وہ جھلا کے اٹھ بیٹھی اور ان کی تلاش میں باہر آنکلی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"موسم بدل رہا ہے کافی ٹھنڈ ہوتی ہے اب رات میں۔" زوار نے بات بدل تھی۔

عروش نے محض سر ہلایا تھا۔

وہ اداس تھی خاموش تھی زوار اس سے بات کرنا چاہتا تھا اس کا موڈ ٹھیک کرنا چاہتا تھا مگر کیسے۔

"احمر وہ دیکھو۔" ضویا کب سے خاموش کھڑی کھڑکی سے باہر دیکھ رہی تھی اس نے زوار کو عروش کے پاس بیٹھ کر باتیں کرتے دیکھا تو فوراً احمر کو متوجہ کیا۔

"کیا ہوا" وہ بھی اس کے پاس آکر کھڑا ہوا۔

"تم بھی وہی نوٹ کر رہے ہو ناں جو میں۔" ضویا نے مسکراتے ہوئے احمر کی طرف دیکھا۔

"کیا؟۔" احمر نے سوالیہ نظروں سے ضویا کی طرف دیکھا۔

"بدھو زوار کا عروش کی طرف مائل ہونا۔" وہ مسکرائی۔

"ہاں میں نے بھی نوٹس کیا ہے مگر ہو سکتا ہے یہ ہمارا وہم ہو۔" احمر نے اب کے دونوں کو بغور دیکھا۔

"نہیں یہ وہم نہیں ہے یہ سب ہو رہا ہے عروش کو چھپ چھپ کے دیکھنا اور اب تو ڈریس بھی چینج کر دیا اب میں سمجھی۔" ضویا نے پر سوچ نظریں ان دونوں پہ جمائیں۔

"ضویا پلیز اس بات کا ذکر کسی سے مت کرنا عروش سے تو بالکل نہیں اور زوار کو میں سمجھاؤں گا بلاشبہ عروش بہت اچھی لڑکی ہے مگر ان دونوں کا کوئی فیوچر نہیں بہتر ہے کہ اس راستے پر چلا ہی نہ جائے جو منزل کی طرف نہیں جاتا۔" احمر یک دم سنجیدہ ہو گیا تھا۔

"یہ تم کہہ رہے ہو۔" ضویا نے حیرانگی سے اس کی طرف دیکھا

"ضویا تم کچھ نہیں جانتی اور تم ہو بھی بہت جذباتی اس لیے کہہ رہا ہوں کہ فی الحال خاموش رہو۔"

"ٹھیک ہے نہیں جانتی تم بتا دو۔" ضویا اب کے ضدی انداز میں بولی۔

"مجھے پورا یقین ہے کہ یہ بات بھی تم عروش کو بتا دو گی۔" احمر نے اسے مشکوک نظروں سے دیکھا

"نہیں بتاؤں گی پکا۔" ضویا کچھ دیر خاموشی سے سوچتی رہی پھر اچانک بولی۔

"اوکے۔" احمر نے سر ہلایا۔

"زوار کے بڑے بابا نے اسے گھر سے نکال دیا ہے" احمر چیئر پہ بیٹھ گیا۔

"کیوں؟" ضویا نے پریشانی سے کہا۔

"زوار ماہ روش سے شادی نہیں کرنا چاہتا۔" احمر کا انداز سادہ تھا ضویا کے لیے یہ پہلے سے بھی بڑا دھچکا تھا۔

"نہیں کرنا چاہتا تو زبردستی کیوں کر رہے ہیں۔" ضویا حیران تھی۔

"اس لیے کہ جس فیملی سے وہ بیلونگ کرتا ہے وہاں پسند کی شادی کو اچھا نہیں سمجھا جاتا اسے اس کے فلیٹ سے

نکال دینا بھی اسی سازش کا حصہ ہے کہ زوار کو اتنا مجبور کر دیا جائے کہ اس کے پاس ان کی بات ماننے کے سوا کوئی چارہ نہ رہے۔" احمر نے ٹھنڈی سانس بھری ۔

"اگر پھر بھی وہ نہ مانا تو۔" ضویا کے لہجے میں پریشانی تھی۔

"وہ مانے یا نہ مانے وہی ہو گا جو اس کے بڑے بابا چاہیں گے۔" احمر نے کندھے اچکائے ۔

"یہ تو بہت برا ہوا۔" ضویا نے اپنا سر تھام لیا ۔

"تم کیوں ٹینشن لے رہی ہو سب ٹھیک ہو جائے گا۔" احمر نے اسے تسلی دی ۔

"زوار ماہ روش سے مجبور ہو کے شادی کر لے گا یہ ٹھیک ہو گا نہیں اگر ایسا ہوا تو بہت غلط ہو گا تین زندگیاں برباد ہوں گئیں۔" ضویا جذباتی لہجے میں بولی ۔

"ریلیکس یار۔" احمر نے اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھ کے اسے کول ڈاون کرنا چاہا۔

"کیا ریلیکس یہ بتاؤ زوار اب کہاں رہ رہا ہے۔" ضویا نے احمر کی طرف دیکھا ۔

"تمہیں نہیں پتہ۔" احمر نے حیرت سے اسے دیکھا ۔

"نہیں۔" ضویا نے سر نفی میں ہلایا ۔

"عروش کے گھر۔" احمر نے تیسرا بم پھوڑا

"کیا" ! ضویا اچھل ہی پڑی تھی ۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"میں نے بنا پوچھے آپکا ڈریس چینج کر دیا آپ کو بہت برا لگا ہو گا "I'm sorry" زوار نے بات پھر سے شروع کی تھی۔

" it's ok " عروش نے مختصر بات ختم کر دی تھی ۔

"مجھے رات کی خاموشی اور تنہائی بہت اچھی لگتی ہے۔" زوار تو شاید ٹھان بیٹھا تھا کہ چاہے سامنے سے کوئی جواب آئے یا نہ آئے وہ کوشش جاری رکھے گا۔

"مجھے بھی۔" وہ مسکرائی مگر جواب اب بھی مختصر تھا جوابا وہ بھی سر کھجاتا ہوا مسکرای۔ا

ماہ روش کی نظر نے دونوں کا مسکرانا دیکھا تھا دل میں عجیب سا درد اٹھا تھا،"تو یہ دونوں یہاں بیٹھے ہیں لگتا ہے میں اس شادی میں اپنا خون جلانے آئی ہوں۔" ماہ روش نے سوچا تھا،"یا شاید مجھ پہ یہ حقیقت کھلنی تھی،"ماہ روش یہی سب

سوچتی واپس پلٹ گئی تھی۔

"کب سے میں ہی بول رہا ہوں آپ اتنا کم کیوں بولتی ہیں۔" زوار نے اب کے زچ ہوتے ہوئے پوچھ لیا تھا۔

"کیونکہ میں ایک بہت اچھی سامع ہوں۔ آپ بولیں میں سن رہی ہوں۔" وہ آہستگی سے بولی۔

"میں کیا بولوں سامنے والا بات کرنا چاہے تبھی نہ۔" وہ منہ بناتے ہوئے بولا۔

"آپ کی آواز بہت اچھی ہے آپ کو سنگر ہونا چاہیے تھا آپ MBA کیوں کر رہے ہیں۔" خنکی بہت بڑھ گئی تھی عروش نے اپنے دوپٹے کو کندھوں کے گرد پھیلایا۔

زوار کو اپنی تعریف سن کے بہت اچھا لگا تھا۔

"بس جی جب قسمت خراب ہو بڑے بابا کہتے ہیں میراثی بننے سے بہتر ہے تم زمینیں سنبھالو وہ تو میں نہیں سنبھال سکتا تھا اس لیے یہاں بھاگ آیا سوچا اور کچھ نہیں تو MBA کر کے جاب کر لوں گا کوئی واپس نہیں بلائے گا۔"

عروش نے ہلکا سا سر ہلایا، "یعنی شادی کے بعد بھی یہیں رہنے کا پروگرام ہے۔"

"آپ کو کس نے کہا کہ میرا کوئی شادی کا پروگرام ہے۔" زوار نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"کبھی تو ہو گی نہ اس کی بات کر رہی ہوں۔" وہ مسکرائی۔

"ہاں کبھی تو ہو گی پر ابھی نہیں۔" وہ تھوڑا ریلکس ہوا۔

"اچھا تو کون ہے وہ خوش قسمت لڑکی جس کی اندر بات ہو رہی تھی۔" عروش نے موقع کا فائدہ اٹھایا۔

"کون لڑکی۔" زوار اس کے سوال سے گڑبڑا گیا تھا۔

"معصوم مت بنیں آپ سب سمجھ رہے ہیں۔" عروش دانستہ اس کی طرف نہیں دیکھ رہی تھی۔

"ابھی نہیں بتا سکتا ابھی تو اسے بھی نہیں بتایا۔" وہ معصومیت سے بولا۔

"شادی کرنے کا ارادہ ہے اس سے یا بس یونہی۔" عروش نے اب کے صاف اس کی آنکھوں میں دیکھا تھا۔

عروش اس کے پاس آ کر بیٹھنے سے نہ غصہ ہوئی تھی نہ چڑی تھی فلحال تو زوار کو یہ ہی بات ہضم نہیں ہوئی تھی اوپر سے سوالات وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ وہ کیا کہے۔

"میں افیئر کا قائل نہیں ہوں۔" وہ سنجیدگی سے بولا۔

"حالانکہ آجکل لوگ شادی کے قائل نہیں ہوتے۔" عروش ہنسی۔

"مگر میں صرف اُسی سے شادی کرونگا۔" زوار مضبوط لہجے میں بولا۔

عروش کا دل زور سے دھڑکا ۔

"اگر وہ نہ ملی تو؟" عروش نے اسکی طرف دیکھا وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا سوال بہت جان لیوا تھا وہ کئی ثانیے خاموشی سے اسے دیکھے گیا ۔

"تو کسی اور سے شادی نہیں کرونگا سمپل"۔" وہ مسکرایا۔

"یعنی سیکنڈ آپشن سوچ رکھا ہے۔" عروش کی آنکھوں میں تمسخر تھا زوار کو اچھا نہیں لگا ۔

"ابھی سوچا اس سے پہلے تو آج تک میں نے یہ بھی نہیں سوچا کہ وہ مجھے نہیں ملے گی میں نے تو ہمیشہ یہ سوچا ہے کہ وہ بس میری ہے کسی اور کی نہیں۔" زوار اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے جذباتی لہجے میں بولتا چلا گیا۔

"مجھے یہ سب نہیں پوچھنا چاہیے تھا سوری۔" عروش شرمندگی سے بولی۔

"ارے نہیں میں ہی جذباتی ہو گیا۔" زوار نے خود کو نارمل کیا۔

"میرے خیال میں ہمیں چلنا چاہیے اب۔" وہ کہتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی۔

وہ جانے کے لیے مڑی تھی جب اچانک زوار نے اسکا ہاتھ پکڑا تھا اس کا ٹھنڈا ہاتھ اسے لگا تھا جیسے کسی روئی کے گالے کو چھوا ہو وہ اسے پکارنا چاہتا تھا مگر یہ بالکل اچانک ہوا تھا عروش نے حیرت سے پیچھے مڑ کے دیکھا زوار نے فوراً ہاتھ چھوڑا جیسے کرنٹ کو چھو لیا ہو عروش کو اپنا ہاتھ بے جان ہوتا ہوا محسوس ہو رہا تھا اسکی کی آنکھوں میں ناراضگی واضح دیکھائی دے رہی تھی وہ جی بھر کے شرمندہ ہوا ۔

"جی فرمایئے؟" عروش اسکی طرف دیکھتے ہوئے سپاٹ لہجے میں بولی۔

"I'm sooo sorry میں ہاتھ نہیں پکڑنا چاہتا تھا یہ سب اچانک ہوا آپ کو برا تو نہیں لگا۔" وہ شرمندگی سے بولا،

"بہت برا لگا آپ آواز بھی دے سکتے تھے۔" عروش غصے سے بولی ۔

"میں تو یہ کہنے والا تھا کہ ناراض ہو کے جا رہیں ہیں کیا؟۔"

"پہلے تو نہیں!۔" وہ کہتے ہوئے آگے بڑھی

"جب تک آپ مجھے معاف نہیں کریں گی میں آپ کو یہاں سے جانے نہیں دوں گا۔" وہ اس کے سامنے دیوار بن کے کھڑا ہو گیا تھا ۔

"کوئی زبردستی ہے کیا؟۔" وہ سینے پہ بازو باندھے آگے بڑھی ۔

"نہیں مگر میں آپ کو ناراض نہیں کرنا چاہتا تھا پہلے آپ مجھے دل سے معاف کریں پھر جانے دوں گا۔" وہ بضد تھا
۔
"پہلی اور آخری غلطی سمجھ کے معاف کر رہی ہوں آئندہ ایسی غلطی نہ ہو۔" وہ ٹھنڈا سانس بھر کے بولی اور آگے بڑھ گئی۔

وہ اسے دیکھ کر رہ گیا کیا چیز ہے یہ بھی کبھی سمجھ میں نہیں آتی زوار نے اپنا ہاتھ دیکھا جس میں کچھ دیر قبل عروش کا ہاتھ تھا وہ اس ہاتھ کی نرمی کو ابھی بھی اپنی ہتھیلی پہ محسوس کر سکتا تھا

عروش کا تو مانو پورا بازو ہی سن ہو چکا تھا وہ اپنے دائیں بازو کو زور زور سے مسل رہی تھی پورے وجود پہ لرزہ طاری ہو چکا تھا کہاں کہ اس شخص سے بات کرنا بھی اس کے لیے بہت مشکل تھا اب اس نے سیدھا اسکا ہاتھ پکڑ لیا تھا اس نے خود کو کیسے سنبھالا تھا وہی جانتی تھی وہ تیز تیز چلتی کمرے میں آئی تو کمرے میں ادھر سے ادھر چکر لگاتی ماہ روش سے ٹکرا گئی ۔

"او سوری میں تم سے ٹکرا گئی زور سے تو نہیں لگی۔" عروش نے اسکی طرف دیکھتے ہوئے فکر مندی سے پوچھا

"ہاں ٹکرا تو تم واقع ہی گئی ہو بہت زور کی لگی ہے۔" ماہ روش کا لہجہ سنجیدہ تھا۔

"کیا مطلب ؟" عروش نے نا سمجھی کے عالم میں اسے دیکھا ۔

"مذاق کر رہی ہوں۔" ماہ روش ہنس دی ہنسی بہت کھوکھلی تھی عروش ضرور غور کرتی اگر وہ خود نارمل سچویشن میں ہوتی وہ کمبل اوڑھ کے لیٹ گئی تھی دل کی دھڑکنوں کا شور اس سے سنا نہیں جا رہا تھا وہ زمانے سے چھپا لینا چاہتی تھی۔

ماہ روش کھڑکی سے باہر جھانکنے لگی تھی۔۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

ضویا ابھی تک کمرے میں نہیں آئی تھی وہ پھر سے کمرے سے باہر نکل آئی تھی آج رات نیند تو آنی نہیں تھی وہ لان میں چہل قدمی کرنے لگی ۔

زوار سیدھا اپنے کمرے کی جانب آیا تھا اور بنا ناک کیئیے اندر داخل ہو گیا ضویا اور احمر بیٹھے باتوں میں مصروف تھے وہ جی بھر کے شرمندہ ہوا یہی حال ضویا کا تھا احمر البتہ بالکل ریلیکس تھا ۔

"میں چلتی ہوں۔" ضویا فورا جانے کے لئے اٹھ کھڑی ہوئی

"سوری مجھے ناک کرنا چاہیے تھا اگر میری وجہ سے جا رہی ہیں تو رک جائیں میں واپس چلا جاتا ہوں۔" زوار نے اسے جاتے دیکھا تو فورا بول پڑا

"نہیں میں ویسے بھی جا رہی تھی عروش انتظار کر رہی ہو گی۔" ضویا کا لہجہ بجھا بجھا سا تھا وہ کتنا خوش ہوئی تھی عروش کے لئے زوار سے بہتر کون ہو سکتا تھا مگر احمر سے سب سننے کے بعد وہ دل مسوس کر رہ گئی تھی عروش بے چاری کی واقع ہی قسمت خراب تھی اب ضویا کو یقین ہونے لگا تھا وہ اسی پریشانی میں گھری وہاں سے اپنے کمرے میں آ گئی تھ۔ی

عروش بیڈ پہ بیٹھی مسلسل اپنا بازو سہلا رہی تھی ۔

"کیا ہوا تم ٹھیک تو ہو درد ہو رہا ہے کیا۔" ضویا پریشانی سے بولی ۔

عروش نے خالی خالی نظروں سے اس کی طرف دیکھا جب کچھ سمجھ نہیں آیا تھا سر اثبات میں ہلا دیا۔

"بتاؤ کیا ہوا ٹھنڈ لگ گئی ہو گی باہر جو بیٹھی تھی تم بہت کیئر لیس ہو تم۔" ضویا نے اسکا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا وہ واقع ہی بہت ٹھنڈا تھا وہ اسے اپنے ہاتھ میں لے کر دبانے لگی عروش نے اپنا سر اس کے کندھے پہ رکھ دیا ۔

"کیا بات ہے عروش سب ٹھیک تو ہے۔" ضویا نے فکر مندی سے پوچھا ۔

"بہت نیند آ رہی ہے۔" عروش واپس اپنے تکیئے پہ سر رکھ کر لیٹ گئی۔

ضویا اسے دیکھ کر رہ گئی وہ کبھی کوئی بات اتنی آسانی سے شئیر نہیں کرتی تھی یہ بات ضویا جانتی تھی اس لیئے خاموش رہی۔

"یہ ماہ روش کہاں گئی ؟" ضویا نے اسکا بستر خالی دیکھا تو سر سری پوچھا

"بسمہ وغیرہ کے پاس ہو گئی۔" عروش نے جواب دیا ضویا سر ہلاتی سونے کے لیئے لیٹ گئی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"کیا باتیں ہو رہی تھیں۔" زوار نے احمر کے کندھے پہ ہاتھ رکھا وہ جو کسی سوچ میں تقریباً غرق ہو چکا تھا چونک کے سیدھا ہوا ۔

"کل نکاح ہے اب کچھ نہیں ہو سکتا اتنا نہ سوچ۔" زوار کہتے ہوئے اس کے سامنے بیٹھ گیا ۔

"میں وہ سب نہیں سوچ رہا تھا۔" احمر سیدھا ہو کے تھوڑا آگے جھکا ۔

"کیا سوچ رہے تھے پھر کہ رخصتی فوراً کروا لوں۔" زوار نے ہنستے ہوئے سامنے ٹیبل پہ رکھے جگ میں سے پانی گلاس میں انڈیلا۔

"میں سوچ رہا تھا کہ جب محبت ہو جائے مگر اسے پانا ممکن نہ ہو اور آپ اسے کھو دو تو کیسا لگتا ہو گا۔" احمر افسردگی سے بولا۔ ہونٹوں تک پانی کا گلاس لے جانے والا زوار کا ہاتھ وہیں تھم سا گیا تھا۔

"تم ایسا کیوں سوچ رہے ہو تمہیں تو تمہاری محبت مل رہی ہے۔" زوار کے ہونٹوں پہ پھیکی سی مسکراہٹ تھی ۔

"میں تو اس شخص کے بارے میں سوچ رہا ہوں جس کے اپنے ہی اس کے دشمن ہوں۔" احمر اسے کرید رہا تھا ۔

"انسان ہمیشہ اپنے خونی رشتوں کے ہاتھوں ہی مات کھاتا ہے۔" زوار کے لہجے میں دکھ تھا۔

'جب سب پتہ ہو تو اس راستے پہ چلنا ہی نہیں چاہئیے۔" احمر نے کن آکھیوں سے اس کی جانب دیکھا

"اگر تو یہ سب تم مجھے کہہ رہے ہو تو بے فکر رہو میں سب جانتا ہوں کسی کو جھوٹی آس نہیں دلاوں گا رہا یہ دل تو یہ کسی کے اختیار میں نہیں ہوتا یہ بات تم سے بہتر کون سمجھ سکتا ہے۔" زوار نے غصے سے گلاس میز پہ پٹخا اور اٹھ کر واش روم چلا گیا۔

احمر وہیں اپنا سر تھام کر بیٹھ گیا۔

اس رات پر سکون نیند کوئی بھی نہیں سویا تھا عروش کی بار بار آنکھ کھل رہی تھی ایک عجیب سا احساس اسے سونے نہیں دے رہا تھا جیسے کہیں بہت کچھ غلط ہو گیا تھا یا ہونے والا تھا ذہن الجھ گیا تھا ضویا عروش اور احمر زوار کی وجہ سے پریشان تھے زوار ساری رات یہ سوچتا رہا تھا کہ آخر اس کی خواہش کیوں پوری نہیں ہو سکتی محبت جرم تو نہیں مگر اس کی سزا ضرور مقرر ہے جو ہر چاہنے والے کو ملتی ہے ۔

ماہ روش اپنی محبت کے بچھڑ جانے کا غم مناتی رہی تھی اس نے جب سے لفظ محبت پڑھا اور سمجھا تھا ایک ہی شخص کو چاہا تھا وہ وہیں لان کی سیڑھیوں پہ ساری رات بیٹھی روتی رہی تھی۔

صبح کا اجالا ہر سو پھیلنے لگا تھا مگر اس کا دل تو جیسے تاریکی میں ڈوب چکا تھا نجانے کب دیوار سے سر ٹکائے اس کی آنکھ لگ گئی اسے پتہ ہی نہیں چلا ۔

تیمور کی فلائٹ لیٹ ہو گئی تھی وہ صبح کے تقریبا چھ بجے پہنچا تھا وہ بنا آہٹ اور شور کئے گھر میں داخل ہوا تھا ٹیکسی والا اسے چھوڑ کے جا چکا تھا وہ سامان چوکیدار کے پاس رکھ کر آگے بڑھ گیا تھا جب اتنی ٹھنڈ میں اس نے اپنے گرد شال لپیٹے سر دیوار سے ٹکائے بے سودھ سوتی لڑکی کو دیکھا پہلے اسے لگا کہ شاید وہ یونہی آنکھیں موندے بیٹھی ہے۔

وہ حیران ہوتا ہوا اس کے قریب آیا سردی سے اسکی ناک سرخ ہو رہی تھی وہ سو رہی تھی ۔

تیمور کئی پل اس پہ سے نظر نہیں ہٹا پایا بلاشبہ وہ بہت خوبصورت تھی مگر اس وقت جو اس کے چہرے پہ معصومیت تھی وہ اسے اور بھی جاذب نظر بنا رہی تھی تیمور کا دل چاہا کہ وقت یہیں تم جائے اور وہ اسے دیکھتا رہے۔

وہ حیران اس کے یہاں سونے پر ہو رہا تھا۔

جگاؤں کہ نہ جگاؤں وہ اسی الجھن میں تھا اسے ٹھنڈ لگ سکتی تھی اسکی نیند خراب ہو سکتی تھی کیا کروں اور پھر اس نے ہمت کر کے ماہ روش کے کندھے پہ ہاتھ رکھا رکھا تھا ۔

ماہ روش نے مندی مندی آنکھیں کھول کر خود پہ جھکے ایک انجان شخص کو دیکھا رات ہونے والا کوئی بھی واقع فورا اس کے ذہن میں نہیں آیا

جوابا اس نے زوار دار چیخ ماری تھی تیمور ڈر کے فوارا پیچھے ہٹا ۔

"کون ہیں آپ یہاں کیا کر رہے ہیں۔" ماہ روش کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا آواز کانپ رہی تھی ۔

"آپ یہاں کیوں سو رہی تھیں۔" یمور کو جو سوال پریشان کر رہا تھا وہ اس نے فورا پوچھ لیا۔

"آپ ہیں کون اور کیوں پوچھ رہے ہیں اور میں کیوں بتاوں آپکو میں آپکو جواب دہ نہیں ہوں جہاں میرا دل چاہے گا میں سووں گی اور آپ ! آپ اندر کیسے آئے چوکیدار کہاں ہے اگر گیسٹ بھی ہیں تو اندر جائیں اپنے کام سے کام رکھیں ۔" وہ خوف کے حصار سے نکلی تو اس پہ چڑھ دوڑی۔

"سوری سوری آپ غصہ مت کریں میں آپ کو ڈسٹرب نہیں کرنا چاہتا تھا صرف آپکی ہیلپ کرنا چاہتا تھا آپ کو یہاں سونا ہے پلیز سو جایئے ۔" تیمور گھبرا گیا تھا کہ آتے ہی کس آفت سے پنگا لے لیا ۔

"نہیں آپ سیڑھیوں پر دھمال ڈالیں میں جا رہی ہوں۔" وہ غصے سے پاوں پٹختی وہاں سے چلی گئی تھی اس نے اپنی ساری فسٹریشن تیمور پہ نکال دی تھی وہ بس حیرانگی اسے اسے جاتا دیکھ کر یہ سوچ رہا تھا کہ اس کے ساتھ ہوا کیا تھا ۔

ماہ روش واپس اپنے کمرے میں آئی تو ضویا اور عروش سو رہی تھیں وہ بھی کمبل اوڑھ کر لیٹ گئی اب وہ بھی کوئی مزید تماشا نہیں چاہتی تھی پہلے ہی اس لڑکے نے اسے ڈرا دیا تھا اور وہ خواہ مخواہ اس کو اتنی باتیں سنا کے آئی تھی اللہ جی اب نہ سامنا ہو اس سے وہ سوچتے ہوئے پھر سے سونے کی کوشش کرنے لگی ۔

تیمور احمر اور زوار کے کمرے میں آیا تھا وہ جب بھی وہاں آتا اسی کمرے میں ٹھہرتا تھا اب اس نے وہ بطور خاص احمر کو دیا تھا احمر اور زوار سو رہے تھے وہ بھی صوفے پہ آرام کی غرض سے ٹک گیا ابھی تو اسے ضویا کو سرپرائز دینا تھا ۔

کیا لڑکی تھی دیکھنے میں سوئیٹ اندر سے پٹاخیہ افف وہ سوچ کر مسکرا دیا ۔

سب لوگ ناشتے کے لیے جمع ہو گئے تھے ضویا کا موڈ بہت خراب تھا اس لیے کوئی بھی اسے مخاطب نہیں کر رہا تھا احمر اور زوار ناشتے پہ لیٹ پہنچے تھے اس لیے سب سے معذرت کرتے اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ چکے تھے کچھ لوگ اپنا ناشتہ مکمل کر کے جا چکے تھے

"ضویا کیا بات ہے موڈ کیوں خراب ہے تمہارا۔" زوار نے بریڈ کا ایک سلائس اٹھاتے ہوئے اس سے سرسری سا پوچھا

" تیمور بھائی نہیں آئے اسی لیے۔" احمر نے یوں کیا جیسے کوئی بات ہی نہ ہو ضویا نے کھا جانے والی نظروں سے اسے گھورا۔

"میرا کیا قصور ہے میں نے کیا کیا ہے۔" احمر نے معصومیت سے کہا ضویا نے البتہ اسے گھورنے پہ ہی اکتفا کیا

"جیم پاس کریں گئیں پلیز۔" زوار نے عروش کو براہ راست دیکھتے ہوئے کہا عروش نے خاموشی سے جار اسکی طرف کھسکا دیا۔

ماہ روش عروش کے برابر میں ہی بیٹھی تھی وہ اسے بھی کہہ سکتا تھا ماہ روش کو زوار کی ہر ہر چیز اذیت دے رہی تھی مگر وہ خاموش تھی سہنے پر مجبور ۔

"ایسا بھلا ہوتا ہے بہن کا نکاح ہو اور بھائی نہ ہو اس سے تو بہتر تھا میں نکاح کے لیے راضی ہی نہ ہوتی۔" ضویا کی آنکھوں میں آنسو تھے

"اس میں نکاح کا کیا قصور قصور تمہارے بھائی کا ہے انہیں آنا چاہیے تھا۔" احمر نے فورا کہا ۔

"میں نے صاف کہا تھا کہ اگر وہ نہ آئے تو یہ نکاح نہیں ہو گا۔" ضویا نے جذباتیت سے کہا۔

"اور جو اتنے مہمانوں کو بلا رکھا ہے انہیں کیا کہیں گے کہ جاؤ لڑکی کا موڈ بدل گیا ہے۔" احمر نے جل کر کہا ۔

"جو بھی کہو یہ میرا مسئلہ نہیں ہے۔" وہ غصے سے کہتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی وہ جانے کے لیے جیسے ہی مڑی تھی کسی سے ٹکرا گئی تھی۔

"سب لوگ اندھے ہو گئے ہیں کوئی دیکھ کر نہیں چلتا۔" اس نے غصے سے کہتے ہوئے خود سے ٹکرانے والے کی جانب دیکھا۔ا

"تیمور بھائی۔" اور پھر وہ زوار دار چیخ مارتے ہوئے اس کے گلے لگ گئی سبھی مسکرا دیئے تھے

"شکر ہے سالا صاحب وقت پر آ گئے ورنہ مجھ غریب کا گھر تو بسنے سے پہلے ہی اجڑ جانا تھا۔" احمر نے ٹھنڈا سانس بھرا سبھی اس کی بات پر ہنس دیئے۔

"آپ بہت برے ہیں اتنی ٹینشن دی مجھے اتنا پریشان کیا کیا مزہ آیا آپکو۔" ضویا کی ناراضگی پھر سے عود کر آئی۔

"گلے شکوے ہی کرو گی یا کچھ کھانے کو بھی دو گی پیٹ میں چوہے دوڑ رہے ہیں۔" تیمور نے اسکے سر پہ چپت لگائی۔

"اووووسوری آیئے۔" وہ فوراً اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے ٹیبل تک لے گئی۔

تیمور کے بیٹھتے ہی وہ اسکی برابر والی کرسی پر بیٹھ گئی۔

تیمور کی نظر ماہ روش پر فوراً پڑی تھی وہ سر جھکائے بیٹھی تھی۔

"کچھ لیں ناں۔" ضویا نے اسے متوجہ کیا۔وہ چونک کر سیدھا ہوا۔

"ضویا کیا روم کم پڑ گئے تھے۔" ایک معصومانہ سا سوال تھا سبھی نے حیرت سے تیمور کی جانب دیکھا۔

"نہیں تو اگر کسی کو کوئی مسئلہ ہوتا تو وہ کہہ دیتا کسی نے شکایت کی ہے۔" ضویا نے حیرت سے سبھی کی شکلیں دیکھ۔یں

ماہ روش سمجھ گئی تھی کہ وہ کس کے بارے میں بات کر رہا ہے اسے شدید غصہ آیا تھا۔

"نہیں بس یونہی کچھ لوگ لان میں سو رہے تھے اس لیے پوچھ رہا تھا۔" جوس کا گلاس ہاتھ میں لیتے ہوئے تیمور نے کن آکھیوں سے ماہ روش کی طرف دیکھا۔

"لان میں مگر کون؟"ضویا نے سوالیہ نظروں سے سب کی جانب دیکھا سبھی نے لاعلمی کا اظہار کیا تھا۔

"آپ ہی بتا دیں کون تھا وہ ویسے آپکو غلط فہمی ہوئی ہو گی" ضویا نے لاپرواہی سے کہا۔

"غلط فہمی کیسی میں پہچانتا ہوں یہ محترمہ سوئی ہوئی تھیں میں نے جگایا انہیں۔" جوس کا سپ لیتے ہوئے تیمور نے ماہ روش کی طرف اشارہ کیا تھا

ماہ روش بس سر جھکائے بیٹھی تھی اس کے اشارہ کرنے پر اس نے سر اٹھا کر اسے دیکھا تھا آنکھوں میں بس ملامت تھی اسے اندازہ نہیں تھا کہ یہ شخص اسے سب کے سامنے اس طرح شرمندہ کرے گا۔

تیمور کو اسکا چہرہ دیکھ کر اندازہ ہو گیا تھا کہ اس نے کچھ غلط کہہ دیا ہے۔

زوار بھی اس بات پہ کافی حیران ہوا تھا ماہ روش کو ٹھنڈ بہت لگتی تھی ایسے میں وہ باہر۔

ماہ روش خاموشی سے بنا کچھ کہے ٹیبل سے اٹھ گئی تھی

تیمور کا دل بجھ سا گیا تھا وہ یہ تو نہیں چاہتا تھا انجانے میں شاید اس نے اسے ہرٹ کر دیا تھا۔

"کچھ لیں نہ پہلے کہہ رہے تھے کہ بہت بھوک لگی ہے۔" تیمور نے جوس کا گلاس بھی جوں کا توں واپس رکھ دیا تھا ضویا فکر مندی سے بولی۔

"وہ تو تم سے جان چھڑانے کے لیے کہہ رہا تھا۔" تیمور نے اسے چڑیا۔مگر سچ تو یہ تھا کہ اسکی بھوک ختم ہو گئی تھی

کیا ایسا ہوتا ہے کہ کوئی ایک پل میں اتنا اچھا لگ جائے وہ اپنے احساس کو سمجھ نہیں پا رہا تھا وہ تو بس اسے اداسی سے نکالنا چاہتا تھا ہنسانا چاہتا تھا مگر۔

سب لوگ باتوں میں مصروف ہو گئے تھے زوار وہاں سے اٹھ کر ماہ روش کے پیچھے آیا تھا۔

وہ اپنے کمرے میں بیٹھی تھی۔"ماہ روش سب ٹھیک تو ہے۔"زوار اس کے سامنے رکھی کرسی پہ براجمان ہوا

"سب ٹھیک ہے کیوں کیا ہوا۔" وہ الٹا اس سے پوچھنے لگی۔

"یہ تو تم مجھے بتاؤ کہ کیا ہوا رات باہر کیا کر رہیں تھیں تم۔"زوار نے اسے کھوجتی نظروں سے دیکھا

"یونہی بس گرمی لگ رہی تھی۔" ماہ روش نے بہانہ بنایا۔

"ماہ روش آپ جانتی ہیں کہ میں آپکو بہت اچھے طریقے سے جانتا ہوں۔"زوار کے لہجے میں مان تھا وہ کھوسی گئی۔

"تمہیں اور اس موسم میں گرمی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔" زوار نے بات کو سرے سے ماننے سے ہی انکار کر دیا تھا۔

وہ اپنے ہاتھ مسلنے لگی۔

"ہم پہلے دوست ہیں پھر کزن جو ہمارے گھر والے چاہتے ہیں وہ تو قسمت کا کھیل ہے مگر ان سب کے غصے میں میں تم سے دور ہو گیا یا شاید اس کھلے علان کے بعد ایک جھجک نے ہی مجھے روکے رکھا میں شرمندہ ہوں بہت کل سے بات کرنا چاہ رہا تھا پر موقع نہیں ملا ماہ روش ہم اب بھی دوست ہیں پہلے کی طرح تم اب بھی اپنی پریشانی مجھ سے شئیر کر سکتی ہو۔" کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد زوار نے اسے ہمت دی تھی۔

کاش میں یہ سب آپ سے کہہ پاتی ماہ روش نے اسے دیکھتے ہوئے دل میں سوچا۔

"بتاؤ بھی کیا بات ہے کل سے کچھ اپ سیٹ لگ رہی ہو۔"زوار اصرار کر رہا تھا۔

کچھ بھی تو نہیں بدلا تھا اس میں نہ اس کے لہجے میں وہ کل سے اسے نوٹس بھی کر رہا تھا کہ وہ پریشان ہے ہو سکتا ہے جو میں سوچ رہی ہوں ویسا کچھ نہ ہو دل نے ایک نئی لے پہ دھڑکنا شروع کیا تھا۔

"کہاں کھو گئی۔" زوار نے ہاتھ اسکی آنکھوں کے سامنے لہرایا۔

وہ فوراً سیدھی ہوئی۔

"کچھ نہیں صبح ہونے میں وقت تھا بس آنکھ کھل گئی یہاں کچھ گھٹن ہو رہی تھی میں باہر جا کر بیٹھ گئی کب آنکھ لگی پتہ ہی نہیں چلا اور ان موصوف نے ایک تو مجھے ڈرا دیا اور پھر سب کے سامنے شرمندہ بھی کروا دیا۔" وہ منہ بناتے ہوئے

بولی۔

"بس اتنی سی بات ہے ناں۔" زوار کو نا جانے کیوں یقین نہیں آیا تھا۔

"اور کیا بات ہو سکتی ہے آپ بتا دیں۔" ماہ روش نے اپنے لہجے کو نارمل رکھا تھا زوار کو یقین کرنا ہی پڑا ۔

"اچھا اب یوں باہر جا کر مت سویا کرنا۔ اپنا خیال رکھنا۔" وہ مسکرا کر کہتا وہاں سے چلا گیا تھا۔

وہ اسے جاتے ہوئے دیکھتی رہی تھی۔۔۔۔۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

شام کے فنکشن کی تیاریاں عروج پر تھیں ہر کوئی بس سب سے حسین لگنا چاہتا تھا بیوٹیشن آ چکی تھی عروش ضویا کو پکڑ کر زبردستی تیار ہونے بیٹھا چکی تھی۔

"عروش تم پلیز سب کو ریسیو کرنا کسی کو کوئی شکایت نہ ہو۔" ضویا تیار ہونے کے دوران بھی بولنے سے باز نہیں آ رہی تھی۔

"تم آج کے دن تو پلیز خاموش رہو آج تم دلہن ہو۔" عروش کاموں میں مکمل طور پر پھنسی ہوئی تھی اوپر سے ضویا کی ہدایات !

"یہ کہا لکھا ہے کہ دلہن بول نہیں سکتی۔" ضویا نے منہ بنایا ۔

"میں سامنے لکھ کر لگا دوں گی پھر چپ کرو گی کیا مجھے ریڈی ہونے دو آنٹی بھی مجھے بلا رہی ہیں۔" عروش عجلت میں کہتی چینج کرنے چل دی ۔

"تم یہ پہن رہی ہو پھر۔" ضویا نے حیرت سے اسے دیکھا

عروش نہیں جانتی تھی کہ اس نے وہ ڈریس کیوں پہنا جبکہ وہ نہیں پہننا چاہتی تھی ۔

"ہاں سوچا پہن لیتی ہوں کیا فرق پڑتا ہے ۔"عروش نے نظریں چرائیں اور یہ پہلی بار تھا جب ضویا نے اس بات کو فورا نوٹس کیا تھا

"مگر یہ تو بیک لیس ہے۔" ماہ روش کمرے میں آئی تو دونوں کی گفتگو میں حصہ لیا لہجہ البتہ نارمل ہی تھا۔

"اگر تم لوگوں کو اچھا نہیں لگا تو میں چینج کر لیتی ہوں۔" عروش سادگی سے کہتی جانے کے لیے مڑی۔

"ارے نہیں بہت پیاری لگ رہی ہیں آپ آج تو محفل لوٹ لیں گی آپ ۔" ماہ روش نے اسکا ہاتھ پکڑ کر اسے جانے سے روکا ۔

"ہاں میں سوچ رہی تھی کہ دوپٹے سے بیک کور کر لوں گی۔" وہ اپنی شرمندگی مٹانے کی کوشش کر رہی تھی ۔

"ارے یہ تو اور بھی اچھا ہے آیئے میں آپکا دوپٹہ سیٹ کر دیتی ہوں۔" ماہ روش اسے بیٹھا کر اسکا دوپٹہ سیٹ کرنے لگی تھی وہ ہیر سٹائل بنوا کر میک اپ کر کے ریڈی ہو چکی تھی ۔

"میم اس ڈریس پہ آپکو اسٹائلش جوڑا سوٹ کرے گا آپ بال کھلے مت رکھئے۔" بیوٹیشن نے اسکا ڈریس اور بال دیکھتے ہوئے مفت مشوارہ دیا۔

"ارے نہیں میں نے خود کھولے ہیں سمجھا کرو یار۔" وہ اسے دیکھ کر مسکرائی۔

"جو ہیئر اسٹائل سوٹ کرتا ہے آپ وہی بنایئے اس کی بالکل مت سنیئے۔" ماہ روش نے زبردستی اسے وہاں بیٹھا دیا تھا وہ کہتی رہ گئی مگر اسکی سنی نہیں گئی ۔

ماہ روش لائٹ پرپل کلر کے سوٹ میں بہت پیاری لگ رہی تھی وہ دونوں ایک ساتھ ہی تیار ہو کر باہر نکلیں تھیں ۔ لائٹ پنک اور گرین کلر کے سوٹ میں اشائلش جوڑا بنائے اطراف میں لٹیں گرائے عروش واقع ہی غضب ڈھا رہی تھی۔

پنک کلر کا دوپٹہ اس نے ایسے سیٹ کر رکھا تھا کہ بیک بالکل چھپ گئی تھی۔

ماہ روش لائٹ گرے اور ورینج کلر کے کامدار سوٹ میں کسی سے پری سے کم نہیں لگ رہی تھی

زوار نے انہیں ساتھ آتے دیکھا تھا اس کی نظر نے واپس پلٹنے سے انکار کر دیا تھا عروش البتہ بہت کنفوژ لگ رہی تھی ماہ روش نے اسکا ہاتھ تھام رکھا تھا ۔

زوار خوش تھا کہ اس نے وہی ڈریس پہنا ہے مگر اب عروش کو لگنے لگا تھا کہ اس نے غلط فیصلہ کیا ہے۔

ماہ روش تو بس ان دونوں کو ہی نوٹس کر رہی تھی زوار کی شیروانی دیکھ کر وہ مسکرا کر رہ گئی عروش کی نظر البتہ زوار پہ نہیں پڑی تھی مگر وہ کمال دل سے مسکرا رہی تھی ۔

ناجانے کیوں ماہ روش کو پہلی بار اپنا آپ کسی سے کمتر محسوس ہوا تھا ایسا کیوں ہوا تھا وہ یہ سب کیوں سوچنے لگی تھی ۔

محبت بھی بہت عجیب چیز ہے مل جائے تو مردہ انسان میں بھی جان ڈال دے چھن جائے تو زندگی سے بھرپور انسان کو بھی زندہ لاش بنا دیتی ہے ۔

"دولہے میاں تم باہر کہاں گھوم رہے ہو نکاح ہونے تک کا تو انتظار کیا ہوتا۔" احمر شیروانی پہن کے باہر مہمانوں

میں مزے سے گھوم رہا تھا نظریں کسی موقع کی متلاشی تھیں زوار نے اسے آڑے ہاتھوں لیا۔

"بس یونہی انتظام چیک کر رہا تھا۔" وہ سر کھجاتے ہوئے بولا۔

"وہ میں چیک کرلوں گا تم جاو یہاں سے "زوار نے اسے واپس کمرے کی جانب دھکیلا۔

"یار میں کوئی دلہن ہوں جو نکاح سے پہلے مہمانوں کے سامنے نہیں آسکتی۔" احمر نے منہ بنایا۔

"تم دلہا ہو! اور تم کتنی بھی کوشش کرلو دلہن کو نکاح سے پہلے نہیں دیکھ پاؤ گے۔" زوار نے اسکا کندھا تھپکا۔

"تمہیں کیسے پتہ چلا۔" احمر کا منہ کھل گیا۔

"منہ بند کریں میں آپکو بہت اچھی طرح جانتا ہوں اس لیے میں خود آپ کو آپ کے روم تک ڈراپ کر کے آؤں گا۔" زوار نے اسے کندھے سے تھام کر کمرے تک فاصلہ طے کیا تھا۔

"میں یہاں اکیلا کیا کروں۔"

"تم اکیلے نہیں ہو میں تمہیں کمپنی دوں گا۔" فہد نے اسے پکڑ کر اپنے پہلو میں بٹھایا۔

احمر جل کر رہ گیا زوار اور فہد کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔

"تم پلیز جلدی ریڈی ہو جاو اور یہ نخرے زرا کم کرو نکاح خواں آنے والا ہے۔" عروش نے آتے ہی ضویا کو ہدایت دی۔

"جلدی ہی کر رہی ہوں سب کو جلدی کی پڑی ہوئی ہے بس ادھر میرا دوپٹہ سیٹ نہیں ہو رہ۔" ضویا نے کوفت سے کامدار بھاری دوپٹے کو دیکھا۔

"اوکے میں ہیلپ کر دیتی ہوں۔" عروش دوپٹہ سیٹ کرنے میں بیوٹیشن کی مدد کرنے لگی۔

"ماشاء اللہ "ماہ روش نے اس الفاظ پہ فورا پیچھے مڑ کر دیکھا تھا، تیمور پہ نظر پڑتے ہی اس کے چہرے کے زوایے بدل گئے تھے

"میں تو ڈیکوریشن کو دیکھ کر کہہ رہا تھا۔" تیمور نے اسکے ایکسپریشن دیکھ کر فورا صفائی دی

وہ اس پہ ایک نظر ڈال کر آگے بڑھ گئی۔

"آپ مجھ سے خفا ہیں۔" تیمور فوارا اس کے پیچھے لپکا

"میں اجنبی لوگوں سے خفا نہیں ہوتی۔"

"مگر اب تو ہم اجنبی نہیں ہیں۔"

"ہم جانتے ہی کیا ہیں ایک دوسرے کے بارے میں۔" وہ چلتے چلتے رک گئی

"آپ موقع دیں جان جائیں گے۔" وہ بھی اس کے سامنے کھڑا ہو گیا

"یہ امریکہ نہیں ہے۔" ماہ روش کا لہجہ طنزیہ تھا۔

"میں جانتا ہوں میں آپ سے فلرٹ تو نہیں کر رہا۔" تیمور کا لہجہ سنجیدگی لیئے ہوئے تھا

"صبح ہوئی ہماری پہلی ملاقات اور اس کے بعد جو آپ نے ڈائنگ ٹیبل پہ میری شان بڑھائی ہے اس کے بعد آپ کو لگتا ہے کہ میں آپ سے بات کروں گی واہ اور اب آپ میرے پیچھے پیچھے گھوم رہے ہیں اسے تو میں فلرٹ ہی کہوں گی۔" وہ کہہ کے رکی نہیں تھی۔

تیمور اسے جاتا ہوا دیکھ کر رہ گیا وہ صاف اسکی بے عزتی کر کے گئی تھی مگر اسے بالکل برا نہیں لگا۔

ٹی پنک میکسی اور نیوی بلو دوپٹے میں ہلکی گولڈن جیولری پہنے ضویا مکمل تیار تھی۔

"ماشاء اللہ ضویا کسی کی نظر نہ لگے۔" ضویا مکمل تیار ہو گئی تھی اور اس پہ ٹوٹ کہ روپ آیا تھا۔ عروش نے فرت جذبات میں اسے گلے سے لگا لیا

"بس کرو شرم آ رہی ہے مجھے۔" ضویا نے ہنستے ہوئے کہا

"اوئے ہوئے آپکو بھی شرم آتی ہے۔" عروش نے اسے ٹھوکا دیا۔ وہ بس مسکرا دی۔

"احمر بھائی کو بھیجوں۔" عروش نے اس کے کان کے قریب سرگوشی کی۔

"نہیں یار بالکل ہمت نہیں ہو رہی کیسے سامنا کروں گی میں اسکا۔" ضویا ہلکی سے مسکراہٹ لبوں پہ سجائے بولی۔

"اللہ ضویا یہ تم کہہ رہی ہو مجھے یقین نہیں آ رہا۔" عروش نے مصنوعی حیرت سے کہتے ہوئے دل پہ ہاتھ رکھا۔

جواباً ضویا نے اسے گھورا۔

"اچھا رکو میں آنٹی کو بتا کہ آؤں کہ تم ریڈی ہو۔" عروش اسے بیڈ پہ بٹھا کر کمرے سے باہر نکلی۔

زوار اسے سامنے سے آتا دیکھ کر رک گیا، عروش نے اس کا دیکھنا اور رکنا محسوس کیا تھا، عروش اس کے پاس سے اسے بنا دیکھ گزری، دونوں کے درمیان بمشکل انچ بھر کا فاصلہ تھا

"مجھے لگا تھا کہ تم ضرور مجھ سے ٹکرا جاؤ گی۔" زوار کی آواز پر نا چاہتے ہوئے بھی اسکے قدم رک گئے تھے مگر وہ بنا مڑے یونہی کھڑی رہی۔

"چلو ٹکرانا مشکل ہے مگر پھر لگا کہ تمہارا دوپٹہ ضرور میری شیروانی یا ریسٹ واچ میں اٹک جائے گا۔ گھبرا کے

نکالنے کی کوشش کروں گی مگر نہیں نکلے گا۔" وہ اب اس کے قریب آ گیا تھا۔

"یہ کیسی گفتگو کر رہے ہیں آپ۔" عروش نے اب کے حیرت سے اسکی طرف مڑ کے دیکھا۔

"جو لگا وہ کہہ دیا۔" وہ شان بے نیازی سے بولا۔

"یہ کوئی فلم نہیں ہے نہ میں کسی فلم کی ہیروئن اور آپ ہیرو تو بالکل بھی نہیں کہ کوئی ایسا سین ہو میں سنبھل کے چلنا خوب اچھی طرح جانتی ہوں۔" وہ اسکی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولی۔

عروش نے ابھی نوٹس کیا تھا کہ اسکی شیروانی کا رنگ اس کے ڈریس کا ہم رنگ تھا لائٹ گرین پہ پنک کڑاہائی تو یہ ایک سوچی سمجھی چال تھی وہ جل کہ رہ گئی۔

"ایک تو آپ غصہ بہت جلدی ہو جاتی ہیں مذاق کر رہا تھا۔" وہ ایک دم ہنس دیا۔

عروش ابھی تک حیرت زدہ تھی کیونکے کہ وہ بات کو کور کر رہا تھا وہ اس پہ ایک کڑی نگاہ ڈال کر آگے بڑھ گئی۔

نکاح کے بعد دولہا دولہن کا فوٹو شوٹ ہوا تھا اور اس کے بعد انہیں باہر لایا گیا۔ سب لوگ تصویریں بنوانے میں مصروف تھے۔

"پلیز ذرا سائیڈ پہ آکر میری بات سنیں۔" جب فہد عروش کے پاس آکر بولا۔

"خیریت ہے۔" عروش نے اسے حیرت سے دیکھا۔

اس نے مسکرا کر سر اثبات میں ہلایا۔

وہ اس کے ساتھ قدرے خاموش کونے میں آ کھڑی ہوئی تھی۔

"اس وقت بات کرنے کا وقت مناسب تو نہیں مگر آپ کے گھر پہ یہ بات نہیں ہو سکتی تھی۔" فہد نے تمہید باندھنا شروع کی۔

"ہاں بولیں فہد کیا بات ہے۔" عروش ہمہ تن گوش تھی۔

"روزینہ کے بارے میں بات کرنی تھی۔" فہد تذبذب کا شکار تھا۔

"جو بھی بات ہے کھل کر کہیں مجھے گھبراہٹ ہو رہی ہے۔"" زوار نے دونوں کو ایک ساتھ کھڑے بات کرتے دیکھا تھا۔

اسے اچھا نہیں لگا تھا وہ شک نہیں کر رہا تھا مگر پھر بھی۔

"میں محبت کرتا ہوں اس سے۔" وہ منہ لٹکائے بولا۔

"تو اس میں اتنا پریشان ہونے والی کیا بات ہے۔" عروش کا قہقہہ بے ساختہ تھا

"زوار کو اب جلن ہوئی تھی ایسے تو کبھی نہیں ہنستی تھی اس کے ساتھ یا سامنے۔"

"آپ ہنس رہیں ہیں۔" فہد نے منہ بنایا۔

"ارے نہیں بس یونہی یہ بتائیں کہ اسے کچھ بتایا۔" عروش نے کام کی بات پوچھی۔

"نہیں اتنی ہمت نہیں ہے مجھ میں۔"

"آپ بھی بہت کمال ہیں بتائیں تو اسے اس میں کیا پرابلم ہے۔" عروش نے اپنا سر پیٹا۔

"آپ اسکی عادت سے واقف ہیں وہ مجھ جیسے بندے کو اپنا لائف پاٹنر کیوں بنائے گی اس میں ایک برائی ہے کہ وہ دولت کی دلدادہ ہے اور میں اتنا امیر نہیں ہوں۔" وہ حقیقتاً پریشان تھا۔

اب کے عروش بھی خاموش ہو گئی تھی۔

"مگر پھر بھی آپکو آپنی قسمت آزمانی چاہیئے میں آپ کے ساتھ ہوں۔" کافی دیر خاموش رہنے کے بعد عروش نے اسکی ہمت بندھائی تھی۔

وہ مسکرا دیا۔

"اب چلیں۔" وہ مسکرا کر کہتی واپس پلٹ گئی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

عروش نے دودھ پلائی کی رسم ادا کی تھی بسمہ بضد تھی کہ ایک لاکھ دیا جائے جبکہ سبھی لڑکے مل کے انہیں خوب تنگ کر رہے تھے۔

"دے دو ان کو ایک ہزار کافی ہے۔" باسم نے بسمہ کو دیکھتے ہوئے مسکراہٹ دبائی۔

"اچھا ایک ہزار اتنی بڑی رقم نہ بھئی نہ اتنے پیسوں کا ہم کیا کریں گیں۔" بسمہ نے جل کر کہا۔ سب کا قہقہہ پڑا تھا۔

"میری دودھ پلائی کی رسم کون کرے گا میں تو ساری جائیداد اس کے نام لگانے کو تیار ہوں بس میری شادی کروا دو اور احمر تم ایک لاکھ نہیں دے رہے۔" ساحر نے بسمہ کو دیکھتے ہوئے ٹھنڈی آہ بھری۔

"تم ہمارے ساتھ ہو کہ ان کے۔" فہد نے اسے گھورا۔

"تم لوگوں کے ساتھ ہوں یار"۔" وہ گڑبڑایا۔

"میں کروں گی بسمہ کی شادی پہ دودھ پلائی کی رسم۔" ضویا فورا بولی۔

"آج تم دولہن ہو آج تو کم سے کم چپ کر جاؤ۔" تیمور نے اسے چھیڑا ۔

سب ہنس دیئے ۔

زوار کی نظریں بار بار عروش کی جانب اٹھ رہی تھیں ۔ عروش یوں انجان بن گئی تھی جیسے کچھ جانتی ہی نہ ہو ۔

فنکشن رات دیر تک جاری رہا تھا لڑکیاں پورے پیسے لے کر ٹلیں تھیں احمر ضویا کا ہاتھ پکڑ کر اسے اپنے ساتھ لے گیا تو سب لوگوں نے اپنا رخ اپنے کمروں کی جانب کر لیا عروش اور ماہ روش ایک ساتھ ہی کمرے میں آئیں تھیں ۔

"آج آپ بہت پیاری لگ رہیں تھیں۔" ماہ روش نے کھلے دل سے اسکی تعریف کی ۔

"تم بھی کسی سے کم نہیں لگ رہیں تھیں لگ رہا تھا آسمان سے پری اتر آئی ہو۔" "عروش نے مسکرا کر اسے دیکھا۔

"اب ایسی بھی کوئی بات نہیں آپ سے تو واقع ہی کم لگ رہی تھی۔" وہ ہنسی تھی عروش نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"ایسا کیوں کہہ رہی ہو۔"

"بس یونہی!" ماہ روش نے لاپرواہی سے کہا۔

"یار یہ پیز اتارے میں ہیلپ کر دو جیسے لگانے میں کی تھی۔" عروش سر جھٹک کر بولی۔

"اووو میں اپنا پرس باہر بھول آئی ابھی لے کر آتی ہوں۔" ماہ روش کو جیسے ہی خیال آیا وہ الٹے قدموں باہر کی جانب بھاگی

عروش نے دوپٹے کی پیز اتارنی شروع کیں ۔

زوار جانتا تھا کہ کمرے میں ضویا اور احمر ہیں اس لیئے وہ باہر گھوم رہا تھا عروش کے کمرے کا دروازہ کھلا تھا وہ ایک نظر دیکھ کر واپس پلٹ گیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"اللہ کہاں گیا ابھی تو یہیں تھا" جس چیئر پہ وہ بیٹھی تھی اب اسکا پرس وہاں نہیں تھا ۔

"کیا ڈھونڈ رہی ہیں۔" آواز کو وہ فورا پہچان گئی تھی ۔

"آپ سے مطلب۔" وہ غصے سے بولی ۔

"ہو بھی سکتا ہے۔" وہ اس کے سامنے کھڑا ہو گیا ۔

"وہ کیسے۔" وہ ماتھے کی تیوریاں چڑھا کہ بولی ۔

"اگر کہوں کہ وہ پرس میرے پاس ہے جو آپ ڈھونڈ رہیں ہیں تو مطلب خود نکل آئے گا ۔" تیمور نے ہاتھ میں پکڑا اسکا پرس اس کی آنکھوں کے سامنے لہرایا۔

"آپکو کیسے پتہ چلا کہ یہ میرا ہے۔" تیمور بس ہنس دیا۔ یہ کافی بیوقوفانہ سوال تھا یہ اسے بعد میں اندازہ ہوا ۔

"واپس کریں اس نے ہتھیلی اس کے سامنے کی۔"

"ایک شرط پہ۔" تیمور نے پرس واپس کمر کے پیچھے کر لیا ۔

"وہ کیا۔" ماہ روش نے بھی اپنا ہاتھ اس کے سامنے سے ہٹا لیا۔

"آج صبح کے لیے میں بہت شرمندہ ہوں مجھے سب کے سامنے اسطرح بات نہیں کرنا چاہیئے تھی اس لیے میں آپ سے سوری کرنا چاہتا ہوں میں کوئی فلرٹ کرنے کی کوشش نہیں کر رہا آپ سے وہ اسے دیکھتے ہوئے رک رک کر کہہ رہا تھا۔"

"اب کیا چاہتے ہیں آپ مجھ سے۔" ماہ روش نے اسکی بات کاٹی ۔

"معافی !" وہ فورا بولا

"پرس اپنے پاس رکھیئے مجھے نہیں چاہیے۔" وہ کہہ کر جانے کے لیے مڑی

"رکیئے !" تیمور نے اسے پکارا مگر وہ نہیں رکی تیمور نے آگے بڑھ کر اسکا راستہ روکا۔

"اب کیا مسئلہ ہے۔" وہ چڑ گئی۔

"اپنا پرس لے جایئے۔" اس نے ماہ روش کا ہاتھ پکڑ کر پرس اس کے ہاتھ میں تھمایا وہ اسے دیکھے گئی۔

"اور معافی بھی نہ دیں بس یہ کہوں گا کہ دل بڑا کریں معاف کرنا سیکھیں غلطیاں تو جانے انجانے میں سب سے ہو ہی جاتی ہیں میں آپ کو فورس نہیں کروں گا۔" وہ کہہ کر وہاں سے چلا گیا تھا وہ اسے جاتے ہوئے دیکھتی رہی تھی

"ضویا تمہارا ڈریس بہت اچھا لگ رہا ہے۔" احمر اسے سامنے بٹھائے بس اسے دیکھے جا رہا تھا۔

"اب کہو کہ جیولری بھی بہت اچھی ہے۔" ضویا نے دانت پیسے۔

"ہاں وہ تو ہے ہی پر میک بھی کمال ہے" احمر نے سنجیدگی سے کہا۔

"ہاں سب اچھا ہے بس میں اچھی نہیں ہوں تم یہ کہہ رہے ہو ۔"ضویا جو اس کے اسطرح کھو کر دیکھنے سے کنفوژ سی بیٹھی تھی احمر کی اس شاندار تعریف پر کمر کس کے میدان میں اتری ۔

"میں نے ایسا تو کچھ نہیں کہا۔" احمر نے اپنی مسکراہٹ روکی۔

"نہیں یہ سچ ہے تم مردوں کی فطرت ہے عورت کی تعریف تب تک کرو گے جب تک۔ وہ بیوی نہیں بن جاتی جب بیوی بن جائے تو سراہنا تو دور دیکھنا بھی چھوڑ دیتے ہو کہ اب کیا ہو سکتا ہے گھر کی مرغی دال برابر اب یہ کہیں بھاگی تھوڑی جا رہی ہے۔" ضویا زیادہ ہی جذباتی ہو گئی تھی۔

احمر ایک دم سے ہنسنے لگا تھا۔

"اب ہنسو مت مجھے بہت غصہ آ رہا ہے تم پہ ابھی سے بدل گئے ہو تم چلو اچھا ہوا وقت پہ پتہ چل گیا مجھے ۔"

"خاموش۔" احمر نے اسکا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے اپنی انگلی اس کے ہونٹوں پہ رکھی وہ خاموش ہو گئی۔

"بہت بول لیا اب میری سنو تم بہت خوبصورت لگ رہی ہو میں نہیں کہوں گا کیونکہ لگنے اور ہونے میں بہت فرق ہے تم بہت خوبصورت ہو اور ہر گزرتے دن کے ساتھ میرے دل میں تمہاری محبت اور بڑھتی جا رہی ہے میں نے زندگی میں کسی کو اتنا نہیں چاہا جتنا تمہیں اور میں تم سے ہمیشہ ایسے ہی محبت کروں گا پر وعدہ کرو تم ایسے ہی مجھ پہ چلاؤ گی۔" وہ زیادہ دیر سیریس نہیں رہ سکتا تھا ضویا جو خاموشی سے سب سن رہی تھی اس کی بات پر اسکی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں تھیں

"اچھا اب تم کہو گئی کہ میں کب چلاتی ہوں تو یہ جھوٹ ہے تم بہت دھونس جماتی ہو مجھ پر پلیز کبھی مت بدلنا۔" وہ اس کے کچھ کہنے سے پہلے ہی بول اٹھا ۔

وہ بس مسکرا دی ۔

"پر میں ایک بات سوچ رہا ہوں کہ اگر دل میں تمہاری ہی محبت دن بدن بڑھتی گئی تو اپنے بچوں کا میں کیا کروں گا۔" ضویا کو دیکھتے ہوئے کمال سنجیدگی سے اس نے اپنا پوائنٹ اس کے سامنے رکھا۔

وہ شرم سے سرخ پڑ گئی تھی اس نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ سے واپس کھینچ کر پاس پڑا کشن اسے دے مارا۔

احمر کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔

وہ اسے گھورنے لگی ۔

"کیا ہوا کچھ بولو بیگم۔" وہ ہنستے ہوئے اسے اکسا رہا تھا۔

"احمر پلیز۔" وہ زچ ہو گئی تھی۔

یعنی مس ضویا جیسی دیکھتی ہیں ویسی ہیں نہیں ایک نئی بات احمر کے ہاتھ لگی تھی۔

"تم خاموش ہو جاؤ ورنہ تمہارے بچوں کو پیدا ہونے سے پہلے ہی میں یتیم کر دوں گی۔" وہ اپنی خجالت مٹانے کے لیے غصے سے بولی۔

احمر بس ہنسے جا رہا تھا۔

"کیا ہے مجھے ایسے فیل ہو رہا ہے جیسے میں نے کسی مسخرے سے شادی کی ہو۔" ضویا نے اسے مسلسل ہنستا دیکھ کر منہ بنایا۔

"میں تمہارے لیے کچھ بھی بن سکتا ہوں۔" احمر جذبات سے مخمور لہجے میں اس کے قریب ہوتے ہوئے بولا۔

"پہلے انسان بن جاؤ پھر بات کریں گے۔" وہ کہہ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

"کیا ہوا۔" احمر نے اسکا ہاتھ تھاما۔

"جب تم اس مسخرے پن سے نکل آو تب بتانا پھر بات کر لیں گے۔" وہ ناراضگی سے بولی۔

"سوری بیٹھ جاو اب نہیں تنگ کروں گا۔" احمر نے اسے واپس اپنے پہلو میں بٹھایا۔

"میں اپنی زندگی میں اور مرنے کے بعد بھی اگر کسی سے محبت کروں گا تو وہ تم ہو ضویا۔" احمر کا لہجہ سنجیدہ تھا۔ ضویا کا ہاتھ ابھی بھی اس کے ہاتھ میں تھا۔

"مرنے کی باتیں نہ کرو۔" وہ تڑپ اٹھی ۔

"کیوں ؟۔" احمر نے اسکی طرف دیکھا۔

"کیونکہ کہ جن سے آپ بے پناہ محبت کرتے ہوں ان کے دور جانے کا احساس بھی جان لیوا ہوتا ہے۔" ضویا نے سر اسکے کندھے سے ٹکایا۔

احمر کو لگا وہ سچ مچ بے ہوش ہو جائے گا۔

"کیا کہا محبت تم وہ بھی مجھ سے اللہ یہ میں کیا سن رہا ہوں۔" احمر تو ایسے بی ہیو کر رہا تھا جیسا بالکل انجان ہو۔

"احمر!" ضویا چلائی۔

"اوکے سوری۔" وہ فورا شرافت کے جامے میں واپس آیا۔

"ویسے ضویا تم فکر مت کرو اگر میں مر گیا تو بھوت بن کر تمہاری حفاظت کروں گا اور ہمیشہ تمہارے ساتھ رہوں گا۔"کافی دیر کی خاموشی کے بعد احمر نے ایک نیا فرمان جاری کیا تھا۔

"تم کبھی نہیں سدھر سکتے۔" ضویا نے اسے چٹکی کاٹی وہ کراہ کے رہ گیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ جانے کے لیے مڑا تھا مگر اسے عروش کا قہقہہ یاد آیا وہ کتنی اچھی لگتی ہے نہ کھل کے ہنستے ہوئے۔نہ جانے کونسی سوچ نے اسے واپس پلٹنے پر مجبور کیا تھا وہ بے خودی کی کیفیت میں چلتا اس کے کمرے کے اندر چلا گیا تھا۔

عروش کی پشت دروازے کی جانب تھی وہ ابھی تک اپنے دوپٹے سے الجھ رہی تھی پیچھے ایک پین اٹک گئی تھی اور اسکا ہاتھ نہیں جا رہا تھا

"ماہ روش کہاں رہ گئی تھی کب سے انتظار کر رہی ہوں پلیز یہ پین نکال دو جیسے لگائی تھی اٹک گئی ہے بہت کوشش کی نہیں کھل رہی۔" قدموں کی چاپ سن کر عروش بنا دیکھے ہی بولے گئی ۔

زوار تذبذب کا شکار تھا ۔

"کیا ہوا کھولو بھی۔" عروش کی آواز پر وہ آگے بڑھا اور اس نے اٹکی ہوئی اس پن کو نکال دیا تھا دوپٹہ اس کے کندھے سے اتر کر زوار کے قدموں میں جا گرا ۔

زوار اسے اٹھانے کے لیے نیچے جھکا۔

"تھینک یو یار۔" عروش کہتے کے ساتھ ہی پیچھے مڑی

دوپٹہ اب زوار کے ہاتھ میں تھا عروش غیر متوقع طور پر زوار کو سامنے پا کر شاکڈ رہ گئی تھی ۔

دونوں کو اس وقت سمجھ نہیں آئی کہ کیا کیا جائے کیا کہا جائے ۔

"وہ میں۔" زوار نے کچھ کہنا چاہا۔

عروش کو اب احساس ہونا شروع ہوا تھا کہ اس کے ساتھ ہوا کیا ہے۔

ماہ روش نے زوار کو پین کھولتے دیکھا تھا اور اب وہ دروازے میں کھڑی تھی عروش جی بھر کے شرمندہ ہوئی۔

"آپ یہاں کیا کر رہے ہیں۔" اہ روش اب کمرے میں داخل ہو چکی تھی۔

زوار کے کچھ کہنے سے پہلے ہی ماہ روش نے اپنا سوال اس کے سامنے رکھا ۔

عروش نے دوپٹہ اس کے ہاتھ سے تھام کر اوڑھا اور باتھ روم میں چلی گئی ۔

ماہ روش البتہ سوالیہ نظروں سے زوار کو ہی دیکھ رہی تھی۔

"میں تم سے پوچھنے آیا تھا کہ تم یہاں سے حویلی جاو گی؟"

زوار کو وقتی طور پہ جو سمجھ میں آیا کہہ دیا۔"

نہیں میں حویلی نہیں جاوں گی۔" ماہ روش نے اسے دیکھتے ہوئے مختصرا کہا وہ جانتی تھی کہ وہ اس سے کچھ بھی پوچھنے نہیں آیا تھا وہ سر جھکائے کمرے سے باہر نکل گیا۔

عروش کافی دیر بعد چینج کر کے باہر نکلی تھی وہ ماہ روش سے نظریں نہیں ملا پا رہی تھی ۔

"اٹس اوکے عروش میں جانتی ہوں یہ سب اچانک ہوا تمہیں نہیں پتہ تھا کہ پیچھے زوار ہے مجھ سے نظریں چرانے کی کوئی ضرورت نہیں۔" ماہ روش نے اسکا ہاتھ پکڑ کر اسے اپنے پاس بٹھایا۔

"مجھے سچ میں لگا تم ہو پیچھے۔" عروش نے شرمندگی سے کہا ۔

"کوئی بات نہیں ہو جاتا ہے تم ٹینشن مت لو۔" ماہ روش مسکرائی۔ی

"شرم سے ڈوب مرنے کا دل چاہ رہا تھا میرا اس وقت۔" عروش نے یاد کر کے جھرجری لی ۔

ماہ روش ہنس پڑی ۔

"تم ہنس رہی ہو میری حالت چیک کرو ابھی تک ہاتھ ٹھنڈے ہیں۔" عروش نے منہ بنایا ۔

"اچھا یہ سب بھول جاو کوئی بڑی بات نہیں تھی جو ہونا تھا ہو گیا اب زرہ ضویا کو آنے دو اس کی کلاس لیتے ہیں ۔" ماہ روش نے موضوع بدل دیا عروش مسکرا دی ۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"مما آخر فیضی عروش کے پیچھے کیوں پڑ گیا ہے۔ اسے لڑکیوں کی کمی تو نہیں ہے۔" شائستہ بیگم اور روزینہ زارا کے جہیز کے سامان کی لسٹ بنا رہیں تھیں۔ جب لکھتے لکھتے روزینہ نے شائستہ سے سوال پوچھا۔

"تم چھوٹی ہو اور تمہاری عقل بھی۔ اس لیے تم لسٹ بناؤ کیا لے لیا ہے کیا رہتا۔ ان باتوں کو مجھ پہ چھوڑ دو۔" شائستہ بیگم نے اسے ٹالا۔

"دیکھیں ڈیئر مام عروش فیضی کو بہت ناپسند کرتی ہے۔ وہ کبھی نہیں مانے گی۔" روزینہ نے انہیں دیکھتے ہوئے کہا

"تو پھر تم اپنی ماں کو جانتی نہیں ہو وہ ہاں بھی کرے گی اور بیاہ بھی بس تم دیکھتی جاؤ۔" شائستہ بیگم کہ چہرے پہ پراسرار ہنسی تھی۔

"ایک تو آپ مجھے کچھ نہیں بتاتیں۔" وہ چڑ گئی۔

"کل سب پتہ چل جائے گا اب سوال کم کام زیادہ۔"

"کل کا تو پھر شدت سے انتظار ہے مجھے۔" روزی نے دل میں سوچا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"عروش تم ماہ روش اور زوار ایک ساتھ جاؤ گے۔ میں ضویا الگ جائیں گے۔ ہم اس سفر کو انجوائے کرنا چاہتے ہیں۔" اگلی صبح روانگی کے وقت احمر نے سب کو مطلع کیا۔

"یہ تمہاری سوچ ہے کہ میں تمہیں اس سب کی اجازت دوں گا۔" زوار نے اسے گھورا

"تم سے اجازت لے کون رہا ہے۔" احمر نے کالر اکڑایا۔

"تو ٹھیک ہے پھر آج ذرا جا کر دیکھانا مجھے۔" زوار نے اسے منہ چڑایا۔ سب لوگ اپنا سامان باندھے بس تیار کھڑے تھے۔ ماہ روش کی نظروں نے تیمور کر ڈھونڈھنے کی کوشش کی تھی مگر وہ کہیں دیکھائی نہیں دیا۔

"احمر آج ڈرائیونگ تم کرو گے۔ پہلے ضویا کو ڈراپ کرو گے۔ پھر ماہ روش کو پھر عروش اور مجھے۔" زوار نے اسے دیکھتے ہوئے اسے نیا آڈر دیا۔

"میں کیوں کروں گا ڈرائیونگ۔ ہمیشہ تو تم کرتے ہو۔" احمر کے سر پہ لگی تلوؤں پہ بجھی۔ وہ زوار کو خوب اچھی طرح سمجھ رہا تھا۔

"منظور ہے تو بولو ورنہ ضویا کو میں تیمور کے ساتھ واپس بھیجوں گا۔" زوار نے اس کے کان کے قریب جھکتے ہوئے مزے سے بولا۔ جواباً احمر نے اسے کھا جانے والی نظروں سے گھورا۔ تیمور اپنا بیگ لے کر باہر نکلا ماہ روش اور تیمور کی نظر اچانک ٹکرائی تھی۔ تیمور کئی پل بے خودی میں اسے دیکھے گیا۔ ماہ روش کچھ سوچتے ہوئے اس کے قریب گئی تھی۔ وہ باقی لوگوں سے تھوڑا پیچھے کھڑا تھا۔ وہ اسے اپنی جانب آتا دیکھ کر حیران ہوا تھا۔

"میں یہ کہنا چاہتی تھی کہ۔" وہ اس کے قریب رکتے ہوئے اپنی ہاتھوں کو مسلنے لگی۔

"جی کہیئے۔" وہ مسکرایا۔

"میں کچھ زیادہ ہی بول گئی۔ آپ نے معذرت کی مجھے قبول کر لینی چاہیئے تھی اور ہاں میرا ظرف بہت بڑا ہے۔ کل میں غصے میں تھی اگر کچھ برا لگا ہو تو میں معذرت چاہتی ہوں۔" وہ نظریں جھکائے کہتی گئی۔

"آپ نے مجھے معاف کر دیا یہ ہی بہت ہے۔ اب آپ معافی مانگ کر مجھے شرمندہ نہ کریں۔" تیمور کو تو یقین ہی نہیں آ رہا تھا۔

"اوکے بائے۔" وہ مسکرا کے کہتی ہوئی جانے کے لیے مڑی۔

"پھر ملیں گے۔" تیمور کے لہجے میں یقین اور سوال دونوں تھا۔

"اگر اللہ کو منظور ہوا تو ضرور۔" وہ کہتی ہوئی آگے بڑھ گئی۔ وہ اسے جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔

اور پھر پورا راستہ زوار سے جتنا ہو سکا اس نے احمر کو تنگ کیا تھا۔ وہ بیک مرر ضویا پہ سیٹ کرتا۔ زوار اسے پھر سے ہلا کہ یہاں وہاں کر دیتا۔ وہ گردن موڑ کی دیکھنے کی کوشش کرتا۔ زوار اسکی گردن پکڑ کر سیدھی کرتا۔

"کیوں مروانا ہے ہمیں۔ خود تو نکاح کر لیا ہم ابھی کنوارے ہیں۔ بہت ارمان ہیں میرے دل میں ابھی۔" یہ پانچویں بار تھا۔ جب زوار نے اسکا سر سیدھا کیا تھا۔

"ہاں تو کیوں ڈرائیونگ سیٹ پہ بیٹھایا ہے مجھے۔ تم نے جانتے ہی ہو کیسی ڈرائیو کرتا ہوں میں۔" احمر نے منہ بسورا۔

"میں سب سمجھ رہا ہوں مگر نہ احمر صاحب آج آپ کی ایک نہیں چلے گی۔"! زوار اس پہ ترس کھانے کہ موڈ میں بالکل نہیں تھا۔

"کوئی بات نہیں کل تمہارا وقت بھی آئے گا۔" احمر کا انداز دھمکی آمیز تھا۔

"میں تمہیں بلاؤں گا ہی نہیں اگر تم نے ایسی حرکتیں کرنی ہیں تو۔" زوار نے طوطا چشمی کی حد کر دی تھی۔

"یار یار نہ رہا۔" احمر نے آہ بھری۔

"شکریہ بس کبھی غرور نہیں کیا۔" زوار نے کالر اکڑایا۔

"تم سے تو اب کھلی جنگ ہو گی دوست۔ یعنی تمہاری شادی پہ مجھے نہیں بلایا جائے گا۔ آگ لگا دوں شامیانے کو۔" احمر نے اسے غصے سے دیکھتے ہوئے جوشیلے انداز میں کہا۔

"کیوں میں تیری محبوبہ ہوں جو تمہیں دھوکا دے کر کسی اور سے شادی کر رہی ہے۔" زوار کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔ سب کھل کھلا کے ہنس پڑے۔ احمر سر کھجا کہ رہ گیا۔

"پہلے عروش کو ڈراپ کریں گے۔" شہر کی حدود میں داخل ہوتے ہی زوار نے احمر کو مخاطب کیا۔

"مگر۔!" احمر نے کچھ کہنا چاہا۔

"اگر مگر کچھ نہیں جو کہا ہے وہ کرو۔" اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی وہ بولا اٹھا۔ احمر نے خاموشی سے سر ہلا دیا۔ وہ لوگ اسے ڈراپ کرنے گئے تھے گیٹ پر کوئی نہیں تھا۔ عروش نے شکر کا کلمہ پڑھا اور ان کا شکریہ ادا کرتی باہر نکل آئی۔ زوار نے اسے بچانے کی ہر ممکن کوشش کی تھی۔ مگر وہ یہ بھول گیا تھا کہ جو کبھی کبھی ساتھ نہیں بھی دیتی اسے بھی قسمت ہی کہتے ہیں۔

شائستہ زارا اور روزینہ شاپنگ کے لیئے نکلی تھیں۔ جبھی ان کا سامنا گاڑی سے اترتی عروش سے ہوا تھا۔

عروش انہیں اچانک دیکھ کر گھبرا گئی تھی۔ روزینہ نے زوار کی گاڑی اور فرنٹ سیٹ پہ بیٹھے زوار کو پہچان لیا تھا۔ غصے سے اس کے دماغ کی رگیں تن گئی تھیں۔ عروش انہیں سلام کر کے گھر کے اندر داخل ہو گئی تھی۔

احمر نے بھی گاڑی آگے بڑھالی مگر روزینہ کا دماغ وہیں اٹک گیا تھا۔ عروش اپنے کمرے میں جانے کی بجائے سیدھا گرینی کے روم میں گئی تھی۔ کچھ غلط ہو جانے کا احساس اب شدت اختیار کرنے لگا تھا۔ باہر جو ہوا وہ ایسا کچھ خاص نہیں تھا مگر عروش بہت ڈر گئی تھی۔

"ارے بیٹا تم کب آئیں۔" گرینی وضو کر کے واش روم سے باہر نکلیں تو عروش کو دیکھ کر خوشی سے بولیں۔

"بس ابھی سیدھا آپ کے روم میں آئی ہوں۔" وہ ان کے گلے لگی۔

"دو دن ہوئے ہیں مگر لگ رہا ہے سالوں بعد آئی ہو۔" وہ اسے سینے سے لگائے پیار سے بولیں۔

"بس آپ نے مجھے مس کیا باقی لوگوں کے لیے میرا ہونا نہ ہونا ایک برابر ہے۔" وہ دکھ سے بولی۔

"چھوڑو تم سب کو میرے پاس بیٹھو۔ بتاؤ کیسی رہی تمہاری دوست کی شادی مزہ آیا کہ نہیں۔"

"بہت اچھی رہی گرینی۔ جب تک وہاں تھی لگ رہا تھا کہ زندگی بہت خوبصورت ہے۔ ان دو دنوں میں میں واقع ہی دو سال جی آئی ہوں۔" وہ مسکراتے ہوئے بولی۔

"اللہ تمہیں ہمیشہ خوش رکھے میری بچی۔ اچھا اچھا سوچا کرو۔" انہوں نے محبت سے اسکا ماتھا چوما۔

"گرینی بہت ڈر لگ رہا ہے۔ دل گھبرا رہا ہے لگ رہا کچھ ہونے والا ہے۔ کچھ بہت برا۔" عروش بہت زیادہ گھبرائی ہوئی تھی۔

"بیٹا کچھ نہیں ہونے والا۔ سب ٹھیک ہے تم پہلی بار گھر سے باہر رہی ہو نہ اس لئیے واپسی پہ ایسا لگ رہا ہے۔" گرینی نے اسے تسلی دی۔ وہ اس سب کو واقع ہی اسکا وہم سمجھ رہیں تھیں۔ مگر قسمت ان پہ پھر سے بہت بڑا وار کرنے والی تھی۔ جس سے وہ دونوں ہی بے خبر تھیں۔

وہ کافی دیر گرینی کے پاس بیٹھی رہی پھر اٹھ کر اپنے کمرے میں آ گئی۔ شائستہ زارا اور روزینہ جلدی واپس آ گئے تھے۔ عروش کے لیے یہ بھی ایک حیران کن بات تھی۔ شادی کی شاپنگ اور اتنا کم وقت زارا آتے ہی کچن میں مصروف ہو گئی اور روزینہ وہیں لاؤنج میں صوفے پہ نیم دراز ہو گئی۔ عروش بھی ہمت کر کے اپنے کمرے سے باہر آ گئی تھی۔ روزینہ نے سر سے پیر تک بغور اسکا جائزہ لیا۔ شائستہ اسے دیکھتے ہی مسکرائیں اور بلا کر اپنے پاس بٹھا لیا۔ زوار کے ساتھ دیکھ لینے پر بھی گھر میں اتنا پر سکون ماحول تھا۔ وہ بے ہوش ہوتے ہوتے بچی۔

"یہ دیکھو تمہارے لیئے کیا لائی ہوں۔" شائستہ نے شاپنگ بیگ سے ایک سفید رنگ کا نفیس کڑھائی والا جوڑا اس کے سامنے کیا۔ وہ واقع ہی بہت خوبصورت تھا۔

"بہت پیارا ہے مگر اس کی کیا ضرورت تھی۔ میرے پاس پہلے ہی بہت کپڑے ہیں۔" اس سب کی کہاں عادت تھی اسے وہ گھبرا گئی۔

"ارے بے وقوف ضرورت تھی۔ اٹھو یہ لو اور پہن کے تیار ہو جاؤ۔" وہ جوڑا اسے تھماتے ہوئے باقی سامان سمیٹنے لگیں۔

"مگر کیوں۔" عروش اب بھی حیران تھی۔

"میری دوست اور اسکی فیملی آ رہی ہے۔ اٹھو روزی تم بھی ریڈی ہو جاؤ۔" شائستہ بیگم کا انداز سرسری سا تھا۔ عروش کا دل اس جواب پر مطمئن تو نہیں ہوا مگر وہ خاموشی سے اپنے کمرے میں چلی گئی۔ وہ دو دن گھر پہ نہیں تھی اب نجانے اس کے لیئے کیا سازش تیار کی گئی تھی۔ وہ نہیں جانتی تھی وہ بہت تھکی ہوئی تھی۔ مگر اب حکم ملا تھا تعمیل ضروری تھی وہ ناچاہتے ہوئے بھی تیار ہو گئی تھی۔ ہلکے گلابی رنگ کی لپ سٹک لگا کر بالوں کی چٹیا بنائی اور دوپٹہ سر پہ سیٹ کر کے باہر آ گئی۔

"ماشاء اللہ۔" زارا نے دیکھتے ہی اسے گلے لگایا۔ کچن میں بہت سارا کھانے پینے کی اشیاء کا اہتمام تھا عروش مزید الجھ گئی مگر بولی کچھ نہیں۔

"لائیں میں مدد کروا دوں۔" عروش نے ہمیشہ کی طرح آفر کی۔

"تم جاؤ یہاں سے سفید رنگ ہے۔ خراب ہونے کا زیادہ اندیشہ ہے۔ آج میں خود کر لوں گی۔" سب زارا نے سہولت سے انکار کر دی۔ ا

"یہ کونسی نئی دوست اچانک آ گئیں تھیں جن کے لیئے اتنا اہتمام ہو رہا تھا۔" عروش سوچتی الجھتی لاؤنج میں آ گئی۔ جب اس نے سیف صاحب کو گرینی کے کمرے کی اور جاتے دیکھا سیف صاحب نے اسے نہیں دیکھا تھا۔ وہ کافی عجلت میں تھے وہ سر جھٹکتی اپنے کمرے میں واپس چلی گئی۔

"ارے سیفی آؤ خیر سے آئے۔" وہ رشیدہ بیگم تسبیح پڑھتے ہوئے مسکرا کر بولیں۔

"جی اماں آپ سے ضروری بات کرنی تھی۔ اس لیے کل بھی آیا تھا مگر آپ سو رہیں تھیں۔" وہ ان کے قریب بیٹھے۔

"ہاں بولو سب ٹھیک ہے ناں۔" وہ تسبیح روک کر ان کی طرف متوجہ ہوئیں۔

"اماں وہ! آج عروش کو رشتہ دیکھنے کے لیے کچھ لوگ آ رہے ہیں۔" سیف صاحب نے ہمت کر کے بات شروع کی۔

"یہ کیا کہہ رہے ہو تم۔" رشیدہ بیگم کو اس بات کی ہرگز توقع نہیں تھی۔

"بس اماں رشتہ بہت اچھا ہے۔ لڑکا امریکہ سیٹل ہے اس کی فیملی بھی۔ شائستہ کے جاننے والے ہیں میں مل چکا ہوں ان سے۔ زارا کی شادی کا کارڈ دینے گئے تھے بات انہوں نے شروع کی۔ مجھے لگا شائستہ روزینہ کا نام لے گی مگر میں تو سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ عروش کا کہے گی ان سے۔" سیف صاحب بہت خوش اور مطمئن لگ رہے تھے۔ رشیدہ بیگم کے ماتھے پہ تیوریاں بڑھتی جا رہی تھیں۔

"اماں ناراض مت ہوں کہ آپ کو اب بتا رہا ہوں بس یہ سب کل ہی تو طے ہوا۔ ابھی رشتے کے لیے ہاں نہیں کی۔ وہ تو سوچ کر جواب دیں گے۔" سیف صاحب نے پر امید نظروں سے ماں کو دیکھا۔

"اتنا اچھا رشتہ ہے تو روزی کا کر لو عروش کے رشتے کی اجازت میں فی الحال نہیں دے سکتی۔ وہ ابھی پڑھ رہی ہے اور وہ بن ماں باپ کی بچی کو میں سات سمندر پار بھیج دوں۔" رشیدہ بیگم کا انداز برہم تھا۔

"اماں میں عروش کو اس ماحول سے نکالنا چاہتا ہوں۔ اس لیے ورنہ آپ جانتی ہیں کہ عروش سے دوری کا تصور بھی میرے لیئے کتنا اذیت ناک ہے۔" وہ افسردہ لہجے میں بولے۔

"مجھے تمہاری نیت پہ بالکل شک نہیں مگر مجھے تمہاری بیوی کی نیت پہ بالکل بھروسہ نہیں۔" رشیدہ بیگم نے کھلے لفظوں میں اپنا ڈر ان کو بتا دیا۔

"اماں وہ بدل گئی ہے اور ویسے بھی آخری فیصلہ میرا اور آپ کا ہی ہو گا۔" سیف صاحب کسی بھی طرح انہیں منا لینا چاہتے تھے۔

"ٹھیک ہے مل لیتی ہوں اگر وہ لوگ مجھے پسند نہ آئے تو تم مجھے زبردستی منانے کی کوشش نہیں کرو گے۔" رشیدہ بیگم نے اپنا فیصلہ سنا دیا۔ سیف صاحب مطمئن ہو کر واپس چلے گئے۔

"عروش میری بچی تم سچ کہہ رہی تھیں اللہ تمہیں سپنے حفظ و امان میں رکھے۔" انہوں نے دل سے اسے دعا دی اور واپس اپنی تسبیح میں مشغول ہو گئیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"میں جاؤں۔؟" ضویا نے اپنا ہینڈ بیگ کندھے پہ درست کرتے ہوئے احمر کو دیکھا۔

"اجازت لے رہی ہو۔؟" اس کا دل باغ باغ ہو گیا

"بالکل نہیں۔!" وہ فوراً اپنی ٹون میں واپس آئی۔

"ہاں میری ایسی قسمت کہاں۔!" احمر نے آہ بھری۔

"اچھا جاؤں پھر اب۔" ضویا نے مسکراہٹ دبائی

"مجھ سے پوچھتی رہو گی تو کبھی جانے نہیں دوں گا۔" احمر کی آنکھوں میں محبت کی دہکا دینے ولی شمعیں روشن تھیں۔

"تم سے تو بات کرنا ہی فضول ہے۔" ضویا جھنیپ کر کہتی آگے بڑھ گئی۔

"اندر نہیں بلاؤں گی۔" احمر نے بلند آواز میں کہا۔

"ہر گز نہیں سوچنا بھی مت۔" وہ رکی مڑی اور ٹکا سا جواب دے کر آگے بڑھ گئی۔ احمر اپنا سا منہ لے کر رہ گیا۔ وہ ماہ روش کو ڈراپ کر کے ضویا کو چھوڑنے آئے تھے۔اب زوار ڈرائیونگ سیٹ پر تھا اور احمر ضویا کو گیٹ تک چھوڑنے گیا تھا۔

"داماد کی کوئی عزت ہی نہیں ہے یار۔" احمر غصے سے منہ پھلائے آکر گاڑی میں بیٹھا۔

"بس خیر ہے میرے دوست اب تو یہ ہی ہو گا تا حیات اب بول تجھے کہاں چھوڑوں۔" زوار نے اسکی بات ہوا میں اڑائی۔

"مجھے کہیں مت چھوڑ میں گھر نہیں جاؤں گا۔" احمر نے یونہی آف موڈ کے ساتھ کہا۔

"کیا مطلب ہے اس بات کا۔" زوار نے اسے گھورا۔

"میں تیرے ساتھ جاؤں گا تیرے گھر فی الحال۔" احمر نے اسے مسکرا دیکھا۔

"اپنے گھر جانے میں کیا مسئلہ ہے تمہیں۔"

"دل نہیں لگے گا یار۔" احمر نے دل پہ ہاتھ رکھ کر دہائی دی۔

"تیرا کچھ نہیں ہو سکتا۔" زوار نے اسے تاسف سے دیکھا۔

"ہو تو تمہارا کچھ نہیں سکتا۔ڈرتا ہوں کہیں روگ نہ لگا بیٹھو۔" احمر نے نادانستگی میں ہی یہ بات کہی تھی

"تم جیسے دوست کی بد دعائیں ساتھ رہیں تو ضرور داتا دربار کے باہر بھیک مانگا کروں گا بیٹھ کر۔" بات زوار کو بہت

چبھی تھی وہ جل کے بولا۔

"یار تم نے دل بھی تو وہاں لگایا ہے جہاں چانس ہی نہیں بنتا۔" احمر خود بھی پریشان تھا اس سب کو لے کر۔

"محبت پوچھ کر اجازت لے کر سوچ سمجھ کر نہیں ہوتی احمر۔ اگر ایسا ہوتا تو کبھی سسی کو پنوں، رانجھے کو ہیر سے نہ ہوتی۔ یار کی ایک جھلک اگر اتنی غیر اہم ہوتی تو کبھی سوہنی مہینوال کے لیئے اپنی جان نہ گنواتی، قیس لیلی کے لیئے مجنوں نہ بنتا۔" زوار کے لہجے میں تکلیف تھی احمر اسے دیکھ کر رہ گیا۔

"زوار Sorry to say my dear مگر تم پہ یہ ساری شرائط لاگو ہوتیں تھیں کیونکے تمہارے گھر والے شاید کبھی نہ مانیں۔" احمر نے اسے حقیقت کا آئینہ دیکھایا۔

"وہ بے شک نہ مانیں میں چاہتا ہوں بس وہ مان جائے باقی مجھے کسی کی پرواہ نہیں۔ وہ ساتھ دے گی دنیا سے لڑ جاؤں گا۔" زوار کے لہجے میں افسردگی تھی۔ جیسے اسے خود بھی یقین نہ ہو کہ وہ مان جائے گئ۔

"فرض کرو وہ مان جاتی ہے۔! میں جانتا ہوں تم تو دنیا سے لڑ جاؤ گے کیا وہ تمہارے لیے صرف اپنے گھر والوں سے لڑ پائے گی؟۔" احمر نے شاید اسے حقیقت کا بدصورت چہرہ دیکھانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ زوار کا پاؤں بریک پر پڑا تھا۔

"احمر تم کیا چاہتے اچھا سوچ نہیں سکتے برا بولو تو مت۔" زوار نے اسے غصے سے دیکھا۔

"سچ کہہ رہا ہوں تم سے بہت محبت کرتا ہوں چاہتا ہوں ذہن بنالو پہلے سے دل ٹوٹے تو سہہ جاؤ یہ نہ ہو۔" وہ کہتے کہتے خاموش ہو گیا۔

"تم سے ایک ریکوسٹ ہے دعا نہیں دے سکتے تو دل ٹوٹنے کی بددعا بھی مت دو۔" زوار کا موڈ مکمل برہم ہو چکا تھا۔

"میں کیوں بددعا دوں گا تمہیں۔" احمر نے اسے حیرت سے دیکھا۔

"میں خیر خواہ ہوں تمہارا۔"

"اس قسم کے خیر خواہ دل والوں کو زہر لگتے ہیں لہٰذا خاموش رہو اور ہاں آج ہی اسے بتا دوں گا کہ اس سے محبت کرتا ہوں۔ نہ بتا سکا تو بھی دیر نہیں کروں گا۔ کبھی دل میں یہ ملال نہیں آنے دوں گا کہ کوشش نہیں کی کاش کوشش کر لی ہوتی اور تم۔" وہ دانت پیس کر خاموش ہو گیا۔ احمر بھی چپ چاپ باہر سڑک پر بھاگتی دوڑتی گاڑیاں دیکھنے لگا وہ جانتا تھا اس وقت یہ سب باتیں زوار کو کبھی سمجھ نہیں آئیں گئیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

مہمان آچکے تھے باہر سے آتی آوازوں سے اس نے اندازہ لگا لیا تھا۔ وہ بس بت بنی بیڈ پہ بیٹھی رہی۔

"تمہیں امی بلا رہی ہیں۔" روزینہ کی آواز پر وہ چونک کر سیدھی ہوئی۔

"کیوں؟۔" بے ساختہ اس کے منہ سے نکلا۔

"خود جاکر پوچھ لو میں کیا کہہ سکتی ہوں۔" وہ کندھے اچکا کر بولی۔ وہ سر اثبات میں ہلا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ دل بے اختیار زور زور سے دھڑکنے لگا تھا۔

"تم اوپر سے جتنی معصوم بننے کی کوشش کرتی ہو ناں اندر سے بالکل نہیں ہو۔ میرے گھر والے بے وقوف بن سکتے ہیں میں نہیں۔" روزینہ کو جو بات اتنے دنوں سے چبھ رہی تھی۔ وہ اس نے کہہ دی عروش کو زیادہ حیرت نہیں ہوئی وہ جانتی تھی اور کوئی بولے نہ بولے روزی خاموش نہیں رہے گی۔

"وہ لڑکا تمہارا یونیورسٹی فیلو ہے۔ تم لوگ دو دن تک ایک ساتھ گھر سے غائب رہے۔ نجانے کوئی شادی تھی بھی کہ نہیں وہ شاید نہیں یقیناً تمہارے پیچھے ہی اس گھر میں آیا ہے۔" روزی کے لہجے میں نفرت تھی بے پناہ۔

"تمہیں جو سوچنا ہے سوچو میں اور میرا اللہ سب کچھ بہتر طریقے سے جانتے ہیں کہ کیا سچ ہے اور کیا جھوٹ۔ تمہیں صفائی دینا میں ضروری نہیں سمجھتی۔" عروش اسے ٹکا سا جواب دے کر کمرے سے نکل گئی۔ روزی اسے کھا جانے والی نظروں سے گھورا اور پیر پٹختی وہاں سے چلی گئی۔

"زوار یار موڈ تو ٹھیک کر لو۔" گاڑی سے اترتے ہوئے احمر نے زوار کو پکارا۔

"خراب بھی تو تم ہی نے کیا ہے لہٰذا ابھی کچھ مت بولو۔" زوار گاڑی لاک کر کے آگے بڑھ گیا۔

"گھر میں کافی چہل پہل ہے۔" سیڑھیوں تک پہنچنے تک احمر نے اندازہ لگایا۔

"ہاں تو کوئی مہمان آئے ہوں گے۔ باہر کوئی گاڑی بھی کھڑی ہے۔" زوار کہہ کر سیڑھیاں پھلانگتا اوپر چلا گیا۔

"ہاں بھئی ہوں گے گیسٹ کوئی، پر سوچنے کی بات ہے اچانک مہمان اور اتنا اہتمام ل۔" احمر زوار کے پیچھے تھا۔

"اس بات کا مطلب۔" زوار نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"مطلب ابھی عروش کو کچن کی طرف جاتے دیکھا میں نے۔" احمر بیڈ پہ نیم دراز ہوا۔

"اس میں کیا بڑی بات ہے۔" زوار الماری سے اپنے لیئے کپڑے نکالنے لگا۔

"مطلب یہ کہ اس کی تیاری کافی غیر معمولی تھی۔ دعا ہے وہ نہ ہو جو مجھے لگ رہا ہے۔" احمر دونوں ہاتھ سر کی پشت کے نیچے رکھے چھت کو گھورنے میں مصروف تھا۔ انداز سرسری تھی۔

"کہنا کیا چاہ رہے ہو تم۔" زوار کپڑے بھول کر اس کے پاس آبیٹھا۔

"یار میں تو یونہی کہہ رہا ہوں۔ ہو سکتا ہے ایسا کچھ نہ ہو۔" احمر کو زوار کی شکل پہ ترس آ گیا تھا۔ اس لیے انداز اب کے تسلی آمیز تھا مگر زوار کی چھٹی حس کچھ غلط ہونے کا اشارہ دے رہی تھی۔

"اللہ کرے سب ٹھیک ہی ہو۔" وہ خود کلامی کے انداز میں کہتا اپنے کپڑے لے کر واش روم میں گھس گیا۔

احمر کو کوئی الہام نہیں ہوا تھا ڈرائنگ روم کی کھڑکی کھلی تھی۔

"عروش کی اتنی تعریفیں سن کر تو لگنے لگا ہے کہ میرا بیٹا بہت خوش قسمت ہے۔" سامنے پردہ تھا۔ وہ دیکھ تو نہیں پایا مگر یہ جملہ اسے بہت الجھا گیا تھا۔ جو اس نے نہ چاہتے ہوئے بھی سن لیا تھا۔ وہ اس کو زیادہ سیریس نہ لیتا اگر تیار شدہ عروش پہ بھی اس کی نظر نہ پڑ گئی ہوتی۔ وہ بہت پریشان ہو گیا تھا۔ وہ یہ تو نہیں چاہتا تھا کہ اس دوست اپنی محبت ہار جائے۔ احمر سر تھام کر اٹھ بیٹھا اگر اس کی منگنی ہو گئی تو اس سے زیادہ وہ سوچ ہی نہیں پایا اس نے ضویا کو کال کی تھی۔

"سنو زیادہ سوال نہیں بس عروش کو کال کر کے پوچھو کہ اس کے گھر جو گیسٹ آئے ہیں وہ کس لیئے آئے ہیں۔" ضویا کا ہیلو اس کے منہ میں ہی رہ گیا تھا۔

"ہوا کیا ہے احمر کیوں میری جان نکالنے کا ارادہ ہے۔" ضویا پریشان ہو اٹھی۔

"بس یہ کام کر دو پھر سب بتاتا ہوں۔" احمر نے عجلت میں کہتے ہوئے فون بند کر دیا۔

ضویا نے عروش کو کالز کیں کئی بار مگر وہ روم میں ہوتی تب فون اٹھاتی۔

"عروش تم آ گئیں یہ لو چائے۔ امی ڈرائنگ روم میں ہی ہیں۔" زارا نے اسے دیکھتے ہی ٹرے تھمائی۔ وہ چپ چاپ دوپٹہ درست کر کے ٹرے لیئے ڈرائنگ روم میں داخل ہوئی۔ ایک عورت جو ساڑھی میں ملبوس بڑے نیک سیک سے تیار تھی اور ساتھ ایک آدمی جو غالباً اس کا شوہر تھا۔ ان کے ساتھ ایک لڑکا بھی تھا جو کافی سوبر اور پڑھا لکھا معلوم ہو رہا تھا۔ وہ سر جھکائے بیٹھا تھا۔ جب عروش کو داخل ہوتے دیکھ کر اس نے ایک نظر اسے دیکھا اور پھر نظریں ہٹانا بھول گیا۔!

"یہ ہے ہماری بیٹی عروش۔" شائستہ بیگم نے تعارف کروایا۔

"ماشاء اللہ۔!" شہلا بیگم نے بے ساختہ کہا۔

"اور عروش یہ میری دوست ہیں شہلا فاروق اور یہ ان کے میاں فاروق اور یہ ان کا اکلوتا بیٹا حسن فاروق۔" شائستہ نے مختصراً ان کا تعارف کروایا۔

"ادھر آؤ میرے پاس۔" شہلا بیگم نے پیار سے دیکھتے ہوئے اسے اپنے پاس بلایا۔ وہ خاموشی سے جا کر ان کے پاس بیٹھ گئی۔

"سنا ہے MBA کر رہی ہو۔ بہت اچھا لگا اور کیا کرتی ہو پڑھائی کے علاوہ۔ "

"کچھ خاص نہیں گھر کے کام وغیرہ۔" وہ سر جھکائے آہستگی سے بولی۔

"میرا مطلب ہے کوئی جاب وغیرہ۔" شہلا بیگم نے پھر سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں ابھی ڈگری کمپلیٹ نہیں اس لیے جاب ملنا مشکل ہے۔" عروش نے انہیں دیکھتے ہوئے کہا۔

"اچھا چلو کوئی بات نہیں۔ شادی کے بعد جاب کر لینا تب تک تو ویسے بھی رزلٹ آ چکا ہو گا۔" شہلا بیگم کی بات پر عروش کا دل ڈوب کر ابھرا تھا۔ وہی ہوا جس کا اسے ڈر تھا۔ عروش کی نظروں کے سامنے سب دھواں دھواں ہونے لگا تھا۔

"میں آتی ہوں۔" وہ کہہ کر فوراً باہر کی جانب لپکی۔ وہ اپنے کمرے میں جانے کی بجائے صحن میں آ گئی تھی۔ وہ اس باتوں کی تصدیق چاہتی تھی۔ اس لیے کھڑکی کے پاس کھڑی ہو گئی آج سے پہلے اس نے ایسی کوئی حرکت نہیں کی تھی۔ مگر آج اور کوئی آپشن نہیں تھا۔ جو لوگ اسے سب طے کرنے سے پہلے کچھ نہیں بتاتے تھے وہ بعد میں کیا بتاتے۔

"یار عجیب سا وہم ڈال دیا ہے تم نے مجھے۔ بہت گھبراہٹ ہو رہی ہے۔" زوار فریش ہو کر نکلا تو احمر اپنے موبائل میں مصروف تھا۔

"میری جان سولی پہ لٹکا کر تم خود گیم کھیل رہے ہو۔" زوار نے احمر سے موبائل چھین کر اپنے قبضے میں کیا۔

"اور کیا کروں چلو کہیں باہر چلتے ہیں۔" احمر کہتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا تبھی اس کا موبائل بج اٹھا۔ زوار نے دیکھا ضویا کی کال تھی۔

"دیکھ اٹھانا مت مجھے واپس کر۔" احمر نے موبائل کے لیے ہاتھ آگے بڑھایا۔

"میں بھی تو سنوں بھابھی کیا کہتی ہیں تمہیں۔" زوار شرارت کے موڈ میں تھا۔ اس لیے کال اٹنڈ کر کے سپیکر پہ ڈال دی۔

"ہیلو احمر پلیز بتاؤ کیا ہوا ہے۔ سب ٹھیک ہے ناں۔ میں نے عروش کو بہت کال کی مگر وہ اٹھا ہی نہیں رہی۔ مجھے بہت فکر ہو رہی ہے۔ کچھ بولو بھی کون ہیں وہ مہمان۔ کیا ہوا تم سن رہے ہو ناں۔" ضویا نے حسب عادت بس بولنا شروع کر دیا تھا۔ احمر کے چہرے پہ ایک رنگ آ رہا تھا ایک جا رہا تھا۔ احمر نے زوار کو دیکھا اس کا چہرہ دھواں دھواں ہو رہا تھا۔

"میں بعد میں بات کرتا ہوں۔" احمر نے موبائل زوار کے ہاتھ سے لے کر ضویا سے کہا اور کال بند کر دی۔ زوار شدید غصے کی حالت میں باہر کی جانب لپکا۔

"یار سن تو۔" احمر نے اسکا ہاتھ پکڑ کر اسے جانے سے روکا۔

"تم سے یہ امید نہیں تھی مجھے۔ تم اس انتظار میں تھے کہ وہ کسی اور کی ہو جائے تب تم مجھے بتاؤ مبارک ہو زوار حیدر اسکی شادی ہو گئی۔" وہ طیش کے عالم میں چلایا۔

یار اس سب میں میرا کیا قصور ہے۔ میں تو خود لا علم ہوں اسی لیے تو ضویا سے کہا کہ پتہ کرو۔" احمر نے اپنی صفائی پیش کی۔

"بس احمر میں جانتا ہوں تمہیں کسی نہ کسی بات کا ضرور پتہ تھا۔ یہ بات اگر تم مجھے بتاتے تو مجھے زیادہ اچھا لگتا۔" زوار کا غصہ کم ہونے میں ہی نہیں آ رہا تھا۔

"ہاں میں نے آتے ہوئے کسی کی باتیں سنی تھیں۔ اس سے اندازہ ہوا کہ چکر رشتے کا ہے۔ مگر تم تحمل سے کام لو۔" احمر اسے سمجھانے لگا۔

"کچھ نہیں سمجھنا مجھے۔" وہ غصے سے کہتا وہاں سے چلا گیا احمر اس کے پیچھے لپکا۔

"ماشاء اللہ شائستہ تمہاری بیٹی تو لاکھوں میں ایک ہے۔ میرے بیٹے کے تو نصیب کھل گئے۔" شہلا بیگم نے خوشی سے بھرپور آواز میں کہا۔

"تمہیں عروش کے متعلق شائستہ نے سب کچھ بتا دیا ہے نہ۔" یہ رشیدہ بیگم تھیں۔

"ہاں ماں جی بالکل شائستہ کی بیٹی سے میرے بیٹے کا رشتہ جڑ جائے اس سے بڑی خوشی کی اور کیا بات ہو گی۔" شہلا بیگم بہت مسرور تھیں۔

"یہ تو کہہ رہی ہوں کہ عروش شائستہ کی سگی بیٹی نہیں ہے مگر پالا تو اسے شائستہ ہی نے ہے اس لیے سب کچھ بتا ہی دیا ہو گا۔" رشیدہ بیگم نے بہو کی نہ چاہتے ہوئے بھی تعریف کر دی۔ عروش کو اپنے ہاتھ پیر ٹھنڈے ہوتے ہوئے محسوس ہو رہے تھے۔

"کیا مطلب شائستہ عروش تمہاری سگی بیٹی نہیں ہے۔" شہلا بیگم کی حیرت زدہ آواز ابھری۔ شائستہ بیگم نے سیف الدین کی طرف دیکھا۔ وہ بھی اسے ہی دیکھ رہے تھے۔

"یہ سیف کی کزن کی بیٹی ہے۔ اس کی وفات کے بعد ہم نے پالا ہے اسے۔" شائستہ نے ہمت کر کے سچ انہیں بتایا۔

"کونسی کزن شائستہ سب کچھ بتاؤ۔ یتیم کی کفالت کرنا اچھا عمل ہے مگر اس کے بارے ہمیں بھی تو کچھ پتہ ہو سیف صاحب کی کونسی سی کزن۔" شہلا بیگم نے پریشانی سے بولیں۔

"درمکنون۔!" شائستہ بیگم نے کن اکھیوں سے سیف صاحب کی جانب دیکھا۔
"وہی جن سے تمہارے میاں کی منگنی ہوئی تھی جو گھر سے بھاگ گئی تھی۔؟" شہلا بیگم کے لہجے میں حقارت تھی۔
دیوار سے کان لگا کر کھڑی عروش وہیں کھڑے کھڑے جیسے پتھر کی مورت بن گئی تھی۔ یہ سب تو اس نے سوچا ہی نہیں تھا۔
"معذرت کے ساتھ بہن جی اپنی پسند سے شادی کی تھی۔ اس نے کوئی گناہ نہیں کیا تھا۔" سیف صاحب کی آنکھوں میں شدید غصہ نظر آرہا تھا مگر وہ اپنے الفاظ کو نرم رکھے ہوئے تھی۔
"اللہ جانے نکاح کیا بھی تھا کہ نہیں نجانے کس کا گناہ ہے۔ "
"بس! بہت ہو چکا۔" سیف الدین ایک دم چلا اٹھے۔
"یا اللہ۔!" عروش کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھانے لگا۔
"درمکنون پر خود سے زیادہ یقین کرتا ہوں میں۔ وہ اسکی جائز اولاد ہے اور یہ سچ ہے اور اس ثابت کرنے کے لیے میرے پاس ثبوت نہیں ہے اس لیے معذرت کے ساتھ آپ تشریف لے جایئے یہاں سے۔" سیف صاحب کس کرب سے گزر رہے تھے وہی جانتے تھے۔
"شائستہ تم نے اچھا نہیں کیا ہمارے ساتھ۔ ہمیں سب کچھ پہلے بتایا ہوتا تو ہم آتے ہی نہ اور اپنا گھر سنبھالو پچیس سال بعد بھی ان کا عشق زندہ ہے۔" شہلا بیگم کہہ کر رکی نہیں وہاں سے چلی گئیں۔ سیف صاحب نے طیش بھری نگاہ اپنی زوجہ پہ ڈالی اور وہاں سے چلے گئے۔
"یا اللہ اور کتنے امتحان۔" عروش کی آنکھوں سے پانی موتیوں کی طرح گرنے لگا۔ اس نے اپنے گرتے وجود کو سہارا دینے کے لیے ریلنگ کو تھاما۔ جب اس کی نگاہ بت بنے کھڑے زوار پر پڑی۔ وہ اس وقت کم سے کم اس شخص کا سامنا نہیں کرنا چاہتی تھی۔
"کیا اس نے بھی سب سن لیا۔ ثبوت تو اس کے پاس بھی نہیں تھا۔ اپنی ماں کی پارسائی کا کیا یہ بھی اب مجھ سے نفرت کرے گا۔ اس سے زیادہ وہ کچھ سوچ نہیں۔" اس سے پہلے کے وہ لہرا کر زمین بوس ہوتی زوار نے پھرتی سے آگے بڑھ کر اسے تھام لیا۔ احمر یہ سب ہوتا ہوا دیکھ رہا تھا۔ کسی خاموش تماشائی کی طرح۔
"اوپر لے جاؤں؟۔" وہ اسے سہارہ دیے کھڑا احمر سے پوچھ رہا تھا
"مناسب نہیں لگتا یہیں سامنے لے چلو کرسی پر بٹھاؤ۔" زوار سر ہلاتا اسے سہارہ دیے آنگن کی طرف لے گیا۔ وہ

نیم بے ہوشی کی حالت میں تھی۔ زوار بے حد پریشان تھا۔ جو گفتگو اس نے سنی تھی اگر عروش کی جگہ ہوتا تو شاید مر ہی جاتا۔ وہ تو باہمت تھی جو یہ سب سالوں سے سہہ رہی تھی۔

"میرے خیال میں اندر سے کسی کو بلاؤ ہم دونوں کا یوں اسطرح اس کے پاس رکنا مناسب نہیں۔" احمر نے زوار کو مخاطب کیا وہ تو کہیں اور ہی کھویا تھا۔ سفید سوٹ میں ملبوس وہ مومی گڑیا غم سے نڈھال اس کے دکھ کو وہ خود محسوس کر سکتا تھا دل سے۔

"ہاں بلا کے لاتا ہوں تو رک یہیں۔" زوار اسے کہتا اندر چل دیا۔

"ہاں برخوردار خیریت ہے۔" سامنے سے آتے سیف صاحب نے اسے یوں حواس باختہ دیکھا تو پریشانی سے پوچھا۔

"انکل وہ عروش باہر بے ہوش ہو گئیں ہیں آپ چل کر دیکھیں اسے۔" زوار کے الفاظ بے ربط تھے۔

"اللہ خیر۔" وہ پریشانی کی حالت میں فوراً باہر کی جانب لپکے۔

وہ اسے سہارہ دے کر کمرے تک لائے تھے۔ وہ اب ہوش میں آچکی تھی۔ مگر خالی خالی نظروں سے سب کو دیکھ رہی تھی۔ سیف صاحب نے اس سے کوئی بھی بات کرنے سے منع کیا تھا۔ وہ سمجھ گئے تھے کہ عروش نے باتیں سن لیں ہیں۔ وہ اسے سونے کی تلقین کرتے واپس اپنے کمرے میں آگئے وہ خالی خالی نظروں سے گھنٹوں چھت کو گھورتی رہی۔ جب نیند نہیں آئی تو اٹھ کر گرینی کے کمرے میں چلی گئی۔ وہ عیشاء کی نماز سے فارغ ہو کر اب دعا میں مشغول تھیں۔ وہ جا کر ان کی گود میں سر رکھ کر لیٹ گئی۔ وہ اپنی دعا مختصر کر کے اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرنے لگیں۔

"گرینی آپ کو پتہ ہے میں آپ کو گرینی کیوں کہتی ہوں۔" وہ کھوئے کھوئے سے لہجے میں بولی۔ رشیدہ بیگم خاموش رہیں۔

"اس لیے کہ بابا کو میں بابا کہتی نہیں ہوں مانتی بھی ہوں۔ آپ کو نانو کہتی تو یہ بابا کے ساتھ ناانصافی ہوتی ناں۔" اس نے بات مکمل کر کے سوالیہ نظروں سے رشیدہ بیگم کو دیکھا جیسے تصدیق چاہتی ہو۔ انہوں نے سر اثبات میں ہلایا۔

"اب آپ مجھے پوری کہانی سنا دیں ناں۔ مما گھر سے کیوں گئیں۔ بابا سے انکی منگنی کیسے ہوئی۔ سب جو میں نہیں جانتی پلیز گرینی۔" عروش کا لہجہ التجایہ تھا۔ رشیدہ بیگم کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

"میری شادی اور میری بہن فرخندہ کی شادی ایک گھر میں ہوئی تھی۔ اللہ نے مجھے بیٹا اور اسے بیٹی سے نوازا۔ سیف تب پانچ سال کا تھا جب اسکے چچا کی شادی ہوئی۔ یہ ہی ہماری کل کائنات تھی۔ ہم خوش تھے مطمئین تھے۔ سوچا

بچوں کی شادیاں آپس میں کریں گے۔ پر تمہاری ماں پہ پڑھائی کا بھوت سوار تھا۔ سوچا منگنی کر دیں مگر در مکنون مان ہی نہیں رہی تھی۔ ایک ہی رٹ کہ نہیں ابھی پڑھ رہی ہوں۔ سیف جان چھڑکتا تھا اس پر۔ وہ کہتی دن تو کہتا سورج کی کرنیں پڑ رہی ہیں مجھ پر کہتی رات تو کہتا ہاں چاند کتنا خوبصورت ہے ناں۔ پر وہ بے چارہ تو بے خبری میں مارا گیا۔ ادھر اس کا MBA مکمل ہوا ادھر اس نے منگنی کی انگھوٹھی سیف کو واپس کر دی کہ وہ کسی اور سے محبت کرتی ہے۔ سیف اس کی مدد کرے اگر وہ بولی تو سب اس سے ناراض ہو گے اور وہ پگلا اپنے ابا جی سے جا کر بولا۔ در مکنون کے علاوہ جس سے کہیں گے وہ شادی کے لیے تیار ہے۔ گھر میں فساد مچ گیا پھر پتہ چلا وہ کسی کو پسند کرتی ہے۔ تمہارے نانا تو مرنے مارنے پہ تل گئے مگر وہ نہیں مانی۔ ادھر سیف کے ابا کو غصہ آیا اور ایک ہفتے کے اندر اندر انہوں نے سیف کی پھوپھی زاد شائستہ سے اسکی شادی کر دی۔ دونوں گھروں میں دیواریں بن گئیں۔ تمہارے نانا جب مان کے نہیں دیئے تو در مکنون گھر سے بھاگ گئی۔ کئی سال اسکا پتہ ہی نہیں چلا کہاں گئی ہم تو اس موئے لڑکے کو بھی نہیں جانتے تھے جس کے لیے وہ اس حد تک چلی گئی۔ "

"پھر سات سال بعد آئی اپنے باپ کے مرنے پر وہ در مکنون نہیں تھی۔ در مکنون کی لاش تھی محبت کا جوگ کھا گیا تھا اس وقت تم تین سال کی تھیں۔ ہم نے پھر اسے جانے نہیں دیا تیری نانی بیٹی کا دکھ نہ دیکھ سکی اور چل بسی۔ در مکنون رویا کرتی راتوں کو پکارتی امی ابا مجھے معاف کر دیں۔ میں برباد ہو گئی پر اب کیا ہو سکتا تھا ہم اسے یہاں اپنے گھر لے آئے نجانے کیا روگ لگا کہ بستر سے لگ گئی۔ میں کہتی سیف پوچھ تو کیا کہتی ہے کہا چلا گیا وہ۔ سیف کہتا وفا والوں سے بے وفاوں کی بات بھی کرو تو انہیں گالی لگتی ہے۔ وہ کچھ نہیں بتانا چاہتی تو ہم کیوں اسے فورس کریں۔ اسے بھولنے دیں میں نے پوچھا تو بولی اس کی محبت کی مدت پوری ہو گئی تھی۔ خالہ لا محدود مدت کی محبت تو میں نے کی ہے۔ اس سے کو بتاؤ ایسا بھی کیا دری نام کیا تھا اس کا کہنے لگی بے وفاوں کے بھی بھلا نام ہوتے ہیں خالہ۔ کمال کرتی ہو۔ کوئی اتہ پتہ ٹھکانہ کچھ تو بتاؤ۔ ہوا کا جھانکا تھا آیا کچھ لمحے تازگی بخشی مہکایا اور بولا خزاں مبارک اور چلا گیا۔ بہت الجھی باتیں کرتی تھی۔ میری تو سمجھ میں ہی نہ آتیں اس کے گھر والوں کا کچھ معلوم ہے۔ تو بتاؤ خالی خی نظروں سے دیکھنے لگتی۔ کہتی سزا ملی ہے دل توڑ کے اپنا دل کسی اور سے جوڑ لو تو کوئی اور اپنا دل کہیں اور جوڑنے کے لیے آپ کا دل توڑ لے گا۔ دستور دنیا ہے محبت کرو تو صرف نفرت مقدر بنتی ہے۔ الجھی کھوئی تیری ماں بھری جوانی میں اس دنیا سے چلی گئی۔ بس وہ شک نہ جا سکا شائستہ کا اور سیف کے دل سے اس کی محبت اور اسی غم نے شائستہ کو تم سے محبت کرنے سے روکے رکھا۔ پر عروش کوئی یقین کرے نہ کرے مانے نہ مانے میں مانتی ہوں در مکنون کبھی ایسا نہیں کر سکتی۔ تم اس کی جائز اولاد ہو اور اس بات کی گارنٹی میں دیتی ہوں۔ تمہیں تم وعدہ کرو

اس کے بارے نہ سوچو گی نہ سوال کرو گی۔" گرینی نے اپنی بات مکمل کر کر کے اس کی طرف دیکھا۔

"آپ کو میرے بابا کا نام بھی نہیں پتہ۔" عروش نے ان کے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے آس سے دیکھا۔ گرینی نے گردن نفی میں ہلائی۔ وہ بس مسکرا کر رہ گئی۔ اذیت بڑھ گئی تھی وہ یہ تو جانتی تھی کہ اس کی ماں نے اپنی پسند سے شادی کی تھی۔ مگر یہ نہیں کہ ان کی منگنی بابا سے ہوئی تھی کبھی وہ تھوڑی دیر یونہی بیٹھے رہنے کے بعد وہاں سے اٹھ کر باہر صحن میں آگئی تھی۔ سب لوگ اپنے کمرے میں تھے۔ وہ یونہی افسردگی کی کیفیت میں ٹہلنے لگی۔

"کیا واقع ہی بے وفاؤں کے نام نہیں ہوتے۔ انہیں تا حیات بے وفا کہہ کر پکارا جاتا ہے۔؟ یا اللہ کیوں ایسا ہوا مما بابا کہ ساتھ کیا بابا زندہ ہیں۔ مگر کہاں ہیں۔" وہ بس چکر کاٹ رہی تھی کسی بھنورے کی طرح کسی کل چین نہیں آرہا تھا۔

"محبت نامکمل ہو تو پھر بھی سکون مل جاتا ہے۔ نہ ملے تب بھی مگر مل کے چھن جائے تو یہ تو ایسا ہے کہ کسی کو جینے کی امید دلاوں اور پھر اپنے ہاتھوں سے اس زندگی کا گلہ گھونٹ دو۔"

"محبوب کو محبوب سے جدا کر دیا
زندگی تجھ سا بے رحم نہ دیکھا کوئی"

شاعرہ: زریش مصطفیٰ♡

☆☆☆☆☆☆☆☆

" آپ مجھ سے بات کیوں نہیں کر رہے۔ ایسا کیا کر دیا میں نے۔" سیف صاحب مہمانوں کے جانے کے بعد سے شائستہ بیگم سے بالکل بات نہیں کر رہے تھے۔ ابھی وہ کمرے میں آئے اور کمبل تان کر لیٹ گئے۔

"میں اس بارے میں کوئی بات نہیں کرنا چاہتا۔ لہٰذا تم بھی کچھ مت کہو۔" انہوں نے کہتے کے ساتھ ہی کروٹ بدل لی۔ شائستہ بیگم اپنا پلان فیل ہونے دیں ایسا ممکن تو نہیں تھا۔

"ہاں بس میں ہی بری ہوں۔ سوچا اتنا اچھا رشتہ ہے۔ عروش کا کر دوں روزی کا نام لیتی تب بھی سب کو اعتراض ہوتا۔ خوش تو آپ بھی تھے مگر نہیں میں ہی بری بنتی ہوں۔" وہ پھوٹ پھوٹ کے رونے لگیں۔

"بس کر دو شائستہ یہ رو کر نہ دیکھاؤ مجھے۔ سچ تو یہ ہے کہ در مکنون کی غلطی کو کسی میڈل کی طرح تم نے عروش کے گلے میں لٹکا دیا ہے۔ زندگی کے کس موڑ پر وہ اس ایک بات کے لیے ذلیل نہیں ہوئی۔ خود اعتمادی اب نام کو نہیں بچی اس میں۔ میں نے باپ بن کر پالا ہے اسے۔ تم بھی اس بات کو بھول کر کہ میں اسکی ماں سے محبت کرتا تھا اپنے ظرف کو وسیع کرتی تو آج یہ دن نہ دیکھنا پڑتا۔" وہ بھی اب سیدھے ہو بیٹھے تھے۔

"شہلا سب جانتی تھی۔ سوچا ایک بار عروش کو دیکھ لے بات کرنا آسان ہو گی۔ میں سب بتاتی اسے پر وہ تو سب پہلے سے ہی جانتی تھی۔ بچپن کی سہیلی جو ٹھہری۔ "وہ اپنے آنسو صاف کر کے صفائی دینے لگیں۔

"آئندہ عروش کے لیے جو رشتہ آئے۔ وہ کم سے کم ہمارے جاننے والے نہ ہوں۔ میں برداشت نہیں کروں گا آئندہ کوئی بھی ایسی بات۔ "سیف صاحب کا لہجہ اب قدرے دھیما تھا۔

"آپ فکر ہی مت کریں!۔ "اب راستے کافی ہموار تھے۔شائستہ بیگم پر سکون ہو کر مسکرادیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

عروش ٹہلتے ٹہلتے تھک کر قریب رکھی کرسی پر بیٹھ گئی۔ شام کو رونما ہونے والا پورا واقعہ اسے پھر سے یاد آنے لگا تھا۔ کیا اب ہر کوئی یہی سوال کرے گا۔؟ کوئی بنا ثبوت کے مجھے نہیں اپنائے گا۔؟ مگر کیوں اس سب میں میرا کیا قصور ہے۔ نہ چاہتے ہوئے بھی اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے۔

زوار اس وقت وہاں کیسے آیا اور اس نے کیا ساری باتیں سن لی ہیں۔ وہ اور پریشان ہو اٹھی۔

"یا اللہ اور کہاں کہاں ذلت اٹھانی لکھی ہے میرے نصیب میں۔ کم سے کم اس شخص کے سامنے تو کچھ بھرم رہ جاتا میرا۔ "عروش نے اپنا سر دونوں ہاتھوں میں گرا لیا۔وہ جتنا اچھا سوچتی اتنا ہی برا ہوتا۔ اس کے نصیب پہ چھائے کالے بادل ہٹنے کا نام ہی نہیں لیتے تھے۔ کہیں سے کوئی روشنی کی کرن آتی بھی تو بہت جلد ماند پڑ جاتی۔

زوار ابھی گھر واپس آیا تھا۔! اس کے پاس دروازے کی چابی تھی۔ گاڑی وہ ہمیشہ باہر گلی میں ہی پارک کرتا تھا۔ جہاں ایک طرف اسے عروش کی بات طے نہ ہونے کی خوشی تھی۔ وہاں اسکی ہوئی تذلیل پر وہ دکھی بھی تھا۔ اسے اب عروش کی خاموشی کی وجہ سمجھ آئی تھی۔ کتنا برا ہوا تھا اس کے ساتھ اور کتنا برا لوگ کر رہے تھے اسکے ساتھ۔ وہ رشتہ نہ کرتے پر انہیں کسی کی تذلیل کرنے کا حق نہیں تھا۔ پر کیا کیا جائے ہمارا معاشرہ ہی ایسا ہے۔ اچھائی کو پل بھی نہیں اور برائی کو صدیوں یاد رکھتا تھا زخم پہ نمک چھڑکتا ہے یہ سوچے بغیر کے کبھی یہ وقت اس پر بھی آ سکتا ہے۔ بلاشبہ انسان خطا کا پتلا ہے مگر کچھ خطائیں دانستہ بھی کرتے ہیں۔ جیسے کسی کا دل جان بوجھ کر دکھانا یہ اب تو اس کے ساتھ اکثر ہی ہوتا تھا۔

وہ آہستگی سے دروازہ بند کرے سیڑھیوں کی طرف بڑھا۔ جہاں اسکی نظر سر ہاتھوں پہ گرائے بیٹھی عروش پہ پڑی۔ وہ اسے اندھیرے میں بھی پہچان سکتا تھا نہ جانے کیا سوچ کر وہ اس کی طرف چل دیا۔ قدموں کی آہٹ پر عروش کا دل ڈوب کہ ابھرا تھا۔ وہ یہ آہٹ پہچانتی تھی جس کی دھمک اس کے دل کو دھڑکا دیتی تھی۔

"کیسی طبعیت ہے اب آپ کی۔ "وہ اس کے قریب رکتے ہوئے بولا۔

"ٹھیک ہوں۔ "وہ سر جھکائے ہی بولی۔ وہ اس وقت اس شخص کی آنکھوں میں اجنبیت نہیں دیکھنا چاہتی تھی۔ اس لیے اسے دیکھا ہی نہیں۔

"یہاں کیوں بیٹھی ہیں اندھیرے میں۔ "زوار کو سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ کیا بات کرے۔

"اندھیرا اچھا لگتا ہے مجھے۔ "اب کے عروش نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

"روشنی کیوں اچھی نہیں لگتی۔ "وہ کہتے ہوئے سامنے رکھی کرسی پر بیٹھ گیا۔

"کیونکہ عادت نہیں مجھے روشنی کی۔ "وہ مسکرائی پھیکی مردہ مسکراہٹ۔ زوار کا دل کٹ کہ رہ گیا۔

"عادت تو بدلی بھی جا سکتی ہے۔ جیسے آپ دل سے مسکرائیں تو بہت اچھی لگتیں ہیں اور صرف اوپر سے مسکرائیں تو بالکل اچھی نہیں لگتیں۔ "وہ اسے دیکھتے ہوئے بولا۔ عروش نے اب کے اسکی آنکھوں میں دیکھا وہاں کچھ نہیں بدلا تھا۔

"میں ہمیشہ ایسے ہی مسکراتی ہوں آپ کو کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔ "وہ ادھر ادھر دیکھنے لگی۔

"چلیں آپ کہتی ہیں تو مان لیتے ہیں۔ "وہ ہنس دیا۔

"ویسے اس وقت میں آپ سے سامنا بھی نہیں کرنا چاہتی تھی۔ مگر اب بات بھی کر رہی ہوں مجھے خود پہ حیرت ہو رہی ہے۔ "وہ زور سے ہنس دی۔ خاموشی میں اس کی ہنسی کی آواز کسی دوشیزہ کی چھنکتی پازیب کی مانند پر سکون محسوس ہوئی تھی زوار کو۔ وہ کھو گیا۔

"مگر کیوں۔؟ "وہ ہوش میں واپس آیا۔

"شام کو جو کچھ ہوا اس کے بعد میں آپ سے سامنا نہیں کرنا چاہتی تھی اور مجھے امید ہے آپ بھی میری شکل نہیں دیکھنا چاہتے ہوں گے۔ "وہ اپنی بزدلی کا خول اتار کر اس کے سامنے کھڑی تھی۔ جیسے آر اور پار کا اندازہ لگا لینا چاہتی ہو۔

"کیا ہوا شام کو میں نیچے آیا تو آپ بے ہوش ہو گئیں آپ کو سہارہ دیا۔ "وہ نظریں جھکا کر فوراً بولا۔

"جھوٹ بہت اچھا بول لیتے ہیں آپ۔ "عروش کا لہجہ طنزیہ تھا۔

"کیا کہہ رہی ہیں آپ۔ میں کیوں جھوٹ بولوں گا آپ سے۔ "زوار نے اپنا حلق تر کیا۔

"چلیں بہت اچھا ہوا آپ نے کچھ نہیں سنا۔ "وہ مسکرائی۔ زوار نے سکھ کا سانس لیا۔

"اب جبکہ آپ کچھ نہیں جانتے اس سے پہلے کہ کوئی اور آپ کو کچھ بتائے میں آپ کو بتاتی ہوں میری ماں نے گھر سے بھاگ کر شادی کی اور میں شاید اس کی ناجائز اولاد ہوں۔ "وہ خود اذیتی کے جس مقام پر کھڑی تھی اس سے کچھ بھی امید کی جا سکتی تھی۔ خاص طور پر اس شخص کے سامنے جو اس کے لیے بہت خاص ہو۔ جس کی آنکھ میں اجنبیت دیکھنے کا

تصور ہی جان لیوا ہو۔

"بس۔ "!زوار ایک دم رات اور جاموشی کی پرواہ کئے بنا چلا اٹھا۔

"ارے بس نہیں پوری بات سنو۔ "وہ آنسو پی کر مسکرا رہی تھی۔

"عروش احمد اپنے لیے دوبارہ کبھی ایسے الفاظ استعمال مت کرنا۔ "زوار نے بنا سوچ سمجھے اسے بازو سے پکڑ کر کھڑا کیا تھا۔ وہ اس کی جرات پہ حیران تھی۔

"ایک بات لکھ لو تم جیسی بیٹی کسی کی ناجائز اولاد ہو ہی نہیں سکتی۔ جب تک خود پر بھروسہ نہیں کرو گی دنیا تمہیں جینے نہیں دے گی۔ خود کو گالی دے کر اپنی ماں کو گناہ گار ثابت مت کرو۔ دوبارہ نہ سنو میں یہ سب۔ "اس نے ایک جھٹکے سے اسکا بازو چھوڑا۔ زوار کی آنکھوں میں غصے کی شدت سے سرخی پھیل گئی تھی۔ وہ گرتے گرتے بچی۔

"ہاں سب سن لیا تھا میں نے مگر مجھے کسی بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میں آپ کو اچھا دوست سمجھتا ہوں سمجھتا رہوں گا۔ "وہ کہنا چاہتا تھا کہ محبت کرتا ہوں کرتا رہوں گا مگر کہہ نہیں پایا۔ اپنی بات مکمل کر کے وہ رکا نہیں تھا۔ عروش اپنا بازو سہلاتے ہوئے واپس بیٹھ گئی۔ اسے اس سے اس قسم کے شدید ری ایکشن کی توقع ہرگز نہیں تھی۔ یہ شخص کیا تھا۔ وہ سمجھ نہیں پاتی تھی۔

وہ تھوڑی دیر یونہی بیٹھی رہی۔ پھر اٹھ کر اپنے کمرے میں چلی گئی۔ نیند نے کہاں آنا تھا اس لیے رائٹنگ ٹیبل پہ بیٹھ کر کچھ لکھنے لگی۔

زوار پہلے ہی بہت پریشان تھا۔ اوپر سے عروش کی باتیں وہ جو کر کے آیا تھا۔ اسے اب احساس ہوا کہ صبح تک وہ اس سے بات کرنا تو درکنار اس کی صورت بھی نہیں دیکھے گی۔ وہ بیڈ پہ اوندھے منہ گر کر اس کے بارے میں سوچنے لگا۔ دن بدن لمحہ بہ لمحہ اسکی محبت شدت اختیار کرتی جا رہی تھی۔ کیا احمر سچ کہتا تھا اسکی محبت اس کے لیے روگ بن جائے گی۔ وہ سر تکیہ پر رکھ کر سونے کی کوشش کرنے لگا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ بہت تھکی ہوئی تھی دیر سے سوئی۔ وقت پہ آنکھ نہیں کھلی۔ اس نے وقت دیکھا 11 بج رہے تھے۔

"یا اللہ ایک اور چھٹی۔ "وہ عروش نے کوفت سے سوچا۔ پھر بستر چھوڑ کر واش روم میں گھس گئی۔ اور دس منٹ بعد پورے کپڑے بھگوئے۔ وہ لاونج میں کھڑی تھی۔

"یہ کیا کیا۔ "عروش زارا نے اسے دیکھتے ہی حیرت سے پوچھا۔

"یار میرے باتھ روم کا نل ٹوٹ گیا ہے۔ پانی زور و شور سے بہہ رہا ہے۔ فکر کی ضرورت نہیں پندرہ منٹ میں ٹنکی خالی ہو گی۔ "وہ منہ بنا کر بولی۔ سیڑھیاں اترتے زوار کو اِسے دیکھ کر ہنسی آ گئی۔

"اب بتائیں کیا کروں۔ "وہ منہ بنا کر بولی۔

"کپڑے لو اور گرینی کے روم میں جا کر چینج کر لو۔ "زارا نے مفت مشورے سے نوازا۔

"وہ تو مجھے بھی پتہ ہے پر نل کا کیا کرنا ہے۔"

"میں ابا کو فون کرتی ہوں۔ کچھ کر لیں گے شام کو واپسی پر۔ "زارا ڈائننگ ٹیبل سے برتن سمیٹ رہی تھی مصروف سے لہجے میں بول۔

"تب تک پانی کے بغیر کیا کریں گے ہم۔ "عروش نے نیا نکتہ اٹھایا۔

"اگر آپ لوگوں کو برا نہ لگے تو میں کچھ مدد کر دوں۔ "زوار جو کب سے کھڑا ان کی باتیں سن رہا تھا اچانک بول پڑا۔

"آپ کیا مدد کریں گے۔ "عروش نے اپنا روئے سخن اس کی طرف کیا۔

"میں ایک پلمبر کو جانتا ہوں بلوا کر ٹھیک کروا دیتا ہوں۔"

"آپ کی آفر کو شکریہ۔ "بازو میں ایک ٹیس اٹھی تھی۔

"ارے کمال کرتیں کیا یہ میرا گھر نہیں۔ "زوار نے زارا کو دیکھتے ہوئے معصومیت سے پوچھا۔

"ارے کیسی باتیں کرتے ہیں۔ آپ ہی کا گھر ہے آپ پہلے ناشتہ کر لیجئے پھر پلمبر کو بلوا لیجئے گا۔ "زارا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"جی بہت شکریہ۔ "!زوار مسکرا دیا۔

"مگر آپی۔"

"تم کپڑے بدل کے آؤ۔ "عروش نے کچھ کہنے کے لیے لب کھولے ہی تھے کہ زارا نے اسے روک دیا۔ وہ جاموشی سے اپنے کمرے میں چلی گئی۔ واپس آئی تو زارا اس کا اور زوار کا ناشتہ تیار کر چکی تھی۔ عروش نے اپنا ناشتہ میز سے اٹھایا اور واپس کچن میں لے گئی۔ وہ اسے دیکھ کر مسکرا دیا وہ جانتا تھا کہ وہ یہی کرے گی۔ زارا بس اسے دیکھ کر رہ گئی۔ وہ ناشتے کے بعد زارا کے ساتھ کچن میں مصروف ہو گئی۔

اور زوار پلمبر کو لے کر عروش کے کمرے میں چلا گیا۔ مناسب تو نہیں لگتا تھا مگر سوال یہ تھا کہ جب تک پلمبر اپنا

کام کر رہا تھا۔ زوار کیا کرتا وہ اس کی رائٹنگ ٹیبل پہ بیٹھ گیا اور سامنے پڑا رجسٹر کھولا۔

"کون حساب لگا رکھے

کتنے موسم دل میں اترے

کتنی صبحیں بے نور ہوئیں

کتنی راتیں سونی گزریں

کتنے خواب خیال ہوئے

کتنے موسم خزاں ہوئے

کتنی خواہشیں دل میں رہ گئیں

کتنے آنسو آنکھ میں اترے

#شاعرہ_زریش_مصطفیٰ

پنچھی!

"ہر اڑان بھرنے والے پرندے کو ایک گھر ایک سائبان چاہیئے ہوتا ہے۔ وہ ہمیشہ ہواوں میں اڑتا پھرتا ہے اور سوچتا ہے کاش اس کا بھی کسی انسان کی طرح گھر ہوتا۔ مگر ایسا نہیں ہوتا وہ اپنا گھونسلہ بناتا ہے اور کوئی بے رحم انسان ہی اسے توڑ دیتا ہے۔

اور اللہ انسان کتنا مختلف بنایا ان پرندوں سے! اللہ نے ہمیں گھر دیا رشتے دیئے مگر کچھ رشتوں میں کھوٹ رکھی اور کچھ خالص پر انسان کا دل باغی بنایا۔ جو ہمیشہ آزادی چاہتا ہے۔ اپنے گھر سے اپنے ماحول سے اپنے رشتوں سے خلاؤں میں اڑنا چاہتے ہیں۔ مگر بے بس ہے اللہ نے اسے پر نہیں دیئے پر اڑنے کی خواہش دی ہے۔"!

#لائنز_زریش_مصطفیٰ

"سر جی ہو گیا۔ "پلمبر اس کے قریب آکر بولا۔ وہ چونک کر سیدھا ہوا اور رجسٹر واپس رکھ دیا۔

"بہت شکریہ یار۔ "وہ اس کا شکریہ ادا کرتا اسے باہر چھوڑنے گیا تھا۔ واپس آیا تو عجیب سی بے چینی تھی اسے وہ تحریر کو مکمل پڑھنا چاہتا تھا مگر وہ واپس اس کمرے میں نہیں جا سکتا تھا۔ اس لیے دل مسوس کر رہ گیا اور پھر گاڑی کی چابی لے کر احمر طرف چلا گیا۔ وہاں جا کر معلوم ہوا نواب صاحب سسرال تشریف لے کے گئے ہوئے ہیں۔

"اب یہ وہیں پایا جائے گا جب تک رخصتی نہیں ہو جاتی۔ "وہ اب ضویا کی طرف آیا تھا۔ تیمور نے اسے گیٹ سے

رسیو کیا تھا۔وہ اسے لے کر سیدھا ڈرائنگ میں گیا جہاں احمر بیٹھا ضویا کا سر کھا رہا تھا۔

"ارے واہ آج تو بڑی بڑی ہستیاں آئی ہیں۔"ضویا نے اسے دیکھتے ہی اپنی خوشی کا اظہار کیا تھا۔

"کیوں شرمندہ کر رہی ہیں بھابھی۔ "زوار شرمندگی سے مسکرایا۔

"بھابھی۔؟ "ضویا تو اچھل ہی پڑی۔

"کیا مطلب کچھ غلط کہا میں نے۔ "زوار نے حیرت سے باری باری تینوں کو دیکھا۔ضویا کا منہ کھلا تھا تو احمر کا منہ بن گیا تھا تیمور بس بمشکل اپنی ہنسی روکے بیٹھا۔

"مجھے صرف ضویا کہیئے۔یہ بھابھی کتنا عجیب لگتا ہے۔ "ضویا نے جھرجھری لی۔

"آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں میں ویسے احمر کو عزت دینے کی کوشش کر رہا تھا۔ "زوار نے اسکے ساتھ بیٹھتے ہوئے اسے ٹھوکا دیا۔جواباً احمر نے گھورنے پہ اکتفا کیا تھا۔

"رہنے دیں جس کی عزت ہو ہی نہ اسے دے کی بھی اسکی کی کمی پوری نہیں ہو سکتی۔ "ضویا کا انداز اسے چڑانے والا تھا۔

"کوئی بات نہیں بول لو جتنا بولنا ہے۔آج تمھاری باری ہے وقت بدلتے دیر ہی کہاں لگتی ہے۔ "احمر نے جل کر کہا۔

"دیکھ لیں تیمور بھائی اس کے ارادے ٹھیک نہیں ہیں میں کہتا ہوں رخصتی سے پہلے سوچ لیں ابھی کچھ نہیں بگڑا۔ "زوار نے اسے دیکھتے ہوئے معصومیت سے کہا۔

"تجھ جیسا دوست ہو دشمن کی ضرورت ہی نہیں۔ "

"ارے نہیں تیمور بھائی میں تو مذاق کر رہا تھا۔ "احمر فوراً بولا۔سب کا قہقہہ پڑا تھا احمر سر کھجا کر رہ گیا۔

"اور تیمور بھائی آپ کب جا رہے ہیں واپس۔ "زوار نے تیمور سے پوچھا۔

"بس یار یہ لاسٹ ائیر تھا ایگزیم ختم میں آزاد۔اب لمبے سٹے کے بعد جاؤں گا روز روز آنا بھی تو آسان نہیں۔ "

"یہ تو آپ بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں ہماری شادی تک تو رکنا چاہیے۔ "احمر نے مفت مشورہ دیا۔

"یہ تو پھر نہ جانے والی بات ہوئی۔ "ضویا کیسے خاموش رہتی۔زوار اور تیمور دونوں ہنس پڑے۔

"یار یہاں آتے ہی ساری عادتیں خراب کر دیتے ہیں گھر والے۔ "ملازم چائے لے کر آیا تو تیمور نے آہ بھری۔

"کیوں کیا ہوا۔ "ضویا نے حیرت سے بھائی کو دیکھا۔

"وہاں ہر کام خود کرنا پڑتا ہے اور یہاں پانی پلانے کے لیے بھی ملازم ہے۔ " تیمور نے چائے سرو کرتے ملازم کو دیکھا۔

"بس کیا کر سکتے ہیں کہہ تو رہے ہیں کہ شادی کر لیں۔ "ضویا نے لاپرواہی سے کندھے اچکائے۔

"مجھے بیوی چاہیئے ملازمہ نہیں۔ " تیمور نے اسے گھورا۔

"تو یہیں شفٹ ہو جائیں۔ " احمر نے چائے کا کپ تھامتے ہوئے کہا۔

"ہاں یہی سوچ رہا ہوں شادی کے بعد نہیں جاؤں گا واپس۔ "

"شکر ہے آپ نے اپنی شادی کا ذکر تو کیا۔ "ضویا خوشی سے بولی۔

"ایکسکیوزمی "! تیمور کو کسی کی کال آئی تھی۔ وہ ان سے معذرت کرتا باہر نکل گیا۔

"تم کہاں کھوئے ہو۔"احمر زوار کا کندھا ہلایا۔

"کہیں نہیں یار بس یونہی۔ "وہ دھیرے سے مسکرا دیا۔

"یونہی نہیں کچھ تو بات ہے جناب۔ جو مجھے ڈھونڈتے ہوئے یہاں پہنچ گئے۔ "احمر مزے سے بولا۔

"ایک غلطی ہو گئی ہے۔ "زوار نے ٹھنڈا سانس بھرا۔

"خیریت ہے۔ "ضویا پریشانی سے بولی۔

"آپ سفارش کریں گی میری۔ "زوار نے ضویا کو پر امید نظروں سے دیکھا۔

"آپ کچھ بتائیں پھر سوچتی ہوں۔ "وہ الجھ گئی۔

"کل عروش کی کسی بات پر غصہ آ گیا مجھے میں نے کافی بد تمیزی سے اسکا بازو پکڑا۔ "اور پھر وہ کہتے کہتے خاموش ہو گیا۔

"پھر کیا۔؟ "ضویا عروش کو جانتی نہ ہوتی تو یہ بات اسے قطعی بھی نہ لگتی۔

"میں مانتا ہوں مجھے اس پہ غصہ کرنے کا حق نہیں ہے۔ اور اسطرح بد تمیزی کرنے کا بھی پر بات ہی ایسی تھی آئی تو وہ ناراض ہو گی مجھ سے بات بھی نہیں کرے گی اس لیے سوچا آپ سے کہوں آپ سمجھائیں ناں اسے۔ "زوار کافی پریشان تھا۔

"آپ اس کی ناراضگی کے خوف سے کیوں پریشان ہیں۔ "ضویا نے مشکوک نظروں سے اسے دیکھا۔ زوار نے ایک نظر احمر اور پھر ضویا کو دیکھا مگر بولا کچھ نہیں۔

"آپ ہیلپ چاہتے ہیں تو مخلصانہ مشورہ دوں گی۔ کہنے کو وہ دوست ہے میری مگر وہ کچھ بھی مجھ سے شئیر نہیں کرتی۔ کل جو کچھ ہوا مجھے احمر کی زبانی پتہ چلا۔ اس نے کچھ نہیں بتایا بتا دے گی مگر کچھ وقت بعد اب بات آئی ہے آپ کی آپ خود اس اسے معافی مانگیں نہ مانگیں معاملہ سلجھ جائے گا۔ مگر آپ مجھے اور احمر کو انوالو کریں گے تو وہ آپ سے کبھی بات نہیں کرے گی۔ "ضویا نے اسے پوری بات تفصیل سے سمجھائی۔ زوار نے سر اثبات میں ہلایا اور مسکرا دیا۔

"اب چائے پی لیں ٹھنڈی ہو جائے گی۔ "وہ بھی مسکراتے ہوئے بولی اور پھر وہ لوگ نکاح کی باتیں ڈسکس کرنے لگے تھے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"مما مما۔ "فیضی گھر میں داخل ہوتے ہی ماں کو پکارنے لگا تھا۔

"ارے یہاں ہوں اپنے کمرے میں۔ "انہوں نے وہیں سے بلند آواز میں بتایا۔

"آپ بھی کمال کرتیں ہیں۔ آپ کو میں کچھ کہتا ہوں آپ کچھ اور ہی کرتیں ہیں۔ "وہ آتے ہی شروع ہو گیا تھا۔

"کیونکہ میں تمہاری ماں ہوں تم میرے باپ نہیں۔"وہ غصے سے بولیں۔

"یار کچھ کریں جلدی پلیز ورنہ آپ سے پہلے ابا اس کا رشتہ کہیں کر دیں گے۔ "وہ فکر مندی سے بولا۔

"ایک بات بتاؤ اس سب کے لیے اس سے اہم کس کی رضا مندی ہے عروش کی یا تمہارے ابا کی۔ "شائستہ بیگم نے فیضی کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"ظاہر ہے ابا کی کیونکہ عروش ان کی بات سے انکار کا سوچ بھی نہیں سکتی۔ "وہ ان کے قریب بیٹھ گیا۔

"اس لیے تم اپنے ابا کے سامنے اچھے بن جاؤ۔ "شائستہ بیگم لاپرواہی سے بولیں۔ !

"کیا مطلب میں سمجھا نہیں۔ "فیضی نے الجھتے ہوئے انہیں دیکھا۔

"جاب پہ ٹک گئے ہو۔؟ "شائستہ بیگم نے مسکرا کر اسے دیکھا۔

"ہاں مگر۔ "وہ اب بھی حیران تھا۔

"کتنے مہینے سے ایک جگہ پہ ٹکے ہو۔ "شائستہ بیگم نے اگلا سوال کیا۔

"چار ماہ سے۔ "وہ یونہی الجھے لہجے میں بولا۔

"سمپل اب غور سے سنو۔ ابا کے پاس شوروم پہ جایا کرو۔ اس مہینے کی تنخواہ تم انہیں دو گے۔ کہنا پرموشن ہو گئی ہے اور پانچ وقت کی نماز بھی باقاعدگی سے شروع کر دو۔ گھر وقت پر آیا کرو راتوں کو گھر سے غائب رہنا چھوڑ دو۔ کچھ

پریشان بھی دیکھائی دینا اپنے ابا کو بس آگے سب میں سنبھال لوں گی۔ "شائستہ بیگم اس کے قریب ہو کر دھیمے لہجے میں بولیں۔

"یہ کیا کہہ رہی ہیں۔ اتنے سارے مشکل کام وہ بھی سب ساتھ کیا ہو گیا ہے آپ کو۔ "وہ برہم ہوا۔

"ٹھیک ہے کچھ مت کرو۔ میں بھی کچھ نہیں کروں گی۔ "وہ بھی اس کی ماں تھیں ٹکا سا جواب دیا۔

"ٹھیک ہے کرلوں گا۔ "وہ منہ بنا کر کہتا وہاں سے چلا گیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"ہیلو! مس عروش کہاں گم ہیں۔ ؟اگر ممکن ہو سکے تو اپنے قیمتی وقت میں سے مہربانی فرما کر کچھ قیمتی پل ہمیں بھی عنایت کر دیں۔ کچھ ضروری بات کرنی ہے۔"ضویا کا میسج پڑھ کے وہ مسکرا دی۔ طنز کرنے پہ تو اس نے PHD کرر کھی تھی۔ عروش نے اسے کال کی تھی۔ وہ تو جیسے اسی انتظار میں تھی فوراً کال اٹنڈ کر لی۔

"میں تم سے بہت ناراض ہوں۔ بہت بے وفا ہو تم۔ "ضویا نے چھوٹتے ہی کہا۔

"اچھا کیا کیا اب میں نے۔ ویسے سلام دعا نام بھی کوئی چیز ہوتی ہے۔ "عروش مسکرا دی وہ ایسی ہی تھی۔

"ہاں جی اسلام وعلیکم بڑی بیگم صاحبہ۔ بہت شکریہ جو آپ نے ہمیں کال کر کے ہم سے بات کرنے کا شرف بخشا۔ وہ چڑ کر بولی۔

"یار ضویا تم کوئی موقع چھوڑنا مت۔ "عروش کو ہنسی آگئی وہ ہنستی چلی گئی۔

"اب ہنسو مت بہت غصہ ہے مجھے تم پر۔ کل کال کر کر کے میں فوت ہونے کے قریب تھی۔ محترمہ نے ایک میسج کرنا گوارا نہیں کیا۔ "ضویا نے غصے سے کہا۔

"سوری یار بس طبعیت ٹھیک نہیں تھی۔ احمر بھائی نے بتایا ہو گا۔ "عروش کا موڈ اچانک کل کا سوچ کر افسردہ ہو گیا تھا۔

"ہاں بتایا اسی لیے تو جان پہ بنی تھی میری اور تم۔ "ضویا کے لہجے سے فکر مندی جھلک رہی تھی۔

"ضویا کوئی اور بات کریں۔ "عروش نے ٹھنڈا سانس بھرا۔

"ہاں کر لیتے ہیں۔ "ضویا سمجھتی تھی اس لیے زیادہ اسرار نہیں کیا۔

"اچھا اور سناؤ سب کیسے ہیں۔ "عروش سب کا حال احوال پوچھنے لگی۔

"سب ٹھیک ہیں اور تم یہ بتاؤ صبح آرہی ہو یونیورسٹی۔ "

"ہاں یار ان شاء اللہ پہلے ہی کافی چھٹیاں ہو گئیں۔ "عروش نے فکر مندی سے کہا۔

"ہاں میں بھی جاؤں گی بہت ہو گی عیاشی۔ "وہ منہ بنا کر بولی۔ پھر وہ دونوں ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

اگلی صبح وہ جلدی یونیورسٹی کے لیے نکل گئی تھی۔ اسے اپنے نوٹس ریکور کرنے تھے۔ ضویا سے ملاقات تو ہوئی۔ مگر پورا دن اتنا بزی گزرا کہ دونوں کو کوئی بات کرنے کا موقع ہی نہیں ملا۔ ابھی بھی وہ دونوں نوٹس کے بارے میں ہی ڈسکشن کر رہیں تھیں جب احمر اور زوار سینڈوچ اور کولڈ ڈرنکس لے کر انکے پاس آ بیٹھے تھے۔ یہ احمر کا آئیڈیا تھا زوار نے بھی زیادہ انکار نہیں کیا۔

"یہ جانو تمہارے لیے لایا ہوں آئی نو تمہیں بھوک لگ رہی ہو گی۔ "احمر نے پیار سے کہتے ہوئے سینڈوچ ضویا کے سامنے کیا۔

"بھوک تو واقع ہی بہت لگ رہی تھی مگر تھینکس نہیں کہوں گی تم نے کوئی احسان نہیں کیا۔ یہ ذمے داری ہے تمہاری۔ "ضویا نے سینڈوچ اس کے ہاتھ سے لیے لیا تھا۔ عروش نے بمشکل اپنی ہنسی کنٹرول کی البتہ زوار کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔

"ضویا اب تمہارا شوہر ہوں کچھ تو عزت کر لیا کرو۔ "احمر نے منہ بنایا۔

"سچ کہا ہے۔ بے عزتی کب کی کیوں زوار۔ "ضویا نے تائید چاہی۔

"ہاں بالکل جس بندے کی عزت ہی نہ ہو اس کی بے عزتی کیسی۔ "وہ بھی زوار حیدر تھا۔ احمر نے کھا جانے والی نظروں سے اسے گھورا۔

"ارے احمر بھائی یہ جان بوجھ کہ آپ کو تنگ کرتی ہے۔ سیریس مت لیا کریں۔ ابھی تھوڑی نا سمجھ ہے۔ "عروش کو احمر پہ ترس آ ہی گیا تھا۔ اس لیے اس کی حمایت میں بولی۔

"عروش ان سب میں مجھے آپ ہی سمجھ دار لگتی ہیں بس۔ "احمر نے اس کی کھلے دل سے تعریف کی مقصد دونوں کو جلانا تھا۔ وہ بس مسکرا دی۔

"اگر آپ برا نہ مانیں تو دو منٹ ضویا کو اپنے ساتھ لے جاؤں۔ کچھ بات کرنی تھی مجھے۔ "احمر نے باری باری عروش اور زوار کو دیکھا۔

"ارے کیسی باتیں کرتے ہیں آپ آپکی بیوی ہے ہم سے کیوں اجازت لے رہے ہیں۔ "عروش خواہ مخواہ شرمندہ

ہونے لگی۔

"تم ان سب کو چھوڑو یہ بتاؤ مجھ سے پوچھا ہے کہ میں چلوں گی تمہارے ساتھ کہ نہیں۔ "ضویا تیوریاں چڑھا کر بولی۔

"تمہیں تو میں زبردستی بھی لے جاسکتا ہوں۔لائسینس ہے میرے پاس۔ "وہ مزے سے بولا اور ہاتھ پکڑ کر اسے اپنے ساتھ لے گیا۔

عروش لکھنے میں یوں مگن ہو گئی جیسے کوئی اور اس کہ پاس موجود ہی نہ ہو۔

"اگر آپ یہ سوچ رہی ہیں کہ میں آپ سے معذرت کروں گا اپنے رویے پر تو بہت غلط سوچ رہی ہیں آپ۔ "کافی دیر خاموش رہنے کے بعد زوار بولا۔

"میں ایسا کچھ نہیں سوچ رہی۔ "وہ یونہی سر جھکائے بولی۔

"یہ تو اور بھی اچھی بات ہے۔ "وہ مسکرایا۔وہ جواباً خاموش رہی۔

"اب دیکھیں ہم کب تک ایک دوسرے سے سوری کریں گے۔ مطلب ہماری بات ہیلو ہائے سے شروع اور سوری پہ ختم ہو جاتی ہے۔ میں بہت تنگ آگیا ہوں۔ مانتا ہوں ہماری اچھی دوستی نہیں ہے مگر ہم ایک ہی گھر میں رہتے ہیں بات چیت پہ پابندی نہیں ہونی چاہیے۔ "وہ بول رہا تھا اور بے تکہ بول رہا تھا۔

"سب باتیں ایک طرف پھر بھی آپ کو کوئی حق نہیں پہنچتا تھا مجھ سے اتنا روڈ بی ہیو کرنے کا۔ "وہ اپنے نوٹس سمیٹنے لگی۔

"آپ شکر کریں کہ میں نے آپ کو تھپڑ نہیں مار دیا بس تھوڑا ڈانٹا جس طرح کی آپ نے بات کی تھی بس غصہ بہت آتا ہے مجھے اور میں قابو بھی کھو دیتا ہوں پتہ نہیں کیسے۔ "وہ کہتے کہتے خاموش ہو گیا۔

"اوووو تو تھپڑ بھی مار لیتے ہیں آپ۔!ویسے میری اتنی ذاتی بات پہ آپ کا غصہ کرنا بنتا ہی نہیں تھا اور کس حق سے کیا آپ نے مجھ پہ غصہ اور رہی بات تھپڑ کی تو پرسوں آپ نے کوئی کسر چھوڑی تو نہیں۔ پھر ملال کیسا۔ "عروش کو اس کی بات پہ شدید غصہ آیا تھا۔وہ ہوتا کون تھا اس سے یہ کہنے والا۔

"میں عورت پہ ہاتھ اٹھانے کو مردانگی نہیں سمجھتا۔!اور رہی بات حق کی تو اس بات کا جواب وقت دے گا۔ اور ہاں پرسوں جو بھی ہوا میں واقع ہی اس کے لیے معذرت نہیں کروں گا چاہے آپ کو برا لگے یا اچھا آپ مجھ سے بات کرنا چاہیں یا نہیں۔ "وہ کہہ کر رکا نہیں تھا۔ عروش اسے جاتے ہوئے دیکھتی رہی جب تک وہ نظروں سے اوجھل نہیں ہو گیا۔

اس کے جانے کے بعد وہ پھر سے لکھنے بیٹھ گئی تھی۔

"میں عورت پہ ہاتھ اٹھانے کو مردانگی نہیں سمجھتا۔"!زوار کی باتیں اس کے دماغ میں گونج رہی تھیں۔

"رہی بات حق کی تو اسکا جواب وقت دے گا۔ "زوار کا دن بدن بدلتا رویہ وہ خوش ہونے کی بجائے خوف زدہ ہو گئی تھی۔

وقت کو شاید لوگ جانتے نہیں یہ کئی بار بہت منہ توڑ جواب دیتا ہے۔اس سے وہ دونوں ہی بے خبر تھے۔وہ روز بروز اپنی محبت کی بڑھتی شدت سے خائف تھا۔ تو وہ اس کے بدلتے رویوں میں الجھی ہوئی تھی۔ وہ کیا چاہتی تھی اس کا تو ابھی اس نے فیصلہ ہی نہیں کیا تھا اور وہ ٹھانے بیٹھا تھا کہ موقع ملتے ہی سب کہہ دے گا۔ مگر انکار کے خوف سے دبک جاتا تھا محبت کو کھونا کہاں آسان ہے۔

عروش کو عجیب سی بے چینی لاحق ہو گئی تھی۔ وہ نوٹس سمیٹ کر ضویا کو بنا بتائے گھر چلی گئی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"ابا جان خدا کے لیے سمجھا کریں میں نہیں آ سکتا۔ "زوار حیدر صاحب سے کال پہ بات کر رہا تھا جب احمر اس کے پاس آیا تھا۔

"نہیں میں اس لیے منع نہیں کر رہا کہ ماہ روش کو نہ لانا پڑے اس لیے کہہ رہا ہوں کہ امتحان سر پہ ہیں۔ چھٹیاں افورڈ نہیں کر سکتا۔ "وہ انہیں سمجھانے کی پوری کوشش کر رہا تھا۔

"ٹھیک ہے آپ بھی ناراض ہو جائیں۔ اسی کی کسر باقی تھی پھر بھی دینو سے کہیں وہ لے جائے گا اپنی چھوٹی بی بی کو میں نہیں آؤں گا۔ "زوار نے غصے سے کہتے ہوئے فون بند کر دیا۔

"کیا ہوا ہے۔ یہ کونسا طریقہ ہے باپ سے بات کرنے کا۔ "احمر نے اسے ڈانٹا۔

"تم چپ کرو جب بات کا پتہ نہ ہو تو اپنی چونچ بند رکھنی چاہیے۔ "زوار اب بھی برہم لہجے میں بول رہا تھا۔

"اچھا غصہ چھوڑو بات بتاؤ کیا ہوا۔ "احمر نے اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے اسے کول ڈاون کرنے کی کوشش کی۔

"بڑے بابا کی طبعیت خراب ہے۔انہوں نے ماہ روش کو بلوایا ہے بابا جان کہہ رہے تھے کہ اسے لے کر آ جاؤ۔ " زوار نے اپنا سر مسلتے ہوئے کہا۔

"ہاں تو کیا برائی ہے وہ بیمار ہیں مل آؤ جا کر ایک ہفتے سے کیا فرق پڑتا ہے۔ "احمر کنھے اچکائے۔

"حویلی میں کچھ مخبر اور مخلص لوگ میرے بھی ہیں۔ "زوار کی آنکھیں غصے کی شدت سے سرخ ہو رہی تھیں۔

"کیا مطلب۔ "احمر نے نا سمجھی سے اسے دیکھا۔

"بڑے بابا بیماری کا ڈرامہ کر کے ہمیں وہاں بلا کر زبردستی نکاح کروانے کی منصوبہ بندی کیئیے بیٹھے ہیں۔ میں جانتا ہوں اگر ایک دفعہ یہاں سے چلا گیا تو واپس مڑ کے دیکھ بھی نہیں سکوں گا۔ "اس کے لہجے میں اب دکھ تھا کرب تھا۔

"یار یہ تو بہت غلط چال ہے ایسا نہیں کرنا چاہیے انہیں۔ تم فکر مت کر کچھ نہیں ہو گا۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ "احمر نے اس اپنے سینے سے لگاتے ہوئے تسلی دی۔

"چلو کہیں لنچ کرتے ہیں۔ "احمر اس کے کندھے پہ تھپکی دے کر بولا۔ زوار بھی سر اثبات میں ہلاتا اس کے ساتھ چل دیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"عروش تم آج جلدی نہیں آگئیں۔ "زارا نے اسے دیکھتے ہی کہا۔

"ہاں بس۔ "یونہی وہ مسکرا دی۔

"چلو اب آگئی ہو تو ادھر بیٹھو میرے پاس اور بتاؤ تم ان میں سے کونسا جوڑا لو گی۔ "شائستہ بیگم نے اسے پیار سے اپنے پاس بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ آج سے پہلے تو اسے بتایا جاتا تھا کہ یہ جوڑا اس کے لیے ہے۔ پسند نہ پسند تو کبھی پوچھی ہی نہیں جاتی تھی۔ وہ حیران ہوتی ان کے قریب بیٹھ گئی۔

"جو آپ کو پسند ہو بس وہی ٹھیک ہے۔ "وہ ایک نظر سب کپڑوں کی طرف دیکھ کر بولی۔

"ارے نہیں ایسے تھوڑی ہوتا ہے۔ جو تم بولو اگر ان میں سے نہیں کوئی پسند تو کل بازار چلی جانا اپنی پسند کا لے لینا کوئی جوڑی۔ "شائستہ بیگم نے فراخدلی سے کہا۔ عروش کو صحیح معنوں میں چکر آنے لگے تھے۔

"نہیں یہ اچھا ہے۔ "عروش نے بلیک اور گولڈن کلر کے کامدار سوٹ خی طرف اشارہ کیا۔

"ارے یہ لو تم پہ بہت جچے گا۔ "زارا نے وہ سوٹ پکڑ کر اس کی طرف بڑھایا۔ عروش نے اسے مسکراتے ہوئے تھام لیا۔

"میں ذرا فریش ہو جاؤں بھوک بھی لگی ہے۔ "عروش کہتے ہوئے اٹھ گئی۔

"ہاں تم جلدی سے آجاؤ میں کھانا لگاتی ہوں۔ "زارا بھی اس کے ساتھ ہی کھڑی ہوئی۔

"یہ جوڑا مجھے پسند تھا۔ آپ جانتی تھیں ناں۔ "ان کے جانے کے بعد روزی غصے سے بولی۔ وہ نجانے اتنی دیر سے

کیسے خاموش بیٹھی تھی۔

"تمہیں کپڑوں کی کمی ہے تم اور لے لینا۔ "وہ لاپرواہی سے بولیں۔

"کمی ہے کیونکہ مجھے وہ بہت زیادہ پسند تھا یہ تو میں زارا کو بھی نہیں دے رہی تھی۔ "روزی کا غصہ ساتویں آسمان سے باتیں کر رہا تھا۔

"ہر بار عروش کے حصے کا جوڑا تم لے لیتی ہو، اس بار اگر اس نے لے لیا تو کیا ہو گیا۔ "شائستہ بیگم نے ادے گھورا۔

"مجھے تو لگتا ہے آپ دونوں پہ اس جادوگرنی نے جادو کر دیا۔پہلے باقی لوگ کم اس کے گرویدہ تھے جو آپ بھی ان کے ساتھ شامل ہو گئیں۔ "روزی غصے سے پیر پٹختی وہاں سے چلی گئی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

احمر اور زوار لنچ کرنے کے لیے قریبی ریسٹورینٹ گئے تھے۔جب ایک بار پھر حیدر صاحب کا فون آنے لگا تھا۔

زوار کا موڈ پہلے ہی بہت خراب تھا اس نے اپنا نمبر بند کر دیا۔ تب تک احمر کھانا آڈر کر چکا تھا۔

"یار کم آن موڈ تو ٹھیک کرو۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ "احمر نے اسے چیئر اپ کرنے کی ناکام کوشش کی۔ وہ خاموش ہی رہا۔ کھانا سرو ہوا دونوں نے ہی خاموشی سے کھانا کھایا تھا۔

"یار تم گھر والوں کی بات مان لو، عروش کی طرف سے کچھ نہیں ملنے والا۔ "کھانا ختم کرنے کے ساتھ ہی احمر نے چنگاری لگائی تھی۔ جس کی تپش سے وہ بالکل انجان تھا۔

زوار پانی پی رہا تھا۔ احمر کی بات پر اس نے ٹیبل پر زور سے گلاس پٹخا تھا۔کافی لوگوں نے گردنیں گھما کر انکی جانب دیکھا تھا۔ احمر جی بھر کے شرمندہ ہوا۔

"کول ڈاون ہم گھر میں نہیں ہیں۔ "احمر نے اسے گھورا۔

"آئندہ اگر تم نے اس قسم کی کوئی بھی بات کی تو میں ساری زندگی تمہاری شکل نہیں دیکھوں گا۔ "زوار غصے سے کہتا وہاں سے اٹھ کر چلا گیا۔ احمر بل کے پیسے ٹیبل پہ رکھ کر اسے کے پیچھے بھاگا۔ تیزی سے دروازہ عبور کرتے ہوئے زوار کی ٹکر سامنے سے آتے ایک لڑکے سے ہوئی تھی۔

"آئی ایم سوری۔ "زوار نے رک کر معذرت کی۔

"ارے زوار صاحب آپ یہاں۔ "فیضی نے خوشدلی سے کہا۔

"ارے آپ میں یہاں دوست کے ساتھ لنچ پہ آیا تھا۔ "زوار نے مصنوعی مسکراہٹ چہرے پہ سجائی۔ اور ایک نظر اس کے ساتھ کھڑی لڑکی پر بھی ڈالی۔

"یہ میرے ساتھ کام کرتیں ہیں۔ "فیضی نے زوار کے کسی سوال سے پہلے ہی وضاحت دی تھی۔ انداز کچھ گھبرایا تھا۔ زوار ضرور نوٹس کرتا اگر نارمل موڈ میں ہوتا۔ احمر پیچھے کھڑا بس یہ سب دیکھ رہا تھا۔

"پھر ملاقات ہوتی ہے۔ "زوار معذرت کرتا وہاں سے چلا گیا۔ احمر اس کے پیچھے تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

فیضان آج شام سے پہلے ہی گھر آ گیا تھا۔ سب لوگ لاؤنج میں بیٹھے شام کی چائے سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔

"ارے زارا تم اب کچن میں کم جایا کرو کچھ تو کئیر کرو شادی ہے تمہاری۔ "شائستہ بیگم نے چائے کا کپ زارا کے ہاتھ سے لیتے ہوئے پیار سے کہا۔

"امی کام کیسے چلے گا اگر میں بھی سب چھوڑ دوں۔ "زارا فکر مندی سے کہتی سیف صاحب کے پاس بیٹھ گئی۔

"میری بیٹی بہت ذمے دار ہے۔ اللہ تمہارا دامن خوشیوں سے بھر دے۔ "سیف صاحب نے اسے اپنے ساتھ لگاتے ہوئے اسے دل سے دعا دی۔

"آپ فکر مت کریں میں سنبھال لوں گی سب۔ "عروش نے ہمیشہ کی طرح اپنی خدمات پیش کئیں

"بالکل نہیں تمہارے امتحان ہونے والے ہیں۔ تم بس پڑھائی پہ توجہ دو۔ "شائستہ بیگم فوراً بولیں۔ عروش نے حیران ہو کر سیف صاحب کو دیکھا۔

"تو کون کرے گا کام۔ روزی سے تو میں یہ امید کر ہی نہیں سکتا کہ وہ پورا گھر سنبھال لے گی۔ "سیف صاحب نے بیوی کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"ارے بھئی بانو کی بیٹی ہے اسکو رکھا ہے م کچن کے کام کے لیے کل سے آئے گی۔ شادی والا گھر ہے کام زیادہ ہو گا۔ اس لیے عروش اسکی مدد کروا دے گی اور روزی کو بھی میں کہوں گی وہ کرے گی کام۔ کچن کا فکر مت کریں۔ "شائستہ بیگم کو اچھا نہیں لگا تھا لیکن انہوں نے آرام سے بات کرتے ہوئے معاملہ نمٹایا تھا۔ فیضی کچھ دیر خاموش کھڑا ان کی باتیں سنتا رہا۔ پھر آ کر سیف صاحب کے دوسری جانب خالی صوفے پر بیٹھ گیا۔ سیف صاحب کافی حیران ہوئے تھے بھلا وہ کہاں گھر، گھر والوں کو وقت دیتا تھا۔

"خیریت تو ہے برخوردار۔؟ "سیف صاحب جب رہ نہ سکے تو پوچھ لیا۔

"آپ بھی بس فیضی کو دیکھتے نہیں اور طنز کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ "شائستہ بیگم نے فورا بیٹے کی حمایت کی۔

"تمہی نے بگاڑا ہوا ہے اسے۔ "سیف صاحب نے حقیت افشاں کی۔

"ابا جانتا ہوں کہ بہت برا ہوں میں۔ بگڑ بھی گیا تھا وہ اس لیے بھی کہ کوئی ذمے داری نہیں تھی مجھ پر۔ جاب پر بھی نہیں ٹکتا تھا مگر اب والی جاب پر کافی مہینوں سے مستقل کام کر رہا ہوں اور آگے بھی چھوڑنے کا کوئی ارادہ نہیں اور یہ کچھ پیسے زارا کی شادی کے لیے آپکو ضرورت ہو گی۔ "فیضی نے کہتے ہوئے کچھ رقم نکال کر ان کے ہاتھ پر رکھ دی۔

"تمہیں یہ خیال کیسے آیا۔ "سیف صاحب حقیقت بہت خوش ہوئے تھے۔ اس کے اندر بھی احساس ذمہ داری جاگ گیا ہے۔

"ابا بس اب شرمندہ نہ کریں۔ "فیضی کہتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔

"نہیں میں خوش ہو رہا ہوں۔ "سیف صاحب نے مسکرا کر اسے دیکھا۔ جو بھی تھا وہ ان کا بیٹا تھا اس کے سدھرنے پہ جتنے وہ مسرور تھے۔ شاید کوئی بھی نہ ہوتا۔

"میں اپنے کمرے میں جا رہا ہوں۔ کچھ دیر آرام کرونگا۔ "وہ کہہ کر وہاں سے چلا گیا۔

"مجھے فیضی کچھ پریشان سا لگا ہے کیوں امی۔ "زارا نے شائستہ بیگم کو مخاطب کیا۔

"ہاں کافی دنوں سے میں بھی دیکھ رہی ہوں۔ "شائستہ بیگم نے زارا کی ہاں میں ہاں ملائی۔

"تو پتہ کرو کیا بات ہے یا مجھے یقین ہے تم ماں ہو اسکی سب جانتی ہو گی۔ "سیف صاحب نے بھی سوالیہ نظروں سے شائستہ بیگم کو دیکھا۔

رہنے دیجئیے آپ جان کر کیا کریں گے۔ "وہ غصے سے کہتیں اٹھ کر وہاں سے چلی گئیں۔ وہ تینوں بس حیرانگی سے انہیں دیکھتے رہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"یار معاف کر دے۔ آئندہ میرے ڈیئر ڈیڈی جی کی بھی توبہ جو ایسی بات زبان سے بھی نکالوں تو۔ "!احمر اب زوار کو منانے کے جتن کر رہا تھا۔ مگر وہ مان کے ہی نہیں دے رہا تھا۔

"یار بس تم نے بہت بار میرا دل دکھایا ہے۔ تم دوست نہیں دشمن۔ "ہو زوار نے غصے سے کہا۔

"یار بس لاسٹ ٹائم سوری آئندہ کچھ کہوں تو جو سزا دو گے مجھے منظور ہے۔"

"آئندہ نہیں اس بار ہی تمہیں سزا ملے گی تا کہ تم آئندہ میری لو سٹوری میں جو کے ہے ہی یک طرفہ اس میں

پھپھے کٹنی کا کردار ادا نہ کرو۔ بولو منظور ہے۔ "زوار اب سیدھا ہو بیٹھا تھا۔

"ہاں، منظور ہے۔ "احمر نے جوش سے کہا۔

"ابھی ضویا کو میسج کرو کہ تمہیں کسی اور لڑکی سے طوفانی قسم کی محبت ہو گئی ہے۔ "!زوار نے بدلہ لینے کی ٹھان لی تھی۔

"زوار! کیوں میری طلاق کروانی ہے۔ "احمر نے روہانسے لہجے میں کہا۔

"یہ میرا مسئلہ نہیں رخصتی ہو یا طلاق بس اُس تک یہ میسج اگر تم نے پہنچایا تو جب میں نارمل موڈ میں ہوا تو اسے کہہ دوں گا کہ یہ مذاق تھا اور اگر یہ میسج نہ پہنچا تو میں پروو کرونگا کہ تمہارا کسی سے افئیر چل رہا ہے۔ "زوار نے ڈرامائی انداز میں کہا۔ احمر کی حالت دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔

"یار تم بہت برے ہو اب ساری زندگی بھی صفائیاں دیتا رہونگا۔ تو بھی وہ نہیں مانے گی۔ "احمر نے دل پہ پتھر رکھ کر میسج لکھا اور ضویا کو سینڈ کر دیا۔

"زوار تجھے مجھ غریب کی آہ لگے گی تم دیکھنا۔ "احمر نے ٹھنڈا سانس بھرتے ہوئے روہانسے لہجے میں کہا۔

"ڈرتا نہیں ہوں کیونکہ تیری آہ میں اتنا اثر نہیں۔ "زوار نے اسے منہ چڑایا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"تیمور بھائی بتائیں ناں کب کر رہے ہیں شادی پھر۔ "ضویا کب سے تیمور کے سر پر سوار تھی۔

"تمہاری شادی ہو گئی ہے تم چاہتی ہو کہ سب لوگ اپنی آزادی کو تیاگ دیں۔ "تیمور نے اپنی ہنسی دبائی۔

"اللہ تیمور بھائی بہت برے ہیں۔ آپ چاہے کچھ بھی کہہ لیں میں بھی آج پوچھ کہ رہوں گی بتائیں کوئی لڑکی ہے کیا بات کروں بابا سے۔ "

"یار ایک لڑکی پسند آئی ہے اگر وہ مان جائے تو اسی سال کر لوں شادی۔ "آخر ضویا کے سامنے تیمور نے ہتھیار ڈال دیئے تھے۔

"اللہ کتنے چھپے رستم نکلے آپ۔ "ضویا نے خوشی سے کہتے ہوئے پاس پڑا کشن تیمور کی طرف اچھالا

"توبہ ہے لڑکی بہت عجیب چیز ہو۔ "کشن کیچ کرتے ہوئے تیمور نے ہنس کر کہا۔

"اچھا بتائیں کون ہے وہ۔؟ "ضویا کی ایکسائٹمنٹ دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔

"ابھی نہیں پہلے اس سے بات کرونگا پھر۔ "تیمور نے اس کے سر پہ چپت لگائی۔

"بھائی بتائیں ناں کسی کو نہیں بتاؤں گی۔ "وہ جھنجھلائی۔

"پھر کبھی۔ "تیمور اسے ٹال رہا تھا۔ تبھی ضویا کے موبائل کی میسج ٹیون بجی تھی۔

"تمہارا میسج۔ "تیمور نے اپنی جان چھڑانی چاہی۔

"بعد میں دیکھ لونگی۔ "ضویا ہاتھ آیا موقع جانے نہیں دینا چاہتی تھی۔

"ضروری بھی ہو سکتا ہے۔ "تیمور نے زور دیا۔

"اوکے دیکھتی ہوں پر پوچھ کے دم لونگی۔ "ضویا نے کہتے ہوئے پاس پڑا موبائل دیکھا۔ احمر کا نام دیکھ کر ایک خوبصورت سی مسکراہٹ اس کے لبوں پہ آن ٹھہری۔ اس نے میسج اوپن کیا۔ پہلے مسکراہٹ غائب ہوئی تھی پھر چہرے پہ حیرانگی کے تاثرات تھے اور پھر ان کی جگہ غصے نے لے لی تھی۔

"ضویا! مجھے کسی اور لڑکی سے محبت ہو گئی ہے۔ "اس ایک چھوٹے سے جملے نے ضویا کو ہلا کے رکھ دیا تھا۔

"احمر ایسا کیسے کر سکتا ہے۔ "آنسو پلکوں پر جھلملانے لگے تھے۔

"کیا ہوا ضویا۔ "تیمور جو کب سے بیٹھا اسے دیکھ رہا تھا اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھ کر پوچھا۔

"کچھ نہیں بھائی۔ "وہ اپنے آنسو چھپاتی وہاں سے اٹھ کر بھاگتے ہوئے اپنے کمرے میں چلی گئی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"یار اس کا کوئی جواب نہیں آیا کل ان شاء اللہ تیرے کلیجے میں ٹھنڈ پڑ جائے گی۔ "احمر نے غصے سے زوار کو دیکھا۔

"وہ کیسے۔ "وہ کافی بناتے بناتے رکا۔ زوار نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"کل خلع کا نوٹس آ جائے گا۔ "احمر از حد پریشان تھا۔

"تم چاہتے ہو کہ میں ضویا کو بتاؤں کہ یہ سب میرے کہنے پر ہوا تھا۔ "زوار نے کافی کا مگ اسکی طرف بڑھایا۔

"ہاں بالکل۔ "کپ تھامتے ہوئے احمر بے قراری سے بولا۔

"تو ٹھیک ہے دوسرا میسج کرو۔ "کپ کو ہونٹوں سے لگاتے ہوئے زوار نے کہا۔

"ہاں بولو کیا لکھوں۔ "احمر نے خوشی سے بھرپور لہجے میں پوچھا۔

"جب میری اس لڑکی سے ملاقات ہوئی تو ہمارا نکاح طے پا چکا تھا میں کچھ نہیں کر پایا اب میں اسے بھول نہیں پا رہا۔ "!زوار نے ایک ایک لفظ پر زور دیا۔ احمر بس ہونقوں کی طرف منہ کھولے اسے دیکھ رہا تھا۔

"ٹھیک ہے مت کرو میسج میں نے تو صاف مکر جانا ہے۔ "زوار نے لاپروائی سے کندھے اچکائے۔ احمر نے دکھی دل

کے ساتھ تابوت میں آخری کیل ٹھونکا۔

"یار تیری میری لڑائی میں ہم ضویا کو کیوں لا رہے ہیں۔ تم نہیں جانتے اس کی اس وقت کیا حالت ہو رہی ہو گی۔ اوپر سے بہت مضبوط بنتی ہے مگر اندر سے بہت نرم ہے۔ یہ دو میسج اس کی جان لینے کے لیے کافی ہیں۔ اب کسی تیسرے میسج کی ڈیمانڈ مت کرنا دوستی کی خاطر محبت کو داؤ پہ لگا دیا ہے میں نے۔ "احمر کا لہجہ از حد سنجیدہ تھا۔

"میں بہت شرمندہ ہوں۔ اس سب میں ضویا کو لانا پڑا۔

میں یہی سمجھانا چاہتا ہوں تمہیں محبت کے چھین جانے کا خوف ہی کتنا جان لیوا ہوتا ہے۔ اگر تم ہی ساتھ نہیں دو گے تو دنیا والوں سے کیسے لڑوں گا۔ "زوار نے اسے سمجھانے والے انداز میں کہا۔

"میں تمہارے ساتھ ہوں ہمیشہ۔ مگر ضویا کو نہیں لانا چاہیے تھا اس سب میں۔ "احمر اسے لے کر بہت پریشان ہو رہا تھا۔

"سوری یار پر اب جو ہونا تھا ہو گیا میں بھی غصے میں تھا۔ "

"میں چلتا ہوں اسے بھی ڈیل کرنا ہے وہ مانے گی نہیں میں جانتا ہوں۔ "احمر افسردہ سے لہجے میں کہتا وہاں سے چلا گیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

ضویا کی آنکھیں رونے سے سرخ ہو گئیں تھیں۔ وہ اٹھ کر واش روم میں گئی اور ٹھنڈے پانی سے منہ دھو کر جب واپس آئی۔ تو اسکرین پر پھر سے احمر کا نام جگمگا رہا تھا۔

"ہو سکتا ہے لکھا ہو کہ مذاق کر رہا تھا۔ "دھڑکتے دل کے ساتھ ضویا نے پھر سے قسمت کو آزمایا تھا۔

"جب میری اس لڑکی سے ملاقات ہوئی تو ہمارا نکاح طے پا چکا تھا میں کچھ نہیں کر پایا اب میں اسے بھول نہیں پا رہا۔ "!ضویا کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا تھا اس سے پہلے کہ وہ موبائل دیوار پہ دے مارتی زوار کا میسج دیکھ کر وہ پھر سے رک گئی تھی۔

"آئی ایم سوری ضویا ہماری لڑائی میں آپ آ گئیں یہ میسجز کرنے کے لیے میں نے ہی احمر کو کہا تھا۔ آپ کو دکھ پہنچا میں معذرت خواہ ہوں میں نے آپ کو سب سچ بتا دیا ہے آپ یہ بات احمر سے مت کہئے گا اس سے بدلہ لینا ہے آپ نے اس کو مرمت کی اشد ضورت ہے اپنی محبت کو پا کر دوسروں کی محبت کو مذاق سمجھنے لگا ہے۔ "ضویا نے حیرت سے زوار کا میسج پڑھا تھا۔ اسے احمر پر شدید غصہ تھا اور یہ غصہ زوار کا میسج پڑھ کہ بھی کم نہیں ہوا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"کیا بات ہے شائستہ بیگم آپ رو کیوں رہی ہیں۔ "سیف صاحب کمرے میں آئے تو بیگم کو روتا پا کر پریشان ہو اٹھے۔

"آپ کو کیا مطلب ہو سکتا ہے میری پریشانی سے۔ "شائستہ بیگم نے آنسو صاف کرتے ہوئے بے مروتی سے کہا۔

"آپ بیوی ہیں ہماری ہمیں آپ کی پریشانی سے مطلب نہیں ہو گا تو اور کسے ہو گا۔"

آپ کے پاس حل بھی تو نہیں ہے۔ "وہ رخ ان کی طرف کرتے ہوئے بولیں۔

"آپ پریشانی بتائیں۔ "

"شہلا اور فاروق نے حسن کے لیے روزی کا ہاتھ مانگا ہے۔ "شائستہ بیگم نے اپنے پلان پر عمل کرنا شروع کیا۔

"تو جیسا تم مناسب سمجھو۔ "سیف صاحب کا لہجہ سخت تھا۔

"میں نے انکار کر دیا ہے ایک بیٹی کی بے عزتی کروا کر دوسری کو وہاں بیاہ دیں اتنے برے دن بھی نہیں آئے۔ " شائستہ بیگم نے نخوت سے کہا سیف صاحب نے سکھ کا سانس لیا۔

"یہی بات تھی یا کچھ اور۔ "سیف الدین نے ٹھنڈا سانس بھرا۔

"فیضی بہت پریشان ہے۔ جب سے عروش کے لیے رشتہ آیا ہے۔ "شائستہ بیگم نے تمہید باندھنا شروع کی۔

"وہ کیوں پریشان ہے اس کا کیا لینا دینا اس سب سے۔ "سیف صاحب نے حیرت سے بیگم کو دیکھا۔

"میں نے بھی یہی پوچھا تھا کہنے لگا کہ۔ "!وہ کہتے کہتے رک گئیں۔

"کیا کہنے لگا۔ "سیف صاحب کو عجیب سی بے چینی ہونے لگی۔

"ایک بات تو طے ہے۔ زارا کے ابا عروش کی بات جہاں چلی سوال اٹھیں گے جب انہیں اصلیت پتہ چلی کوئی بھی رشتہ نہیں کرے گا۔"

"تم کہنا کیا چاہتی ہو کھل کے کہو۔ "سیف صاحب غصے سے گویا ہوئے۔

"یہی کہ فیضی عروش سے محبت کرتا ہے بچپن سے۔ میں نے بہت سمجھایا کہ بیٹا باز آ جاؤ تمہارے ابا ایسا نہیں ہونے دیں گے۔ مگر جوان خون ہے جوش میں آ گیا کہتا ہے خودکشی کر لوں گا۔ "شائستہ بیگم پھر سے رونے لگیں۔ سیف صاحب ان کی بات سن کر سکتے میں آ گئے تھے۔ عروش کے لیے ایسا تو کبھی نہیں سوچا تھا انہوں نے۔

"سنیں شائستہ ! یہاں صرف فیضان کی پسند نہیں چلے گی۔ میں نے عروش کے لیے کبھی اس گھر کا نہیں سوچا۔ اگر

سوچتا تو سفیان میں کوئی برائی نہیں تھی آئندہ نہ ہو یہ بات۔ "وہ غصے سے کہتے کروٹ بدل کر لیٹ گئے۔شائستہ اپنے پلان کی ناکامی پر جلتی کڑھتی ان کے برابر لیٹ گئیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"تو ٹھیک ہے مجھے طلاق دے دو ابھی اتنی دیر نہیں ہوئی اور اس سے شادی کر لو۔! مجھے کوئی اعتراض نہیں مجھ سے طوفانی محبت تمہیں ہوئی تھی مجھے نہیں۔ "ضویا کے سر سے غصے کا بھوت اترا تو اب وہ احمر کو مزہ چکھانے کہ موڈ میں آچکی تھی۔اس نے تو اسکی جان ہی نکال دی تھی۔

"ارے کیسی باتیں کر رہی ہو تمہیں کیسے چھوڑ سکتا ہوں۔ "!فوراً جواب آیا تھا۔

"کل میرا وکیل تم سے ملے گا۔چاہوں تو طلاق دے دو ورنہ بات کورٹ تک جائے گی۔ "ضویا نے اسے جلانے کی پوری پوری ٹھان لی تھی

"تم سے اپنے ایک ایک آنسو کا حساب لوں گی احمرررر۔ "ضویا نے دانت پیسے۔

"میں نے اسے چھوڑ دیا ہے جانو وہ تو وقتی اٹریکشن تھی بس عشق تو تم ہو میرا۔ "احمر جل بن مچھلی کی طرح تڑپ رہا تھا۔

"جھوٹ مت بولو مکار انسان میں بہت اچھی طرح جانتی ہوں تم جسوں کو۔!(لائیاں کیتے تے نبھائیاں کیتے) " ضویا نے آگ پہ پٹرول چھڑکا۔

"تمہاری قسم ضویا میں نے جو بھی کہا وہ سب جھوٹ تھا۔ "وہ سب میں نے زوار کے کہنے پر کہا تھا۔احمر نے زوار سے کیا وعدہ توڑ کر ضویا کو سچائی بتائی۔

"ہو سکتا ہے تم اب جھوٹ بول رہے ہو۔اس معصوم آدمی کا کیا قصور۔ "ضویا نے بات سرے سے ہی ختم کر دی۔

"معصوم آدمی۔ "احمر جل کر خاک ہو گیا۔

"اسی معصوم مکار انسان کی وجہ سے میں پھنسا ہوں۔ "احمر نے رونے والے دو تین ایموجیز بھیجتے ہوئے دہائی دی۔

"تمہارے جرم کی کوئی معافی نہیں ہے۔بے وفاؤں کے لیے موت سے کم کی سزا نہیں ہونی چاہیے میں تو بس طلاق لے رہی ہوں۔اور دوبارہ میسج مت کرنا اب کورٹ میں ملیں گے۔ "ضویا نے مسکراتے ہوئے میسج کیا وہ فون سائیڈ پہ رکھ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

سر میں اب بھی درد تھا اک پل کے لیے اسے لگا تھا کہ وہ عرش سے فرش پہ آگئی ہے۔ آسمان سے زمین تک کا سفر

کبھی بھی آسان اور دلکش نہیں ہوتا وہ کٹی پتنگ کی طرح گری تھی۔ مگر کسی درخت میں اٹک گئی تھی۔ اس سہارے کے لیے وہ اس درخت کی مشکور تھی۔ پر اب اس نے ڈور کھینچنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اب احمر کو اللہ ہی بچائے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"اماں حلیمہ نے عروش کے لیے کوئی بھی رشتہ لانے سے انکار کر دیا ہے۔ "اگلی صبح شائستہ بیگم پھر سیف صاحب کے سر ہوئیں۔ سیف صاحب ناشتے کہ بعد بیٹھے چائے پینے اور اخبار دیکھنے میں مصروف تھے۔

"تو نہ لائیں۔ میری بیٹی کو کمی نہیں ہے رشتوں کی۔ "سیف صاحب نے ٹکا سا جواب دیا۔

"کیسے ڈھونڈیں گے۔ "وہ کمر پہ ہاتھ رکھے بولیں۔

"کیا فکر پڑ گئی ہے تمہیں اس کی پہلے زارا اور سیف کی شادی تو ہو لینے دو۔ "وہ جھنجلائے۔

"کچھ دن ہی رہتے ہیں سوچا تھا منگنی کر دوں لوگوں کی باتیں نہ سننی پڑیں۔"

"تم فکر نہ کرو میں دیکھ لوں گا لوگوں کو اور خود ڈھونڈ لوں گا اسکا رشتہ۔ "وہ کہہ کر اخبار پڑھنے لگے۔

"ٹھیک ہے خود ڈھونڈ لیں۔ "شائستہ بیگم غصے سے کہہ کر وہاں سے چلی گئیں۔

وہ بہت پریشان تھے۔ واقعی ہی جو بھی سنے گا کوئی نہیں مانے گا کیسے ہو گی شادی عروش کی آخری سال تھا اسکی پڑھائی کا وہ اخبار ایک طرف رکھ کر سوچ میں ڈوب گئے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

عروش یونیورسٹی گئی تو ہمیشہ لیٹ آنے والی ضویا پہلے ہی پہنچی ہوئی تھی۔

"ارے آج سورج کہاں سے نکلا۔ "عروش نے خوشی سے کہتے ہوئے اسے گلے لگایا ضویا کا موڈ کافی آف تھا۔

"کیا بات ہے بی بنو آج اتنی خاموشی خیریت ہے گھر والوں سے لڑ کر آئی ہو۔ "عروش نے اسے چھیڑا۔

"تم سنو گی ناں تو تمہیں بھی بہت غصہ آئے گا۔ "ضویا نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"چلو بتا دو پھر مل کہ غصہ کسی تیسرے پہ نکالیں گے۔ "عروش نے مزے سے کہا۔

"کل احمر نے مجھے میسجز کئے تھے۔ "ضویا نے ڈرامائی انداز میں بتانا شروع کیا۔

"ہاں تو وہ تمہیں ہی میسجز کریں گے تمہارے پڑوسیوں کو تو نہیں۔ "عروش نے اس کی عقل کو کوسا۔

"پاگل پوری بات سنو۔ "ضویا نے جھنجلا کر اسے ٹوکا۔

"ہاں بولو۔ "عروش ہمہ تن گوش ہوئی۔ ضویا نے اسے پورا قصہ کہہ سنایا ثبوت کے طور پر زوار اور احمر کے میسجز

دیکھائے۔

"پھر تو اصل قصور وار زوار ہوا۔ "عروش نے بات مکمل ہونے کے بعد اپنا فیصلہ سنایا۔

"مگر چھوڑوں گی میں احمر کو بھی نہیں۔ "ضویا نے دانت پیسے۔

"بالکل ان دونوں کو سبق سکھانا بہت ضروری ہے۔ "عروش کو پہلے ہی زوار پہ خاصا غصہ تھا اب تو پھر موقع تھا۔

"بتاؤ کیا کیا جائے پھر۔ "ضویا نے سوالیہ نظروں سے عروش کی جانب دیکھا۔

"میں کیا کہہ سکتی ہوں۔ یہ موقع خود وقت دے گا ہمیں ڈونٹ وری۔ "عروش نے مسکرا کر کہا۔

"آج بہت پر سکون ہو کے جانا نہیں ضویا کے پاس۔ "زوار کا انداز چڑانے والا تھا۔

"اب شاید ضرورت نہیں رہی۔ "احمر نے افسردگی سے کہا۔

"کیوں محبت ختم ہو گئی ہے کیا۔ "زوار ہنسا۔

"نہیں بلکہ اور شدت اختیار کر گئی ہے۔ "احمر نے منہ بنایا۔

"ضرورت کیوں نہیں رہی۔ "زوار نے ابرا چکائے۔

"وہ خلع کا نوٹس بھیجنے والی ہے۔ "احمر کے لہجے میں دکھ بول رہا تھا۔

"کیا کہہ رہے ہو یار۔ "زوار حیران ہوا۔

"یہی سچ ہے۔ تم یہی چاہتے تھے۔ اب ہو رہا ہے خوش ہو جاؤ۔ "وہ ناراضگی سے کہتا وہاں سے چلا گیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"ارے ذوالفقار تم یہاں کیسے یار۔ "سیف صاحب اپنے دوست کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے تھے۔

"بس یہاں کسی کام سے آیا تھا۔ سوچا ملتا چلوں تم سے۔ "وہ مسکرا کر کہتے سامنے رکھی کرسی پر بیٹھ گئے۔

"بہت اچھا کیا۔ مجھے کام بھی تھا تم سے ایک۔ "سیف صاحب نے ہنستے ہوئے کہا۔

"یار تم حکم کرو۔ میں جو کر سکا کرونگا تمہارے لیے اور سیف الدین پہلی بار تو مجھے کام بتائے گا۔ "ذولفقار صاحب نے ہنستے ہوئے ہی جواب دیا۔

"پہلے کوئی چائے کافی۔ "سیف صاحب نے آداب میزبانی نبھایا وہ ان کے شوروم پر کافی عرصے بعد آئے تھے۔

"نہیں بس گاڑی کا آڈر بک کروانا تھا۔ فہد کے پیپرز ہونے والے ہیں پاس ہو گا۔ تو گاڑی گفٹ کرونگا۔ ایک ہی تو بیٹا ہے سوچا قسطوں پہ لے لوں تب تک پیسے چکا دوں گا۔ "انہوں نے ان کے پاس آنے کی تفصیل بتائی۔

"یہ تو بہت اچھی بات ہے۔ عروش بھی اسی سال اپنا MBA مکمل کرنے والی ہے۔ "سیف صاحب نے فخریہ بتایا۔

"ہاں ماشاء اللہ بڑی ذہین اور قابل بچی ہے۔ "ذولفقار صاحب کے لہجے میں اس کے لیے محبت تھی۔

"یار لڑکی والے ایسی بات کرتے تو نہیں مگر ہو سکے تو عروش کے لیے کسی کا رشتہ ڈھونڈوں۔ ہو سکے تو فہد سے ہی بات کرو نہیں تو کسی اور سے اور سب کچھ سچ سچ بتانا انہیں اگر آنا چاہیں تو لے آنا۔ "سیف صاحب نے نظریں جھکا کر اٹکتے ہوئے بات مکمل کی۔

"تم فکر نہ کر اللہ سب بہتر کرے گا میں فہد سے بات کر کے کل ہی تمہیں بتاتا ہوں۔ "ذولفقار صاحب نے کھلے دل کا مظاہرہ کیا۔

"بہت شکریہ میرے دوست۔ "سیف صاحب نے خوشی سے بھرپور لہجے میں کہا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"تمہارے ابا نے صاف انکار کر دیا ہے کہتے ہیں خود ڈھونڈ لوں گا رشتہ۔ اب تمہیں جو کرنا ہے کرو۔ "شائستہ بیگم غصے میں تھیں۔

"ایسے کیسے انکار کر دیا آپ منا سکتی تھیں۔ "فیضی نے بے واراری سے کہا۔

"عروش کے معاملے میں تو وہ اپنی ماں کی نہیں سنتے تمہاری ماں کی خاک سنیں گے۔ "وہ منہ بنا کر بولیں۔

"ٹھیک ہے میں خود بات کر لوں گا دیکھتا ہوں کیسے نہیں مانتے۔ "وہ غصے سے بولا۔

"کس سے کیا بات کرنی ہے۔ کوئی مجھے بتائے گا۔ "سیف صاحب نے ان کی آخری بات سنی تھی۔ اس لیے مداخلت کی۔

"ابا میں عروش سے محبت کرتا ہوں۔ "فیضی نے سر جھکائے کہا۔

"ہاں میاں تو کرتے رہو۔ "!انہوں نے لاپروائی سے کہا۔

"اس سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔ "وہ سر جھکائے برہمی سے بولا۔

"یہ نہیں ہو سکتا ایسا سوچنا بھی مت۔ "سیف صاحب نے غصے سے کہا۔

"میں خودکشی کر لوں گا اگر وہ مجھے نہ ملی تو۔ "!فیضی نے جذباتی لہجے میں کہا۔

"تم چاہے کچھ بھی کرتے پھرو مجھے پرواہ نہیں۔ "سیف صاحب کا لہجہ اٹل تھا۔ فیضی غصے میں باہر چلا گیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"ضویا یار پلیز ایک بار معاف کر دو۔ اتنا بڑا فیصلہ مت کرو ہمیشہ کے لیے الگ ہو گئے تو کچھ ہاتھ نہیں آئے گا ہمارے۔ "احمر اب منتوں پہ اترا ہوا تھا۔

"میں بس فیصلہ کر چکی ہوں۔ بس گھر والوں سے بات کر لوں پھر فائنل بتا دوں گی۔ "ضویا نے اسے ریپلائے کر کے موبائل سائیڈ پہ رکھ دیا تھا۔

"تم گھر والوں کو کیوں بیچ میں لا رہی ہو۔ ہم خود حل کر لیتے ہیں اس مسئلے کو۔ "احمر نے تڑپ کر کہا۔ ضویا نے ایک نظر میسج دیکھا موبائل سائیڈ پہ رکھا اور اپنے نوٹس بنانے لگی۔

"زوار یار بہت برا پھنسایا ہے تم نے مجھے۔ "جب کافی دیر ضویا کا کوئی اور ریپلائی نہیں آیا تو وہ زوار کے سر ہوا۔

"تمہاری قسمت ہی بہت بری ہے احمر۔ میں نے کچھ بھی نہیں کیا۔ "زوار نے صاف اپنا دامن بچایا۔

"ہاں ٹھیک ہے بہت بری ہے قسمت میری اب تم مجھے یہ بتاؤ کہ تم عروش کو کب پرپوز کر رہے ہو۔ اس سے پہلے کہ اس کے لیے کوئی اور رشتہ آئے تم پہل کر دو۔ "احمر نے اسکی توجہ اسکے مسئلے کی جانب مبذول کروائی۔

"ابھی مزاج یار کچھ برہم ہے۔ ایک دو دن میں ان شاء اللہ کہہ دوں گا۔ پھر جو ہوا دیکھی جائے گی۔ "زوار نے مستحکم لہجے میں کہا۔

"اللہ تیری حفاظت کرے۔ "احمر نے دل سے دعا دی۔

"کیوں میں جنگ پہ جا رہا ہوں۔ "زوار نے اسے گھورا۔

"یہ کسی جنگ سے کم والی سچویشن بھی نہیں ہے۔ "احمر نے اسکے کندھے پہ تھپکی دی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

ذوالفقار صاحب اگلے روز پھر سے سیف صاحب کے شوروم پہ گئے تھے۔

"ہاں یار بہت انتظار تھا مجھے تمہارا۔ بتاؤ کیا خبر لائے ہو۔ "سیف صاحب نے خوشدلی سے ان کا خیر مقدم کیا۔

"یار میں بہت شرمندہ ہوں فہد سے بات کی تھی کہنے لگا خوش قسمت ہو گا وہ شخص جس کی شادی عروش سے ہو گی میں کسی اور سے محبت کرتا ہوں اور اس لڑکی کے بارے میں عروش اچھی طرح جانتی ہے۔ "ذوالفقار صاحب کا انداز کچھ شرمندہ سا تھا۔

"کوئی بات نہیں۔ "سیف صاحب نے بڑے دل کا ثبوت دیتے ہوئے انکے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا۔

"یار اگر تمہیں ہم سے رشتہ جوڑنا ہی ہے تو روزینہ فہد کو دے دو کیونکہ وہ جس لڑکی کا عروش کو بتا چکا ہے وہ روزی

بیٹی ہی ہے۔ "ذولفقار صاحب نے اپنے دوسرے ہاتھ سے انکا ہاتھ تھپکا۔

"بس یار یہ قسمت کے کھیل ہیں۔ "سیف صاحب بجھے دل سے مسکرا دیئے۔

"پھر میں ہاں سمجھوں۔ "ذلفقار صاحب نے آس بھری نظروں سے انکی جانب دیکھا۔

"یار ابھی کیا کہہ سکتا ہوں گھر بات کرونگا سوچ کر جواب دوں گا۔ "سیف صاحب کا انداز الجھا ہوا تھا۔

"میں نے اپنے جاننے والوں سے بھی بات کی تھی یار۔ جس جس نے سنا بس خاموش ہو گیا۔ اگر فہد مان جاتا مجھے تو کوئی اعتراض نہیں تھا۔ "ذولفقار صاحب نے موضوع پھر سے عروش کی جانب موڑا سیف صاحب بس لب بھینچ کر رہ گئے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

عروش گھر میں داخل ہوئی تو اسے غیر معمولی پن کا احساس ہوا تھا۔ معمول سے زیادہ خاموشی پا کر وہ حیران ہوتی سیدھی کچن میں گئی۔ زارا وہاں چیئر پہ بیٹھی زوار و قطار رو رہی تھی۔

"کیا ہوا زارا آپی۔ "عروش پریشانی سے کہتی اس کے قریب بیٹھ گئی۔

"عروش دعا کرو فیضی کو کچھ نہ ہو۔ "زارا نے روتے ہوئے سر اس کے شانے پر رکھا۔

"کیا ہوا فیضی کو۔؟ "عروش نے اس کا سر سہلاتے ہوئے پریشانی سے پوچھا۔

"اس نے خودکشی کی کوشش کی ہے۔ "!زارا نے ہچکیوں کے درمیان اسے بتایا۔

"کیا کہہ رہی ہو تم۔ "سیف صاحب جو ابھی ابھی شوروم سے گھر آئے تھے۔ ان کی آواز پر سیدھا کچن میں چلے آئے تھے۔ زارا کی بات سن کر انہوں نے دل تھام لیا۔

"ابا۔ "!زارا بھاگتے ہوئے آ کر ان کے سینے سے لگ گئی۔

"مجھے فون۔ کیوں نہیں کیا۔! کہاں ہے فیضی۔ "سیف صاحب کی آواز انجانے خدشات سے لرز رہی تھی۔ ان کا لخت جگر زندگی اور موت کی کشمکش میں تھا۔

"سیفی بھائی لے گئے ہیں ہسپتال۔ امی نے کہا آپ کو کچھ نہ بتاؤں۔ "زارا نے آنسوؤں صاف کرتے ہوئے کہا۔

"کچھ نہیں ہو گا اسے میں پتہ کرتا ہوں۔ "وہ اس کا سر تھپکتے ہوئے واپس چلے گئے۔

سیفی کو فون کر کے ہسپتال کا پتہ کیا۔ وہاں پہنچے تو شائستہ بیگم کا رو رو کر برا حال روزی ان کو سنبھال رہی تھی خود بھی پریشان تھی۔

"کیا ہوا اسے کیوں کیا اس نے ایسا ڈاکٹرز کیا کہتے ہیں۔؟ "سیف صاحب نے آتے ہی کئی سوال پوچھ ڈالے تھے۔

"آپ تو خاموش ہی رہیں یہ سب آپ کی وجہ سے ہوا ہے۔ کیسے جوان بیٹے کو منہ بھر کے کہہ دیا کہ جاو میاں مرو یا جیو ہماری بلا اب کیا لینے آئے ہیں۔ "شائستہ بیگم تو انہیں دیکھتے ہی شروع ہو گئیں تھیں۔

"امی کیا کر رہی ہیں ہسپتال ہے یہ۔ "سیفی نے ان کے کندھے پہ ہاتھ رکھ کر انہیں کول ڈوان کرنے کی کوشش کی۔

"ارے کیا جاتا ان کا جو یہ میرے بیٹے کی مان لیتے۔ مر جائے گا تب انہیں سکون ملے گا۔ "وہ دوپٹہ منہ پہ رکھ کر پھپھک پھپھک کر رو دیں۔ سیف صاحب وہیں سر تھام کر بیٹھ گئے۔

"زارا آپی پانی پئیں اور پریشان مت ہوں کچھ نہیں ہو گا فیضی۔ "کو عروش خود بھی پریشان تھی۔ مگر زارا کو بھی تسلیاں دے رہی تھی۔

"عروش تم دعا کرو پلیز مجھے بہت فکر ہو رہی ہے۔ "زارا کے آنسو تھم ہی نہیں رہے تھے۔

"ویسے ایسی کیا بات ہو گئی جو نوبت یہاں تک پہنچ گئی۔ "عروش نے کچھ سوچتے ہوئے زارا سے پوچھا۔

"مجھے نہیں پتہ۔ "زارا نے نظریں چرا لیں تھیں۔ عروش نے غور نہیں کیا اس لیے زیادہ اصرار نہیں کیا اور مان لیا کہ اسکی طرح وہ بھی لاعلم ہے۔

سیف صاحب کچھ گھنٹوں بعد گھر آ گئے تھے۔ فیضی کی حالت اب خطرے سے باہر تھی۔ اس نے اپنی کلائی کاٹ لی تھی خون زیادہ بہنے کی وجہ سے وہ بے ہوش ہو گیا تھا۔ روزی اسے جگانے گئی تو اسے اوندھے منہ فرش پہ لیٹے دیکھ کر چیختی ہوئی سیفی کے پاس پہنچی۔ وہ اسے لے کر ہسپتال چلا گیا کل تک اسے ڈسچارج کر دیا جاتا۔ اس لیے روزی شائستہ بیگم اور سیف صاحب گھر واپس آ گئے تھے۔ سیفی فیضی کے پاس ہی رکنے والا تھا۔

"ابا اب کیسا ہے فیضی۔ "عروش نے ان تینوں کو باری باری دیکھتے ہوئے سیف صاحب سے پوچھا۔

"اب خطرے سے باہر ہے۔ "عجیب شکستہ سا انداز تھا۔

شائستہ بیگم نے ایک غیض بھری نگاہ اس پر ڈالی اور اٹھ کر چلی گئیں روزی نے بھی ان کی پیروی کی تھی۔

عروش اس انداز پر پریشان ہوتی اپنے کمرے میں چلی گئی۔ سیف صاحب کافی دیر وہاں بیٹھے کچھ سوچتے رہے اور پھر اٹھ کر چل دیئے رخ عروش کے کمرے کی جانب تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

'یار زوار مجھے تو پھنسا دیا تو نے۔ آج سارا دن یونی میں بھی اس سے ملاقات نہیں ہوئی اور اب محترمہ کا نمبر بھی بند ہے۔ "احمر کا موڈ آج پورا دن ہی خراب رہا تھا۔ اس خوبصورت اور سہانی شام نے بھی اس پر کوئی اچھا اثر نہیں ڈالا تھا۔

"تم پلیز اس ٹینشن کو تھوڑی دیر مجھ سے دور رکھو۔ میں یہاں ریلکس کرنے آیا ہوں تمہاری بکواس سننے نہیں۔ " زوار نے بے زاریت سے کہا۔

"ریلکس کرنے کے لیے تمہیں پورے لاہور میں یہ شاہی قلعہ ہی ملا تھا یہ کونسی جگہ ہے ریلکس کرنے کی۔ "احمر نے جل کر کہا۔ وہ ایک قدرے خاموش اور پر سکون گوشے میں بیٹھے تھے یہاں لوگوں کا رش نہ ہونے کے برابر تھا شام کا وقت ٹھنڈی ہوا زوار بہت پر سکون محسوس کر رہا تھا خود کو۔

"مجھے یہ جگہ پر سکی بہت پسند ہے۔ اس لیے مجھے یہاں آنا اچھا لگتا ہے تمہیں نہیں پسند تم چلے جاؤ۔ "زوار نے بالکل مروت نہیں نبھائی۔

"تم مجھے زمانہ قدیم کے لگتے بھی ہو اسی لیے تمہیں یہ کھنڈر پسند ہیں۔ "احمر نے منہ بنا کر کہا۔

"دیکھنے والی آنکھ ہونی چاہیے خوبصورتی ہر جگہ ہوتی ہے۔ "زوار نے دیوار سے ٹیک لگاتے ہوئے بغور دیواروں کا جائزہ لیا۔

"ہاں میرے بھائی مان لیا۔ ویسے بادشاہوں کے ٹھاٹھ تھے خیر چھوڑو اٹھو اب چلتے ہیں مجھے ضویا کے گھر بھی جانا ہے۔ "احمر نے اسے بازو سے پکڑ کر اٹھایا۔ وہ چپ چاپ اس کے ساتھ چلنے لگا مغرب کی اذان شروع ہوئی تو وہ لوگ قلعہ کے درازے سے باہر نکل رہے تھے۔

"یار سن یہاں آئے ہی تو نماز پڑھ کے چلتے ہیں۔ "زوار کا رخ بادشاہی مسجد کی جانب تھا احمر انکار نہیں کر سکا۔ ان دونوں نے وضو کے بعد نماز ادا کی اور دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔ احمر اپنی دعا ختم کر کے کافی دیر زوار کو دیکھتا رہا تھا وہ بس آنکھیں بند کیئیے ہاتھ اٹھائے خاموش بیٹھا تھا۔

"زوار کیا بات ہے آج تم بہت الجھے الجھے ہو کوئی بات ہوئی ہے کیا "!احمر سے رہا نہیں گیا تو اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھ کر اسے اپنی جانب متوجہ کیا۔ زوار نے چونک کر اسے دیکھا پھر ہاتھ چہرے پر پھر کر مسکرا دیا۔

"کوئی بات نہیں ہوئی بس دل کچھ بے چین سا ہے ایسے جیسے کچھ ہونے والا ہے یا کچھ کھونے والا ہے۔"اس نے کھونے پہ زور دیا تھا۔

"اکثر شام میں دل اداس ہو جاتا ہے اس کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ کچھ ہونے والا ہے۔ "احمر نے اسکا کندھا تھپک

کر تسلی دی۔

"اللہ کرے میرا وہم ہی ہو۔ "زوار مسکراتے ہوئے خود کو تسلی دی۔

"بتاؤ کیا مانگ رہے تھے۔ "احمر کا انداز ذو معنی تھا۔

"میں اتنی دیر یہی سوچتا رہا کہ کیا مانگوں اللہ نے اتنا کچھ بنا مانگے مجھے عطا کیا اور میں کتنا برا ہوں کہ کبھی شکر تک ادا نہیں کیا۔اس لیے پہلے معافی مانگی پھر شکر ادا کیا اور پھر۔ "وہ کہتے کہتے خاموش ہو گیا۔

احمر ہمہ تن گوش تھا۔اس نے پھر سے کہنا شروع کیا۔

"پھر التجا کی کہ مجھ سے میری کوئی بہت عزیز چیز نہ چھیننا۔ مگر احمر آجکل جس چیز کے چھن جانے کا خوف مجھ پر سوار ہے میں اسے کھونا نہیں چاہتا۔ میں اتنا جنونی تو کبھی نہیں ہوا پر اب پتہ نہیں یہ جنون بڑھتا جا رہا ہے۔ لگتا ہے زندگی ختم ہو جائے گی ایسا کیوں ہو رہا ہے۔ "اس وقت احمر کو زوار بہت بے بس دیکھائی دے رہا تھا۔

"ایک حل ہے۔ "!احمر نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"کیا؟_زوار نے آس بھر نظروں سے اسکی جانب دیکھا۔

"تم اسے سب کچھ بتا دو! یار پار اتر جاؤ گے یا ڈوب جاؤ گے یہ درمیان والی سچویشن ختم ہو جائے گی۔ "احمر نے آسان سا حل پیش کیا۔

"اگر اس نے انکار کر دیا۔"زوار کے لہجے میں پریشانی تھی۔

"وہ مان بھی تو سکتی ہے دیکھ پہلے میں بھی نہیں چاہتا تھا کہ تم اس کی طرف راغب ہو۔ مگر تمہاری حالت دیکھ کر لگ رہا ہے اور چار دن اس طرح رہا تو تم قیس کی طرح کپڑے پھاڑ کر لیلی لیلی پکارتے ہوئے جنگلوں میں نکل جاؤ گے۔ "زوار نے اس بات پر اسے زبردست سے گھوری سے نوازا۔

"اس سے بہتر ہے میرے مجنوں اپنی لیلی کو منا لے آخر کو لڑکی ہے محبت سے پگھل جائے گی۔ "احمر نے اس کی گھوریوں کو مکمل نظر انداز کرتے ہوئے اپنی بات جاری رکھی۔

"تو ٹھیک ہے میں کل ہی اس سے بات کرتا ہوں۔ "زوار کچھ سوچتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔

"آج میرے یار کل کس نے دیکھی ہے۔ "احمر بھی اسکی تقلید میں اٹھ کھڑا ہوا۔

"چلو ٹھیک ہے آج۔ "زوار اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھ کر مسکرا کر بولا۔

"یہ چیز۔ "!احمر نے اس کے کندھے پہ تھپکی دی۔

"اب یہاں سے مجھے ضویا کے گھر ڈراپ کر و تا کہ میں ہاتھ پیر جوڑ کے اسے منالوں۔ "احمر اس کے ساتھ چلتا ہوا بول رہا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

عروش کمرے میں آکر کچھ لکھنے بیٹھی تھی۔ ذہن عجب انتشار کا شکار تھا۔ عجیب سی بے چینی وہ کاغذ پہ لائین مارتی رہی۔ پھر دراز کھول کر اس میں سے ایک قدرے پرانی اور بوسیدہ سی ڈائری نکالی اور کھول کر پڑھنے لگی۔

"خواب خواہشیں اور خوشیاں
میں نے دیکھی ہیں لاشیں
لاوارث بے آسرا بے سروپا
بکھری ریت کے ساحل پر"

(شاعرہ:زریش مصطفی)

اس نے نظم پڑھتے ہوئے نیچے لکھے نام کو ہاتھ کی پوروں سے چھوا تھا۔ ایک آنسو بے خیالی میں اسکی آنکھ سے ٹوٹ کر اس کاغذ پہ جا گرا۔

"عروش کیا میں اندر آ سکتا ہوں۔؟ "سیف صاحب نے دروازے پہ ناک کرتے ہوئے کہا۔ وہ چونک کر فوراً سیدھی ہوئی اور ڈائری بند کر کے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"آپ کو اجازت کی ضرورت نہیں ہے بابا۔ "وہ مسکرائی۔وہ آکر اسکی رائٹنگ ٹیبل کی چئیر پہ بیٹھ گئے۔وہ بھی ان کے سامنے بیڈ کے کنارے پہ ٹک گئی۔

"کیا بات ہے بابا آپ کچھ پریشان لگ رہے ہیں۔؟ "جب وہ کافی دیر خاموش رہے تو عروش نے گفتگو کا آغاز کیا۔

"ہاں پریشان تو ہوں پر تم ایک سوال کا سچ سچ جواب دینا۔ "وہ اپنے ہاتھوں کو مسلتے ہوئے بولے۔

"جی بابا کہئیے۔ "عروش کا دل نجانے کیوں زور زور سے دھڑک رہا تھا۔

"کوئی میرا مطلب ہے تم کسی۔ "وہ کہتے کہتے خاموش ہو گئے۔

"کھل کے کہیے بابا۔ "عروش نے اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ پر رکھا۔

"تم کسی کو پسند کرتی ہو کیا۔؟ "انہوں نے ایک سانس میں کہہ دیا۔اک لمحے کے لیے دو چمکدار روشن جذبوں سے بھرپور آنکھیں اس کے سامنے آئیں تھیں۔عروش نے اپنا ہاتھ پیچھے ہٹا لیا۔

"نہیں۔ "!وہ کمال صفائی سے جھوٹ بول گئی تھی۔ سیف صاحب نے ایک ٹھنڈا سانس ہوا کے سپرد کیا۔ جیسے کوئی پہاڑ سامنے سے ہٹ گیا ہو۔

"کیا تمہیں لگتا ہے کہ میں تمہارے لیے کوئی غلط فیصلہ کرونگا۔ "یہ دوسرا پہاڑ تھا جیسے وہ ہٹا دینا چاہتے تھے۔

"آپ میرے لیے کبھی کچھ غلط سوچ بھی نہیں سکتے۔ "عروش نے اس کنکر کو ٹھوکر سے ہٹا دیا تھا۔ سیف صاحب کے دل پہ چوٹ پڑی تھی کتنا مان تھا اسے ان پر۔

"عروش مجھے در مکنون کا کیا کبھی گناہ نہیں لگا مگر ان کچھ دنوں میں جس طرح اس گناہ کا احساس لوگوں اور ان کے رویوں نے مجھے دلایا ہے۔ تم وہ سب سہہ نہیں سکتیں جس لڑکی کی ماں گھر سے بھاگ جائے ہمارا معاشرہ کبھی اسکی اولاد کو عزت نہیں دیتا اور دے بھی کیوں اس کا نام نہاد شوہر اس کی ذات کو سوالیہ نشان بنا کر چھوڑ گیا۔ اسی ایک غم کو سینے میں چھپائے دنیا سے چلی گئی۔ "وہ سیف صاحب کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تھے۔ عروش پہ عجیب سکتہ سا طاری ہو گیا تھا۔

"میں نے ہمیشہ چاہا تم اس گھر سے کسی محفوظ جگہ پر جاؤ۔ جہاں تمہیں پیار ملے تحفظ ایک گھر ہونے کا احساس مگر شاید یہ سب تمہارے نصیب میں نہیں۔ اس گھر کے علاوہ شاید ہی کوئی اور گھر تمہیں قبول کرے پناہ دے۔ "وہ بول رہے تھے کیونکے کہ انہیں بولنا تھا وہ سن رہی تھی کیونکے اسے سننا تھا۔

"عروش اب تم مجھے خود غرض سمجھو یا کچھ بھی مگر میں بہت مجبور ہوں۔ فیضی کو مرتا ہوا اور تمہیں ذلیل ہوتا میں نہیں دیکھ سکتا۔ فیضی نے اس بات پہ خودکشی کر لی کیونکہ میں نے اسے کہا تھا کہ میں کسی صورت اسکی شادی تم سے نہیں کرونگا "!عروش نے اس سارے عرصے میں پہلی بار نظر اٹھا کر انہیں دیکھا تھا۔

"مگر کوئی اور ملا ہی نہیں مجھے معاف کر دینا مگر میں فیصلہ کر لیا ہے کہ تمہاری شادی فیضی سے ہو گی۔ وہ سدھر رہا ہے سدھر جائے گا۔ "وہ کہہ کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ وہ یونہی ان کی طرف بے یقینی سے دیکھتی رہی۔ انہوں نے ایک نظر اسکی طرف دیکھا۔ کتنے گلے تھے اسکی آنکھوں میں وہ اس کے سر پر شفقت سے ہاتھ رکھ کر باہر نکل گئے۔ وہ کسی ٹوٹی ہوئی شاخ کی مانند وہیں ڈھے سی گئی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

زوار اسے ضویا کے گھر ڈراپ کر کے گھر واپس آیا تھا۔ کافی دیر وہ انتظار کرتا رہا مگر عروش اسے نظر ہی نہیں آئی۔ زارا سے ملاقات ہوئی تو اس نے اس کی سرخ ہوتی آنکھوں کو دیکھ کر اس کے رونے کا سبب پوچھا۔ فیضی کے بارے میں سن کر وہ بھی کافی حیران و پریشان ہوا تھا۔ مگر پھر زیادہ تفصیل نہیں پوچھی وہاں سے چلا گیا۔

عروش عجیب بے بسی کی حالت میں پڑی چھت کو گھورتی رہی تھی۔ انسان پہ جب بڑی مصیبت آتی ہے تو دو باتیں ہوتیں ہیں یا تو وہ بہت روتا ہے اور واویلا کرتا ہے یا پھر بالکل خاموش ہو جاتا ہے اور قسمت کے لکھے کو قبول کر لیتا ہے ۔اس کے بابا اس کے لیے کوئی غلط فیصلہ نہیں کر سکتے۔ اس مان کو سیف صاحب نے پل میں توڑ دیا تھا اب کچھ بچا ہی نہیں تھا ٹوٹنے کو وہ کس چیز کا ماتم کرتی۔ اس لیے اٹھ کر کمرے سے باہر آگئی اس نے زوار خو اوپر جاتے دیکھا تھا اس کے اندر ایک شدید غصے کی لہر دوڑ گئی۔ وہ ضبط کرتی کچن میں چلی گئی۔

کچن میں رکھی بہت ساری مٹھائی کو دیکھ کر وہ سمجھ گئی تھی کہ معاملہ تو بہت پہلے ہی طے پا چکا تھا۔ بابا آپکو اتنا مان تھا مجھ پر کہ میں انکار نہیں کرونگی تو ایسا کیوں کیا آپ نے میرے ساتھ اک ہوک سی اٹھی تھی۔

"یہ مٹھائی کس لیے۔ "عروش کا انداز سرسری تھا۔

"فیضی کے صحت یاب ہونے کی خوشی میں منگوائی ہے۔ صبح محلے میں بانٹنی ہے۔ "زارا نے نظریں چراتے ہوئے کہا۔ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ پھوٹ پھوٹ کر روئے مگر وہ اپنا تماشہ نہیں بنوانا چاہتی تھی۔

عروش نے فریج سے ٹھنڈے پانی کی بوتل نکالی اور گلاس میں انڈیل کر گلاس ایک سانس میں ختم کر دیا۔ اندر جیسے آگ لگی ہوئی تھی۔ جس شخص کی وہ شکل دیکھنے کی روادار نہیں تھی وہ اسکا جیون ساتھی چن لیا گیا تھا۔ اس نے گلاس زور سے سلیب پہ پٹخا۔ زارا نے مڑ کر اسے دیکھا مگر کہا کچھ نہیں اور کچن سے باہر چلی گئی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"ضویا جس کی چاہے قسم لے لو میں مذاق کر رہا تھا بس ایک بار معاف کر دو دوبارہ ایسی غلطی ہوئی تو جو چور کی سزا وہ میری۔ "احمر اس کے گھر پہ تھا ایک گھنٹہ ضویا نے اسے انتظار کروایا تھا۔ ملی بھی تو مزاج برہم تھا اور گھنٹہ بھر سے منتیں کروا رہی تھی۔

"تم انتہائی جھوٹے اور فریبی انسان ہو تم پہ بھروسہ کرنا میری سب سے بڑی غلطی تھی۔ "ضویا نے غصے سے کہا۔

"ایک بار معافی تو deserve کرتا ہوں پھر غلطی ہو تو بے شک معاف مت کرنا۔"احمر نے دونوں ہاتھ اس کے سامنے جوڑ رکھے تھے۔

"تمہیں معاف تو کر دیتی ہوں مگر یاد رہے پہلی اور آخری بار۔ "آخر ضویا کو اس پر ترس آ ہی گیا تھا۔

"Thank u soo Much my love"

احمر تو خوشی سے اچھل ہی پڑا تھا

"بس زیادہ excited ہونے کی ضرورت نہیں۔ "ضویا نے اسے فوراً ٹوکا

"دو دن سے میری جان سولی پہ لٹکا رکھی تھی تم نے۔ "احمر نے اسکا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔

"ان دو میسنجرز نے جو اذیت مجھے دی ہے اس کے بارے میں تم سوچ بھی نہیں سکتے۔ "ضویا نے اپنا ہاتھ واپس کھینچا۔

"اب بھول بھی جاؤ۔ "احمر نے لاڈ سے کہا۔

"سیو کیئے ہوئے ہیں کبھی بھی ضرورت پڑ سکتی ہے۔"ضویا نے آنکھیں دیکھائیں۔

"یا اللہ "!احمر نے سر پیٹ لیا۔

"اچھا سنو ایک بات بتانا تو بھول ہی گیا "!احمر نے اپنے سر پہ ہاتھ مارتے ہوئے excitement سے کہا۔

"کیا؟ "ضویا نے سوالیہ نظروں سے اسکی جانب دیکھا

"زوار آج عروش کو پرپوز کرنے والا ہے۔ "احمر نے رک رک کر ایک ایک لفظ ادا کیا۔

"کیا واقع ہی۔؟ "ضویا کی آنکھوں میں بے یقینی تھی۔

"بالکل آج رات تم عروش سے اور میں زوار سے رپورٹ لوں گا پھر مل کے ڈسکس کریں گے۔ "وہ مزے سے بولا۔

"مگر تم تو کہتے تھے کہ ایسا نہیں ہونا چاہیے اسکی فیملی نہیں مانے گی۔ "ضویا نے نکتہ اٹھایا۔

"آجکل جو زوار کی حالت ہے اسکے تایا ابا دیکھیں وہ بھی مان جائیں میں تو بس اسے مشکلات سے بچا رہا تھا۔ اب اسے مرنے کا شوق ہے تو میں کیا کر سکتا ہوں۔ "احمر نت کندھے اچکائے۔

"اللہ کرے ان دونوں کی جوڑی بن جائے ویسے ساتھ میں کتنے اچھے لگیں گے۔ "ضویا تصور کرتے ہوئے مسکرائی۔

"ویسے ہم بھی ساتھ میں کافی اچھے لگتے ہیں۔ "احمر نے شرما کر کہا۔

"تمھیں تو ہمیشہ اپنی پڑی رہتی ہے۔ "ضویا نے غصے سے اسے گھورا۔ وہ دونوں گھنٹوں بیٹھے ادھر ادھر کی باتیں کرتے رہے تھے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

زارا کے جانے کہ بعد عروش نے ایک ڈبہ مٹھائی کا اٹھایا اور سیڑھیاں عبور کرتی وہ زوار کے کمرے میں

تھی۔وہ اپنے لیے پسندیدگی کئی بار اسکی آنکھوں میں دیکھ چکی تھی تو کیا وہ بھی اس کی ماں کے ماضی سے گھبرا گیا تھا۔ یا وہ غلط تھی اس کے دل میں اسکے کے لیے کچھ تھا بھی یا نہیں وہ شاید یہی دیکھنے آئی تھی۔تکلیف کی شدت بڑھنے لگی تھی۔زوار بیڈ پہ نیم دراز موبائل میں مگن تھا۔دروازہ کھلا تھا وہ بنا ناک کئے اندر چلی گئی۔

"آپ یہاں۔؟ "غیر متوقع طور پر اسے اپنے کمرے میں دیکھ کر وہ حیران ہوتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا

"ہاں بس یونہی دل چاہا آگئی کیوں نہیں آنا چاہیے تھا۔ "عروش نے اسکی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا

"ارے کیسی باتیں کر رہی ہیں آپ آپ کا اپنا گھر ہے مجھے تو بہت خوشی ہوئی آپ آئیں بیٹھیں۔ "وہ حواس باختہ سا بولا۔وہ مسکراتی ہوئی سامنے رکھے صوفے پہ ٹک گئی۔

"مجھے تو لگا اس دن کے بعد واقع ہی آپ مجھ سے بات نہیں کریں گئیں۔ "وہ دھیرے سے مسکرایا۔

"یہ مٹھائی لائی تھی میں آپ کے لیے۔ "عروش نے بات ہی بدل دی۔

"جی بہت شکریہ۔ "زوار نے ڈبہ اس کے ہاتھ سے تھام لیا

"کھائیں گے نہیں۔ "عروش بس مسلسل مسکرا رہی تھی زوار اب الجھنے لگا۔

"جی کھا لیتے ہیں۔ "اس نے ڈبہ کھولا۔

"پوچھیں گے نہیں کہ کس خوشی میں ہے یہ۔ "عروش کا انداز آج بہت ہٹ کے تھا وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا۔

"فیضی کی صحت یابی کی خوشی میں۔ "اس نے گلاب جامن نکالتے ہوئے لاپرواہی سے کہا۔

"جی نہیں۔ "!وہ ٹانگ پہ ٹانگ جمائے بولی۔

"پھر؟"وہ حیران ہوا۔

"میری منگنی کی خوشی میں۔ "وہ مسکرائی۔گلاب جامن منہ کی طرف لی جاتا زوار کا ہاتھ ہوا میں ہی معلق رہ گیا تھا۔ اس نے اچانک اس کے ہاتھ کی طرف دیکھا۔

"کیا دیکھ رہے ہیں۔ "عروش نے اپنے دونوں ہاتھ اس کے سامنے کیئیے۔"ابھی رسم نہیں ہوئی انگھوٹھی پہنائیں گے تو ضرور دیکھانے آؤں گی۔ "اس نے اپنے ہاتھ واپس نیچے کئے۔

"آپ مذاق کر رہی ہیں ناں۔ "وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

"میرا آپکا مذاق ہے کیا۔ "وہ آبرو اچکا کر بولی۔ زوار نے گردن نفی میں ہلائی۔

"اچھا چلتی ہوں۔ "وہ کہہ کر جانے کے لیے مڑی۔

"کس سے ہوئی ہے منگنی۔ "لفظ ٹوٹ ٹوٹ کر ادا ہوئے تھے۔

"فیضان سے۔ "وہ رکی اور مڑ کر اسے دیکھا۔ مٹھائی کا ٹکڑا اب اس کے قدموں میں گرا ہوا تھا۔ زوار نے بے یقینی سے عروش کو دیکھا تھا۔

"آپ تو بہت بے مروت ہیں نہ مبارک دی نہ مٹھائی کھائی۔ "عروش نے کن آکھیوں سے نیچے گری مٹھائی کی طرف دیکھا۔

"آئی سوری بہت بہت مبارک ہو آپکو۔ مٹھائی میں کھاوں گا ضرور یہ پتہ نہیں کیسے ہاتھ سے گر گئی۔ "وہ شرمندہ ہوتے ہوئے بولا۔

"چلیں پھر ملاقات ہوتی ہے۔ "وہ کہہ کر چلی گئی۔ زوار کا دماغ غصے سے پھٹنے لگا تھا فیضان کے ساتھ ایسا کیسے ہو سکتا ہے۔ زوار نے مٹھائی کا ڈبہ اٹھا کر ڈسٹ بین میں پھینک دیا تھا۔ عروش باہر کھڑی تھی وہ اس سے بالکل انجان تھا۔

وہ جو دیکھنے آئی تھی دیکھ گئی تھی۔ کیسا بزدل شخص تھا دل کی بات تک نہیں کہہ پایا۔!

☆☆☆☆☆☆☆☆

"سیف الدین چلے جاو میرے کمرے سے مجھے تم سے کوئی بات نہیں کرنی۔ "رشیدہ بیگم نے سیف صاحب سے سارا ماجرا سنا تو آگ بگولہ ہو گئیں

"اماں بات کو سمجھنے کی کوشش کریں۔"

"سمجھ لی تمہاری بات اور خاموش ہوں لے لو اس غریب مسکین کی آہ مجھے کیا ہے۔ بس جب تک میں زندہ ہوں میرے سامنے مت آنا میں کبھی معاف نہیں کرونگی۔ 'تمھیں وہ شدید غصے میں تھیں۔ وہ چپ چاپ وہاں سے چلے گئے۔

وہ گرینی کے پاس آئی تھی۔ وہ آنکھیں موندے بیڈ سے ٹیک لگائے بیٹھیں تھیں۔

"نانو "!عروش نے انہیں پکارا۔ انہوں نے حیرت سے اسے دیکھا وہ تو کبھی انہیں نانوں نہیں کہتی تھی۔

"وہ سیدھی ہو بیٹھیں۔ "وہ ان کی گود میں سر رکھ کر لیٹ گئی۔

"روکیوں نہیں رہیں تم۔ "رشیدہ بیگم نے اس کے سر پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

"کس لیے روؤں قسمت پہ۔ آخر کب تک بس آج سے خود کو یہ سیکھانا ہے کہ آنسو اندر کیسے اتارتے ہیں۔ خود کو مار کر کیسے جیتے ہیں۔ "عروش نے عجیب بے حسی کی چادر اوڑھ لی تھی۔

"تم نے مجھے آج نانو کیوں کہا۔ "رشیدہ بیگم کو بات کھٹک رہی تھی پوچھ لی۔

"کیونکہ آج مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ سے اصلی رشتہ تو نانی نواسی کا ہے پوتی کا نہیں اور اصلیت جتنی جلدی کھل جائے اتنا اچھا ہے۔ "ٹوٹے کانچ جیسی چبھن تھی اس کے الفاظ میں رشیدہ بیگم کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

"بس کریں نانو ایسے مت روئیں شادی ہو رہی ہے میری اور آپ ہی خوش نہیں ہے۔" وہ ان کے آنسو پونچھنے لگی۔

"بس کر دے عروش میرا کلیجہ پھٹ جائے گا۔ تیرا نصیب ایسا ہو گا کبھی سوچا نہ تھا میں نے۔ "وہ اسے اپنے سینے سے لپٹا کر رونے لگی۔ وہ تو جیسے برف کی سل بن گئی تھی آنسو آنکھوں میں جم سے گئے تھے۔

عروش کی ساری رات آنکھوں میں کٹی تھی۔ وہ چاہ کہ بھی اک پل سو نہیں پائی تھی۔ اگلی صبح یونیورسٹی کے لیے ریڈی ہو کر وہ باہر نکلی تو پہلا سامنا روزینہ سے ہوا۔ اس کے ہاتھ میں ٹرے تھا اور آنکھوں میں اس کے لیے تمسخر وہ اسے دیکھ کر مسکرا دی۔

"سنو "!وہ جانے کے لیے پلٹی جب روزی نے اسے پکارا۔

"یہ سوپ فیضی کو دے دو۔ وہ آج صبح گھر آ گیا ہے۔ "روزی نے ٹرے اسکی طرف بڑھایا۔

"تم خود دے آؤ۔ "عروش نے کہتے ہوئے قدم آگے بڑھائے۔

"اب یہ سب تمہیں ہی کرنا ہے۔ ابھی سے عادت ڈال لو۔ "انداز مذاق اڑاتا ہوا تھا۔ عروش کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔

"جب ضرورت ہو گی میں کر لوں گی۔ ابھی تم بھائی کی خدمت کر لو کچھ نہیں ہو گا۔ "عروش نے کافی تحمل سے جواب دیا اور آگے بڑھ گئی۔ روزی اسکی پشت کو گھورتی فیضی کے کمرے کی جانب چلی گئی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"یہ کیا حرکت تھی فیضی۔ تم اتنے لاپرواہ کیسے ہو سکتے ہو۔ اس چھٹانک بھر کی لڑکی کے لیے تم جان دینے چلے تھے۔ "اب اسکی طبعیت کچھ سنبھلی تو شائستہ بیگم خوب اس کے کان کھینچ رہیں تھیں۔

"اماں فکر نہ کریں بہت احتیاط سے کٹ لگائے تھے۔ بس بے ہوش ہی ہونا تھا میں نے۔ تبھی تو صبح یہ کام کیا کے ہسپتال لے جایا جاؤ "وہ مزے سے بول رہا تھا۔

"پھر بھی ہم سب تو بہت ڈر گئے۔ میری تو مانو جان ہی نکل گئی۔" وہ ابھی تک خوف کے حصار میں تھیں۔

"او میری پیاری اماں یہ ہی تو میں چاہتا تھا کہ ابا بھی ڈر جائیں اور دیکھیں کیسے مان گئے ہیں۔ "وہ وہ ہنستے ہوئے بولا۔

"ہاں واقع ہی بہت پریشان تھے کل۔ پر رات کو انہوں نے بات نہیں کی مجھ سے۔" شائستہ بیگم ان کی خاموشی سے بھی پریشان تھیں۔

"کر لیں گے آخر کب تک ناراض رہیں گے۔ ویسے بھی میں نے انکی لاڈلی کو اتنا پیار دینا ہے کہ انہوں نے ویسے ہی مان جانا ہے۔" وہ خباثت سے ہنسا۔

"چل بے شرم۔" شائستہ نے اس کے کندھے پہ ایک دھموکہ جھڑا۔

"امی۔" وہ کراہ کے رہ گیا۔

"روزی تم اسے سوپ پلاؤ۔ میں ذرا محلے میں مٹھائی بٹوا دوں۔" وہ کہتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئیں۔ روزی ان کی چھوڑی ہوئی جگہ پہ بیٹھ کر فیضی کو سوپ پلانے لگی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

ضویا یونیورسٹی پہنچ کر کافی دیر عروش کا انتظار کرتی رہی۔ جب وہ نہیں آئی تو کلاس لینے چل دی۔ کلاس ختم ہوئی تو ضویا ٹہلتے ہوئے اپنی مخصوص جگہ پہ پہنچی۔ وہاں پہلے سے عروش کو موجود پا کر وہ کھل اٹھی تھی۔

"یار تم اور لیٹ آج تو کمال ہو گیا۔ ویسے مجھے لگا تم نے چھٹی کر لی اس لیے میرا موڈ بھی کافی آف تھا۔ میں بھی گھر جانے کا سوچ رہی تھی۔" ضویا بولتی ہوئی اس کے پاس بیٹھ گئی۔ عروش بس خاموشی سے اسے دیکھتی رہی۔

"کیا بات ہے۔ بہت خاموش ہو سب ٹھیک تو ہے۔" ضویا کے ذہن میں رات احمر کی گئی باتیں گردش کر رہی تھیں۔ تجسس سے مجبور ہو کر پوچھ بیٹھی۔

"کچھ بھی تو نہیں بس یونہی دل نہیں چاہ رہا بولنے کا۔ تم بول تو رہی ہو۔" وہ مسکرا دی۔

"جی بالکل دوسروں کے حصے کا بھی یہ اکیلی بول لیتی ہیں۔" احمر نجانے کب وہاں آیا تھا۔ اس نے بھی گفتگو میں حصہ لیا۔

"تم یہاں کیا کر رہے ہو۔" ضویا نے اسے گھورا۔

"زوار کو ڈھونڈ رہا ہوں۔ صبح سے لے کر اب تک گھر سے لے کر ہر وہ جگہ جہاں ممکن تھا کہ وہ ہو سکتا ہے میں دیکھ چکا ہوں۔ مگر اسکا کچھ پتہ ہی نہیں اوپر سے فون بھی بند ہے۔" احمر خاصا پریشان تھا۔ عروش سر جھکائے اپنے ناخن کھرچتی رہی۔

"کوئی حادثہ نہ ہو گیا ہو۔" ضویا نے ڈرتے ڈرتے کہا۔

"اللہ نہ کرے۔ "عروش کی زبان سے بے ساختہ نکلا تھا۔ احمر اور ضویا نے بیک وقت اسے دیکھا۔

"میرا مطلب ہے کہ فون کی بیٹری ڈیڈ ہو سکتی ہے۔ وہ کسی کام سے بھی جا سکتے ہیں۔ "عروش نے بات کور کرنے کی کوشش کی۔ اسے صبح گھر سے زوار کا جانا یاد آیا۔

"ایسا آج تک نہیں ہوا وہ اپنی مرضی سے کہیں غائب ہے۔ کہاں یہ میں نہیں جانتا۔ لگتا ہے کچھ ہوا ہے کل اس کے ساتھ۔ "احمر کا انداز جتانے والا تھا۔ عروش بس ادھر ادھر دیکھنے لگی۔

"اچھا تم لوگ دعا کرو میں ڈھونڈھتا ہوں اسے۔ "احمر کہہ کر وہاں سے چلا گیا۔ عروش کے دل کو ایک بے چینی سی لاحق ہو گئی تھی۔ جیسے یہ سب اسکی وجہ سے ہوا ہو۔ شاید وہی ذمے دار تھی اس سب کی۔

"کلاس لے لیں۔ "ضویا کے کچھ کہنے سے پہلے ہی عروش اٹھ کھڑی ہوئی۔

"عروش مجھے کیوں لگ رہا ہے کہ کوئی گڑبڑ ہے۔ کچھ ہوا ہے کیا کل۔ "ضویا نے اس چہرہ اپنی طرف کیا

"ہاں۔ "عروش نے اسکی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیا ہوا ہے کچھ بتاؤ "ضویا کے لہجے سے پریشانی جھلک رہی تھی۔

"میری اور فیضان کی شادی طے ہو گئی ہے۔ "وہ کہہ کر رکی نہیں تھی ضویا کو پتھر کا کر گئی تھی۔

احمر سارا دن مارا مارا پھرتا رہا تھا شام ہونے کو آئی تھی مگر اس کا کوئی پتہ نہیں تھا۔

"مجھے یہ جگہ بہت پسند ہے۔ "زوار کا جملہ گونجا۔

"شاہی قلعہ! یار۔ "احمر نے اپنے سر پہ ہاتھ مارتے ہوئے گاڑی سٹارٹ کی۔ "کتنا پاگل ہوں ابھی کل ہی تو گئے تھے یہ وہیں ہو گا۔ اس نے کہیں اور کیوں جانا ہے۔ "وہ خود کو ملامت کرتا ہوا شاہی قلعہ تک پہنچا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

زوار ساری رات ٹہلتا رہا تھا۔ ایک منٹ کے لیے بھی اسکی آنکھیں بند نہیں ہوئیں تھیں۔ پاؤں چکر کاٹ کاٹ کر شل ہو چکے تھے۔ دماغ نے مزید سوچنے سے انکار کر دیا تھا۔ مگر وہ چلتا رہا تھا۔ جیسے کسی منزل پہ پہنچ کہ دم لے گا۔ منزل تو کھو چکی تھی۔ وہ تو لڑنے سے پہلے ہی ہار گیا تھا۔ عروش کا لہجہ اسکی باتیں اسکا انداز کیا۔ وہ خوش تھی واقع ہی وہ سوچتا رہا تھا۔ الجھتا رہا تھا مگر کسی نتیجے تک نہیں پہنچ پایا تھا وہ واقع ہی بہت گہری لڑکی تھی اپنے جذبات کا کبھی پتہ ہی نہیں چلنے دیا۔

صبح کا اجالا پھیلنے لگا تھا۔ فجر کی آذان میں ابھی کچھ وقت تھا۔ وہ اپنا موبائل آف کر کے وہیں کمرے میں چھوڑ گیا اور گاڑی کی چابی لے کر نکل گیا۔ گیٹ کھلنے کی آواز پر عروش نے کھڑکی سے جھانکا۔ وہ زوار تھا کل رات والا بلیک شلوار قمیض

بکھرے بال وہ واقع ہی زوار نہیں کوئی اور لگ رہا تھا۔ وہ واپس جا کر لیٹ گئی۔ ذہن مکمل خالی تھی کوئی جذبہ نہیں تھا کچھ بھی تو وہ سوچ نہیں پا رہی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

احمر نے اسے ہر طرف ڈھونڈھا تھا۔ اسکی ٹانگیں جواب دینے لگی تھیں۔ مگر وہ ہنوز لاپتہ تھا۔ مغرب کی اذان سن کر وہ وہاں سے نکلا اب اسکا رخ مسجد کی طرف تھا۔ وضو کر کے وہ نماز پڑھنے لگا وہاں اور بھی بہت سے لوگ نماز ادا کر رہے تھے۔ آج کل کی بانسبت زیادہ رش تھا۔ وہ دعا مانگ کر فارغ ہوا تو اٹھ کر واپس کا قصد کیا۔ جب ایک کونے میں سر جھکائے بیٹھے زوار کو دیکھ کر وہ وہیں رک گیا۔ وہ کس قدر شکست خوردہ اور بیمار لگ رہا تھا۔ احمر اس کے قریب بیٹھ گیا۔

"صبح سے مارا مارا پھر رہا ہوں تم بتائے کیوں غائب ہو گئے تھے۔ "

"بس یونہی یہاں نماز پڑھنے آیا تھا فجر کی۔ "وہ آہستگی سے بولا۔

"واہ سبحان اللہ تم نے سوچا عشاء پڑھ کے واپس جاؤ گے۔ ہم اتنے پریشان تھے ایک فون ہی کر دیا ہوتا۔ "احمر اب اسے ڈانٹ رہا تھا۔

"فون گھر پر پڑا ہے۔ "وہ ادھر ادھر دیکھنے لگا۔

"اب گھر چلیں محترم شہر میں اور بھی مساجد ہیں وہاں پڑھ لیں گے عشاء کی نماز۔ "احمر نے اسے بازو سے پکڑ کر کھڑا کیا۔

" تمہیں پتہ ہے وہ سامنے جو وضو کے لیے جگہ بنی ہے۔ وہاں سے علامہ اقبال کا مزار نظر آتا ہے۔ "احمر نے ہاتھ سے اشارہ کیا۔

"بہت نئی خبر دی آپ نے۔ "زوار نے طنزیہ کہا۔ "وہاں کتنے مزے سے آرام فرما رہے ہیں۔ "وہ احمر نے زیادہ سیریس نہیں لیا۔

"اب اس بات کا مطلب۔ "زوار نے اسے دیکھا۔

"وہ دیکھو۔ "احمر نے اسکا رخ مسجد کے صحن کی طرف کیا۔ جہاں کئی عورتیں لڑکیاں لڑکے مختلف جگہیں دیکھنے میں مصروف تھے۔

"کیا خاص بات ہے یہاں۔ "زوار نے چاروں طرف نظریں دوڑائیں۔

"وہ سامنے دو لڑکے دیکھو اور انکی فوٹو گرافی۔ "

زوار نے احمر کے اشارہ کرنے پہ غور کیا۔ ایک لڑکا نیچے زمین پہ چیت لیٹا تھا۔ دونوں ہاتھ سر کی پشت پہ ٹکائے تھے کبھی دائیں ہوتا کبھی بائیں اور دوسرا اس کے سر پہ کھڑا اسکی تصویریں بنا رہا زوار کو نہ چاہتے ہوئے بھی ہنسی آ گئی۔

"اس میں علامہ اقبال کا کیا قصور ہے انہوں نے نوجوان ایسے تو نہیں سوچے تھے۔ "زوار نے احمر کو دیکھا۔

"وہی تو کتنے افسوس کی بات ہے۔ لوگ مسجد کو بھی نہیں بخشتے تھوڑی عزت تو کرنی چاہیے تم پوز چیک کرو زرا اس کے تھرڈ کلاس ماڈل کی طرح۔ "احمر کی نظریں مسلسل وہیں تھیں۔

"اچھا تم چھوڑو چلو یہاں سے۔ "وہ زوار اسے پکڑ کر اپنے ساتھ لے گیا۔ واپسی پر وہ دونوں الگ الگ اپنی اپنی گاڑیوں پہ آئے تھے۔ احمر اس کے ساتھ اس کے گھر ہی آیا تھا۔ عروش نے اسے گھر واپس آتے دیکھ کر سکھ کا سانس لیا تھا۔

"تم نے کچھ کھایا کہ نہیں۔ "احمر نے گھر میں داخل ہوتے ہی پوچھا

"بھوک نہیں لگی۔ "زوار نے لاپرواہی سے کہا۔

"پزا آرڈر کروں۔ "احمر نے موبائل جیب سے نکالا۔

"نہیں مٹھائی آڈر کرو۔ "زوار چلتے چلتے رک گیا۔

"مٹھائی؟ احمر نے حیرت سے اسکی طرف دیکھا۔

"ہاں کرو ناں منہ میٹھا کروانا ہے تمہارا۔ "زوار کے لہجے میں کڑواہٹ تھی۔

"مگر کیوں۔؟ "احمر ابھی بھی حیران تھا۔

"پہلے منگواؤ پھر بتاؤں گا۔ "وہ کہہ کر سیڑھیاں عبور کر گیا۔ احمر اس کے پیچھے پیچھے الجھتا ہوا آیا تھا۔

"یار تم صبح سے کیوں غائب تھے۔ یہ تفصیل سے پوچھنا تھا مجھے سوچا پہلے تمہیں کچھ کھلا دوں اب یہ مٹھائی والا کیا قصہ ہے۔ "وہ الجھ گیا تھا۔

"میں شاور لے لوں۔ "وہ اپنے کپڑے لے کر واش روم میں گھس گیا جب وہ باہر آیا تو روزی ہاتھ میں مٹھائی کا ڈبہ لیئے کھڑی تھی۔ اور احمر ڈبہ کھولے مٹھائی کھانے میں مصروف تھا۔ زوار کا خون جل گیا۔

"آپ بھی آ گئے یہ مٹھائی آپ کے لیے لائی تھی میں۔ آپ بھی تو اب اس گھر کا حصہ ہیں ناں۔ "شرمایا سا انداز تھا اسکا۔

"تم نے ان سے پوچھا نہیں مٹھائی کس خوشی میں کھلا رہیں ہیں یہ ہمیں۔ "!زوار نے دانت پیستے ہوئے احمر کو

دیکھا۔

"ہاں بتایا ناں فیضان کی بات طے ہو گئی ہے۔ بہت مبارک ہو آپکو ایک بار پھر۔ "مٹھائی کا دوسرا ٹکڑا پکڑتے ہوئے احمر نے مسکرا کر روزی کو پھر سے مارکباد دی

"لگے ہاتھوں یہ بھی پوچھ لو کہ بات طے کس سے ہوئی۔"زوار کے لہجے میں نہ چاہتے ہوئے بھی تلخی آ گئی تھی۔

"ارے یہ تو آپ نے بتایا ہی نہیں۔ "مٹھائی کا ٹکڑا منہ میں رکھتے ہوئے احمر نے روزی کو دیکھا۔

"عروش سے اور کس سے۔ "روزی نے کندھے اچکائے ۔

احمر کے گلے میں مٹھائی اٹک گئی تھی۔ اسے زور کی کھانسی ہوئی اور وہ کھانستا چلا گیا۔

"انہیں کیا ہوا۔ "روزی نے حیرت سے احمر کو دیکھا۔

"بہت زیادہ جوشی ہوئی سن کر۔ "زوار نے کہتے ہوئے فریج سے پانی نکال کر بوتل احمر کے سامنے کی وہ ایک ہی سانس میں آدھی بوتل خالی کر گیا تھا۔ روزی سر ہلاتی وہاں سے چلی گئی۔

"کیسی لگی مٹھائی۔ "زوار نے بوتل اس کے ہاتھ سے واپس لی۔

"مٹھائی آج سے پہلے کبھی اتنی کڑوی نہیں لگی زہر گھل گیا میرے منہ میں۔ پہلے نہیں بتا سکتے تھے تم۔ "احمر نے غصے سے کہا۔

"کسی کی خوشی سے دکھی میں بھی کبھی نہیں ہوا تھا۔ مگر اب اس گھر یہ خوشی زہر لگ رہی ہے مجھے۔ میرے ارمانوں کا خون کر کے یہ لوگ مٹھائیاں بانٹ رہے ہیں۔ ان کی بے حسی کا تو کوئی جواب نہیں۔ تم جانتے ہو مجھے یہ خبر کس نے دی۔ "اس نے غصے سے کہتے ہوئے ایک لمحے کے لیے رک کر احمر کو دیکھا۔ وہ بس خاموش تھا۔

"پوچھو نہ کس نے دی۔ "زوار نے اسے کندھے سے پکڑ کر ہلایا۔

"عروش نے۔ "احمر نے آہستگی سے کہتے ہوئے تائید چاہی۔

"ہاں اور پتہ ہے مٹھائی بھی لائی۔ کتنی آسانی سے وہ میرے دل کی دنیا زیر کر کے چلی گئی۔ ایسے کوئی کرتا ہے کیا وہ اتنی انجان تو نہیں تھی۔ پھر کیوں مجھے تکلیف میں دیکھنے کے لیے خود چل کر آئی وہ کہیں سے مجھے پریشان نہیں لگی اور ظاہر ہے اسکی مرضی سے ہی ہوا ہو گا سب۔ "زوار اس سے بے حد بدگمان ہو چکا تھا۔

"زوار ہو سکتا ہے جیسا تم سوچ رہے ہو ویسا کچھ نہ ہو۔ اسے اپنی فیلنگس شئیر کرنا اچھا نہیں لگتا اس لیے۔ "احمر نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

"مٹھائی لانے کا کیا مقصد تھا تکلیف تو ویسے بھی مجھے ہی پہنچنی تھی مگر اس کی طرف سے تو نہ پہنچتی۔ "زوار کی آنکھوں میں نمی تیر رہی تھی۔ احمر کمرے کے چکر کاٹنے لگا۔

"زوار ضویا سے کہہ کر کچھ پتہ کروانا چاہیے کہ وہ واقع ہی خوش ہے کہ بس ڈرامہ ہے۔ باقی بعد میں سوچتے ہیں کہ کرنا کیا ہے۔ "احمر کہتے ہوئے اس کے کمرے کی بالکونی میں کھڑا ہو گیا۔

"میں نے زندگی میں اتنی تکلیف دے رات کبھی نہیں دیکھی جتنی کل کی رات تھی۔ لگا کبھی سویرا نہیں ہو گا وہ روشنی بن کر آئی تھی مگر میری زندگی میں اندھیرا کر کے چلی گئی۔ "زوار بھی شکست خوردہ قدموں سے چلتا اس کے قریب آ کھڑا ہوا۔

"جو کسی کی زندگی میں اندھیرا کرتے ہیں ان کی اپنی زندگی میں بھی کبھی اجالا نہیں ہوتا۔ "احمر نے زوار کو دیکھتے ہوئے کہا۔ زوار نے نا سمجھی سے اسے دیکھا۔

"نیچے زرا غور سے دیکھو اسے لگتا ہے اندھیرے میں گھنے درختوں کے جُھنڈ میں چھپ کر بیٹھے گی تو کوئی اسے دیکھ نہیں پائے گا۔ "احمر کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔

"اس سے کیا ثابت ہوتا ہے۔ "زوار نے بغور نیچے دیکھتے ہوئے کہا۔ جہاں عروش کرسی پہ دونوں پاؤں اوپر کئے درخت کے ساتھ سر گھٹنوں پہ گرائے بیٹھی تھی۔ اسکی پشت دیکھائی دے رہی تھی۔

"ہمیں روشنی کب بری لگتی ہے اور تنہائی کب اچھی لگتی ہے۔ "احمر نے زوار کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"تم ہی بتا دو۔ "زوار کے لہجے میں بے زاریت تھی۔

"جب ہم پریشان ہوں اور دکھی ہوں تو کچھ بھی اچھا نہیں لگتا نہ اپنے ارد گرد روشنی نہ ہی لوگوں کا ہجوم۔ "احمر کا انداز کچھ سمجھانے والا تھا۔

"تم صاف صاف کھل کر بات کرو مجھ سے۔ "زوار نے اسے گھورا۔

"مطلب الو کے پٹھے وہ خوش نہیں ہے اس کے ساتھ۔ زبردستی ہو رہی ہے۔ "احمر نے اپنا ماتھا پیٹا۔

"تم یہ بات اتنے وثوق سے کیسے کہہ سکتے ہو۔ "

"اگر وہ تمہارے سامنے بہت خوش دیکھنے کی کوشش کرے اور خود کو بہت نارمل ظاہر کرے تو سمجھ جانا سب ڈرامہ ہے۔ "احمر نے بازو سینے پہ باندھتے ہوئے ٹھنڈی سانس بھری۔

"تم نے اس سب پہ PHD کی ہوئی ہے کیا۔ "زوار کی نظریں ابھی بھی عروش کی پشت پہ ٹکی تھیں۔ وہ ابھی بھی

ویسے ہی بیٹھی تھی۔

"تجربہ بھی کوئی چیز ہے۔ یہ بال میں نے ڈائی کر کے براون کئیے ہیں۔ ویسے میرے نیچرل بلیک تھے۔ "احمر نے اپنی بالوں پہ ہاتھ پھیرا۔ زوار نے عروش سے نظریں ہٹا کر اسے ایک گھوری سے نوازا۔

"اُصولاً تو تو تمہیں مجھے کھانا کھلوا کے لانا چاہیے تھا۔ مگر اب جبکہ لے آیا ہو تو واپس چلو۔ "احمر اسے ہاتھ سے پکڑ کر نیچے لے گیا۔ قدموں کی آہٹ پر عروش نے سر اٹھا کر دیکھا تھا۔ ان دونوں کو سامنے دیکھ کر وہ خاموشی سے اٹھ کر اندر چلی گئی تھی۔

"دیکھا تم نے۔ "زوار کے لہجے میں دکھ تھا۔

"ہاں دیکھا کہ وہ اچانک اس حالت میں ہم سے سامنا نہیں چاہتی تھی۔ "احمر اسے ساتھ لے کر مین گیٹ عبور کر گیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ کمرے میں آئی تو ضویا کی کئی کالز دیکھ کر اس نے اسے کال بیک کی تھی۔ یونیورسٹی میں بھی وہ کتنا بولتی رہی تھی مگر عروش خاموش رہی تھی۔ اس ایک بات کے بعد اس نے کوئی بات نہیں کی تھی۔

"عروش کب سے کال کر رہی تھی کتنا پریشان ہو گئی تھی میں۔ تم کہاں تھیں۔ "ضویا نے کال پک کرتے ہی بے چینی سے کہا۔

"میں بالکل ٹھیک ہوں۔ بس یونہی نوٹس بنا رہی تھی۔ "عروش نے اپنے لہجے میں بشاشت پیدا کی۔

"یہ کونسے نوٹس ہیں تمہارے جو کبھی بنتے ہی نہیں۔ "

ضویا نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"تم چھوڑو سب بتاؤ گھر والے کیسے ہیں۔ "عروش نے بات بدل دی۔

"گھر والے سب ٹھیک ہیں تم اپنے Selfish Thank less رشتے داروں کا سناؤ۔ "ضویا کے لہجے میں غصہ تھا۔

"ضویا پلیز میں سب کچھ accept کر چکی ہوں۔ تم اس بات کا ذکر دوبارہ مت کرنا۔ "عروش نے اسے ٹوکا۔

"تم کچھ بھی کہو میں تو بار بار ذکر کروں گی۔ زہر لگتا ہے مجھے وہ تمہارا کزن۔ تم کہتی کیوں نہیں کچھ ان لوگوں نے تو تمہیں اپنا زر خرید غلام ہی سمجھ لیا ہے۔ "ضویا بولنے پہ آئی تو بولتی چلی گئی۔

"تم کوئی اور بات کرو گی یا میں فون بند کر دوں۔ "عروش نے چڑتے ہوئے کہا۔

"تم فون بند تو کرو زرا۔ تمہارے گھر آ کر ایسا تماشہ کروں گی کی یاد کرو گی تم۔ "ضویا کا غصہ اب اس کے دماغ کو چڑھ گیا تھا۔

"اچھا میری ماں بخش دو مجھے۔ میں خوش ہوں سب کچھ میری مرضی سے ہوا ہے۔ تم کیوں ٹینشن لے رہی ہو۔ " عروش اس معاملے کو ختم کرنا چاہتی تھی ۔

"ٹھیک ہے بول لو مجھ سے بھی جھوٹ۔ کیا فرق پڑتا ہے پر ایک بات یاد رکھنا جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے جس کے پاؤں ہی نہیں وہ منزل تک خاک پہنچائے گا۔ "ضویا نے غصے سے کہتے ہوئے فون رکھ دیا۔ عروش اپنا سر تھام کر بیٹھ گئی۔

کیسی آزمائش پڑی تھی۔ وہ خود کو سمیٹتی کوئی آتا اور اس کی ذات کے پرخچے اڑا کر چلا جاتا۔ یہ ہی ضویا کر رہی تھی اسکے ارادے تو پہلے ہی کمزور تھے اور ضویا۔

"ضویا کیا تم مجھ سے ملنے آسکتی ہو۔ "احمر کا میسج پڑھتے ہوئے ضویا نے ٹائم دیکھا نو بج رہے تھے۔

"اس وقت مگر کیوں۔؟ "ضویا کو موڈ بے حد آف تھا۔ عروش کو لے کر وہ صبح سے بہت ڈسٹرب تھی۔

"زوار کو کچھ بات کرنی ہے تم سے۔ میں ایڈریس بھیج رہا ہوں آ جاؤ۔ "اگر کوئی اور وقت ہوتا تو احمر اسے خوب تنگ کرتا اور ضویا کا موڈ ہوتا تو شاید وہ اس وقت اسے تپاتی مگر سیچویشن کے حساب سے دونوں ہی اس وقت سنجیدہ تھے۔ ضویا اپنا حلیہ درست کر کے گاڑی کی چابی لے کر نکل گئی تھی۔ تیمور نے اپنے کمرے کی کھڑکی سے اسے گاڑی لے جاتے دیکھا تھا۔

"ہمیشرہ بنا بتائے کہا۔؟" تیمور نے میسج سینڈ کیا تھا وہ اتنی رات کو کبھی اکیلے نہیں جاتی تھی۔ تیمور کو ساتھ لے جاتی یا ڈرائیور کو تیمور کی فکر بجا تھی۔

"ضروری کام ہے احمر سے واپسی پہ بتاتی ہوں۔ "ایک ہاتھ سے سٹیرنگ سنبھالتے دوسرے ہاتھ سے میسج ٹائپ کر کے اس نے تیمور کو سینڈ کیا۔

"او کے جلدی واپس آنا میں انتظار کر رہا ہوں۔ "تیمور نے جواب بھیجا۔

وہ کئی دنوں سے سوچ رہا تھا کہ ماہ روش کے بارے میں ضویا سے بات کرے مگر کر نہیں پا رہا تھا۔ اسکی صورت کسی پل آنکھوں کے سامنے سے ہٹتی ہی نہیں تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"مجھے منگنی نہیں کرنی۔ بیس دن باقی ہیں زارا اور سفیان کی شادی میں۔ زارا کی مہندی پہ عروش اور فیضان کا نکاح رکھ دیجیئے۔ اس کے ایک ہفتے بعد عروش کے فائنل ایگزیمز ہیں۔ "شاے ستہ بیگم کی نئی فرمائش سن کر سیف صاحب اور پریشان ہو گئے تھے۔

"ہاں تو نکاح کریں رخصتی بعد میں ہوتی رہی گی۔ اس سے اس کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ "شائستہ بیگم نے نخوت سے کہا۔

"سوچتا ہوں کچھ۔ "انہوں نے آہستگی سر ہلایا۔

"سوچنا نہیں کرنا ہے۔ گھر کی بات ہے اتنا خرچہ کرنے کی بھی ضرورت نہیں۔ "وہ انہیں ایک نئے مخمصے میں ڈال کر وہاں سے چل دیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"کیا بات ہے۔ اسطرح کیوں بلایا مجھے۔ "ریسٹورینٹ پہنچ کر ضویا نے پہلا سوال یہ ہی کیا تھا۔

"اس لیے کہ ان محترم کو میری کسی بات پہ یقین ہی نہیں آ رہا تھا۔ سوچا تمہیں بلا لوں۔ "احمر نے مینیو کارڈ اس کے سامنے رکھا۔

"زوار بتائیں کیا بات ہے۔ "ضویا نے براہ راست زوار کو مخاطب کیا۔ وہ بہت تھکا ہوا لگ رہا تھا۔

"یہ کچھ نہیں بتائے گا۔ میں بتاتا ہوں ان محترم کو محبت ہو گئی ہے۔ پہلے ادراک نہیں ہوا۔ جب ہو تو صحیح موقعے کی تلاش میں موقع ہی گنوا دیا۔ اب ان کو لگتا ہے کہ وہ اپنی نام نہاد منگنی سے بیت خوش ہے۔ "احمر زوار کو گھور بھی رہا تھا اور ضویا کو بتا بھی رہا تھا۔ ضویا حیرت سے احمر خو دیکھ رہی تھی۔

"عروش کی بات کر رہا ہوں۔ "احمر نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"اگر یہ بات ہے تو مجھ سے لکھوا لیں۔ وہ خوش نہیں ہے وہ اس شخص کی شکل دیکھنے کی بھی روادار نہیں وہ مجبور ہے وہ اپنے بابا کو انکار کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتی۔ اس کے بابا مان جائیں سمجھ لیں وہ مان گئی ورنہ اسے آپ سے محبت ہو گی نہ تب بھی نہیں مانے گی۔ "ضویا نے ٹھوس لہجے میں کہا اس سارے عرصے میں پہلی بار زوار نے سر اوپر کر کے ضویا کو دیکھا تھا۔

"اگر یہ پتہ چل جائے کہ وہ بھی محبت کرتی ہے تو میں کچھ بھی کرنے کو تیار ہوں۔ بس وہ ساتھ دے۔ "زوار نے پر امید نظروں سے ضویا کو دیکھا۔

"اگر وہ آپ سے محبت نہ کرتی ہو مگر اس شادی سے بھی خوش نہ ہو تو بھی کیا آپ اس کی مدد نہیں کریں گے کیا۔ آپ کی محبت آپ دونوں کے لیے کافی نہیں ہے۔ "ضویا نے الٹا اس سے سوال پوچھا۔

"ایسی بات نہیں ہے اگر اسے برا لگ گیا تو۔ "زوار نے پریشانی سے کہا۔

"آپ لوگ یہ سوچیں کہ کرنا کیا ہے اسے منانا میرا کام ہے۔ اور فیضی ایک دو نمبر آدمی ہے اور اسکا کوئی ویک پوائنٹ ہے۔ وہ ڈھونڈنا ہے وہ بھی عروش کو پسند نہیں کرتا اس شادی کے پیچھے مقصد کیا ہے یہ پتہ لگاؤ۔ اگر انکل تک یہ بات پہنچ جائے کہ انکا بیٹا انہیں دھوکہ دے رہا ہے تو فیصلہ آپ کے حق میں ہو سکتا ہے۔ "ضویا نے جوش سے کہا۔

"وہ اپنے بیٹے پر مجھے ترجیح کبھی نہیں دیں گے۔ "زوار نے مایوسی سے کہا۔

"مایوسی کفر ہے اور کچھ کرنے سے پہلے ہمت ہار جانا یہ تو بہت غلط بات ہے۔ جوانوں ہمت کرو میں تمہارے ساتھ ہوں۔ "ضویا نے جوش سے کہتے ہوئے مکا ٹیبل پہ مارا۔

"آہستہ لوگ دیکھ رہے ہیں۔ "احمر نے اسکا ہاتھ پکڑا۔

"میں زیادہ جذباتی ہو گئی تھی۔ "ضویا خجل ہوتے ہوئے بولی۔ زوار کو ضویا کی باتوں سے کافی ہمت ملی تھی۔ اس لیے وہ کھانا کھانے پہ مان گیا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"بہنا بتاؤ کیا بات تھی۔ "ضویا کافی دیر سے واپس آئی تھی۔ تیمور لاؤنج میں ہی اسکا انتظار کر تا رہا تھا آتے ہی پوچھنے لگا۔

"ہے تو بات راز رکھنے والی مگر آپ پوچھ رہے ہے تو بتا دیتی ہوں۔"وہ صوفے پہ گرنے کے سے انداز میں بیٹھتے ہوئے بولی۔

"جی بولیے۔ "وہ بھی اس کے سامنے براجمان ہوا۔

"زوار کو کسی لڑکی سے محبت ہو گئی ہے اور اسکی شادی کہیں اور ہو رہی ہے۔ لڑکی اس شادی سے خوش نہیں مگر زوار کے اظہار محبت سے پہلے ہی اسکی منگنی ہو گئی۔ اب سب بہت مشکل ہو گیا ہے۔ "ضویا نے ایک ہی سانس میں بات توڑ مروڑ کے تیمور تک پہنچائی۔

"تو صاف صاف جا کر لڑکی سے کہے ہو سکتا ہے وہ مان جائے۔ "تیمور نے مشورہ دیا۔

"کوئی اور لڑکی ہوتی تو میں بھی یہی مشورہ دیتی سامنے بھی تو عروش ہے۔ سو یہ تو بات ہی فضول ہے۔ "ضویا نے ٹھنڈی سانس بھری۔

"او اچھا عروش ایک تو ویسے وہ مشکل میں رہی ہے ساری زندگی۔ اوپر سے اسکے گھر والے بھی کچھ ٹھیک نہیں کر رہے اس کے ساتھ۔ "تیمور کے لہجے میں عروش کے لیے ہمدردی تھی۔

"بس بھائی اب جو کرنا ہے زوار کو کرنا ہے۔ میں صرف اسے کنونس کرنے کی کوشش کر سکتی ہوں اور بس۔ "ضویا نے پریشانی سے کہا۔

"اللہ سب بہتر کرے گا۔ "تیمور نے اسے تسلی دی اس وقت ماہ روش کی بات کرنا ٹھیک نہیں تھا۔ اس لیے وہ خاموشی سے وہاں سے چلا گیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

رات کافی ہو رہی تھی۔ عروش کل سے نہیں سوئی تھی اب اسکی آنکھیں نیند سے بند ہو رہیں تھی۔ل مگر کچھ ضروری نوٹس لکھنے کی وجہ سے اسکا جاگنا ضروری تھا۔ سر میں درد کی وجہ سے وہ لکھ نہیں پا رہی تھی۔ اس لیے وہ اپنے لیے چائے بنانے کچن میں چلی گئی۔ جب اپنے پیچھے قدموں کی آہٹ پر اس نے مڑ کر دیکھا۔ اپنے سامنے فیضان کو پا کر وہ ایک لمحے کے لیے گھبرا گئی تھی۔ مگر پھر فوراً سیدھی ہو کر اپنا کام کرنے لگی۔

"تم خوش نہیں ہوئیں۔ "وہ اس کے قریب آ کر کھڑا ہو گیا۔ عروش کی سانس رکنے لگی تھی۔

"ویسے مجھے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا میں تو بہت خوش ہوں۔ "وہ ہنسا۔ عروش جلدی سے چائے کپ میں انڈیلنے لگی اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔

"اتنا کیوں ڈر رہی ہو۔ "فیضی نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا۔ چائے کا برتن اس کے ہاتھ سے نیچے گر گیا۔ نتیجتاً کچھ چائے چھلک کر اس کے پاؤں کو جلا گئی تھی۔ عروش نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ سے چھڑانا چاہا اسے بہت جلن ہو رہی تھی۔

"تم یوں ڈری سہمی سے بہت خوبصورت لگتی ہو قسم سے۔ "وہ کہتے ہوئے اس کے قریب ہوا۔ عروش نے پوری قوت سے اسے پیچھے دھکا دیا تھا اور بھاگتے ہوئے وہاں سے نکل گئی تھی۔ وہ اس کی اس حرکت پر ہنستے ہوئے اسے دیکھتا رہا۔

اپنے کمرے میں آ کر اس نے اپنے کمرے کا دروازہ لاک کر لیا تھا۔ جلن ایک پل کے لیے اسے بالکل بھول گئی تھی۔ پتہ نہیں آجکل اسے رونا نہیں آتا تھا بہت زیادہ تکلیف کی شدت بھی اسے رولانے میں ناکام ہو رہی تھی۔ ایک سکتہ

ساطاری ہو گیا تھا اس پہ۔ عروش نے اپنی پاؤں کی جانب دیکھا وہ سائیڈ سے کافی حد تک سرخ ہو چکا تھا۔ اس نے اسے اپنی انگلیوں کی پوروں سے چھو کر محسوس کیا تھا اور پھر وہیں تکیے پہ سر رکھ کر لیٹ گئی۔

"زخم پہ اب کوئی مرحم نہیں لگائے گا۔ ہر زخم مجھے خود ٹھیک کرنا ہے۔ اب کوئی نہیں رہا میرا جیسے میری فکر ہو۔ یہ تو بہت معمولی زخم ہے جب روح کا زخم سہہ لیا یہ تو کچھ بھی نہیں۔ "وہ خود اذیتی کا شکار ہو چکی تھی۔ اپنے ضبط کو آزمالینا چاہتی تھی۔ اس کا ذہن مکمل طور پر شل ہو چکا تھا۔ وہ یہی سب سوچتے کب سوگئی اسے پتہ ہی نہیں چلا۔

اگلے کچھ دن اسی طرح گزر گئے تھے۔ زوار عروش کے سامنے تک نہیں آیا تھا۔ ان دنوں میں وہ کافی حد تک بے چین ہو چکی تھی مگر وہی سکتہ اب بھی اس پر طاری تھا۔ ضویا نے اس سے بات کرنے کی کوشش کی تھی مگر وہ خاموش تھی۔ کچھ بھی تو نہیں کہتی تھی۔

آج اتوار تھا وہ جلدی جاگ گئی تھی۔ مگر کمرے سے نہیں نکلی سیف صاحب اس کے کمرے میں گئے تھے۔ وہ انہیں دیکھ کر بھی یونہی بیٹھی رہی ان کے دل کو کچھ ہوا تھا۔ مگر وہ بے بس تھے۔

"بیٹا تمہیں یہ بتانے آیا تھا کہ زارا کی مہندی پر تمہارا نکاح رکھا ہے ہم نے۔ "انہوں نے کہتے ہوئے ایک نظر اسکی طرف دیکھا۔ وہ یوں بیٹھی تھی جیسے کسی اور کی بات ہو رہی ہو۔

"تمہارے ایگزیمز کے بعد رکھیں گے رخصتی اور ولیمہ اب تو بس ایک ہفتہ ہی باقی ہے۔ تم آج جا کر شاپنگ کر لینا۔ "وہ اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر وہاں سے چلے گئے۔

اور اسے یوں محسوس ہو رہا تھا کہ اسکی پھانسی کے دن قریب آگئے ہوں مگر وہ موت سے خوفزدہ ہی نہیں تھی۔ کچھ دیر بعد شائستہ اس کے کمرے میں آئیں تھیں۔

"تم چل رہی ہو ساتھ۔ "ان کے لہجے میں وہ پہلے والی اپنائیت مفقود تھی۔

"آپ لے لیجئے جو لینا ہے میں پہن لوں گی۔ "اس نے انکی طرف دیکھے بغیر کہا۔

"جیسے تمہاری مرضی۔ "وہ کہہ کر وہاں سے چلی گئیں۔

"امی کیا ہوا عروش نہیں مانی کیا۔ "زارا جو عروش کا سوٹ ٹیلر سے سل کے آیا تھا اسے دینے جارہی تھی کہ اس کے ساتھ وہ میچنگ جیولری لے لے۔ شائستہ کو اکیلے کمرے سے نکلتے دیکھ کر پوچھ لیا۔

"مہارانی کے نخرے بہت ہیں ابھی تک سوگ منارہی ہے۔ "زارا سنی ان سنی کرتی عروش کے کمرے میں چلی گئی۔

"ارے میری چندا یہ دیکھو تمہاری سوٹ کتنا پیارا لگ رہا ہے۔ بہت پیاری لگو گی پہن کر تم۔ "زارا نے سوٹ اس

کے سامنے کرتے ہوئے خوشی سے کہا۔

"ہاں بہت اچھا ہے۔ "عروش نے مصنوعی مسکراہٹ چہرے پہ سجاتے ہوئے کہا۔

بلیک اور گولڈن کڑھائی والا وہ سوٹ واقع ہی بہت پیارا تھا اسے یاد آیا اس نے زاویار کو پہلی بار اسی رنگ کی شلوار قمیض میں دیکھا تھا۔کب وہ دل میں اتر کے روح میں بس گیا وہ جان ہی نہیں پائی ۔

"کتنا پیارا کلر ہے ہے ناں۔ "زارا نے تائید چاہی۔

"ہاں !میری قسمت کا رنگ ہے۔ "عروش نے دل میں سوچتے ہوئے اس سوٹ کو ایک نظر دیکھا۔

"چلو رکھ رہی ہوں تمہاری الماری میں تمہاری شاپنگ آج کمپلیٹ ہو جائے گی۔بہت پیارے کپڑے بنوائے ہیں امی نے تمہارے لیے۔ "زارا اسے خوش ہو کر بتا رہی تھی۔وہ بھی زبردستی کی مسکراہٹ چہرے پہ سجائے اس کی باتیں سن رہی تھی۔

"نیکسٹ سنڈے میرا نکاح ہے آ جانا۔ "عروش نے میسج ضویا کو سینڈ کیا۔

ضویا نے میسج کے ریپلائے میں اسے مبارک باد دی تھی۔عروش نہ چاہتے ہوئے بھی ہنس دی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"زوار زوار مبارک ہو۔ "احمر اسے دور سے ہی آوازیں دیتا ہانپتا ہوا۔سیڑھیاں پھلانگ کر اس تک پہنچا تھا۔

"کیا ہوا ہے۔اتنا کیوں شور مچا رہے ہو۔ "زوار نے اسے گھورا۔وہ دھوپ میں کھڑا ریلنگ سے باہر سڑک کو دیکھ رہا تھا۔

"بات ہی ایسی ہے باس۔سنو گے تو اچھل پڑو گے۔ "احمر کی ایکسائٹمنٹ سے لگ رہا تھا کہ اس نے امریکہ کو دوسری بار دریافت کر لیا ہے۔

"کچھ بکو گے۔ "زوار کا موڈ کافی خراب تھا۔

"نیکسٹ سنڈے عروش کا نکاح ہو رہا ہے۔ "احمر نے اپنا سانس بحال کرتے ہوئے کہا

"یہ خوش خبری ہے تو دل چاہ رہا ہے تمہارا قتل کر دوں۔ "زوار کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔

"نہیں نہیں غلط ہو گیا خوشخبری کچھ اور ہے۔ "احمر نے اپنی زبان دانتوں تلے دبائی۔زوار بس اسے گھورتا رہا۔

"یہاں بیٹھو بتاتا ہوں۔ "احمر نے اسے پکڑ کر صحن میں رکھی کرسی پر بیٹھایا۔وہ خاموشی سے اسکی جانب دیکھتا رہا۔

"چانس ہے یہ شادی ٹوٹ سکتی ہے۔ "احمر نے اس کے قریب بیٹھتے ہوئے آہستگی سے کہا۔

"وہ کیسے۔؟ "زوار کے بھی کان کھڑے ہو گئے۔

"میں پچھلے پندرہ دن سے فیضی کی ہر ایکٹوٹی پہ نظر رکھے ہوئے ہوں۔ تمہیں وہ لڑکی یاد ہے جسے تم نے ریسٹورینٹ میں دیکھا تھا۔ "احمر نے جوش سے کہا۔

"ہاں۔ "زوار نے ذہن پہ زور دیتے ہوئے اسے یاد کرنے کی کوشش کی۔ اسے زیادہ سوچنا نہیں پڑا وہ اسے یاد تھی۔ "ہاں بالکل یاد ہے کیوں کیا ہوا۔"

"یہ تو بعد میں بتاؤں گا۔ فی الحال تم میرے ساتھ چلو۔ "وہ اسے بازو سے پکڑ کر اپنے ساتھ لے گیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

ضویا پورا دن جلے پیر کی بلی بنی پورے گھر میں چکراتی رہی تھی۔ عروش کے کئی میسج آئے کالز آئیں مگر اس نے بات نہیں کی۔

"کیا بات ہے ضویا ڈیئر کیوں پریشان ہو۔ "تیمور نے اسے یوں لان میں چکر کاٹتے دیکھا تو پوچھ لیا۔ اس نے اسے سب کچھ بتا دیا کہ کیسے وہ اسے کنونس کر رہی تھی مگر وہ مان نہیں رہی۔

"ڈونٹ وری ضویا۔ اللہ تعالی کبھی اپنی اچھے بندے کے ساتھ برا نہیں کرتے اس وقت اسے سب سے زیادہ تمہاری ضرورت ہے۔ تم بھی ناراض ہو جاؤ گی تو وہ بالکل اکیلی پڑ جائے گی۔ میں تو کہتا ہوں کل تم بچلر پارٹی رکھو اسے بلاؤ۔ گھومو پھرو جو دن زندگی کے وہ ہنس لے اسکا ثواب مل جائے گا تمہیں۔ "تیمور اس کے سر پر چپت لگا کر اسے سمجھا کر وہاں سے چلا گیا۔

"وہ مانے تب ناں جس چیز کے لیے ماننا چاہیے اس کے لیے انکار اور جس کے لیے انکار کرنا چاہیے اس کے لیے مان جاتی ہے۔ بے وقوف۔ "وہ پاؤں پٹختی وہاں سے اپنے کمرے میں چلی گئی۔

اگلی صبح یونیورسٹی میں ملاقات ہوئی تھی۔ اتفاق سے آج ماہ روش بھی ان سے ملنے چلی آئی۔ ضویا اسے دیکھ کر کافی خوش ہو گئی تھی۔ عروش کا موڈ بھی بہتر ہوا تھا۔

"کیا نکاح اور آپکا کس سے۔ "ماہ روش کو سن کر دھچکا لگا تھا وہ کیا سمجھ رہی تھی اور کیا ہو رہا تھا۔

"ہاں سنڈے کو تم ضرور آنا اوکے۔ "عروش نے اسے دعوت دی۔ ضویا نے اسے گھورا اور کافی دیر تک گھورا۔

"تم لوگ ایک دن پہلے آنا۔ رات رکنا ہو گا میرے پاس سمجھی تم لوگ۔ "عروش نے تو ٹھان لی تھی کہ ضویا کا خون روز جلایا کرنا ہے وہ چپ چاپ بیٹھی رہی۔

"عروش آپ خوش ہیں۔ "نجانے کیوں ماہ روش کو یقین نہیں آرہا تھا۔

"ہاں بالکل بہت خوش ہیں یہ بہت ہی زیادہ اس خوشی میں ہم لوگ کل بچلر پارٹی کر رہے ہیں کیوں۔ "عروش ضویا نے نے دانت پیستے ہوئے کہا۔ عروش نے حیرت سے اسکی جانب دیکھا۔

"کیوں عروش بتاؤ ناں۔ "ضویا نے اسے ٹھوکا دیا۔

"نہیں بالکل نہیں مجھے تو یہ سب پسند نہیں بس نکاح ہو رہا ہے تو ہونے دو۔ "عروش گڑبڑا گئی۔

"میں تو مذاق کر رہی تھی۔ "ضویا نے عروش کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"اچھا کافی دیر ہو رہی ہے۔ میں چلتی ہوں اب پھر سنڈے کو ہوتی ہے ملاقات۔ "ماہ روش ان سے گلے مل کر وہاں سے چلی گئی۔ ضویا منہ بنا کر بیٹھی رہی۔ وہ بچلر پارٹی کرنا ہی نہیں چاہتی تھی جب دل ہی خوش نہیں تو یہ سب فارمیلیٹیز کرنے کی بھی کیا ضرورت ہے۔ وہ اٹھ کر وہاں سے چلی گئی۔ عروش پھر سے اپنی ڈائری کھول کر بیٹھ گئی۔

"تمہارے شانے کی تلاش میں
اشک آنکھوں میں لئے پھرتی ہوں"

(شاعرہ:زریش مصطفی)

اس شعر پہ اسکی آنکھیں کئی ثانیے کے لیے جم گئیں تھیں۔ بالکل ویسے جیسے آنسوں کا ایک سمندر اسکی آنکھوں کے صحرا کی پیاس بجھانے میں ناکام رہا تھا۔ وہاں اب بھی خشک سالی تھی وہ چاہ کہ بھی رو نہیں پا رہی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"احمر مجھے کیوں لگ رہا ہے کہ صرف ذلت کے سوا ہمارے ہاتھ کچھ نہیں آنے والا۔ "گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے زوار نے پریشانی سے کہا وہ احمر کی باتوں میں آ کر وہی سب کرنے لگا تھا جو ان دنوں احمر خود کرتا پھر رہا تھا۔

"کچھ بھی نہیں ہو گا بس وہی ہو گا جو ہم چاہتے ہیں۔ "احمر نے اسے تسلی دی۔

"اگر وہ نہ مانی جو ہم سمجھ رہے ہیں وہ نہ ہوا پھر۔ "زوار نے دوسرا نکتہ اٹھایا۔

"پکی خبر ہے باس۔ فائل بنا رہا ہوں بس پیش تم نے خود کرنی ہے اور اپنا مقدمہ بھی خود لڑنا ہے بس یہ سوچ لینا کہ ان دیر نہیں کرنی۔ "احمر نے اسے ہمت دلائی۔

"اس بک شاپ پہ رکو زرا۔ "حمر شاپ کی طرف اشارہ کیا۔ زوار گاڑی پارک کر کے نیچے اتر آیا۔

"کیا کام ہے ہمیں یہاں۔ "زوار نے بے زاریت سے پوچھا۔

"دو تین فائلز چاہئیں اندر چلو۔ "وہ بادل نخواستہ اس کے پیچھے چل دیا۔ احمر کو دو منٹ لگے تھے۔ وہ اپنی مطلوبہ چیزیں لے کر باہر آ گیا تھا۔ زوار بس اس کے ساتھ تھا۔

"یہ لو۔ "زوار گاڑی اسٹارٹ کر رہا تھا۔ جب احمر نے ایک ڈائجسٹ اس کی گود میں رکھا۔

"یہ کیا ہے۔ "زوار نے گاڑی ریسورس کرتے ہوئے پوچھا

"دُرِ سکندر کا نیا افسانہ چھپا ہے۔ تمہیں پسند ہے ناں پڑھ لینا۔ "احمر نے اسے بتایا۔

"یہاں زندگی جہنم بنی ہے تمہیں در سکندر کی پڑی ہے۔ "وہ چڑ کر بولا۔

"سب ٹھیک ہو جائے گا بس دو دن اور۔ "احمر نے اسے تسلی دی۔ وہ بس خاموشی سے ڈرائیو کرتا رہا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

دن پہ دن گزر رہے تھے زندگی کا پہیہ رک ہی نہیں رہا تھا۔ آج عروش کی اور زارا کی مایوں کی رسم تھی۔ عروش نے ماہ روش اور ضویا کو آج ہی بلوا لیا تھا۔ ضویا جب سے آئی تھی بس منہ پھلائے بیٹھی تھی۔

"شام میں مہندی لگانے والی آئے گی میرے پاس ہی رہنا۔ "عروش نے ضویا کو دیکھا۔

"اب رکنے آئی ہوں تو تمہارے پاس ہی رکوں گی نا۔ "ضویا نے چڑ کر کہا ماہ روش بس خاموشی سے دونوں کو دیکھ رہی تھی۔ وہ ابھی ضویا کے ساتھ ہی آئی تھی۔

"تم رات رکو گی ناں یہاں۔ "عروش نے ماہ روش سے پوچھا۔

"نہیں عروش آج کی رات مشکل ہے کل ضرور رکوں گی۔ "ماہ روش نے سہولت سے معذرت کی۔

"جیسے تمہاری مرضی۔ "عروش مسکرا دی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

زوار نے صبح سے خود کو کمرے میں قید کیا تھا۔ اسے جو کرنا تھا آج ہی کرنا تھا۔ احمر ابھی تک نہیں آیا تھا۔ وہ بس کمرے کے چکر کاٹ رہا تھا۔ کسی چیز میں دل نہیں لگ رہا تھا۔ وہ اپنے بک ریک کے سامنے کھڑا ہو کر انہیں بغور دیکھنے لگا کچھ دن قبل خریدا جانے والا ڈائجسٹ سامنے ہی رکھا تھا۔ وہ اس لے کر بیڈ پر نیم دراز ہو گیا اس نے لسٹ سے نمبر دیکھ کر در سکندر کا افسانہ نکالا تھا۔

کون حساب لگا رکھے

کتنے موسم دل میں اترے

کتنی صبحیں بے نور ہوئیں

کتنی راتیں سونی گزریں

کتنے خیال ہوئے

کتنے موسم خزاں ہوئے

کتنی خواہشیں دل میں رہ گئیں

کتنے آنسو آنکھ میں اترے

اسے یہ نظم کچھ جانی پہچانی سی لگ رہی تھی۔

پنچھی!

ہر اڑان بھرنے والے پرندے کو ایک گھر ایک سائبان چاہیئے ہوتا ہے۔ وہ ہمیشہ ہواؤں میں اڑتا پھرتا ہے اور سوچتا ہے کاش اس کا بھی کسی انسان کی طرح گھر ہوتا۔ مگر ایسا نہیں ہوتا وہ اپنا گھونسلہ بناتا ہے اور کوئی بے رحم انسان ہی اسے توڑ دیتا ہے۔ اور انسان کتنا مختلف بنایا ان پرندوں سے اللہ نے ہمیں گھر دیا رشتے دیئیے مگر کچھ رشتوں میں کھوٹ رکھی اور کچھ خالص پر انسان کا دل باغی بنایا۔ جو ہمیشہ آزادی چاہتا ہے اپنے گھر سے اپنے ماحول سے اپنے رشتوں سے خلاؤں میں اڑنا چاہتے ہیں۔ مگر بے بس ہے اللہ نے اسے پر نہیں دیئے پر اڑنے کی خواہش دی ہے۔ "یہ سطور کہاں پڑھی ہیں پہلے میں نے وہ ذہن پہ زور دیتے ہوئے اٹھ بیٹھا۔

"مگر کچھ لوگوں کو آگے بڑھنے کی اتنی چاہ ہوتی ہے کہ وہ جیتے جاگتے انسان کو ایک زینہ سمجھ لیتے ہیں۔ ترقی کا پھر اسے اپنے قدموں میں روند کر بہت آگے نکل جاتے ہیں۔ آگے بڑھنے کی خواہش پھر بھی ختم نہیں ہوتی وہ اس جنون میں کسی دوسرے انسان کا سب کچھ ختم کر دیتے ہیں اور افسوس کی بات یہ ہے کہ انہیں احساس تک نہیں ہوتا۔ "وہ آگے پڑھنے لگا تھا وہ الجھ رہا تھا۔ یہ سب کیا ہے اسے یہ سب پڑھا ہوا لگ رہا تھا۔

"جانوروں کو کبھی کل کی فکر نہیں ہوتی۔ شاید ان کا ایمان ہم سے زیادہ اللہ پر ہے کہ وہ انہیں بھوکا نہیں رکھے گا اور انسان ایک ایسی مخلوق ہے۔ اگر پورا جہاں بھی اس کے قدموں میں نچھاور کر دو تو اسے اگلی خواہش آسمان ہو گا۔ " زوار کا ذہن الجھ گیا تھا وہ ڈائجسٹ رکھ کر اٹھ کھڑا ہوا۔

"یہ سب کہاں پڑھا میں نے۔ "وہ سوچتے ہوئے کمرے میں یہاں وہاں چکرانے لگا۔

،"یہ سب تو عروش کے رجسٹر پہ دیکھا تھا میں نے۔ "اسے اچانک یاد آیا۔ اگر یہ اب شائع ہوا ہے تو پہلے میں نے

وہاں کیسے پڑھا۔

(میں سمجھتی ہوں کہ کوئی بھی رائٹر آپ کا تب فیورٹ ہوتا ہے جب اس کے دیئے گئے پیغام کو آپ سمجھ لیتے ہیں اور سمجھ نہیں پاتے تو یہ ایک رائٹر کے ناکام ہونے کی سب سے بڑی وجہ ہے کہ اگر اس میں ٹیلنٹ ہوتا تو وہ لفظوں کے جادو نہ جگاتا۔ آپ کو اپنا دیا گیا پیغام بھی سمجھا تا آئی تھینک دُرِ سکندر اپنا پیغام ٹھیک سے نہیں پہنچا سکیں) زوار کو عروش کی کہی باتیں یاد آئیں۔

"اووو تو دُرِ سکندر تم ہو۔ "وہ حیرت میں غرق ہو کر وہیں بیڈ پہ بیٹھ گیا۔

"تم جیسی لڑکی بھی یہ سب لکھ سکتی ہے۔ "اسے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ وہ خوش زیادہ ہے یا حیرت زدہ عروش اور ناول پوئٹری۔ اسے ابھی تک یقین نہیں ہو رہا تھا اس نے احمر کو کال کی۔

"میں دس منٹ میں پہنچ رہا ہوں۔ "احمر نے کال پک کرتے ہی کہا۔

"ہاں ٹھیک ہے جلدی پہنچو۔ "زوار نے کہتے ہی فون رکھ دیا۔

دل اب دشمن جاں کو دیکھنے کے لیے مچلنے لگا تھا۔ مگر و ہفی الحال اس سے ملنا نہیں چاہتا تھا ان پندرہ بیس دنوں میں ان کی ایک ملاقات بھی نہیں ہو پائی تھی اور آمنا سامنا بھی ایک دو بار ہوا تھا بس۔ اگر وہ کترا رہی تھی تو زوار نے بھی خود پر پابندی لگالی تھی۔

"یہ لو تمہارا کام ہو گیا پیپر ورک کمپلیٹ ہے۔ اب کیس تمہیں لڑنا ہی نہیں جیتنا بھی ہے۔ "اگلے دس منٹ میں احمر اس کے پاس تھا اور فائل اس کے حوالے کرتے ہوئے جوش سے بول رہا تھا۔

"میرا مشن اسے پانا نہیں اسے بچانا ہے اور اس میں تو شاید میں بالکل نہیں ہاروں گا۔ "زوار کے لہجے میں اداسی تھی۔

"ایسا کیوں یار تم لگے ہاتھوں یہ کوشش بھی کر لینا۔ "احمر نے اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھا۔

"ایسی کسی بھی صورت میں کیس ہارنے کے چانسسز %99 ہوں گے۔ اس لیے کوئی رسک نہیں لوں گا۔ "وہ مسکرا کر کہتا فائل ڈرا میں رکھنے لگا۔

"آج رات اس سے آگے شاید وقت نہ ہو جو کرنا ہے آج ہی کرنا ہے۔ "زوار نے احمر کی بات پر گردن ہلا دی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

شادی طے تو کر دی تھی مگر سیف صاحب دل سے خوش نہیں تھے۔ عروش کا سوچ سوچ کر دل ہول جاتا۔ پریشانی

سے راتوں کو نیند نہیں آتی تھی نجانے کیا سوچ کر وہ عروش سے ملنے اس کے کمرے کی جانب بڑھے تھے۔ ضویا کا موڈ بے تحاشہ خراب تھا مگر پھر بھی وہ ضروری امور انجام دے رہی تھی۔

عروش مایوں کا جوڑا پہنے بیٹھی تھی۔ ضویا کا خون جل جل کے اب تو ختم ہونے لگا تھا مگر وہ خاموش تھی۔

"تم خود کو بہت بہادر سمجھتی ہو کیا۔؟ "جب ضویا نے عروش کو دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔

"میں کہاں بہادر ہوں۔ بہادر لوگ باغی ہوتے ہیں۔ میں نہیں ہوں۔ "عروش نے مسکرا کر کہا

"تم کب تک اپنے ضبط کو آزماؤ گی۔ "ضویا جو کمرے کی بکھری چیزیں سمیٹ رہی تھی۔ ایک دم غصے سے بولی۔

"ضبط میرا آزما کر دیکھو
مجھ کو زخم لگا کر دیکھو
صبر پہ دنیا کانپ اٹھے گی
مجھ کو دار چڑھا کہ دیکھو"

(شاعرہ:زریش_مصطفی)

عروش نے اسے دیکھتے ہوئے شعر پڑھا۔

"بہت اچھا شعر تھا مگر مجھے بالکل پسند نہیں آیا۔ اس کی شاعرہ بھی تمہاری طرح کم ہمت ہو گی۔ "ضویا بکھرا سامان وہیں پھینک کر اس کے قریب بیٹھ گئی۔ ضویا اب ان سب باتوں کا کوئی فائدہ نہیں عروش کے لہجے میں تلخی گھل گئی۔

"ٹھیک ہے چند باتیں صاف کر لو مجھ سے۔ میں پھر کچھ نہیں کہوں گی یہ باتیں میرے اور تمہارے سوا کسی کو پتہ نہیں چلیں گئیں۔ "ضویا نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھ کر اسے دبایا۔ جیسے عہد کر رہی ہو کہ بے فکر رہو کسی کو نہیں بتاؤں گی۔

"کبھی کبھی زخم کریدنے والے بھی آپ کے اپنے ہوتے ہیں۔ انجانے میں ہی صحیح مگر کھرنڈ کو کھرچنے کے بعد بھی انکو احساس نہیں ہوتا کہ کوئی درد سے کراہ اٹھا ہے۔ اس کے باوجود جب آپ اپنے درد کو دل میں دفن کر کے مسکراتے ہو ل۔ میں سمجھتی ہوں اس سے زیادہ تکلیف دہ اور کوئی بات نہیں ہو سکتی کہ آپ اتنے مجبور ہو جاؤ کہ اپنے دل کا دکھ کسی دوسرے سے نہ کہہ پاؤ۔ دوسروں سے کہا بھی کیوں جائے جو دکھ آپکا ہے وہ صرف آپکا ہے کسی سے کہنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ کسی کو فرق بھی کیا پڑتا ہے ضویا تم سے مجھے یہ توقع نہیں تھی کہ تم مجھے توڑنے کی کوشش اس حد تک انولو ہو کر کرو گی کہ میں ٹوٹ کر بکھر جاؤں گی۔ "ایک آنسو عروش کی آنکھ سے ٹوٹ کر ضویا کے ہاتھ پر گرا۔

مجھے بزدل لوگوں سے نفرت ہے مگر ان لوگوں سے شدید نفرت ہے جنہیں اپنی بھی پرواہ نہیں ہوتی۔ جو اپنا آپ تیاگ دیتے ہیں۔ "چوٹ صحیح جگہ پر پڑ رہی تھی ضویا نے ایک ضرب اور لگائی۔

"جو دوسروں سے محبت کرتے ہیں پھر وہ اپنا نہیں سوچتے۔ "عروش نے آنکھ میں آئے آنسوؤں کو بے دردی سے پونچھ ڈالا۔

"رولو عروش تمہاری زندگی تباہ ہو رہی ہے۔ "ضویا نے اسکا ہاتھ پکڑ کر پیچھے ہٹایا

"تباہ تو اسی دن ہو گئی تھی جس دن میں پیدا ہوئی تھی۔ میری ماں کا کیا گناہ تھا جس کی مجھے سزا تا حیات ملتی رہی گی اور مجھے اس دنیا میں لانے کا جو شخص سبب بنا اسے تو میں جانتی تک نہیں۔ مجھے باپ کی کمی کا احساس کبھی نہیں ہوا مگر اب میں نے اپنا آخری رشتہ بھی کھو دیا ہے۔ پہلے مجھے اس کا غم تو منانے دو پھر زندگی تباہ ہونے کا بھی ماتم کر لوں گی۔ "آنسو اب تواتر سے اس کی آنکھوں سے بہہ رہے تھے۔ سیف صاحب کے قدم دروازے پہ ہی جم سے گئے تھے۔

"عروش تم ہمت کرو سب ٹھیک ہو جائے گا۔ "ضویا نے اسے اپنے ساتھ لگا کر تسلی دی۔

"ضویا تم نہیں جانتی جب آپ اپنا سب سے زیادہ پیار کرنے والا باپ جو آپ کا آخری سہارہ ہو کھو دو تو کیسا لگتا ہے۔ "وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ سیف صاحب نے کھڑے ہونے کے لیے دیوار کا سہارہ لیا۔ یہ کیا کر دیا تھا انہوں نے وہ جو سب ٹھیک کا اشارہ دے رہی تھی۔ سب دھوکہ تھا۔

"عروش زوار تم سے بہت محبت کرتا ہے اب بھی تم چاہو تو۔ "ضویا نے موقع کا فائدہ اٹھایا۔

"نام۔ مت لو اس کا میرے سامنے جس شخص میں اتنی جرات نہ ہو کہ اپنی محبت کا اظہار کر سکے۔ اس سے زیادہ بزدل کوئی نہیں ہو سکتا۔ "وہ فوراً آگ بگولہ ہو گئی۔

"عروش اس کی غلطی اتنی بڑی نہیں ہے جتنا تم متنفر ہو گئی ہو۔ اسے چھوڑو اپنا بتاؤ فیضی سے محبت ہے تمہیں۔ " ضویا نے زوار کی سائیڈ لی۔

"نہیں میں نے صرف ایک شخص سے محبت کی ہے اور مرتے دم تک اسی سے کروں گی اب کوئی اور سوال مت پوچھنا۔"وہ بمشکل اپنے آنسو روک کر بولی۔

"کیا وہ زوار ہے۔ "ضویا نے اسکا کندھا ہلایا۔ وہ خاموش رہی سیف صاحب کا سر گھومنے لگا تھا۔ ان سب باتوں سے کتنی بڑی زیادتی کر دی تھی انہوں نے اس کے ساتھ۔ باپ کو بھلا کونسی بیٹی بتاتی ہے وہ کسی کو چاہتی ہے۔ پر اسکا تو اور کوئی نہیں تھا پوچھنا کافی نہیں تھا تصدیق کرنی چاہیے تھی۔ اسے اماں سے کہنا چاہیے تھا کہ اس سے پوچھیں۔

"بولو عروش کیا وہ زوار ہے۔؟ 'ضویا نے ایک بار پھر اپنا سوال دہرایا۔

"ہاں وہی ہے مگر اب تم کبھی اس بارے میں بات نہیں کرو گی۔ میری محبت میرے ماضی کے اندھیروں میں گم ہو جانے دو ورنہ یہ پھر کسی عروش کی زندگی تباہ کر دیے گی۔ ضویا اب بس اور کوئی بات نہیں۔ "وہ کہہ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ سیف صاحب شکست خوردہ قدموں سے چل کر واپس چلے گئے تھے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

مایوں کی رسم پر بہت کم لوگ مدعو تھے۔ بس قریبی رشتے دار اور دوست وغیرہ کل سفیان کی مہندی اس کے سسرال لے جانی تھی اور پرسوں زارا کی مہندی وہ لوگ لانے والے تھے۔ پیلے جوڑے میں عروش بہت پیاری لگ رہی تھی۔ جیولری وغیرہ کچھ نہیں پہنی تھی نہ اس نے نہ زارا نے لوگ ابٹن لگانے لگے۔

"اسے ابٹن سے الرجی ہے۔ "جب رسم کرنے کے لیے ایک عورت آگے بڑھی تو ضویا فوراً بول اٹھی۔

"آجکل کی لڑکیاں تو بہت ہی نازک ہیں۔ "وہ عورت منہ بناتی زارا کو ابٹن لگانے لگی۔

"یہ کیا حرکت تھی۔ "عروش نے ضویا کو گھورا۔

"اب تو یہی ہو گا۔"ضویا نے مزے سے کہا۔

"یہ الرجی کب دریافت ہوئی۔ "روزی جو ان کے پیچھے کھڑی تھی ان کے قریب آکر بولی۔

"میرے نکاح پہ ایک دن پہلے ہم نے بھی یہ رسم کی تھی۔ عروش کو میں نے ابٹن لگا دیا تو الرجی ہو گی تھی۔ "ضویا نے فوراً بات بنائی۔

"ضویا لوگ باتیں بنا رہے ہیں۔ عروش کب ہوئی تمہیں یہ الرجی۔ "شائستہ بیگم بھی ان کے قریب آرکیں۔

"آنٹی نہیں یقین تو لگا کر دیکھ لیں بعد میں مجھے مت کہیے گا کل تو یہ دلہن بننے کے بھی قابل نہیں رہے گی۔ "ضویا نے فیصلہ ان پہ چھوڑا۔ شائستہ تذبذب کا شکار تھیں۔

"پھر بھی آپ کہتی ہیں تو شروعات میں کرتی ہوں۔ "ضویا نے ہاتھ میں زرہ سا ابٹن لیا۔

"اچھا بھئی نہیں لگاتے کہیں الرجی ہی نہ ہو جائے۔ "شائستہ بیگم کہہ کر چلی گئیں۔

"یار ماہ روش کو بلا لو کہاں ہے۔ "عروش اب قدرے ریلکس تھی اس لیے اسے فوراً اس کی غیر موجودگی کا احساس ہوا۔

"ابھی تو یہیں تھی بلاتی ہوں۔ "ضویا اٹھ کر اسے ڈھونڈنے چل دی۔ تبھی اسے تیمور کی کال آئی تھی۔

"کیا بات ہے تیمور بھائی کوئی کام تھا۔ "ضویا نے کال پک کر کے عجلت بھرے انداز میں پوچھا۔

"پوچھنا تھا کہ میں انوائٹڈ نہیں ہوں۔ "انداز میں بلا کی بے چارگی تھی۔

"نہیں۔ "ضویا کو ہنسی آ گئی۔

"ہنسو مت میں یہاں بور ہو رہا ہوں۔بس میں بھی آ رہا ہوں۔ "تیمور نے اس کی ہنسی سے چڑ کر کہا۔

"خالص زنانہ فنکشن میں آپ کیا کریں گے۔ "ضویا نے ماہ روش کی تلاش میں نظریں ادھر ادھر گھمائیں۔

"وہاں زوار ہے۔ "تیمور نے پوچھا۔

"بالکل ہے۔احمر بھی ہو گا۔"

"ظاہر ہے۔ "ضویا کا انداز لاپرواہی لیے ہوئے تھا۔

"بس ٹھیک ہے میں بھی آ رہا ہوں۔"

"بالکل نہیں وہ لوگ بھی انوائٹڈ نہیں ہیں۔ "ضویا نے جلدی سے کہا کہیں وہ سچ مچ پہنچ ہی نہ جائے۔

"میں ان کے پاس آ رہا ہوں تمہیں تو شکل بھی نہیں دیکھاؤں گا اپنی۔ "تیمور نے غصے سے کہہ کر فون رکھ دیا۔

ضویا کو ماہ روش کہیں نظر نہیں آئی تھی اس لیے وہ عروش کے پاس واپس چلی گئی تھی

☆☆☆☆☆☆☆☆☆۔

"سنو احمر۔ "زوار نے کچھ سوچتے ہوئے اسے پکارا۔وہ جو فائل کا بغور معائنہ کر رہا تھا اسے دیکھنے لگا۔

"تم نے کتنی فائلز بنوائی ہیں۔ "زوار نے پر سوچ نظروں سے اسے دیکھا۔

"تین۔ "وہ کہہ کر پھر سے فائل الٹ پلٹ کر کے دیکھنے لگا۔

"تین کس لیے۔ "زوار نے الجھ کر پھر اسے مخاطب کیا۔

"ایک تمہارے لیے ایک صوفیہ کے لیے ایک۔ "وہ کہتے کہتے رک گیا۔

"ایک۔؟ "زوار نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"ایک عروش کے لیے۔ "احمر نے اٹکتے ہوئے کہا۔

"تم پاگل ہو کیا اسے فائل بجھوانے کی کیا ضرورت تھی۔ "زوار ایک دم بھڑک اٹھا۔

"اب تو بھیج دی دعا کرو وہ دیکھے ناں۔ "احمر نے حلق تر کرتے ہوئے کہا۔

"تم بہت کوئی۔ "زوار نے اپنے الفاظ کا گلہ گھونٹا۔

"تم یہ سوچو کہ ابھی بات کر لو پھر بہت دیر ہو جائے گی۔ "احمر نے اہم مسئلے کی طرف اسکی توجہ مبذول کروائی۔

وہ دانت پیستا وہاں سے چلا گیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

زوار کو اس شور شرابے کے دوران ہی کسی طرح سیف صاحب سے بات کرنی تھی۔ اس لیے وہ ان کی تلاش میں نیچے چلا آیا وہ اپنے کمرے میں سر تھامے بیٹھے تھے۔ اس دیکھ کر سیدھے ہو بیٹھے۔

"انکل آپ سے ضروری بات کرنی ہے۔ آپ پلیز میرے کمرے میں آئیں گے۔ "وہ کہہ کر صرف اتنی دیر وہاں رکا جتنی دیر انہوں نے سوچ کر سر اثبات میں ہلایا۔ وہ وہاں سے نکلا تھا جب سامنے سے آتی ماہ روش سے اسکی ٹکر ہوتے ہوتے بچی تھی۔

"سوری۔ "زوار نے رک کر فوراً معذرت کی۔

"تم یہاں۔ "زوار نے اسے دیکھ کر حیرت سے کہا۔

"آپ بھی تو یہاں ہیں میں تو اتنی حیران نہیں ہوئی۔ "ماہ روش نے بات سنبھالی۔ حالانکہ یہ ایک بہت غیر متوقع واقع تھا مگر وہ سنبھل گئی۔

"ہاں میں وہ۔ "زوار سے کوئی بات نہیں بن پائی۔

"آپ یہاں کرائے پہ رہ رہے ہیں۔ اتنی سے بات ہے آپ تو یوں گھبرا رہے ہیں جیسے آپکی کوئی چوری پکڑی گئی ہو۔ "ماہ روش نے یوں کہا جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔

"میری کونسی سی چوری پکڑی جائے گا ہاں۔ میں یہاں رہ رہا ہوں پچھلے دو ماہ سے۔ "زوار نے خود کو فوراً نارمل کیا۔

"میں مایوں پہ آئی تھی رات رکوں گی۔ چلتی ہوں سب ڈھونڈھ رہے ہوں گے مجھے۔ "وہ ملائمت سے کہتی باہر چلی گئی۔ وہ بھی سر کھجاتا سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا۔ اچانک زوار کو عروش کے گھر میں دیکھ کر کیا کچھ نہیں ٹوٹ گیا تھا اس کے اندر۔ وہ تو ابھی تک اس بات پہ حیران تھی کہ عروش کی شادی کسی اور سے کیسے ہو رہی ہے زوار کی اڑی ہوئی رنگت دیکھ کر ادے معلوم پڑ گیا تھا کہ وہ اسے کھو چکا ہے۔ محبت کو کھونا کیسا ہوتا ہے وہ جانتی تھی۔ عروش بھی تو خوش نہیں۔ وہ انہی سوچوں میں الجھی ہوئی چل رہی تھی۔ جب سامنے سے آتے تیمور سے وہ بری طرح ٹکرائی تھی۔ اس سے پہلے کہ وہ اپنا توازن برقرار نہ رکھتے ہوئے اس کے قدموں میں ڈھیر ہوتی۔ تیمور نے تیزی سے اسکی کلائی تھام کر اسے سہارہ دیا۔

"سوری آپ کو لگی تو نہیں۔ "تیمور نے فکر مندی سے پوچھا۔

"آپ نے طے کر لیا ہے جتنی بار ملیں گے طریقہ نیا اور یادگار ہو گا۔ "وہ سیدھی کھڑی ہوتی ہوئی غصے سے بولی۔

"یعنی یاد تو میں ہوں آپ کو۔ "تیمور کہ ہونٹوں پہ دلفریب سی مسکراہٹ تھی۔

"آپ جیسے لوگوں کا کوئی علاج نہیں۔ "وہ اس کی مسکراہٹ سے خائف ہوتی آگے بڑھ گئی۔ اسے تو دیدار یار نصیب ہوا تھا وہ تو جتنا خوش ہوتا کم تھا۔

"ارے تیمور بھائی آ گئے آپ۔ "سامنے سے آتے احمر کو دیکھ کر تیمور بھی آگے بڑھا۔

"ہاں بس ابھی۔ "اس سے بغلگیر ہوتے ہوئے وہ بولا۔

"چلیں باہر چلتے ہیں بہت رونق ہے۔ "احمر اسے پکڑ کر باہر چلا گیا۔ اب اوپر جو معرکہ ہونا تھا وہ چاہتا تھا کہ بس زوار اور سیف صاحب تک محدود رہے۔ باہر کی رونق تو دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔ لڑکیاں فل انجوائے منٹ کے موڈ میں تھیں۔

سبھی خوش تھے۔ بس ضویا منہ بنا کر اس پہ واضح کر رہی تھی کہ وہ بالکل خوش نہیں ہے۔ عروش پھر بھی دکھاوے کے لیے مسکرا دیتی تھی۔ مگر ضویا نے مسکراہٹ کو قریب سے بھی گزرنے نہیں دیا تھا یہی حال ماہ روش کا تھا ابھی زوار سے ملنے کے بعد جو رسمی مسکراہٹ بچی تھی وہ بھی کھو گئی تھی۔

"جب یہ دونوں ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں تو اتنے بے خبر کیوں ہیں بے۔ خبر نہیں تو اسکی شادی کہیں اور ہو رہی ہے اور وہ کھڑا دیکھ رہا ہے۔ "ماہ روش کو شدید غصہ آ رہا تھا۔ وہ خاموشی سے عروش اور ضویا کے قریب بیٹھ گئی۔

"ضویا لوگ دیکھ رہے ہیں۔ اللہ کو مانو یہ پوز دینا بند کرو لگ رہا ہے یہاں تمہاری زبردستی شادی ہو رہی ہے۔ " عروش جب تنگ آ گئی تو چڑ کر بولی۔

"تو کیا آپ کی زبردستی شادی ہو رہی ہے۔ "ماہ روش نے اس کی بات درمیان میں سے اچک لی وہ کب آ کر بیٹھی تھی عروش کو پتہ ہی نہیں چلا۔

"ارے نہیں ایسی بات نہیں ہے۔ ضویا کو بس یونہی عادت ہے۔ "عروش بے بات سنبھالنے کی کوشش کی۔ مگر ماہ روش سمجھ چکی تھی بات اتنی سادہ تھی نہیں جتنی نظر آ رہی تھی۔ وہ خاموشی سے وہاں سے اٹھ گئی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

سیف صاحب زوار کے بلانے پر اسکے کمرے میں چلے گئے تھے۔ جہاں وہ فائل ہاتھ میں لئے ان کا منتظر تھا۔

"کیا بات ہے برخودار۔ تم نے ہمیں یہاں کیوں بلایا۔ "وہ اس سے مخاطب ہوتے ہوئے اس کے کمرے میں رکھی کرسی پر براجمان ہوئے۔ زوار بھی ان کے سامنے بیٹھ گیا زوار سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ وہ بات کہاں سے شروع کرے۔ اس نے فائل خاموشی سے ان کے سامنے کر دی۔ ورق ورق دیکھتے اس فائل کو سیف صاحب کا رنگ ہر بدلتے صفحے کے ساتھ بدل رہا تھا۔ان کی پیشانی پہ پسینے کی چمکتی بوندیں اس چیز کی گواہ تھیں کہ وہ اس سب سے لاعلم تھے۔ انہوں نے فائل بند کر کے اپنے ماتھے پہ آئے پسنے کو ہاتھ سے صاف کیا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے جو فیضان کر چکا تھا۔

"انکل میں بہت شرمندہ ہوں کہ مجھے آپ کے گھریلو معاملات میں بولنا پڑا۔ پر یہاں دو لڑکیوں کی زندگی کا سوال تھا۔ میں خاموش نہیں رہ سکا۔ "سر جھکائے زوار ایسے بات کر رہا تھا جیسے سارا قصور اسکا تھا اور اب وہ معافی مانگ رہا تھا۔ وہ چند ثانیے زوار کو دیکھتے رہے تھے پھر خاموشی سے اٹھ کر چلے گئے۔ زوار بس انہیں دیکھ کر رہ گیا کچھ بھی تو نہیں کر سکا تھا وہ کچھ بھی نہیں کہہ سکا تھا۔ ماروش اسے ڈھونڈھتی ہوئی اوپر آ پہنچی تھی۔

"تم یہاں۔ "وہ کسی کو دیکھنا نہیں چاہتا تھا اس وقت اسے دیکھ کر بھی اسکا موڈ ویسا ہی رہا تھا۔

"تم یہاں کیا کر رہے ہو۔ "ماہ روش کو کمرے میں داخل ہو کر اندازہ تو ہو گیا تھا مگر پوچھے بنا نہیں رہ سکی۔

"میں یہاں رہتا ہوں یہ میرا کمرہ ہے اور میں اس وقت کسی سے بات نہیں کرنا چاہتا۔ "وہ چاہ کر بھی اپنے لہجے کی تلخی نہیں چھپا پایا۔ وہ برا مانے بنا اس کے قریب چلی آئی۔

"اپنی روشنی سے بھی نہیں۔"وہ ہمیشہ اسے روشنی کہہ کر پکارا کرتا تھا نجانے وہ زمانہ کہاں کھو گیا تھا وہ کتنی پیچھے رہ گئی تھی اور وہ کتنا آگے نکل گیا تھا۔

"روشنی اس وقت کسی سے کوئی بات نہیں کرنا چاہتا تم سے بھی بد تمیزی کر دی اور شاید آگے بھی لڑائی ہو جائے تم جاؤ یہاں سے۔ "اب کے اسکا لہجہ کچھ دھیما تھا۔

"زوار ہم اچھے دوست بھی ہیں اور کزن بھی میں جانتی ہوں تمہیں کیا پرابلم ہے۔ "ماہ روش نے اس کے قریب بیٹھتے ہوئے آہستگی سے کہا۔

"کیا مطلب۔"وہ اٹکا جیسے چوری پکڑی گئی ہو۔

"محبت ہو گئی ہے جناب کو۔ "وہ دل پہ پتھر رکھ کے مسکرا دی۔

"تم کیسے کہہ سکتی ہو یہ۔ "وہ نظریں چرا گیا۔

"نیچے جو دلہن بنی بیٹھی ہے ناں اس سے محبت کرتے ہو تم۔ "وہ جتنے آرام سے بولی تھی زوار کو اتنے ہی زور کا جھٹکا

لگا تھا۔

"تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے۔ "زوار نے فوراً خود کو سنبھالا۔

"ڈرومت کوئی بھی حالات ہوں میں تمہارے ساتھ ہوں۔ ابھی بھی وقت ہے نکاح پرسوں ہے۔ آج رات میں رکنے والی نہیں تھی مگر اب رک جاؤں گی۔ آج کی رات ہے تمہارے پاس ایک کوشش کر لو زوار پلیز۔ "وہ کہہ کر رکی نہیں تھی وہ اسے جاتے ہوئے حیرت سے دیکھ رہا تھا۔ کس مشکل میں پھنس گیا تھا وہ ان حالات میں عروش کو کچھ کہتا بھی تو منہ کی کھاتا۔ وہ اسے کھری کھری سنا کر چلتا کر دیتی وہ تو بس اپنی عزت سنبھال کے بیٹھا تھا۔ وہ سر تھام کر وہیں بیڈ پر گر گیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ خوش تھی چاہے اسے اسکی محبت نہیں ملی مگر کسی کو ملوانے کی کوشش تو کر سکتی ہے نہ۔ زوار کو یہ سب کہہ کر اسکا دل ہلکا ہو گیا تھا مگر وہ عروش سے کیسے بات کرے۔ وہ اس سے ناراض بھی ہو سکتی ہے وہ یہی سب سوچتی نیچے آئی تو تیمور سے پھر سامنا ہو گیا۔ اب کے نہ وہ غصہ ہوئی نہ اسے دور جانے کا بولا بس وہیں رکھی ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔

"آپ سے کچھ کہنا ہے۔ "وہ بھی موقع کو غنیمت جان کر اس کے سامنے بیٹھ گیا۔

"جی کہیے۔؟ "انداز وہی پرانا۔

"گزارش ہے اگر تھپڑ مارنے کا دل کرے تو سائیڈ پہ لے جا کر تنہائی میں ماریئے گا۔ میں نہیں چاہتا کہ آپ کا کوئی تماشہ بنے۔ "وہ نہایت ہی بیبہ بچہ بنا ہوا تھا۔ ماہ روش کو نہ چاہتے ہوئے بھی ہنسی آگئی۔ تیمور نے سکھ کا سانس لیا۔

"یعنی بات تھپڑ مارنے والی ہے۔ چلیئے پھر کسی ایسی جگہ جاتے ہیں جہاں کوئی نہ ہو میں نہیں چاہتی کہ میرے دل میں کوئی حسرت رہے۔ "وہ آنکھیں مٹکا کر بولی۔ تیمور کے دل ان جھیل جیسی آنکھوں میں ڈوب کر غوطے کھانے لگا۔

"آپ کو جب سے دیکھا ہے بس آپکا چہرہ آنکھوں کے سامنے رہنے لگا ہے۔ آئینہ بھی دیکھوں تو آپ دیکھائی دیتی ہیں۔ میری خواہش ہے کہ تا عمر آپکو اس آئنے کو دیکھتا ہوا دیکھوں۔ "انداز بہت رومانٹک تھا ماہ روش نے نظریں جھکا لیں۔

"ان پلکوں کی جھالر نے تو ہمیں کہیں کا نہیں چھوڑا صاف اور سیدھی بات ہے میں آپ سے محبت کرتا ہوں۔ اور شادی کرنا چاہتا ہوں اس لیے فلرٹ مت کہیے گا افیئر کی تو گنجائش ہی نہیں نکلتی۔ "تیمور نے رک کر اسکی طرف دیکھا وہ اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

"یعنی اگر نکلتی تو وہی کرتے۔" واہ کیا بات پکڑی تھی اس نے تیمور جھوم اٹھا۔

"میں آج تک تم لڑکیوں کو سمجھ نہیں پایا۔ " تیمور کا دل چاہا اپنا سر دیوار پہ دے مارے۔

"نہیں میں کلئیر کر رہی تھی کہ اگر گنجائش نکل آئے تو اب بھی فلرٹ ہو سکتا ہے۔ آپ شادی کو رہنے دیجئے۔ "وہ اسے ستا رہی تھی یا آزما رہی تھی وہ سمجھ نہیں پایا۔

"دیکھیے بات صاف اور سیدھی ہے میں آپ سے شادی کرنا چاہتا ہوں بس۔ "

"افئیر میں شادی کے بعد کسی سے چلا لوں گا۔ "کیا خوبصورتی سے بات مکمل کی گئی تھی تیمور کا منہ کھلا رہ گیا۔

"میں نے یہ کب کہا۔ "اس نے دہائی دی۔

"جبکہ یہ سچائی ہے مرد کرتے ہیں ایسے۔ "وہ مزے سے بولی۔ وہ جل کر رہ گیا۔

"میں محبت کرتا ہوں آپ سے۔ "تیمور نے اپنی بات پر زور دیا

"ہمیں ملے دن ہی کتنے ہوئے ہیں محبت ایسے تھوڑی ہوتی ہے۔ "وہ پریشانی سے بولی۔

"ڈیڑھ ماہ سے زائد ہو چکا ہے ہمیں ملے اور رہی بات محبت کی تو آپ بتائیے یہ کیسے ہوتی ہے۔ "وہ اسکی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے مضبوطی سے بولا۔ وہ کچھ دیر اسے یونہی دیکھتی رہی بات وہ کچھ زیادہ غلط بھی نہیں کر رہا تھا۔

"سوچ کر جواب دوں گی۔" وہ کہہ کر چلی گئی وہ امید کی جلتی بجھتی لو کو دیکھتا وہیں بیٹھا رہ گیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

ضویا نے احمر سے بھی سیدھے منہ بات نہیں وہ بھی تنگ آکر زوار کے پاس چلا گیا۔ زوار اسے دیکھتے ہی سوتا بن گیا۔ احمر نے اس سے بات کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ اس لیے خاموشی سے اس کے برابر لیٹ گیا۔

"کیا ہوا تھا۔؟" وہ اس کی شکل دیکھ کر ہی سمجھ گیا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

فنکشن اختتام پذیر ہوا تو سب اپنے اپنے کمرے میں چلے گی سیف صاحب بس اپنی اسٹڈی میں تھے کسی نے غور نہیں سب تھکے تھے اس لیے سونے چل دیئے۔ ضویا نے تو گویا عروش کا بائیکاٹ کر رکھا تھا۔ اس لیے وہ منہ پھلا کر سونے لیٹ گئی اور ماہ روش بھی مگر عروش کو نیند بالکل نہیں آ رہی تھی۔ گھٹن کا احساس اب بڑھنے لگا تھا۔ کل اسکی زندگی کا فیصلہ ہونے جا رہا تھا اور وہ خاموش تماشائی بنی کھڑی تھی۔۔۔ کیوں۔۔۔ سوال موجود تھا۔ جواب ہنوز غائب۔۔۔ وہ اس وقت اس بارے میں تو کیا کسی بارے میں سوچنا نہیں چاہتی تھی۔ اس وقت اسے کسی چیز کی ضرورت تھی تو وہ سکون تھا جو اسے کسی پل

نہیں آرہا تھا بار بار کروٹیں بدل بدل کر وہ تھک گئی۔ کیسی بے قراری تھی صبر کیوں نہیں آرہا تھا نہ اس فیصلے کو قبول کر کے اور نہ انکار کر کے۔ وہ اٹھ بیٹھی۔

"یااللہ میری مدد کر مجھے ہمت دے۔ "وہ بہت مضبوط تھی مگر جیسے جیسے دن قریب آرہے تھے وہ خود کو ٹوٹتا بکھرتا محسوس کر رہی تھی۔ اور اب تو کل کا دن بچا تھا اور وہ اتنی خوش قسمت نہیں تھی کہ اس کے ساتھ معجزہ ہو جاتا۔ اب سونا مشکل نہیں ناممکن ہو گیا تھا۔ اسنے ایک نظر سوئی ہوئی ضویا ور ماہ روش پر ڈالی۔ اور اپنے کمرے سے نکل کر آنگن میں لگے قد آور اونچے گھنے درخت کے نیچے رکھی کرسی پہ بیٹھ گئی تھی۔ یہ جگہ شاید اس کی سب سے زیادہ پسندیدہ تھی۔

دسمبر کی اس برفیلی رات میں وہ اس گھر کی واحد مکین تھی۔ جو شاید جاگ رہی تھی یا پھر اس قہر کی سردی میں بنا کسی سویٹر یا جرسی کے صرف ایک باریک سی شال اوڑھے چیئر پر دونوں پیر اوپر کیے اس دھند میں نجانے کیا تلاش کر رہی تھی۔ دھواں ہی دھواں تھا کچھ بھی تو صاف دیکھائی نہیں دے رہا نہ راستہ نہ منزل وہ سر گھٹنوں پہ رکھ کر آنے والے وقت کے بارے میں سوچنے لگی۔ آج اسے شدت سے اپنی ماں کی کمی محسوس ہو رہی تھی۔

"مما۔ "اسکے ہونٹوں نے جنبش کی ایک آنسو ٹوٹ کر اس کی چادر میں جذب ہو گیا۔

زاور کو اتنی رات تک جاگنے کی عادت نہیں تھی۔ وہ احمر کو دیکھ کر سوتا بن گیا تھا اور اس کے سوتے ہی اٹھ بیٹھا تھا۔ مگر کل کا دن۔۔۔ اس سے آگے کیا ہونا تھا وہ سوچ نہیں پاتا تھا یا سوچنا نہیں چاہتا تھا۔ اور آج کی رات اسے اپنی زندگی کی مشکل ترین رات لگ رہی تھی۔ وہ اس رات کی صبح نہیں چاہتا تھا کیونکہ اس رات کے بعد جو ہوتا شاید زندگی صرف سانس لینے تک رہ جاتی۔

"کاش میں کچھ کر سکتا۔ "اس نے اپنی سرخ ہوتی آنکھوں کو مسلتے ہوئے سوچا۔ جو کچھ اس نے کیا تھا شاید وہ ناکافی تھا وہ اپنے بیٹے کے سامنے اس کی کیوں سننے لگے وہ کتنا بے وقوف تھا۔

"کاش اس سے کچھ کہا ہوتا۔ اب تو شاید زندگی اسی کاش کے سہارے گزارنی ہے۔ "اس نے ٹھنڈی سانس بھرتے ہوئے سوچا۔

شدید سردی اور ٹینشن کی وجہ سے اسکا سر درد سے پھٹا جا رہا تھا۔ چائے کی شدید طلب نے اسے نیچے آنے پر مجبور کر دیا تھا۔ رات کے دو بجکر پچپن منٹ پر اس گھر میں کوئی اور بھی تھا جو نہیں سویا تھا۔ صحن میں ہلکی سی روشنی اور بے تحاشہ دھند میں وہ دیکھ نہیں پایا کہ وہاں کون ہے۔ مگر وہ جانتا تھا کہ وہاں کون ہو سکتا ہے بنا آہٹ کئے اس نے چائے بنائی تھی۔ چائے کے دو کپ ہاتھ میں لیئے وہ صحن میں آیا تو اس کے مقابل رکھی چیئر پہ بیٹھتے ہوئے کپ سینٹرل ٹیبل پر رکھ

دیئے۔وہ آنکھیں موندے سردی سے بے خبر بیٹھی تھی ایسے جیسے اس میں محسوس کرنے کی حس ختم ہو چکی ہو۔ اس نے کسی کا آنا بھی محسوس نہیں کیا تھا۔

"عروش۔ "زاور نے آہستہ سے اسے پکارا۔ اس نے پٹ سے آنکھیں کھولیں اور جلدی سے سیدھی ہو بیٹھی۔

"آپ اس وقت یہاں؟ "وہ حیرانگی سے پوچھ رہی تھی۔اسے واقع ہی اس کے آنے کی خبر نہیں ہوئی وہ حیران تھی۔وہ اس وقت کیا کر رہا تھا کیوں جاگ رہا تھا۔

"چائے پی لیں میں آپ کے لیئے بھی لایا ہوں۔ "اس نے اسے جواب دینے کے بجائے پیشکش کی تھی۔ وہ نچلا ہونٹ دانتوں سے کچلتے ہوئے بھاپ اڑاتے چائے کے کپ کو گھورنے لگی جو کچھ ہی سیکنڈز میں اس ٹھنڈ میں بھاپ کو ختم کر چکا تھا۔

"اس وقت چائے پی کر کس کمبخت کو نیند آئے گی۔ "اس نے آہستگی سے کہا۔

"مجھے تو چائے پی کر بہت اچھی نیند آتی یوں کہیے کہ لوگ نیند بھگانے کے لیے چائے پیتے ہیں اور میں لانے کے لیے۔ "وہ ہنس دیا۔وہ نظریں چرا گئی وہ ہمیشہ اس جان لیوا ہنسی سے خائف رہتی تھی۔

"آپ اتنی ٹھنڈ میں کیوں بیٹھی ہیں بیمار ہو جائیں گی۔ "وہ اب نظریں جھکائے تفتیش سے پوچھ رہا تھا۔

"بس دل چاہ رہا تھا۔ "جواب سیدھا تھا۔مگر سیدھا تھا نہیں۔

"اگر ٹھنڈ لگ جاتی تو۔۔۔؟ "وہ اپنا کپ ہاتھ میں لیتے ہوئے بولا۔

"تو کیا۔۔۔مر تھوڑی جاتی۔ "وہ استہزائیہ ہنسی ہنسی۔

"کیسی باتیں کر رہی ہیں آپ۔ "وہ اب بھی اسکی طرف نہیں دیکھ رہا تھا۔شاید وہ ان آنکھوں کا کرب دیکھ نہیں پاتا تھا یا دیکھنا نہیں چاہتا تھا۔

"آپ خوش ہیں؟ "اب کی بار اس نے اسکی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے سوال کیا تھا۔ ایک آنسو ٹوٹ کے اسکے رخسار پر گرا جو اتنے اندھیرے میں بھی زاور کی نظروں سے نہیں چھپ سکا۔

"میں خوش ہوں۔ "اس نے پورے کانفیڈینس کے ساتھ کہا۔وہ پچھلی کہی باتوں پر شرمندہ ہو گئی تھی اسے خود پر قابو رکھنا ہو گا۔ ابھی تک تم ان سب باتوں سے انجان ہو عروش۔ جب جان جاؤ گی کہ تمہارے ساتھ کتنا بڑا دھوکہ ہو رہا ہے تو شاید اندر سے ٹوٹ جاؤ گی کبھی نہ جڑنے کے لیے۔زوار کے دل میں ٹیس سی اٹھی۔

"یہ گھر کس کا ہے۔ "زوار نے بات برائے بات پوچھا جیسے جاننا چاہ رہا ہو کہ وہ کتنی لا علم ہے۔

"بابا کا ہے۔ "وہ اس عجیب اور اچانک سوال پہ حیران ہوئی تھی۔

"مطلب صرف آپ کے بابا کا۔ "وہ الجھا۔

"ہاں بابا کا ہی ہے۔ یہاں میرے نانا اور ان کے بھائی ساتھ رہتے تھے نانا کے انتقال سے پہلے ان کے بھائی یعنی زارا کے دادا نے ان سے انکے حصے کا یہ گھر خرید لیا تھا۔ "اس نے کندھے اچکاتے ہوئے یوں بتایا جیسے کوئی بات ہی نہ ہو۔ زوار کو سمجھ آگئی تھی کہ وہ مکمل طور پہ بے خبر ہے۔ اس لیے وہ ٹھنڈا سانس ہوا کے سپرد کر کے اپنی ٹھنڈی ہوتی چائے کی طرف متوجہ ہو گیا۔ کئی لمحے خاموشی ان کے درمیان ٹھری رہی۔

"عروش آپ اپنے روم میں جائیں یہاں تو بہت ٹھنڈ ہے۔ "وہ اس کے لیئے فکر مند تھا۔ عروش کو خواہ مخواہ غصہ آنے لگا۔

"پلیز آپ جاسکتے ہیں مجھے سمجھانے کی کوئی ضرورت نہیں میں بچی نہیں ہوں۔"

"آئی ایم سوری میں تو ویسے ہی۔ "وہ شرمندہ سے لہجے میں بولا۔

"ہے تو کچھ فلمی سا اور اچھا تو نہیں لگتا مگر۔ یہ اوڑھ لیں۔ "وہ اپنی گرم شال اتارتے ہوئے بولا۔ اس پہ اس کے لیے دیئے انداز اور غصے کا کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا۔ یہ شخص بھی عجیب تھا کبھی دھوپ کبھی چھاؤں۔ اسے اپنی آنکھوں میں کچھ جلن محسوس ہونے لگی تھی مگر وہ اس کمزور لمحے میں خود کو ہارتا ہوا نہیں دیکھنا چاہتی تھی۔ اس نے انکار کیلیئے لب کھولے ہی تھے مگر نہ جانے کیا سوچ کے ہاتھ آگے بڑھا دیا۔

"ویسے میں اس سردی کی عادی ہوں مجھے کچھ نہیں ہوتا یو ڈونٹ وری۔ "یہ پہلا جملا تھا جس پہ وہ دل سے مسکرائی تھی۔ کوئی آپ کی پرواہ کرے کسے برا لگتا تھا اسے بھی اچھا لگا تھا شاید بہت۔

"ویسے مسٹر مجھے ٹھنڈ لگ سکتی آپ کو کیوں نہیں آپ ٹھنڈ پروف ہیں کیا۔ "وہ اسے دیکھتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔ معصوم چہرہ روشن آنکھیں اور ان میں تیرتا پانی ہونٹوں پہ جھوٹی مسکراہٹ اسے اپنا دل بے قابو ہوتا محسوس ہوا۔ چائے کا کپ یونہی ٹھنڈا ہو گیا تھا عروش نے اسے چھوا تک بھی نہیں۔

"میرے خیال میں ہمیں روم میں جانا چاہیئے۔ "وہ گلہ کھنکارتے ہوئے بولا۔ وہ اس کمزور لمحے کے حصار سے نکل جانا چاہتا تھا۔

"ٹھیک ہے۔ "وہ خلافِ توقع مان گئی تھی اور اسکے اٹھنے سے پہلے ہی اٹھ کر چلی گئی۔

"رکیئے۔ "وہ اسکے پیچھے لپکا۔ وہ رکی مگر مڑی نہیں دل چاہ کہ ایک آخری بار وہ اسے جی بھر کے دیکھ لے مگر کس

حق سے وہ وہیں جم سی گئی۔

"آپ خوش ہیں۔ "زوار کا لہجہ افسردہ تھا۔ عروش کہ دل پہ وار ہوا کیسا شخص تھا وہ بھی۔

"ہاں بالکل میں خوش ہوں۔ "عروش نے مڑ کر اسکی آنکھوں میں دیکھ کر کہا۔ اسکی آنکھوں میں ٹھہری نمی اس کی بے تحاشہ خوشی کا پتہ دے رہی تھی زوار نے نگاہیں چرا لیں۔

"کچھ اور بھی کہنا ہے کہ میں جاؤں۔ "لہجے میں پھر تلخی گھل گئی تھی۔

"مجھے پتہ چل گیا ہے کہ دُرِ سکندر کے نام سے آپ لکھتی ہیں۔ "زوار نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔ عروش کا منہ پہلے حیرت سے کھلا پھر آنکھیں اور پھر وہ پاؤں پٹختی وہاں سے چلی گئی۔ یہ بات تو آج تو ضویا کو بھی پتہ نہیں چلی تھی تو اسے کیسے وہ حیران بھی ہو رہی تھی اور اسے غصہ بھی آ رہا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

کسی اور نے بھی رات کے اس پہر انہیں باتیں کرتے ساتھ کھڑے دیکھا تھا۔ وہ اسکی چادر اسے واپس لوٹا کر نہیں گئی۔ اور جا کر یونہی لیٹ گئی رات تو آنکھوں میں کٹ گئی۔ نجانے کب وہ سو گئی اسے اندازہ نہیں ہوا۔ چادر کو اپنے گرد اس نے ایسے لپیٹ رکھا تھا جیسے مصیبت سے بچنے کے لیے کوئی حصار مل گیا ہو جس کے ہوتے ہوئے اسے کچھ نہیں ہو سکتا۔

ضویا نے اسے سوتا دیکھا مگر جگایا نہیں ماہ روش اور وہ جلدی جاگ گئیں تھیں۔ دونوں کو کام سے اپنے گھر جانا تھا اس لیے اسے بنا بتائے ہی چلی گئیں۔

سیف صاحب رات بھر جاگتے رہے تھے۔ دل کو کسی کل چین نہیں مل رہا تھا وہ عروش کے کمرے میں آ گئے وہ کتنے پر سکون طریقے سے سو رہی تھی۔

"عروش بیٹا۔ "وہ اس کے قریب بیٹھ کر اس کے سر پر ہاتھ پھیرنے لگے۔

"بابا۔ "وہ فوراً اٹھ بیٹھی اور چادر کو ٹھیک کر اپنے اطراف لپیٹ لیا۔ انہوں نے بغور چادر کو دیکھا تھا۔ عروش نے ان کا دیکھنا محسوس کیا تو غور سے اپنا جائزہ لیا وہ جی بھر کے شرمندہ ہوئی تھی۔

"بابا یہ وہ۔ "اس نے کہنے کے لیے لب کھولے۔

"کچھ مت کہو۔ "انہوں نے ہاتھ اس کے سر پر رکھا۔ وہ آج سے پہلے کبھی اتنا شرمندہ نہیں ہوئی تھی۔ ان کے سامنے اسے لگا تھا اسکی چوری پکڑی گئی ہے وہ نظریں جھکائے اپنے ہاتھوں کو گھورتی رہی۔ وہ کچھ دیر اسے دیکھتے رہے پھر اٹھ کر جانے لگے۔

"بابا کیا ہوا۔ آپکو کچھ کہنا تھا کیا۔ "عروش کو لگا وہ اس سے ناراض ہو کر جا رہے ہیں۔

"نہیں بس ایک نظر تمہیں دیکھنے آیا تھا۔ "انہوں نے پیار سے کہتے ہوئے وہی چادر اس کے سر پہ اوڑھا دی۔ وہ حیران ہوئی تھی وہ حیرت سے انہیں جاتا دیکھتی رہی۔ ان کے جانے کے بعد اس نے اس چادر کو فوراً اتار پھینکا جیسا اس میں سے سانپ نکل آیا ہو۔ پھر وہ اٹھی اور چادر تہہ کر کے الماری میں رکھ دی۔ وہ مزید کسی کے سوالوں کے جواب نہیں دے سکتی تھی۔ یہ وہی چادر تھی جو زوار اکثر اوڑھتا تھا اس لیے اسے پہچاننا ایسا مشکل بھی نہیں تھا۔

"زوار تم سے بہت محبت کرتا ہے۔"

"میں نے صرف ایک شخص سے محبت کی ہے اور مرتے دم اسی سے کرتی رہوں گی۔"

"ہاں وہی ہے۔ "عروش کی آواز ابھی تک ان کے کانوں میں گونج رہی تھی۔ ان کا رخ اب اوپر کی جانب تھا۔ وہ زوار کے کمرے میں داخل ہوئے تو وہاں احمر اور زوار بیٹھے آپس میں کسی بات پر بحث کر رہے تھے۔ دروازہ کھلا تھا اس لیے وہ بنا اجازت ہی اندر داخل ہو گئے تھے۔

"انکل آپ۔ "زوار کو انہیں دیکھ کر حیرت ہوئی تھی۔

"تم سے ایک بات کرنی تھی۔ "انہوں نے نظریں جھکائے کہا۔

"جی کہیے۔ "زوار ان کے قریب چلا آیا۔ احمران کے بنا کہے ہی کمرے سے نکل گیا تھا۔

"ایک کی زندگی میں بچالوں گا کیا دوسری لڑکی کی زندگی تم بچا سکتے ہو۔ "سیف صاحب نے اسے دیکھتے ہوئے بنا تمہید کے کہا۔ زوار نے حیرت سے انہیں دیکھا۔

"مطلب صوفیہ کی ذمے داری میں لیتا ہوں عروش کی ذمے داری تم لے لو۔ "زوار کے دیکھنے کے انداز سے وہ سمجھ گئے تھے کہ وہ کچھ نہیں سمجھا۔

"میں انکل میں کیسے۔؟ "زوار نے حیرت سے انہیں دیکھتے ہوئے اپنی جانب اشارہ کیا۔ جیسے تصدیق چاہتا ہو کہ جو سن کر سمجھا ہے مطلب وہی ہے نہ۔

"عروش سے نکاح کر لو۔ "انہوں نے یہ الفاظ کیسے ادا کیئیے تھے وہی جانتے تھے۔ اپنی پگڑی کسی کے قدموں میں رکھ دی تھی۔ مگر وہ اب کے درمکنون کا ساتھ چھوڑنا نہیں چاہتے تھے۔ محبت کے بنا جینا کتنا اذیت ناک ہوتا ہے وہ جانتے تھے۔ زوار کا منہ کھلا اور کئی ثانیئے کھلا ہی رہا۔

"بیٹا اب اس کے سوا کوئی راستہ نہیں ہے۔ فی الحال فیضی سے بچانے کے لیے مجھے یہ قدم اٹھانا پڑے گا۔ میں جانتا

ہوں تم اسے چاہتے ہو۔" وہ بیٹی کے باپ تھے نظریں جھکا گئے۔

"آپ کو کیسے پتہ۔ "زوار خواہ مخواہ شرمندہ ہونے لگا۔

"یہ ساری محنت تم نے میرے لیے تو نہیں کی۔ "انہوں نے فائل اس کے سامنے کی وہ سر جھکا گیا۔ وہ ساری رات فائل پڑھتے رہے تھے۔

"تمہارے گھر والے نہیں مانیں گے۔ "سیف صاحب کی بات میں سوال اور اسکا جواب دونوں ہی چھپے تھے۔

"مما بابا مان جائیں گے۔ بڑے بابا نہیں مانیں گے۔ "زوار نے شکست خوردہ سے لہجے میں کہا۔

"میں ہوں ناں میں منالوں گی انکل۔ "ماہ روش جلدی واپس آگئی تھی۔ وہ عروش کے پاس جانے کی بجائے سیدھا اوپر آئی تھی۔ ان دونوں کی باتیں سن کر وہ حیران تو ہوئی تھی۔ مگر خوش بھی تھی کہ تقدیر نے دو محبت کرنے والوں کو ملوانے کا فیصلہ دے دیا ہے اس لیے وہ درمیان میں بول پڑی اس وقت زوار کو واقع ہی کسی اپنے کی ضرورت تھی۔ زوار نے شکر گزار نظروں سے اسے دیکھا۔

"یہ کون ہیں۔ "سیف صاحب نے سوالیہ نظروں سے زوار کو دیکھا۔

"یہ میری تایازاد ہیں۔ یہاں پڑھتی ہیں۔ "زوار نے اس کا مختصر مگر جامع تعارف کروایا۔

"تم ساتھ دینے کا وعدہ کرو تو مجھے یقین ہے کہ تم دونوں مل کر انہیں منالو گے۔ "سیف صاحب نے اسکی مشکل حل کر دی تھی۔ وہ کھل اٹھا۔

"آپ فکر ہی مت کریں انکل۔ میں ذمے داری لیتی ہوں ان کی عروش کو کبھی کسی مشکل کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔ "وہ دل سے خوش تھی زوار کے لیے اور اب عروش اسکی اچھی دوست تھی۔ محبت کو تو کل رات ہی اس نے الوداع کہہ دیا تھا۔ اس نے خود سے وعدہ کیا تھا کہ اب وہ زوار کے لیے کبھی نہیں سوچے گی سب کچھ بہت تکلیف دے تھا مگر اب وہ کافی حد تک پرسکون اور مطمئن تھی۔

"آج سیفان کی مہندی لے کر جائیں گے میں کسی بہانے سے جلدی آجاؤ گا۔ عروش گھر پر ہی ہو گی گواہان کا انتظام کرو آج نکاح ہے تمہارا تیار رہنا۔ "وہ کہہ کر وہاں سے چلے گئے۔

انہوں نے بہت بڑی آفت کو دعوت دی تھی۔ وہ یہ فیصلہ شاید نہ لیتے مگر آج عروش سے مل کر انہیں لگا کہ اگر اسے زوار سے جدا کیا گیا تو وہ واقع ہی درمکنون کی طرح زندگی سے منہ موڑ لے گی۔ وہ درمکنون کو کیا منہ دیکھائیں گے اگر وہ واقع ہی یہ صدمہ نہ سہہ پائی تو۔۔ اس سے اگے وہ سوچ نہیں سکے۔ انہوں نے بس فیصلہ کیا تھا وہ فیصلہ جو باپ اپنے بچوں

کی خوشی کے لیے لیتا ہے اب انکا فرض تھا کہ وہ باپ بن کر دیکھاتے۔ وہ سرخرو ہونا چاہتے تھے در مکنون اور اپنے اللہ کی نظروں میں۔ وہ سیڑھیاں اترتے ہوئے بہت مطمیئن اور خوش تھے۔

زوار تو کھڑا کھڑا جیسے سکتے میں چلا گیا تھا۔ روشنی بھی حیران تھی یہ کایاپلٹ کیسے ہوئی احمر آیا تو زوار بت بنا کھڑا تھا۔

"تم لوگ کیا برف پانی کھیل رہے ہو۔ "احمر نے منہ بنایا۔

"نہیں تو۔ "ماہ روش نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تو پھر اسے کیا ہوا لگتا ہے انکل نے خوب ٹھکائی کی ہے۔ بچارہ سہہ نہیں سکا۔ "احمر نے آہ بھری۔

"ہاں واقع ہی سہہ نہیں سکا۔ "ماہ روش مسکرائی۔

"تمہارے کزن کی بے عزتی ہوئی ہے اور تم مسکرا رہی ہو۔ "احمر نے اسے شرم دلائی۔

"ارے نہیں احمر بھائی آپ سنیں گے تو آپکو بھی سکتہ ہو جائے گا۔"

"چلو بتاؤ پھر۔ "وہ فوراً اس کے قریب ہوا۔

"یہ بات راز رہنی چاہیے۔ احمر بھائی انکل نے کہا ہے کہ آج رات نکاح ہو گا عروش کا زوار کے ساتھ۔ "ماہ روش نے رک رک کر دھیرے سے بتایا۔

"نہیں کوئی خواب دیکھ رہا ہوں۔ "احمر نے ماننے سے صاف انکار کر دیا۔

"جی نہیں یہ حقیقت ہے۔ باقی باتیں آپ ان سے کریں۔ میں تو چلی ضویا کو بتانے وہ کہہ کر وہاں سے چلی گئی۔ احمر نے زوار کو پکڑ کر بیڈ پہ بٹھایا۔

"نہ کر دیکھ میرا معصوم دل محبت کرنے والوں کے لیے تڑپتا ہے۔ بولو یہ سب مذاق تھا۔ "احمر نے اسے پکڑ کر جھنجوڑا۔

"نہیں میرے بھائی یہ سچ ہے اللہ نے میری سن لی۔ "زوار فرت جذبات میں کے گلے لگ گیا۔

"یعنی ہم ہو گئے کامیاب یا ہو۔ میرے یار کی شادی ہے۔ "احمر اسے پیچھے ہٹا کر بھنگڑا ڈالنے لگا تھا۔

"شور مت مچاؤ کیوں کینسل کروانی ہے۔ "زوار نے اسے پکڑ کر اپنے پاس بٹھایا۔

"یار۔۔۔ "وہ منہ بنا کر اس کے قریب بیٹھ گیا۔ زوار نے اسے نکاح خواں اور گواہان کا بندوست کرنے کا کہا تھا۔ احمر فوراً حرکت میں آیا اور سب کو رازداری سے فون کر دیے جن میں تیمور فہد اور احمر شامل تھے۔ ضویا تا حال لاعلم تھی۔ کیونکہ اس سے یہ خوشی چھپائی نہ جاتی اس لیے اسے ابھی نہیں بتایا گیا تھا۔

"ضویا فری ہو کر ملو۔ "احمر نے اسے میسج کیا۔

"کس خوشی میں۔ "

"عروش کی شادی کی خوشی میں۔ "احمر کے میسج نے جلتی پہ تیل کا کام کیا۔ وہ تو شاید اس شادی میں عروش کا خون جلانے کے لیے شامل ہوئی تھی۔ مسلسل اسے ہی گھور رہی تھی عروش تنگ آکر لحاف میں دبک گئی۔

"اب تو بالکل نہیں۔ "اس نے غصے سے کہا۔

"یار بہت اہم بات بتانی ہے آؤ تو۔۔"احمر نے منت بھرے لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے کچھ دیر میں آتی ہوں۔ "اسے اس پہ ترس آگیا تھا۔ اس لیے بحث کو مختصر کر کے وہ کام سمیٹنے لگی۔ اپنے کپڑے جو وہ لائی تھی اور عروش کی چیزیں۔ وہ ناراض تھی مگر کام سارے کر رہی تھی۔

"کام کر رہی ہوں تو کوئی یہ سمجھے کہ مان گئی ہوں۔ ادھار چکا رہی ہوں میرے نکاح پہ بہت کام کیا تھا لوگوں نے۔ "ضویا نے اسے لحاف میں گھسا دیکھ کر سنایا عروش کو نہ چاہتے ہوئے بھی ہنسی آگئی۔ ضویا اسے گھورتی ہوئی احمر سے ملنے چل دی۔

"ہاں بولو کیا مسئلہ ہے۔ "وہ شدید غصے میں تھی۔

"غصہ کم کیا کرو جان۔ "اس نے سہمنے کی اداکاری کرتے ہوئے کہا۔

"تم ڈرامے کم کیا کرو اور اصل بات بتاؤ۔"

"اصل بات سن کے تو تم اچھل ہی پڑو گی۔"

"میں تمہاری طرح بندروں جیسی حرکتیں نہیں کرتی۔ اس لیے جلدی بولو۔ "

"میں بندر ہوں۔ "احمر نے برا مانتے ہوئے کہا۔

"بالکل۔ "اسے مطلق پرواہ نہیں تھی۔

"خیر چھوڑو وہ بھی کیا حسین دن ہو گا جس دن تم میری عزت اور قدر کرو گی۔ "احمر نے ٹھنڈا سانس بھرا۔

"تم بتا رہے ہو یا میں جاؤں۔ "وہ اسے دیکھتے ہوئے ٹھر ٹھر کر بولی۔

"بتا رہا ہوں پر اسے راز رکھنا پہلی شرط ہے۔ "احمر نے اسے کے قریب ہوتے ہوئے آہستگی سے کہا۔ وہ سر زور زور سے ہاں میں ہلانے لگی۔

"آج شام میں عروش اور زوار کا نکاح ہو رہا ہے۔ "احمر نے بم پھوڑا۔

"سچی۔۔۔۔۔"ضویا نے بے ساختہ چیخ ماری۔

"مچی۔ "وہ بھی ایک آنکھ دبا کر شرارت سے بولا۔ وہ کافی دیر کھڑے باتیں کرتے رہے تھے پھر ضویا نیچے چلی گئی۔

شام میں زارا اور عروش کو ساتھ نہیں لے جایا گیا۔ ضویا سر درد کا بہانہ کر کے رک گئی۔

"ارے ماہ روش تم تو چلو۔ "روزینہ نے پیار سے کہا اسے ماہ روش اچھی لگی تھی۔ فی الحال وہ یہ نہیں جانتی تھی کہ وہ زوار کی کزن ہے۔

"نہیں میں وہاں کسی کو نہیں جانتی اور ضویا بھی نہیں جا رہی تو مناسب نہیں لگتا۔ "ماہ روش نے سہولت سے انکار کر دیا روزی نے بھی زیادہ اسرار نہیں کیا۔ ان سب کے جاتے ہی گھر میں خفیہ تیاریاں شروع ہو گئیں تھیں۔ صفیہ بیگم تا حال لا علم تھیں وہ اپنے گھٹنوں کے درد کی وجہ سے سفیان کی مہندی میں نہیں جا سکیں تھیں۔ ان سب کے جانے کے بعد بہت رازداری سے مولوی صاحب کو بلوا لیا گیا تھا۔ تیمور اور فہد بھی پہنچ گئے تھے۔ سیف صاحب بھی جلدی واپس آ گئے تھے اور سیدھا صفیہ بیگم کے کمرے میں چلے گئے تھے۔ جیسے جیسے وقت گزر رہا تھا ضویا کے ہاتھ پیر پھول رہے تھے۔ وہ چاہتی تھی بس جلد از جلد نکاح ہو جائے۔ عروش کو بالکل اندازہ نہیں ہوا کہ گھر میں کیا ہو رہا تھا۔ جو بھی گھر آیا سیدھا اوپر چل دیا اور وہ تو اپنے کمرے سے نکلی نہیں۔ زارا شاید تھک گئی تھی اس لیے سو رہی تھی۔ ماہ روش اسکا کمرہ چیک کر کے آئی تھی۔

"کیوں جلے پیر کی بلی بنی ہوئی ہو۔ ہوا کیا ہے بتاؤ تو۔ "ضویا مسلسل یہاں سے وہاں چکر کاٹ رہی تھی عروش نے تنگ آ کر پوچھ ہی لیا۔

"تم سے مطلب میری پرسنل بات ہے تمہیں کیوں بتاؤں۔ "ضویا نے ناراضگی سے کہا۔ عروش کو ہنسی تو بہت آئی مگر خاموش ہی رہی۔ یہ اس کے غصے کو ہوا دینے والی بات تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"کیوں آئے ہو میرے کمرے میں چلے جاؤ۔ مجھے تمہاری شکل بھی نہیں دیکھنی۔ "صفیہ بیگم انہیں دیکھتے ہی آگ بگولہ ہو گئیں۔

"اماں آپ مجھ سے ناراض ہیں۔ میں جانتا ہوں آپ مجھے معاف کر دیں معافی کا انتظام کر لیا ہے میں نے۔ "وہ ان کے قدموں میں بیٹھ گئے۔

"کیا معافی بولو جب سے یہ سارا فساد شروع ہوا ہے عروش نے مجھے اپنی شکل تک نہیں دیکھائی اور خود سے جا کر

دیکھنے کی میری ہمت نہیں ہے۔ تم بہت ظالم ہو۔ برے ہو۔ "وہ رو دیں۔

"اماں بات تو سنیں روئیں نہیں۔ "وہ انہیں اپنے سینے سے لگا کر چپ کروانے لگے۔

"کیسے نہ روؤں۔ میری بچی کی زندگی تباہ کرنے پہ تلے ہو تم۔"

"اماں اسکا اب فیضی سے نکاح نہیں ہو رہا۔ "انہوں آہستگی سے کہا۔

"کیا واقع ہی پھر کس سے ہو رہا ہے۔ "وہ فوراً سیدھی ہوئیں چہرے پہ اب مسکراہٹ تھی۔

"اس سے جس سے وہ محبت کرتی ہے۔ تاریخ خود کو نہیں دہرائے گی۔ برسوں پہلے سب نے حتیٰ کہ درمکنون کے باپ نے بھی اسکا ساتھ چھوڑ دیا تھا مگر اب ایسا نہیں ہو گا۔ اب کی بار درمکنون کا باپ اس کا ساتھ نہیں چھوڑے گا تاریخ خود کو نہیں دہرائے گی۔ "وہ ان کے کندھے پہ سر رکھ کے رو دیئے۔ صفیہ بیگم نے انہیں پیار سے اپنے ساتھ لگا لیا آخر وہ ماں تھیں۔

نکاح بہت رازداری سے ہوا تھا۔ صفیہ بیگم بہت مشکل سے جا کر زارا کے پاس بیٹھ گئیں۔ وہ سو رہی تھی اگر جاگ جاتی تو اسے سنبھالنا انکا کام تھا۔ ماہ روش دروازے پہ کھڑی تھی اور ضویا کمرے کے چکر لگا رہی تھی۔

سب لوگ اوپر تھے نکاح شروع ہو چکا تھا۔ زوار سے دستخط کروا کر مولوی صاحب نیچے تشریف لائے تھے۔ ماہ روش نے ضویا کو اوکے کا اشارہ کیا تھا۔ وہ تیزی سے الماری کی جانب لپکی اور سب سے اوپر جو چادر پڑی تھی وہ لا کر عروش کے سر پہ ڈال دی۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ یہاں کوئی خفیہ مشن انجام دیا جا رہا ہے۔ کوئی دیکھتا تو اسے ہر گز نکاح نہ کہتا۔

"یہ کیا کر رہی ہو۔ "عروش چادر جیسی افتادہ کے اپنے سر پہ گرنے سے گھبرا گئی۔ وہ چادر زوار کی تھی وہ اسے واپس نہیں کر پائی تھی۔

"بس خاموش۔ "ضویا نے ہاتھ سے اسے چپ رہنے کا اشارہ کیا۔ تب تک مولوی صاحب اور گواہ کمرے میں داخل ہو چکے تھے۔ عروش ان سب کو دیکھ کر گھبرا گئی تھی۔

"یا اللہ یہ سب کیا ہو رہا ہے۔ آج کی رات تو سکون سے کٹ جاتی۔ "اس نے اذیت سے سوچا۔

"جب سب کل کے لیے طے تھا تو۔ آج کیوں اتنی بے قراری کیوں ہے سب کو۔ "اس نے ضویا کی جانب دیکھا وہ مسکرا رہی تھی۔ عروش کو تکلیف ہوئی آج ہو یا کل جب یہ قسمت ہے۔ تو ٹھیک ہے اس نے اذیت کو اپنے اندر دفن کیا۔ مولوی صاحب نے نکاح کا رجسٹر اس کے سامنے رکھا آنسوؤں سے آنکھیں دھندلا گئی تھیں۔ سیف صاحب نے اپنا ہاتھ اس کے سر پر رکھا۔ عروش نے خاموشی سے دستخط کر دیئے لکھتے ہوئے اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔ آنسو روانی سے بہہ

رہے تھے جب اچانک اسکی نظر دوسرے کئے ہوئے دستخط پہ پڑی تھی۔ زوار حیدر شاہ وہ حیران ہوئی تھی اس نے آنکھیں صاف کر کے ایک بار پھر نام کو دیکھا۔ نام نہیں بدلا تھا اس کی تقدیر بدل گئی تھی۔

(وَلَسَوْفَ یُعْطِیکَ رَبُّکَ فَتَرْضَیٰ)

(اور تمہیں پروردگار عنقریب وہ کچھ عطا فرمائے گا کہ تم خوش ہو جاؤ گے۔)

تو یہ سب ہو رہا تھا۔ صبح سے سرخوشی کی کیفیت اس کے پورے وجود میں پھیل گئی۔ آنسوں میں اور بھی روانی آ گئی تھی سب لوگ جا چکے تھے۔ عروش گھٹنوں پہ سر رکھ کر اور زور سے رونے لگی۔ اب کے آنسو خوشی کے تھے واقع ہی معجزہ ہوا تھا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اس کی قسمت میں اسکا ساتھ ہو گا۔

"پاگل مت بنو تمہیں بہت بہت مبارک ہو۔ "ضویا اور ماہ روش نے اسے اپنے حصار میں لیا اس کے رونے میں کمی نہیں ہوئی۔

"اچھا چپ کر جاؤ ورنہ میں بھی رو دوں گی۔ "جب کافی کوششوں کے بعد بھی وہ چپ نہیں ہوئی تو ماہ روش نے دھمکی دی۔ سچ تو یہ تھا کہ اس سب میں کئی بار دل دکھا تھا اسکا۔ کئی بار آنکھیں بھیگ گئیں تھیں۔ محبت کو کھونا آسان تو نہیں اس صورت جب آپ خود اس شخص کو کسی دوسرے کا نصیب بنسنے میں پیش پیش ہوں۔ مگر وہ خوش تھی بہت خوش وہ اپنی محبت میں کامیاب ٹھہری تھی وہ کم ظرف نہیں تھی۔ عروش پہ دھمکی اثر کر گئی تھی اس کے آنسوؤں میں کمی واقع ہوئی تھی۔

"میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اللہ مجھ پہ اتنا مہربان ہے اور میرے بابا بنا کہے میرے دل کی بات جان جائیں گے۔ "رونے کی وجہ سے اسکی آواز بیٹھ گئی تھی۔ "اللہ ہمارے لیے ہمیشہ ہم سے بہتر سوچتا ہے مگر ہم سمجھ ہی نہیں پاتے۔ "عروش اب بھی بول رہی تھی۔

"سچ تو یہ ہے کہ جب تک ہم اپنے لیے خود کچھ نہیں کرتے کوئی بھی کچھ نہیں کر سکتا۔ "ضویا نے اسے ساتھ لگاتے ہوئے حقیقت بتائی۔

"کیا مطلب۔ "عروش نے اسکی طرف دیکھا عروش کی دانست میں یہ سب خود بخود ہو گیا تھا۔

"مطلب صاف ہے تم نے ہمت ہاری تھی میں اور احمر نے نہیں ہم نے مل کر کوشش کی اور وہ کوشش رنگ لے آئی۔ "ضویا اب مزے سے اسے بتا رہی تھی۔

"کیسی کوشش۔ "عروش الجھی۔

"وہ تمہیں سب پتہ چل جائے گا فی الحال تم انجوائے کرو۔ مجھے بھی کرنے دو۔ میں بہت خوش ہوں۔ "ضویا اٹھ کر گول گول گھومنے لگی۔ عروش اور ماہ روش اسے دیکھ کر مسکرانے لگیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"مجھے تو یقین ہی نہیں ہو رہا کہ تمہارا نکاح ہو چکا ہے۔" یہ احمر تھا جو تب سے اب تک سکتہ کی حالت میں تھا اور بار بار ایک ہی بات دہرا رہا تھا۔

کر لو یقین اسکی زندگی تباہ ہو چکی ہے۔ "فہد نے زوار سے ہمدردی کا اظہار کیا جوابا زوار کے پڑنے والے مکے نے اسکا کندھا ہلا دیا تھا۔

"ابھی زخم تازہ نہ چھیڑو۔" تیمور نے بھی ہمدردی کرنا ضروری سمجھی۔

"ویسے بہت افسوس کی بات ہے کہ خوشی کے موقعے پر تم لوگ ایسی باتیں کر رہے ہو۔" زوار نے تاسف سے سر ہلایا۔

یہ نیچے شور کیسا ہے؟ وہ لوگ ابھی تک اپنی ہنسی مذاق میں گم تھے احمر نے فورا انہیں چپ ہونے کا اشارہ کیا

نیچے چلتے ہیں۔ "یہ فہد کا مشورہ تھا۔

وہ لوگ سیڑھیوں تک آ کر رک گئے تھے آوازیں صاف سنائی دے رہیں تھیں۔

بابا قسم سے میں اسے بالکل نہیں جانتا یہ کون ہے۔ "فیضان کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ سامنے ایک لڑکی جارحانہ تیور لیے کھڑی تھی۔

"تم نے چھ ماہ پہلے مجھ سے نکاح کیا ہے تمہارے بچے کی ماں بننے والی ہوں اور تم مجھے پہچاننے سے انکار کر رہے ہو۔"

صوفیہ شدید غصے میں تھی۔

"میں بات ختم کر چکا ہوں فیضی اب جو کیا ہے وہ بھگتو۔ کل سب کے سامنے تمہیں اسے اپنانا ہو گا اپنا نام دینا ہو گا اور اب یہی اس گھر کی بہو ہے۔ "سیف صاحب کا انداز اٹل تھا۔

عروش ضویا اور ماہ روش دروازے کی اوٹ میں کھڑی سب کچھ دیکھ رہیں تھیں۔

"آپ کیا کہہ رہے ہیں عروش سے نکاح ہے اس کا کل اس کا کیا ہو گا۔"

"تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں میں اسکا بندوبست کر چکا ہوں۔ "انہوں نے غیض بھری نگاہ شائستہ بیگم پر

ڈالی۔

وہ خاموشی سے سر جھکا گئیں۔

"بابا میں اسے اپنا لوں گا مگر میں عروش سے محبت کرتا ہوں اس سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔ "

ایک زور دار تھپڑ نے فیضان کا بند کر دیا تھا۔

"جانتا ہوں کونسی محبت اچانک اُمڈ آئی ہے اپنی گھٹیا زبان سے میری بیٹی کا نام مت لینا۔"

وہ غصے سے کہہ کر اپنے کمرے میں چلے گئے تھے۔فیضان ابھی تک حیران تھا وہ تو اونچی آواز تک میں بات نہیں کرتے تھے

"یہ ہے تمہاری محبت انہوں نے فائل اس کے سامنے ٹیبل پہ پٹخی دولت سے عشق ہے تمہیں اور تمہاری ماں کو۔ "

انہوں نے دکھ سے اپنی شریک حیات کو دیکھا وہ نظریں چرا گئیں۔

"تمہیں کیا لگتا ہے اپنی ماں کی مدد سے لاکر سے ڈاکومنٹس نکلوا کر تم اس سب پہ قابض ہو جاو گئے۔اس گھر میں جو حصہ ہے اور جو دکانیں اور دوسرا گھر ہے وہ سب عروش کی ماں کا ہے اس کی وصیت کے مطابق اسکا یہ بات میں نے صرف اس دن کے لیے چھپائی کہ کہیں تم لوگ لالچ میں نہ آ جاو مگر تم لوگوں نے پھر وہی گھٹیا حرکت کی کل سب کے سامنے تمہیں صوفیہ سے شادی کرنی ہو گی لوگوں کو میں خود جواب دے لوں گا۔"

وہ کہہ کر رکے نہیں تھے وہاں موجود سب لوگوں کو سانپ سونگھ گیا تھا

عروش نے دروازے کا سہارہ لیا ورنہ وہ گر جاتی اس کے ساتھ کتنا بڑا دھوکہ ہو رہا تھا اور وہ بس محبت کے چھن جانے کے غم میں مبتلا تھی۔

بابا نے اس پہ بات آنے ہی نہیں دی تھی کیسے فیضان کو لپیٹ میں لے لیا تھا اس نے سکھ کا سانس لیا کہ نکاح والی بات نہیں کھلی ورنہ اور نجانے کتنا ہنگامہ ہوتا۔

"یہ ہو رہا تھا تمہارے ساتھ تمہیں تو عقل ہے نہیں۔ "ضویا اس کے قریب بیٹھ گئی۔

"ضویا سچ کہوں ایک عجیب سا سکون محسوس ہو رہا ہے میں اندھے کنوئے میں گرنے سے بچ گئی۔ "عروش نے سر اس کے کندھے پہ رکھ دیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"یار تو تو بچ گیا سمجھ لگ گئی تیری کشتی کنارے۔ "احمر نے سارے ہنگامے کے بعد زوار کو آنکھ ماری وہ اسے گھور کر

وہاں سے چلا گیا۔

فیضان بھی پاوں پٹختا وہاں سے جا چکا تھا شائستہ وہیں سر تھامے بیٹھیں تھیں۔

"آئیں آپ کو کمرے میں لے چلوں۔ "روزینہ نے صوفیہ کو مخاطب کیا وہ چپ چاپ اس کے ساتھ چل دی وہ اسے اپنے ساتھ اپنے اور زارا کے مشرکہ کمرے میں لے گئی ۔

زارا اس سب سے بے حد پریشان سی ایک کونے میں بیٹھی تھیصوفیہ بھی خاموشی سے بیڈ پہ ٹک گئی کسی کو کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا کہ کیا بات کرے۔اگلی صبح بھی بے حد اداس اور بوجھل تھی وہ گھر شادی والا گھر تو بالکل نہیں لگ رہا تھا۔

مہندی والی آئی زارا صوفیہ اور عروش کو مہندی لگا کر چلی گئی۔عروش کے چہرے پہ الگ ہی مسکان تھی کبھی ہنس دیتی کبھی بالکل خاموش ہو جاتی۔

یار ہنس لو تمہارے دل کی مراد پوری ہو گئی ہے۔ "عروش اپنی مہندی کو دیکھ کر مسکرا رہی تھی جب ضویا نے اسکی چوری پکڑلی۔

"ابھی مکمل خوشی کہاں نصیب ہوئی ہے۔ "وہ یک دم اداس ہو گئی

"کیوں کیا ہوا؟ "ضویا نے ناسمجھی کے عالم میں اسے دیکھا۔

"زوار کی فیملی کو پتہ تک نہیں کہ ہوا کیا ہے کیا وہ مجھے قبول کریں گے یا میرا انجام بھی مما جیسا ہی ہو گا۔ "وہ بالکل ٹھیک سوچ رہی تھی ۔

"سب لوگ مان جائیں گے اللہ نے جہاں اتنا تمہارا ساتھ دیا ہے وہاں وہ معرکہ سر کرنے میں بھی تمہارا ساتھ دیگا۔ "ضویا نے اسے تسلی دی۔

"اور ویسے بھی وہاں میں ہر قدم پہ تمہارے ساتھ ہوں گی۔ تمہیں کمزور نہیں پڑنے دوں گی۔ "ماہ روش کمرے میں آئی تو دونوں کی گفتگو میں حصہ لیا۔

"میری پیاری دوست اب تمہارے حوالے ہے خیال رکھنا۔ "ضویا نے عروش کو پیار سے گلے لگاتے ہوئے ماہ روش سے کہا

زارا کی مہندی تھی اور فیضان کا صوفیہ کے ساتھ اور عروش کا زوار کے ساتھ نکاح یہ تو بس دنیا دکھوائے کو کیا گیا تھا۔سب لوگ حیران تھے باتیں بھی کر رہے تھے مگر چھپ چھپ کر ۔

اصل دھچکا تو روزینہ کو لگا تھا زوار اور عروش وہ جو سمجھ رہی تھی سچ ہو سکتا ہے اس حد تک اسے اندازہ نہیں تھا۔

"یار تم نے تو کہا تھا کہ عروش اور فیضان کا نکاح ہے مگر یہاں تو۔۔۔ "فہد کے ابا نے آخر سیف صاحب سے کہہ دیا۔

"ہاں تو کیا غلط کہا دونوں کا نکاح تو ہے۔ "وہ کمال سادگی سے کہتے ہوئے مسکرائے۔

وہ ہنس دیئے "۔ہاں مجھے غلط فہمی ہوئی ہوگئی شاید ایک بات کرنی تھی اگر برا نہ لگے تو۔ "فہد کے ابا نے انہیں دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں کہو یار ڈرو مت۔ "سیف صاحب نے انہیں ہمت دلائی۔

"یار روزینہ کو میں اپنی بہو بنانا چاہتا ہوں فہد کی بھی یہی خواہش ہے۔ "انہوں نے آس بھری نظروں سے سیف صاحب کو دیکھا۔

"میری بھی یہی خواہش ہے یہ شادیوں کا ہنگامہ کم ہو تو کرتے ہیں بات۔ "انہوں نے ہنستے ہوئے کہا۔آج ان کا من بہت ہلکا تھا جیسے کوئی بہت بڑا بوجھ اتر گیا ہو۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"سنئیے "!ماہ روش تیار ہو کر نکلی تو تیمور سے مڈبھیڑ ہوگئی۔وہ اسے بنا دیکھے آگے نکل گئی تو اس نے اسے آواز دے کر روکا۔

"جی کہیے۔ "وہ رک گئی۔لائٹ گرین کلر کے سوٹ میں وہ سچ مچ کوئی آسمان سے اتری پری لگ رہی تھی۔

"آپ تو ہمیں پیچھے چھوڑ کر بہت آگے نکل گئیں۔ "تیمور نے آفسردگی سے کہا۔

ماہ روش کو اس کی شکل دیکھ کر ہنسی آگئی۔

"اس لیے کہ کہیں سچ جان کر آپ مجھے پیچھے نہ چھوڑ دیں سوچا آپ کے راستے پہ چلا ہی نہ جائے۔ "وہ اب بالکل سنجیدہ تھی

"آپ نے یہ فیصلہ خود ہی کر لیا کہ میں آپ کو پیچھے چھوڑ جاوں گا آپ ایک بار ساتھ چلنے کا وعدہ کیجیئے راستے جتنے بھی دشوار ہوئے

"آپ مجھے کبھی کمزور نہیں پائیں گی۔ "وہ مستحکم لہجے میں بولا۔

"تو ٹھیک ہے بیٹھیئے کہیں سچ جان لیجیئے پھر بھی اگر آپ کا یہی فیصلہ ہوا تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔ "وہ اسکی آنکھوں میں دیکھ کر بولی۔

تیمور کو سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ خوش ہو کہ نہیں نجانے وہ کونسا سچ تھا۔

"جی چلیئے۔ "وہ کہتے ہوئے اس کے ساتھ ہو لیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

ضویا عروش کے ساتھ ہی مصروف تھی فنکشن شروع ہونے والا تھا عروش ابھی تیار ہو رہی تھی ضویا ریڈی تھی اس لیے تھوڑی دیر کے لیے اوپر چلی گئی۔

زوار ابھی تیار ہو رہا تھا احمر اسکی ہیلپ کر رہا تھا وہ دروازہ ناک کر کے اندر چلی گئی۔

تھری پیس سوٹ میں زوار بھی جچ رہا تھا۔

"ماشاء اللہ دولہا بھائی بہت پیارے لگ رہے ہیں۔ "ضویا نے کھلے دل سے تعریف کی

"آپ کے منہ سے یہ سن کر بہت اچھا لگا۔"زوار نے مسکرا کر ٹائی کی ناٹ ٹھیک کی۔

ویسے تم بھی وائٹ کلر میں بہت پیاری لگ رہی ہو۔ "احمر نے اس کے کان کے قریب سرگوشی کی زوار آئینے کے سامنے کھڑا پرفیوم کا بے دریغ استعمال کر رہا تھا۔

"پہلی فرصت میں تو ان کے پرفیوم کے اس طرح استعمال پہ پابندی لگے گی۔ "ضویا نے کھانستے ہوئے بات کا رخ زوار کی طرف موڑ دیا۔

"ارے سوری "!زوار نے شرمندہ ہو کے اپنا ہاتھ پرفیوم پر سے ہٹایا۔

"ارے مجھے تو وقتی کھانسی ہے عروش کو الرجی ہے زرا دھیان سے۔ "وہ ہنس پڑی۔

"اب یہ سارے پرفیومز پھینک دے گا اچھا پھینکنا مت مجھے دے دینا۔ "احمر نے اسے مفت مشورے سے نوازا۔

وہ بس مسکرا دیا کہ تب کی تب دیکھیں گے۔

سنو ہم بھی آج ہی رخصتی نہ کروالیں۔"احمر پھر اس کے کان کے قریب جھکا

"اففف مجھے لگتا ہے مجھے تمہارا بائیکاٹ کرنا پڑے گا۔"وہ پاوں پٹختی چلی گئی۔

زوار کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔

"ہنس لو کوئی بات نہیں ویسے بھی ہر کوئی تمہارے جتنا خوش قسمت تھوڑی ہوتا ہے جس کا ایک دن نکاح اور دوسری دن رخصتی ہو جائے۔ "وہ جل کر کہتا منہ پھلا کر بیٹھ گیا

زوار تو بس اپنی موج میں گم تھا وہ خوش تھا وہ بے تحاشہ خوش تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"میرے اور زوار کے بچپن میں ہی ہمارے گھر والوں نے ہماری منگنی طے کر دی تھی مگر یہ بات مجھے بڑے ہونے کے بعد پتہ چلی ہر وقت وہ ہی تھا میرے پاس میرا دوست ہمراز ہمدرد غمگسار ہم بہت کلوز تھے ایک دوسرے کے اس دوستی نے کب محبت کا رنگ اوڑھا میں نہیں جانتی جب سے لفظ محبت پڑھا اور سمجھا ہے ایک ہی شخص سے محبت کی مگر قسمت کو کچھ اور ہی منظور تھا شادی کی بات ہوئی تو زوار نے صاف انکار کر دیا مجھے بہت دکھ ہوا وہ یہی کہتا رہا ابھی نہیں ابھی نہیں پڑھ رہا ہوں سب گھر والے اس سے خفا ہو گئے مگر وہ اڑا رہا یہاں آ کر مجھے معلوم ہوا کہ وہ عروش سے محبت کرتا ہے میں نے انہیں ملوانے کی تدبیر کی ہے الگ کرنے کی نہیں آج وہ کسی اور کا ہے اور میں خوش ہوں اسے اس کی محبت مل گئی۔ اور آج اس کی محبت کا آخری دن ہے آج کے بعد وہ دوست کزن سب کچھ ہو گا مگر اس کے لیے دل میں یہ جذبہ اب نہیں ہو گا میں نے سوچا سب کچھ صاف صاف بتا دوں۔ "وہ اپنی بات مکمل کر کے مسکرائی ۔

"مجھے بہت اچھا لگا کہ آپ نے مجھ سے جھوٹ نہیں بولا اور دوسری یہ بات کہ اگر آپ چاہتیں تو ان دونوں کو نہ بھی ملواتیں مگر اس چیز سے آپ نے ثابت کیا ہے کہ آپ بہت اعلی ظرف کی مالک ہیں اور مجھے آج آپ پر اور اپنی پسند پر فخر محسوس ہو رہا ہے آپ کے ماضی میں کچھ بھی ہو مجھے اس سے بالکل کوئی فرق نہیں پڑتا آپ کی قدر اور بڑھ گئی ہے میرے دل میں۔ میں کبھی آپ کو تنہا نہیں چھوڑوں گا زندگی کے کسی مقام پر بھی۔ " تیمور نے محبت سے کہتے ہوئے اسکے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا۔

اسکی آنکھوں میں آنسو تھے مگر وہ مسکرا دی۔

عروش تیار ہو چکی تھی لائٹ سکن اور اورنج کنٹراسٹ کے خوبصورت لہنگے اور میچنگ جیولری میں وہ بہت خوبصورت لگ رہی تھی ضویا اب اس کے پاس ہی بیٹھی تھی ۔

"بہت اچھا کلر آیا ہے مہندی کا۔ "ضویا نے اس کے دونوں ہاتھ اپنے "ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا۔

"رنگ آنے سے کیا ہوتا ہے۔ "وہ مسکرائی۔

"سنا ہے شوہر یا ساس بہت پیار کرنے والے ملتے ہیں۔ "ضویا نے ہاتھوں کو بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

عروش ہنس پڑی ۔

"یار بہت پیاری لگ رہی ہو زوار سے بچ کے رہنا نظر لگا دینی ہے آج اس نے تمہیں۔ "ضویا نے ایک آنکھ دبا کر کہا۔

عروش نے اسے گھورا مگر ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔

"روزینہ !روزینہ تو لگتا تھا اس شادی میں مہمان آئی ہے وہ بس ایک کونے میں خاموشی سے بیٹھی تھی جب فہد اس کے قریب چلا آیا۔

روزینہ نے بھی کیا کیا خواب دیکھے تھے مگر سب ٹوٹ گئے وہ بہت دلگرفتہ سی بیٹھی تھی فہد کی پکار بھی نہیں سن پائی۔

"میں تم سے بات کر رہا ہوں۔" وہ اس کے قریب بیٹھ گیا۔

"میں نے سنا نہیں"۔وہ چونک کر سیدھی ہوئی۔

"کیا بات ہے بہت خاموش اور کھوئی کھوئی سی ہو سب ٹھیک تو ہے ناں۔"

نہیں میں بالکل ٹھیک ہوں بس شادی کے کاموں میں بزی تھی تو تھکن بہت ہو گئی ہے۔"

فہد نے تشویش سے پوچھا آج پہلی بار وہ اسے کوئی کرارا جواب دیئے بغیر اس سے نارمل بات کر رہی تھی۔

"چلو کوئی بات نہیں شادی کونسا روز روز ہوتی ہے"۔

"ہاں واقع ہی کہاں روز روز ہوتی ہے۔ "وہ خود کلامی کے انداز میں بولی ۔

"تم سے کچھ ضروری بات کرنی تھی۔ "فہد نے بنا تمہید باندھے اجازت چاہی۔

"ہاں کہو میں سن رہی ہوں۔ "وہ اس کی طرف متوجہ ہوئی۔

میں تم سے محبت کرتا ہوں آج سے نہیں بچپن سے تمہارا چڑنا لڑنا ڈانٹنا تمہارا ایٹی ٹیوڈ سب اچھا لگتا ہے مجھے۔ مگر میرے علاوہ تم کسی اور کی ہو یہ اچھا نہیں لگے گا تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں کئی بار سوچا کہ بات کروں مگر ڈر لگتا تھا کہ کہیں انکار نہ کر دو اس لیے چپ رہا تھا اب بھی یہی خدشہ ہے تم سے زبردستی نہیں کروں گا جو تمہارا فیصلہ وہی میرا نصیب۔"فہد ایک سانس میں سب کچھ کہہ گیا۔

روزینہ بس حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی اسے کبھی اندازہ ہی نہیں ہوا کہ فہد اس حد تک بھی سوچ سکتا ہے۔

تمہیں برا تو نہیں لگا۔ "فہد کا انداز ڈرا ڈرا سا تھا۔

"کوئی اور وقت ہوتا تو شاید بحث بھی ہو جاتی اور میں انکار بھی کر دیتی مگر اب نہیں ایک بات پہ ایمان پختہ ہو گیا ہے کہ جوڑیاں واقع ہی آسمانوں پہ بنتی ہیں جو کسی کی محبت اور خلوص کی قدر نہیں کرتے ان کی بھی کوئی قدر نہیں کرتا۔

"مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ "وہ کہہ کر رکی نہیں تھی۔

فہد منہ کھولے حیرت سے اسے دیکھ رہا تھا یہ سب اتنا آسان تھا اسے اندازہ ہی نہیں تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

عروش روزینہ کو اپنے کمرے میں دیکھ کر بہت حیران ہوئی تھی ۔

"تم یہاں آو بیٹھو۔ "عروش نے خوشدلی سے اسکا خیر مقدم کیا ۔

"نہیں بیٹھنے نہیں معافی مانگنے آئی ہوں آج تم جا رہی ہو تو اندازہ ہو رہا ہے کہ تم کتنی اہم ہو اس گھر کے لیے اور ہمارے لیے۔ "وہ اس کے قریب کھڑی آہستگی سے بول رہی تھی۔

"میں ہمیشہ کے لیے نہیں جا رہی۔ "عروش نے مسکرا کر اسے دیکھا اسے یقین نہیں ہو رہا تھا روزی اور اسطرح بات۔

"ہو سکے تو مجھے معاف کر دینا اور زندگی میں ہمیشہ خوش رہنا سمجھی۔ "روزی نے اسے آگے بڑھ کے گلے سے لگا لیا ۔

"مجھے معاف کر دینا میں نے بہت کچھ برا کیا ہے تمہارے ساتھ۔ "وہ اس کے گلے لگی لگی بولی آواز میں نمی شامل تھی۔

"تم میری بہنوں کی طرح ہو بلکہ بہن ہو مجھے کسی سے کوئی شکایت نہیں ہے۔"عروش نے اسے خود سے الگ کر کے تسلی دی۔

"اللہ تمہیں ڈھیروں خوشیاں عطا کرے۔ "وہ اسے دعا دے کر چلی گئی۔

عروش کے اندر تک سکون اتر گیا اس کے رشتے آہستہ آہستہ اس کے قریب ہونے لگے تھے چاہے اس کے دور جانے کے بعد ہی مگر یہ اطمینان بھی فرحت بخش تھا کہ سب اسے یاد تو کریں گے۔

عروش کو تھوڑی دیر کے لیے باہر مہمانوں میں لایا گیا تھا پھر اچانک رخصتی کا شور اٹھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"میں اسے لے کر کہاں جاوں گا میں تو خود یہیں رہتا ہوں۔ "زوار نے پریشانی سے احمر کو دیکھا۔

"اپنے اپارٹمنٹ اور کہاں۔ "ماہ روش نے منٹوں میں مسئلہ حل کیا۔

"وہاں بڑے بابا کے جو کارندے ہیں وہ انہیں ایک کی چار لگا کر سنائیں گے پھر وہاں میری سنوائی نہیں ہو گی۔"وہ ٹھیک کہہ رہا تھا ۔

"میں کہہ دوں گی کہ عروش میری دوست ہے اور کچھ دن رہنے آئی ہے بس حلیمہ بی بی تو ہو تیں ہیں یا دینو چچا ان کو میں ہنڈل کر لوں گی۔" ماہ روش نے چٹکی بجائی جیسے بجانے سے سارے مسلے حل ہو گئے ہوں۔

"دلہن کے جوڑے میں۔ "زوار نے ایک اور نکتہ اٹھایا۔

"کہہ دوں گی کہ ماڈل ہے شوٹنگ سے آئی ہے اور ویسے بھی وہ اتنی سوشل نہیں کہ انہیں میرے جھوٹ کا فورا پتہ چل جائے۔ "ماہ روش نے لاپرواہی سے کہا۔

"کوئی بھی مسئلہ ہوا تو ذمے دار تم ہو گی۔ "زوار کو مطمئن تو نہیں ہوا مگر مان ضرور گیا تھا۔

عروش کے ساتھ ضویا بھی آئی تھی اور زوار کے ساتھ فہد احمر اور تیمور کا آنا تو طے تھا۔

ماہ روش نے حلیمہ بی بی سے کہا تھا کہ گھر میں پارٹی ہے تو اس کے دوست آ رہے ہیں انہوں نے زیادہ دھیان نہیں دیا۔

عروش کو چھپا کر کمرے میں بٹھا دیا تھا یہ احتیاط صرف ان کے پیپرز تک ہی تھی اس کے بعد تو سب کھل ہی جانا تھا۔

"حلیمہ بی آپ سو جائیں کافی رات ہو گئی ہے۔" ماہ روش نے انہیں سونے بھیج دیا تھا۔

ان کی طبعیت کچھ ٹھیک نہیں تھی لہذا وہ خاموشی سے چلی گئیں۔

نکالو پیسے۔ "ماہ روش نے ہتھیلی زوار کے سامنے پھیلائی۔

"ایک تو ایسے موقعوں پر سب مانگنے والوں کا منہ کھل جاتا ہے۔" زوار خاصے موڈ میں تھا۔

"میں آپ کو مانگنے والی لگتی ہوں۔ "ماہ روش نے حیرت سے آنکھیں پھیلائیں۔

"تو اور کیا۔ "زوار نے اسی طرح کہا۔

"اب جا کر دکھانا آپ مجھے اس کمرے میں۔ "ماہ روش نے جارحانہ تیور لیے کمرے کی جانب اشارہ کیا جہاں عروش بیٹھی تھی۔

" اب بولو "تیمور نے اسے ٹہوکا دیا۔

زوار بس ہنس دیا۔

ماہ روش منہ پھلا کر سائیڈ پہ بیٹھ گئی۔

اچھا یہ لو۔ "زوار نے ہنستے ہوئے اپنا والٹ نکال کر سامنے ٹیبل پہ رکھا۔

ضویا نے فوراً اٹھا کر اپنا حصہ نکالا ۔

"تم کیوں لے رہی ہو "احمر نے اسے ٹوکا۔

"بھئی نہ دودھ پلائی ہوئی نہ جوتا چھپائی رسم نہیں ہوئی تو کیا ہوا حق تو میرا ابھی بنتا ہے "ضویا اپنی مطلوبہ رقم لے والٹ ماہ روش کو پکڑایا۔

"آئندہ تم کبھی اتنی کیش نہیں رکھو گے۔ "احمر نے ہنستے ہوئے زوار کو دیکھا۔

"اپنے کارڈ کا نمبر بتائیں۔"ماہ روش نے کیش نہیں لیا تھا اسکا کریڈٹ کارڈ ہی اپنے قبضے میں کر لیا تھا ۔

"تمہیں کیوں بتاوں۔ "زوار کا انداز صاف چڑانے والا تھا ۔

"پھر کسے بتائیں گے۔ "ماہ روش نے ایک ابرو اوپر اٹھا کر پوچھا۔

"ایسی باتیں بس اپنے لائف پاٹنر سے شئیر کرتے ہیں۔"وہ اپنے رو میں کہہ گیا ۔

ماہ روش کہ چہرے پہ ایک رنگ آ کر گزر گیا۔

تیمور نے بطور خاص اسے نوٹ کیا تھا۔

"ٹھیک ہے مت بتائیں میں اس سے پوچھ لوں گی۔"اگلے ہی پل وہ پھر سے واپس وہی مسکراہٹ چہرے پہ سجائے اس سے الجھنے لگی۔

کچھ دیر بعد سب لوگ اپنے اپنے گھر چلے گئے تھے۔

اب بس ماہ روش اور زوار بچے تھے۔

"آپ نہیں جا رہے۔ "ماہ روش نے اپنی مسکراہٹ چھپاتے ہوئے کمال سنجیدگی سے پوچھا۔

"اپنا کریڈٹ کارڈ اس لیے تو تمہیں نہیں دیا کہ تم مجھے گھر سے نکال دو کمرے میں جانے کے لیے دیا تھا۔"وہ سر کھجا کر بولا۔

"بہت بے چینی ہو رہی ہے چلیں کیا یاد کریں گے جائیں۔ "وہ ہنس پڑی۔

وہ بھی مسکراتا ہوا کمرے میں چلا گیا۔

وہ بیڈ کراون سے ٹیک لگائے بیٹھی تھی اسے دیکھ کر فوراً سیدھی ہو گئی ۔

وہ اس کے قریب بیڈ کی پائنتی کی جانب ٹک گیا وہ تھوڑا اور سمٹ کر پیچھے ہٹ گئی۔

"مجھے یقین نہیں آ رہا کہ اللہ مجھ پر اتنا مہربان بھی ہو سکتا ہے ایسے نواز سکتا مجھ گنہگار کو۔"وہ اسے دیکھ کر خود کو

یقین دلا رہا تھا کہ وہ محض اس کے لیے تھی اسی کے لیے بنی سنوری تھی۔

وہ کئی پل مبہوت سا اسے دیکھے گیا۔

زوار کا دل چاہا لمحے ساکت ہو جائیں اور وہ اسے دیکھے جائے پھر دل چاہنے لگا کہ وہ اسے بتائے کہ وہ اس سے کتنی محبت کرتا ہے۔

وہ پلکیں جھکائے بیٹھی رہی۔

میں تمہاری منہ دکھائی کا گفٹ نہیں لا سکا۔ "وہ بولا بھی تو کیا وہ پھر بھی خاموش رہی وہ خوش ضرور تھی مگر اس وقت بہت گھبرا رہی تھی یہ سب اس کے لیے آسان ہرگز نہیں تھا کہاں وہ اس شخص سے اتنا دور بھاگتی تھی کہاں وہ اس کے قریب اس کے جیون ساتھی کی حیثیت سے بیٹھا تھا وقت بھی کیسے اپنی چال چلتا ہے۔

"تمہیں کچھ چاہیے تو تم مانگ سکتی ہو مجھے بتاؤ کیا پسند ہے تمہیں میں لے آوں گا۔ "وہ اب اسے آفر کر رہا تھا۔

عروش نے پلکیں اٹھا کر زرا کا زرا اسے دیکھا پھر نظریں جھکا گئی وہ کچھ کہنا چاہتی تھی مگر کہہ نہیں پا رہی تھی۔

"وہ میں آپ سے کچھ کہنا چاہتی ہوں۔ "عروش دونوں ہاتھوں کو آپس میں مسلتے ہوئے بولی۔

"بولو کیا بات ہے میں سن رہا ہوں وعدہ کرتا ہوں مانوں گا بھی" زوار نے اسکے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا۔

عروش نے چونک کر اسے دیکھا مگر کہا کچھ نہیں وہ مسکرا دیا۔

مجھے کچھ مہلت چاہیے اس رشتے کو آگے بڑھانے کے لیے ضروری ہے کہ ہم دونوں اور آپ کے گھر والے دل سے خوش ہوں تب تک ہم ایک دوسرے سے الگ رہیں تو زیادہ بہتر ہے۔ "وہ بولی بھی تو کیا۔

زوار کئی ثانیے حیرت سے اسے دیکھتا رہا۔

مجھے غلط مت سمجھیں مگر۔۔۔"

"کتنی مہلت؟ "وہ آہستگی سے بولا۔

"جب تک آپ کے گھر والے مجھے بہو کی حیثیت سے قبول نہیں کر لیتے۔" وہ مضبوطی سے بولی۔

"ٹھیک ہے جیسے تمہاری مرضی۔ "وہ کہہ کر وہاں سے چلا گیا۔

وہ ناراض نہیں تھا مگر عروش کو لگا تھا کہ اسے برا لگا ہے۔

" لگتا ہے تو لگے مگر جب تک کوئی فیصلہ نہیں ہو جاتا ہمارا دور رہنا ہی ٹھیک ہے۔" عروش نے خود کو تسلی دی اور کپڑے بدلنے چل دی ضویا اور ماہ روش اسکا ضروری سامان لے آئیں تھیں۔

ماہ روش نے حیرت سے زوار کو کمرے سے نکلتے دیکھا تھا۔

"کیا ہوا؟ "ماہ روش نے اسے دیکھتے ہی پوچھا۔

"فی الحال جب تک گھر والے نہیں مان جاتے ہم الگ الگ رومز میں رہیں گے۔ "وہ کہہ کر دوسرے کمرے میں چلا گیا۔انداز برہم تھا ماہ روش کندھے اچکاتی عروش کے کمرے میں چلی گئی۔

"یہ کیا پھلجھڑی چھوڑی ہے تم نے۔ "ماہ روش نے آتے ہی عروش سے پوچھا۔

"کیوں کیا کیا میں نے؟"وہ اپنا میک اپ ریمو کر رہی تھی حیرت سے اسے دیکھا۔

وہ جناب غصے میں تھے کافی۔ "ماہ روش بیڈ پہ بیٹھ گئی۔

عروش کو تھوڑا دکھ ہوا پھر فوراً خود کو سنبھال کر بولی۔

"ہاں تو ہوا کرے میں اپنی جگہ بالکل ٹھیک ہوں وہ چاہے جو بھی سمجھیں۔ "وہ کہہ کر واپس اپنا کام کرنے لگی۔

دونوں کی رات کروٹیں بدلتے گزری تھی پوری رات میں زوار نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ عروش کی بات مان لے گا وہ ٹھیک ہی تو کہہ رہی تھی۔

عروش نے خود کو تسلی دیتی رہی تھی کہ وہ غلط ہے بھی تو اتنی نہیں اگر وہ نہ مانا تو وہ اس کی بات مان لے گی آخر شادی اس سے کی تھی اس کے گھر والوں سے نہیں مگر اپنی ماں کے انجام سے وہ بہت ڈری تھی تاریخ خود کو دوسری طرح دہرا رہی تھی۔اس بار اسے اس کے گھر سے عزت سے رخصت کیا گیا تھا اب سسرال میں عزت ملنی تھی کہ نہیں یہ فیصلہ ابھی ہونا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

ماہ روش سو کر اٹھی تو عروش وہاں نہیں تھی وہ فریش ہو کر کچن میں آئی تو عروش اپنے لیے چائے بنا رہی تھی۔

"ارے تم خود کیوں بنا رہی ہو۔ "ماہ روش نے کہا تھا۔

کیوں میں کیوں نہیں بنا سکتی۔ "عروش مسکرائی۔

"تم ایک دن کی دلہن ہو ابھی۔ "ماہ روش نے ایک آنکھ دبائی۔

"ہاں تو دلہن سے پہلے کچھ میٹھا بنواتے ہیں ناں۔ 'عروش نے چائے کپ میں انڈیلتے ہوئے کہا۔

" ہاں کہتے تو یہی ہیں۔ "ماہ روش نے کندھے اچکائے۔

" تو یہ لو رسم پوری ہو گئی۔ "عروش نے چینی چائے میں مکس کر کے کپ ماہ روش کے سامنے کیا۔

" تم نے تو کام ہی ختم کر دیا۔ "ماہ روش نے ہنستے ہوئے کپ تھام لیا۔

چائے پینے کے دوران دونوں میں ڈھیروں ادھر ادھر کی باتیں ہوتی رہیں تھیں حلیمہ بی کی طبعیت خراب تھی وہ ابھی تک آرام کر رہیں تھیں ۔

"تم نے بہت کچھ بتایا کچھ اپنی فیملی کے بارے میں بھی بتاو؟۔"عروش نے کچھ جھجکتے ہوئے کہا۔

"چھوٹی سی فیملی ہے میری میرے بابا میری ممی چچا جان چچی جان بس یہی ہے چھوٹی سی فیملی مجھے اور ان کو آہم آہم تو جانتی ہو۔ "وہ شرارت سے بولی۔

مطلب بائے نیچر کیسے ہیں؟ "

"یار میں جانتی ہوں تم کس چیز سے گھبرا رہی ہو تم بالکل فکر مت کرو سب بہت اچھے ہیں بس میرے بابا غصے کے ذرا تیز ہیں ۔"ماہ روش نے اسکا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے اسے تسلی دی وہ بھی مسکرا دی۔

"ناشتہ ملے گا۔" زوار کی آواز پر دونوں نے ایک ساتھ پیچھے مڑ کے دیکھا تھا ۔

وہ غالباً نہا کے نکلا تھا تولیہ کندھے پہ ڈالے گیلے بال لیئے۔

عروش نے فوراً گردن سیدھی کی۔

"آپ اب تو حرکتیں سدھار لیں تیار ہو جائیں ناشتہ بن جائے گا"۔ماہ روش نے اسے ٹوکا۔

" نہیں وہ میں۔۔۔۔ "وہ شرمندگی سے سر کھجاتا واپس چلا گیا۔

"تم کہاں چل دیں۔ "عروش کو اٹھتا دیکھ کر ماہ روش نے پوچھا۔

"ناشتہ بنانے۔"وہ معصومیت سے بولی۔

ماہ روش کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔

" ہنس کیوں رہی ہو؟ "عروش نے اسے گھورا ۔

"تم بہت اچھی بیوی ثابت ہو گی۔ "وہ ہنستے ہنستے بولی ۔

"مجھے پتہ ہے۔ "وہ اسے آنکھ مارتی کچن میں چل دی۔

" یار سنو۔ "ماہ روش فوراً اس کے پیچھے لپکی۔

"کیا ہوا؟ "فریج سے انڈے نکالتے ہوئے وہ مصروف سے انداز میں بولی ۔

"پنیر نہیں ہے۔ "ماہ روش نے شرمندہ سے لہجے میں کہا

"اس میں کیا ہے یہ گھر ہے اور گھروں میں اکثر چیزیں ختم ہو جاتی ہیں۔۔"وہ نارمل سے انداز میں بولی ۔

"مگر آپ کے سرتاج چیز آملیٹ کے بنا ناشتہ نہیں کرتے۔۔"وہ مزے سے بولی

"اچھا یہ بات ہے۔ "عروش اپنے کام میں مصروف بولی۔

" وہ ناشتہ نہیں کرے گا کیونکہ ایسے موقعوں پر وہ بنا ناشتہ کئیے چلے جاتے ہیں۔۔ماہ روش نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"آج ناشتہ کر کے جائیں گے فکر مت کرو۔ "عروش نے اس کے کندھے پہ تھپکی دی۔

" دیکھتے ہیں۔ "وہ اس کی مدد کروانے لگی۔

"عروش نے ناشتہ لگا دیا تھا وہ دونوں بھی ساتھ بیٹھ گئیں۔

" ناشتہ عروش نے بنایا ہے۔ "زوار کے کچھ کہنے سے پہلے ہی ماہ روش بول اٹھی۔

" ماہ روش تمہیں تو پتہ ہے ناں کہ مجھے چیز آملیٹ پسند ہے۔"زوار نے آہستگی سے کہا ۔

"میں دو تین دن سے گھر پہ نہیں تھی پنیر ختم ہو گیا مجھے یاد نہیں رہا۔ "ماہ روش نے جوس کا سپ لیتے ہوئے کہا۔

"روز ایک جیسا آملیٹ کھا کھا کر آپ اکتا نہیں جاتے؟"ماہ روش نے اسے دیکھتے ہوئے سوال پوچھا۔

"بس اب تو عادت ہو گئی ہے۔وہ مسکرا دیا ۔

"عادتیں اتنی بھی پختہ نہیں ہونی چاہئیں وقت اور حالات کے مطابق خود کو ڈھالنا آنا چاہیے۔وہ بھی ہونٹوں پہ مسکراہٹ سجائے بولی۔

ٹھیک کہہ رہی ہیں آپ۔"وہ مسکراتے ہوئے ناشتے کی طرف متوجہ ہوا۔

ماہ روش نے عروش کو آنکھ مار کر داد دی تھی۔"کیسے لڑکا قابو کیا تھا اس نے۔ "

☆☆☆☆☆☆☆☆

ہیلو عروش کیسی ہو؟ "ناشتے سے فارغ ہوئی ہی تھی کہ ضویا کی کال آگئی۔

میں بالکل ٹھیک ہوں۔ تم کیسی ہو؟ "عروش نے مسکراتے ہوئے اسکا حال احوال دریافت کیا۔

میں بالکل ٹھیک ہوں بہت خوش ہوں تمہارے لیے۔ضویا نے جوشیلے انداز میں کہا۔

تم پاگل ہو۔ "عروش ہنس دی۔

تم خوش ہو ناں عروش۔ "ضویا نے کسی خدشے کو دل میں لاتے ہوئے پوچھا ۔

"پتہ نہیں ضویا امتحان ابھی ختم ہی کہاں ہوئے ہیں کہ میں فیصلہ کر سکوں کہ میں خوش ہوں کہ نہیں۔"

وہ پل میں اداس ہو گئی تھی۔

سب ٹھیک ہو جائے گا تمہاری جان تو چھوٹ گئی تمہارے نام نہاد رشتے داروں سے۔"وہ منہ بنا کر بولی ۔

ضویا وہ سب میرے اپنے ہیں ایسا مت کہو۔ "عروش کو دکھ ہوا تھا۔

بہت اپنے ہیں ایک فون کال تک تو آئی نہیں ہو گی ان کی تمہیں۔"ضویا کو خواہ مخواہ غصہ آنے لگا ۔

وہ نہیں میں تو یاد کرتی ہوں ناں انہیں کافی ہے۔وہ آہستگی سے بولی ۔

یہ چھوڑو بتاو منہ دیکھائی میں کیا ملا۔ضویا نے ٹاپک فورا چینج کر دیا تھا ۔

ہماری تو کوئی ملاقات ہی نہیں ہوئی منہ دیکھائی کیسی۔عروش صاف مکر گئی وہ اب اسے کیا بتاتی ۔

ایسا کیسے ہو سکتا ہے۔ "ضویا نے صدمے سے بھرپور آواز میں کہا۔

تم یہ بتاو آ کب رہی ہو؟ "عروش نے بات بدلنا چاہی۔

"بات مت بدلو عروش اتنا تیار کیا تمہیں اتنی پیاری لگ رہیں تھیں تم انہوں نے دیکھا تک نہیں واہ۔ "وہ جل ہی گئی ۔

عروش کو ہنسی آ گئی ۔

ایسے ہی کرنا تھا تو بتا دیتی؟ جانتی ہوں میں تم دونوں کو۔ "ضویا نے غصے سے کہتے ہوئے فون رکھ دیا۔

وہ اکیلی بیٹھی ہنستی رہی کیسی شادی تھی یہ وہ سمجھ ہی نہیں پا رہی تھی۔

احمر نے ڈنر پہ انوئٹ کیا ہے ریڈی رہنا۔ "وہ دونوں لاونج میں بیٹھی شام کی چائے سے لطف اندوز ہو رہیں تھیں جب زوار نے آ کر انہیں پیغام دیا۔

اوکے۔ "ماہ روش نے سر اثبات میں ہلایا۔

کچھ اور کہنا ہے؟ "جب کافی دیر کھڑا رہنے کے بعد بھی وہ واپس نہیں گیا تو ماہ روش نے پوچھا۔

تمہیں احمر اور ضویا والے پک کر لیں گے۔ "ایک نظر سر جھکائے بیٹھی عروش پر ڈال کر اس نے ماہ روش کو دیکھا ۔

اگلی بات میں سمجھ گئی ہوں آپ کو کہنے کی ضرورت نہیں آپ اور عروش اکیلے بعد میں آئیں گے۔وہ آنکھیں مٹکا کر بولی ۔

عروش نے اس دوران نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔

وہ ہنس دیا ۔

ذرا بچ کے رہو چچا اور حلیمہ بی کو شک بھی ہوا ناں تو ایگزیمز راستے میں ہی رہ جائیں گے۔وہ سمجھانے والے انداز میں بولی ۔

کچھ نہیں ہو گا۔ "وہ کہہ کر اپنے کمرے میں چلا گیا۔

"چلیں ہم بھی ریڈی ہوتے ہیں وقت کم ہے۔ماہ روش نے اسے اٹھنے کا اشارہ کیا۔

صبح پیپر ہے میرا مجھے تیاری کرنی تھی 'وہ پریشانی سے بولی ۔

"واپسی پہ کر لینا۔"وہ اسے کہتی ساتھ لے کر کمرے میں آ گئی ۔

لائٹ گرین اور سکن کلر کے سوٹ میں ہلکا میک اپ کیئے وہ بہت پیاری لگ رہی تھی

ماہ روش نے لائٹ پرپل اور وائٹ کلر کے امتزاج کا سوٹ پہنا تھا دونوں بہت پیاری لگ رہیں تھیں ۔

تمہارے پاوں بالکل میرے بابا جیسے ہیں عروش بیڈ پہ بیٹھی اپنے جوتے کے سٹریپس بند کر رہی تھی جب ماہ روش کی نظر پڑی۔

تم اپنے بابا کو مس کر رہی ہو۔ "عروش ہنس دی۔

ارے نہیں واقع ہی میں سچ کہہ رہی ہوں یا شاید مجھے مشابہت لگ رہی ہے۔ "وہ کندھے اُچکا کر بولی۔

بس لگ رہا ہو گا اب چلو دیر ہو رہی ہے۔ "وہ کہہ کر اٹھ کھڑی ہوئی وہ تینوں ساتھ نکلے تھے پھر ماہ روش احمر والوں کی گاڑی میں بیٹھ گئی وہ لوگ چلے گئے تب زوار نے اپنی گاڑی اسٹارٹ کی عروش اس کے ساتھ فرنٹ سیٹ پر بیٹھی تھی۔

آج میں بہت خوش ہوں۔ "کافی دیر کی خاموشی کے بعد زوار نے ہی گفتگو کا آغاز کیا۔

کس لیے ؟ "وہ چہرہ موڑے باہر دیکھ رہی تھی سیدھے ہوتے ہوئے بولی ۔

"ہاں تم مجھے چھوڑ کر ایک رکشے والے کے ساتھ گھر تک جاتی تھیں اور آج پورے حق سے یہاں میرے برابر بیٹھی ہو۔"وہ مزے سے بولا حوالہ بھی کس چیز کا دیا تھا۔

وہ خاموش رہی۔

سمجھ نہیں آ رہا تم کہوں کہ آپ۔ "وہ اسے دیکھتے ہوئے بولا

جو آپ کو مناسب لگے۔ "وہ ہولے بولی ۔

میں پھر تم ہی کہوں گا۔ "وہ اسے دیکھتے ہوئے مسکرایا۔

مسکراہٹ تو آج ہونٹوں سے جدا ہونے کا نام نہیں لی رہی تھی۔

یہ کہاں روک دیا۔ "گاڑی ایک بہت بڑی جیولری شاپ کے سامنے رکی تو وہ چونکی۔

میرے ساتھ آؤ بتاتا ہوں۔ وہ کہہ کر گاڑی سے اتر گیا وہ بھی اسکے پیچھے ہولی۔

یہاں ہم کیا کرنے آئے ہیں؟ "عروش نے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

آپ کے لیے منہ دکھائی کا تحفہ لینے۔ "وہ لوگ اب بیٹھ چکے تھے۔

اس تکلف کی کیا ضرورت ہے۔ "وہ شرمندہ سے لہجے میں بولی شاپنگ مال کو دیکھ کر اندازہ ہو گیا تھا کہ یہاں سے کچھ بھی کم قیمت میں نہیں ملنے والا۔

یہ تکلف نہیں حق ہے تمہارا اور اب بالکل خاموش۔"

وہ اب جیولری نکلوا نکلوا کے دیکھنے لگا تھا مگر کچھ بھی زوار کو پسند نہیں آ رہا تھا۔

وہ لوگ انتظار کر رہے ہوں گے۔ "عروش نے اسے یاد دلایا کہ وہ لوگ شاپنگ کرنے نہیں آئے۔

بس تھوڑی دیر تم بھی تو کچھ پسند کرو پہننا تو تمہیں ہے۔ "وہ کنفیوژ سا اس کی طرف مڑا۔

مجھے سب پسند ہے۔ "وہ جان چھڑانے والے انداز میں بولی۔

میں سب خرید لوں؟ "وہ معصوم بنا سوال پوچھ رہا تھا۔

نہیں بس ایک سیٹ کافی ہے۔ "عروش کو ہنسی آ گئی۔

یہ کیسا ہے؟ "ڈائمنڈ کا ایک خوبصورت سیٹ اسکے سامنے کرتے ہوئے ہوئے اس نے عروش کی رائے لی۔

"بہت خوبصورت۔ "عروش نے اپنی رائے دی

چلیں یہ پیک کر دیں۔ "وہ اسے کہہ کر پیمنٹ کر کے وہاں سے نکل آئے تھے

بہت دیر ہو گئی۔ "وہ جلدی جلدی گاڑی میں بیٹھا۔

یہ لو پہنو۔ "عروش جیسے ہی بیٹھی زوار نے وہ باکس اس کے ہاتھ میں دیا۔

مگر میں نے جیولری پہنی ہوئی ہے۔ "عروش نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

وہ اتار دو یہ پہن لو۔ "وہ آرام سے بولا۔

وہ اس کے حکم کی تعمیل کرتی اپنی جیولری اتارنے لگی۔

زوار نے نیکلس نکال کر اپنے ہاتھ میں لیا ۔

عروش نے حیرت سے اسے دیکھا۔

حیران مت ہو شوہر ہوں تمہارا حق رکھتا ہوں۔ "وہ مزے سے بولا وہ جھینپ کر نظریں جھکا گئی

یہ ہماری engagement Ring۔ "زوار نے انگوٹھی نکال کر اس کا بائیاں ہاتھ تھاما اور اس کی تیسری انگلی میں پہنا دی۔

اب پورا حق رکھتا ہوں ہاتھ تو پکڑ سکتا ہوں۔"

عروش نے ہاتھ نہیں چھڑایا کیسے چھڑاتی وہ ہنس دیا۔

زوار نے نیکلس خود اسے پہنایا تھا وہ خاموشی سے بیٹھی رہی اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ ہو کیا رہا ہے اور وہ انکار کرے بھی تو کیسے زوار نے جھمکا اٹھایا۔

لایا ہوں آپ کے لیے چاندی کی بالیاں

کانوں میں ڈال کر انہیں سونا بنائیے

اختر رضا سلیمی

زوار نے ایک نظر اس پہ دوسری جھمکے پہ ڈال کر شعر پڑھا۔

نمبر ایک یہ چاندی نہیں ڈائمنڈ ہے پہن کر بھی سونے کے نہیں بنے گے اب یہ میں خود پہن لوں۔ "عروش نے بڑی مہارت سے پورے شعر کا ستیاناس کیا اور جھمکا واپس لینے کے لیے اپنی ہتھیلی آگے بڑھائی۔

یہ بہت کم قیمت تھا تم نے پہن لیا اب بہت قیمتی ہو گیا ہے۔ "یہی مطلب تھا میرا وہ اسے دیکھتے ہوئے مخمور لہجے میں بولا۔

وہ نظریں جھکا گئی۔

بہت خوبصورت لگ رہی ہو۔ "زوار نے اسے نظروں میں بھرتے ہوئے دل میں اتارا ۔

"شکریہ "اس نے کہتے ہوئے جھمکا اس کے ہاتھ سے پکڑا۔

وہ ہنس دیا وہ لوگ کافی تاخیر سے ریسٹورینٹ پہنچے تھے۔

احمر ضویا ماہ روش تیمور ان کا ویٹ کر کر کے اکتا چکے تھے۔

لگتا ہے وہ عروش کو لے کر کسی دوسری جگہ چلا گیا ہے۔"احمر نے اپنا خدشہ ظاہر کیا۔

ایسا نہیں ہو سکتا۔ "ضویا نے فوراتردید کی۔

میں احمر بھائی کے ساتھ متفق ہوں۔ "ماہ روش نے اسکا ساتھ دیا۔

یعنی وہ ہمیں چونا لگا کر کہیں اور نکل گیا۔ "تیمور نے حیرت سے کہا۔

تیمور بھائی آپ بھی کس کی باتوں میں آگئے وہ سامنے دیکھیں۔ "ضویا انہیں ساتھ آتا دیکھ چکی تھی۔

لو آگئے۔ "احمر نے سکھ کا سانس لیا۔

ساتھ میں بہت اچھے لگ رہے تھے تم دونوں۔ضویا فوراً اٹھ کے عروش کے گلے ملی اور آہستگی سے بولی۔

عروش بس مسکرادی۔

یار یہ یہ سیٹ بہت خوبصورت ہے۔ "ماہ روش نے فوراًنوٹس کیا تھا

منہ دکھائی کا تحفہ ہو گا۔"ضویا نے اشتیاق سے پوچھا عروش نے سر اثبات میں ہلایا۔

بہت اچھا ہے۔ "ضویا نے اسکا ہاتھ پیار سے تھام کر دبایا۔

کیا سوچا ہے پھر کب بھیجوں رشتہ؟احمر زوار عروش اور ضویا آپس میں باتیں کر رہے تھے تیمور نے نظر بچا کر ماہ روش کو آہستگی سے کہا۔

ابھی ہمارے گھر میں بہت بڑا دھاکہ ہونے والا ہے پہلے وہ ہو جائے پھر۔ "وہ بھی اپنی آواز آہستہ رکھتے ہوئے بولی

آپ نجومی ہیں جو جانتیں ہیں کہ دھاکہ ہو گا۔

"جی مجھے اپنے گھر والوں کا پتہ ہے۔ "زوار کی اس حرکت پر وہاں کیا تماشہ ہو گا یہ زوار خود بھی نہیں جانتا ۔وہ منہ بنا کر بولی ۔

چلیں ہم پھر منتظر ہیں۔"وہ آہ بھر کر بولا ۔

آپ کے لیے میری فیملی مان جائے ایسا بھی بہت مشکل ہے۔"

اب آپ مجھے ڈرا رہی ہیں"

میں آپ کو سچ بتا رہی ہوں

"کیا باتیں ہو رہی ہیں؟ "ضویا نے دونوں کو اسطرح بات کرتے دیکھ کو پوچھا

یہی کہ ان دونوں کو ہنی مون پر کہاں جانا چاہیے۔ "تیمور نے فورا کہا

زوار نے عروش کو دیکھا وہ فورا نظریں جھکا گئی۔

ہنی مون ان کا ہے ڈسکس آپ کر رہے ہیں۔ "ضویا نے مسکراتے ہوئے تیمور کو دیکھا انداز ایسا تھا کہ کسے الو بنا رہے ہیں۔

"نہیں ہم بس بات کر رہے تھے۔ "وہ گڑبڑایا ماہ روش نے بمشکل اپنی ہنسی قابو کی۔

ہم اپنے گاوں جائیں گے۔ "زوار نے سب کی مشکل آسان کر دی۔

یہ دنیا کا پہلا کپل ہو گا جو ہنی مون پر اپنے گاوں جائے گا واہ "!احمر نے اس کے ارادے کی داد دی سب ہنس دیئے۔

کھانا خوشگوار ماحول میں کھایا گیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

اگلے کئی دن پیپرز کی مصروفیت میں گزرے تھے سب لوگ پڑھائی میں بزی تھے کسی کا کسی سے کوئی رابطہ نہ تھا اور اگر تھا بھی تو باتیں سبجیکٹس کے حوالے سے ہی ہوتیں تھیں۔

اس دوران سب کی ملاقات بھی کم ہی ہو پائی تھی آخر اللہ اللہ کر کے امتحانات کا اختتام ہوا تو سب نے سکھ کا سانس لیا چین سے اپنی کھوئی ہوئی نیند پوری کی۔

وہ تینوں ہی بارہ بجے کے قریب سو کر اٹھے تھے۔

ہائے ممی "!ماہ روش ابھی فریش بھی نہیں ہوئی تھی کہ نعیمہ بیگم کی کال آ گئی۔

کتنی بار کہا ہے یہ ہائے وائے نہ کہا کرو اسلام و علیکم کہتے ہیں۔ "انہوں نے فوراً اسے ٹوکا۔

سوری امی۔ "وہ منہ بسور کر بولی۔

امتحان ختم ہو گئے۔

"جی امی "۔

واپسی کب ہے؟ "اگلا سوال وہ جانتی تھی یہی پوچھیں گئیں۔

ایک دو دن میں۔ "وہ جمائی لیتے ہوئے بولی۔

آج شام کو تمہارے بابا کا حکم ہے۔ "وہ روب دار آواز میں بولیں۔

امی "!وہ چلائی۔

"تمہارے ساتھ وہ لڑکی کون رہ رہی ہے؟ "نعیمہ بیگم کو اچانک یاد آیا ان چند دنوں میں ان کی ماہ روش سے بات

نہیں ہو پائی تھی۔ معاملہ یہ تھا کہ ماہ روش جانتی تھی کہ کیا سوال پوچھا جائے گا اس لیے وہ مصروفیت کا بہانا بنا کر ٹال دیتی تھی۔

دوست ہے میری ایگزیمز کے لیے آئی تھی گھر پہ پڑھ نہیں پا رہی تھی۔ "ماہ روش نے بہانا کیا۔

اور زوار کیوں رہ رہا ہے وہاں تم دونوں کے ساتھ۔"

آج فرصت ہی فرصت تھی نعیمہ بیگم نے اسے آڑے ہاتھوں لیا۔

اہ روش نے زبان دانتوں تلے دبائی اب کیا جواب دے اسکے بارے میں تو سوچا کچھ نہیں تھا۔

ہاں وہ اسے میں نے ہی بلایا تھا وہ جہاں کرائے پہ رہ رہا تھا وہاں ان کے بچے بہت بد تمیز تھے شور شرابے میں پڑھ نہیں پا رہا تھا اس لیے۔ "ماہ روش نے جلدی سے بات سنبھالی۔

ہمم۔ "ان کی ہہہمم سے صاف ظاہر تھا کہ وہ مطمئن نہیں ہوئیں۔

امی"!

ہاں بولو"

میری دوست کو گاوں دیکھنے کا بہت شوق ہے کیا وہ آسکتی ہے؟ "ہمارے ساتھ ماہ روش کے انداز میں لجاجت تھی۔

ٹھیک ہے لے آو اسے۔ میں بھی دیکھوں، اسے ویسے بہت مہمان نواز ہیں ہم آج شام مطلب آج شام بابا کا حکم ہے اللہ حافظ۔ "نعیمہ بیگم نے کہہ کر فون رکھ دیا۔

حلیمہ بی ہر بات حویلی فون کر کے ضرور بتاتی تھیں عروش اور زوار نے انہیں بالکل شک نہیں ہونے دیا کچھ وہ مصروف بہت تھے اور کچھ احتیاط بہت کرتے تھے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

ابھی بھی عروش اپنے لیے چائے بنا رہی تھی جب زوار کچن میں پہنچ گیا حلیمہ بی صفائی کر رہیں تھیں۔

آپ کے لیے بناوں؟ "اسے دیکھ کر عروش نے اسے بھی چائے کی آفر کی۔

بنالو ویسے تم مجھے تم بھی کہہ سکتی ہو صرف ایک سال ہی تو بڑا ہوں تم سے۔ "وہ ریک سے چائے کے مگ نکالنے لگا۔

گرینی کہتیں ہیں شوہر کو کبھی تم نہیں کہتے۔ "بے ساختگی سے وہ کہہ تو گئی مگر پھر فوراً زبان دانتوں تلے دبائی۔

زوار کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔

چلو تم نے مجھے شوہر تو تسلیم کیا یہ ہی بہت بڑی بات ہے۔ "

وہ بس سر جھکائے چولہے کو دیکھتی رہی ۔

اب ایسا بھی کچھ غلط نہیں کہہ دیا تم نے کہ یوں مجرموں کی طرح سر جھکا لو۔ "زوار نے اسکا چہرہ اپنی طرف موڑا۔

تم خوش تو ہو نہ مجھ سے شادی کر کے۔ "یہ اندیشہ تو رات دن اسے ستاتا تھا آج پوچھ لیا/

ابھی ہماری زندگی اس موڑ پہ نہیں آئی کہ میں فیصلہ کر کے بتا سکوں کہ میں خوش ہوں کہ نہیں۔ "وہ چائے کپوں میں انڈیلنے لگی۔

زوار اسے دیکھے گیا۔

مگر مطمئن ضرور ہوں۔ "کپ اسکے سامنے کرتے ہوئے وہ دھیرے سے مسکرائی۔

اس کے ہاتھ سے کپ لے کر زوار نے سلیب پہ رکھا اور اس کے دونوں ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لے کہنا شروع کیا۔

میرے لیے یہ بھی بہت بڑی بات ہے میں کبھی تمہیں مایوس نہیں کروں گا ہمیشہ تمہارا ساتھ دوں گا چاہے کچھ بھی ہو جائے یہ وعدہ ہے میرا۔ "وہ مستحکم لہجے میں اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بول رہا عروش نے دور دور تک ان آنکھوں میں جھوٹ کو کھوجا تھا۔

مگر وہاں صرف سچائی تھی۔

وہ ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر ایک دوسرے کی آنکھوں میں کھوئے تھے نجانے کب وہاں حلیمہ بی آ گئیں۔

وہ انہیں اسطرح دیکھ کر حیران ہوئی تھیں۔

صاحب جی باورچی خانے کی صفائی کرنی ہے۔ "وہ تھوڑا غصے سے بولیں۔

وہ چونک کر پیچھے ہٹے عروش بھاگتے ہوئے وہاں سے نکل گئی۔

زوار نے چائے کے دونوں مگ اٹھائے ایک نظر حلیمہ بی پر ڈالی اور باہر نکل گیا۔اسکی آنکھوں میں کہیں کوئی ڈر یا شرمندگی نہیں تھی۔

"بریکنگ نیوز۔۔" وہ دونوں آگے پیچھے کچن سے نکلے تو سامنے ماہ روش کھڑی تھی۔

کیا نیوز ہے ؟ "کپ عروش کے ہاتھ میں تھما کر وہ صوفے پہ بیٹھ گیا۔

بابا کا حکم ہے کہ ہم سب شام سے پہلے ان کے پاس ہونے چاہئیں۔ "وہ کہہ کر وہیں صوفے رکھے کاوچ پہ بیٹھ گئی

یا اللہ رحم۔ "عروش کا تو سن کے ہی دل گھبرا گیا تھا۔

وہ ماہ روش کے سامنے رکھے دوسرے کاوچ پہ بیٹھ گئی۔

ہم حویلی جا رہے ہیں جہاد پہ نہیں۔ "ماہ روش نے اسکی حالت دیکھ کر اسے ہمت دلائی۔

جہاد پہ جانا زیادہ آسان ہے۔ "وہ مری مری آواز میں کہتی چائے کے سپ لینے لگی۔

سب ٹھیک ہو جائے گا میں ہوں ناں تمہارے ساتھ۔ "زوار نے اسکی ہمت بندھائی ایک تمہارا ہی تو سہارہ ہے اور ہے ہی کیا میرے پاس وہ کہنا چاہتی تھی پر کہہ نہیں پائی۔

ہری اپ گرلز پیکنگ اسٹارٹ کرو وقت کم ہے۔ "وہ چائے کا مگ ٹیبل پہ رکھ کر اپنے کمرے میں چلا گیا وہ دونوں بھی خاموشی سے پیکنگ کرنے چل دیں عروش نے بظاہر خود کو نارمل کر لیا تھا مگر اندر سے وہ بہت ڈری ہوئی تھی۔

وہاں اس کا استقبال نجانے کیسے ہونے والا تھا جب انہیں سب پتہ چلے گا اس سے آگے وہ سوچ ہی نہیں پائی تھی۔

اب چلیں دیر ہو رہی ہے۔ "زوار نے انہیں آواز دی ۔

وہ سر پہ کفن باندھ کر اس جہاد کے لیے نکل آئی تھی جو ہو گا دیکھا جائے گا اس نے خود کو ہمت دلائی اور زوار کے سنگ نئی زندگی کے دشوار گزار راستوں پہ قدم رکھ دیا وہ جانتی تھی جب تک وہ اس کے ساتھ تھا کوئی مشکل اسکا کچھ نہیں بگاڑ سکتی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

گاڑی میں فرنٹ سیٹ پر عروش بیٹھی تھی اور پیچھے ماہ روش عروش گردن موڑے اس سے باتیں کر رہی تھی دونوں نے نوٹس نہیں کیا کہ گاڑی لاہور کی حدود سے باہر نہیں جا رہی تھی ۔

"عروش تم بالکل فکر مت کرو سب ٹھیک ہو جائے گا" بات کرتے کرتے اچانک ماہ روش نے کہا ۔

"میں کب پریشان ہوں عروش نے حیرانگی سے اسے دیکھا۔"

"تمہارے چہرے کا رنگ اڑا ہوا ہے اس لیے کہا۔"

وہ مسکرائی عروش نے گردن موڑ کر چور نظروں سے زوار کو دیکھا کہ وہ ان کی باتیں سن رہا ہے کہ نہیں اس کے ہونٹوں پہ پھیلی مسکراہٹ سے وہ جان گئی تھی وہ انہی کی طرف متوجہ تھا وہ لاکھ چھپائے کہ وہ پریشان نہیں ہے وہ لوگ جان ہی گئے تھے

عروش نے اپنے گھر کی طرف جاتی سڑک کو بغور دیکھا پھر حیرت سے زوار کو ۔

" ہم یہاں کیوں آئے ہیں" گاڑی گھر کے سامنے رکی تو عروش نے آہستگی سے پوچھا

"مجھے لگا کہ تم جانے سے پہلے اپنے گھر والوں سے ملنا چاہو گی اس لیے میں نے سوچا کہ تمہیں یہاں لے آؤں۔" وہ گردن اس کی طرف موڑے مسکرا کر بولا۔

بنا کہے کیسے اس نے اس کے دل کی بات جان لی تھی عروش کا دل خوشی سے بھر گیا تھا ۔

"Thank u soo Much" عروش کی آنکھوں میں پانی تیرنے لگا

"ایک تو مجھے سمجھ نہیں آتی غم ملے تو خوشی ملے تو تم لڑکیاں رونے بیٹھ جاتی ہو۔" وہ ٹھنڈی سانس بھر کے بولا ۔

"کیونکہ ہم لڑکیاں تھوڑی سی جذباتی ہوتی ہیں۔" عروش اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے مسکرائی

"تھوڑی نہیں بہت زیادہ۔" وہ بھی مسکرا دیا۔

"ارے بیٹا تم۔" وہ لوگ سیدھا گرینی کے روم میں گئے تھے انہیں لاونج اور صحن میں کوئی دیکھائی نہیں دیا تھا گرینی انہیں دیکھ کر بہت خوش ہوئیں تھیں

"جی بالکل ہم۔" عروش ان کے گلے لگتے ہوئے پیار سے بولی ۔

"میں ابھی تمہیں ہی یاد کر رہی تھی۔" انہوں نے اس خود سے الگ کرتے ہوئے نم آنکھوں سے کہا

"میں نے بھی آپ کو بہت مس کیا ۔" وہ روہانسے لہجے میں بولی

"ارے بیٹا تم بیٹھو نا کھڑے کیوں ہو۔" گرینی نے زوار اور ماہ روش کے سر پر باری باری پیار سے ہاتھ پھیرا وہ دونوں پلنگ کے قریب رکھی کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

"تم تو ایسی گئیں پلٹ کے خبر ہی نہ لی۔" گرینی کے انداز میں شکواہ تھا

"گرینی آپ سب کو بہت مس کیا معاف کر دیں ملنے نہیں آ سکی ۔" وہ پیار سے ان کا ہاتھ تھام کر بولی

وہ جواباً مسکرا دیں۔

"ارے عروش تم کب آئیں۔" روزی نے باتوں کی آواز سنی تو اسی طرف آ گئی وہ بہت گرم جوشی سے عروش کے گلے ملی تھی عروش کو حیرت کے ساتھ ساتھ خوشی بھی ہوئی تھی

"میں بس ابھی آئی۔" وہ اس کے گلے ملتے ہوئے بولی

"مجھے تو پتہ ہی نہیں چلا صوفیہ بھابھی اور فیضان بھائی ڈاکٹر کے پاس گئے ہیں سیفی بھائی شائینہ بھابھی کے ساتھ ان

کے میکے گئے ہوئے ہیں امی سو رہی ہیں اور بابا سٹڈی میں ہیں میں کچن میں ہی تھی ابھی نکلی تو باتوں کی آواز آ رہی تھی اس لیے ادھر ہی چلی آئی۔" وہ بولنے پہ آئی تو ساری تفصیل بتا کر خاموش ہوئی۔

"تم اور کچن ۔" عروش نے ہنستے ہوئے اپنی حیرت کا اظہار کیا اس کے روزی کے ساتھ تعلقات کبھی اتنے خوشگوار نہیں رہے تھے مگر وہ معافی مانگ چکی تھی ۔

"بس یار بہت عیش کر لی بھابھیاں کام کرتیں ہیں میں بس ہیلپ کروا دیتی ہوں۔" وہ کندھے اچکا کر بولی

"تم لوگوں کو چائے بھی نہیں پوچھی۔" وہ اپنے ماتھے پہ ہاتھ مار کر اٹھ کھڑی ہوئی

"کوئی بات نہیں ہم بس تھوڑی دیر کے لیے ملنے آئے تھے۔" عروش نے اسے روکنا چاہا۔

"بس یار دو منٹ۔"" وہ کہہ کر چلی گئی تھی

وہ کافی دیر بیٹھی گرینی سے باتیں کرتی رہی درمیان میں گرینی کی ماہ روش اور زوار سے بھی بات چیت ہوئی تھی۔

اتنے میں روزی چائے کے ساتھ لوازمات لیئے چلی آئی۔ی

انہیں جلدی نکلنا تھا دیر ہو رہی تھی مگر زوار نے ایک پل کے لیے بھی اس بات کا اظہار نہ زبان سے کیا تھا نہ اپنے عمل سے ظاہر ہونے دیا تھا۔

"آپ دونوں کو بابا سٹڈی میں بلا رہے ہیں۔" وہ لوگ چائے پی چکے تو روزینہ نے عروش سے کہا۔

"ہاں میں انہیں وہیں مل لیتی ہوں۔" وہ چائے کا خالی کپ رکھ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

"تمہارے میاں کو بھی بلایا ہے "روزی نے عروش کو دیکھتے ہوئے شرارت سے کہا۔

عروش نے مڑ کر زوار کی طرف دیکھا وہ اس سے پہلے ہی کھڑا ہو چکا تھا ۔

وہ دونوں آگے پیچھے چلتے سیف صاحب کے پاس سٹڈی میں گئے تھے ۔

وہ کسی کتاب کا مطالعہ کر رہے تھے انہیں دیکھ کتاب بند کر کے اٹھ کھڑے ہوئے ۔

"اسلام علیکم بابا ۔" عروش کہتے کے ساتھ ہی ان کے سینے سے لپٹ گئی تھی

"وعلیکم اسلام میری بیٹی کیسی ہے۔" انہوں نے اسے اپنی مہربان بانہوں کے حلقے میں لیتے ہوئے پیار سے پوچھا

"میں بالکل ٹھیک ہوں" وہ ان سے الگ ہوتے ہوئے بولی۔

"برخوردار تم کیسے ہو آج کیسے یاد آ گئی ہماری۔" سیف صاحب نے زاور کو گلے لگاتے ہوئے اسکا بھی حال احوال دریافت کیا

"بالکل ٹھیک انکل بس آج گاؤں جا رہے تھے سوچا جانے سے پہلے شپ لوگوں سے مل لیں۔"وہ ان کے گلے لگتے ہوئے بولا۔

"اللہ تم دونوں کو خوش رکھے ۔"وہ انہیں دعا دیتے واپس اپنی جگہ پر براجمان ہوئے ۔

وہ دونوں احتراما کھڑے رہے۔

"ارے بھئی بیٹھ جاؤ ۔"انہوں نے انہیں بیٹھنے کا اشارہ دیا وہ دونوں ان کے سامنے رکھے صوفے پہ بیٹھ گئے

"مجھے تم دونوں سے ضروری بات کرنی تھی۔"کافی دیر خاموش رہنے کے بعد سیف صاحب نے کہا وہ دونوں ہمہ تن گوش تھے

"بیٹا انسان جتنا اولاد کے ہاتھوں مجبور اور بے بس ہوتا ہے کسی اور کے ہاتھوں نہیں ہو سکتا مجھے فیضان نے اس مقام پر لا کھڑا کیا تھا کہ میرے لیے آگے کنواں پیچھے کھائی والی سچویشن تھی۔

۔"ایسے میں کوئی بھی فیصلہ کرنا میرے لیے آسان نہیں تھا تم نے مجھے حقیقت سے آگاہ کیا اس کے لیے میں تمہارا احسان مند ہوں ! میں نے یہ طے کیا تھا کہ میں عروش کی شادی فیضان سے نہیں کرونگا جبکہ اس دن میں یہ بھی جان گیا تھا کہ عروش کسی اور کو چاہتی ہے۔"انہوں نے رک کر ایک نظر عروش پہ ڈالی ۔

زوار کا دل چاہا کہ وہ بھی ایسا ہی کرے مگر اسے مناسب نہیں لگا اس لیے سر جھکائے بیٹھا رہا۔

عروش کی آنکھوں میں حیرت تھی۔

سیف صاحب مسکرا دیئے۔

"میں نے تمہارا اور ضویا کی باتیں سن لیں تھیں۔"عروش نے ایک ایک لمبا سانس ہوا کے سپرد کیا ۔

"پھر بھی میں نے تم لوگوں کی شادی کا فیصلہ نہیں کیا تھا۔

وہ رات میں سویا نہیں ! میں نے تم دونوں کو ساتھ بیٹھے دیکھا تھا ۔"

اب کے زوار اور عروش دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا تھا جیسے ان کی چوری پکڑی گئی ہو

"میں پھر بھی فیصلہ نہیں کر پایا یہ جان کر بھی کہ تم دونوں۔"وہ کہتے کہتے خاموش ہو گئے

"فیصلے کا وہ لمحہ تھا جب میں نے تمہاری دی ہوئی شال عروش کو اوڑھے سویا پایا ،تب مجھے احساس ہوا کہ میں بہت زیادتی کر رہا ہوں"

وہ زوار سے مخاطب تھے وہ سر جھکائے سن رہا تھا۔

"میں نے یہ بھی نہیں سوچا کہ تمہارے گھر والے یہ سب کیسے قبول کریں گے ایک ایسی لڑکی جس کی ماں نے گھر سے بھاگ کر شادی کی جس کا باپ تاحال لاپتہ ہے۔" سیف صاحب اذیت کی انتہا پر تھے ان کی آنکھوں میں اب نمی تیرنے لگی تھی

عروش کا دل تھم سا گیا تھا۔

"انکل مجھے بالکل فرق نہیں پڑتا کہ عروش کے والدین کے ساتھ کیا ہوا۔"

"لوگوں کو پڑتا ہے تمہاری فیملی کو پڑے گا۔" وہ آنکھوں میں آئے آنسو صاف کرتے ہوئے بولے

عروش بس خاموشی سے بیٹھی تھی اتنے دنوں سے وہ بھی تو یہی سب کچھ سوچ رہی تھی

"درمکنون کے سسرال نے اسے قبول نہیں کیا تھا اسی لیے شاید اس کے شوہر نے بھی اسے چھوڑ دیا، کل کو اگر تمہارے گھر والے بھی نہ مانے تو کیا تم بھی یہ سب کرو گے۔" ان کا سوال جائز تھا

"میری فیملی میرا ساتھ ضرور دے گی۔" زوار کا لہجہ کھوکھلا تھا وہ اپنی فیملی کے بارے میں خود بھی زیادہ پر امید نہیں تھا

"سوال یہ ہے کہ تم کب تک کہاں تک اس کا ساتھ دو گے۔" انہوں نے خاموش بیٹھی عروش کی جانب اشارہ کیا۔

"مرتے دم تک۔" اب کے اس کا لہجہ مضبوط تھا۔

"میں جانتا ہوں کہ یہ ایک ایسا فیصلہ ہے جس کا نتیجہ کچھ بھی ہو سکتا ہے کہتے ہیں کہ شادی ایک جوا ہے یہ شادی واقع ہی ایک جوا ہے اگر جیت ہوئی تو سب کی خوشیوں کی جیت ہو گی اور اگر ہار ہوئی تو یاد رکھنا اس میں سب سے زیادہ نقصان عروش کا ہو گا اور اس کے بعد تمہارا لوگ روتے ہوؤں کے ساتھ روتے نہیں ہیں دکھ جس کا ہو وہ اکیلا ہی سہتا ہے۔" ان کا انداز سمجھانے والا تھا

"آپ بالکل بے فکر رہیں آپ کی فکر بجا ہے مجھ پر بھروسہ رکھیں میں کبھی آپکی بیٹی کو دھوکہ نہیں دوں گا۔" زوار اٹھ کر ان کے قریب گھٹنوں کے بل بیٹھا

"اللہ تم دونوں کو خوش اور آباد رکھے۔" انہوں نے اس کے سر پر پیار سے ہاتھ پھیرا۔

"اب اجازت۔" وہ مسکرا کر اٹھ کھڑا ہوا۔

"جاو بیٹا اللہ کی امان میں۔" انہوں نے دونوں کو اپنی دعاوں کے سائے میں رخصت کیا۔

"بیٹا یہ تمہاری امانت۔" وہ لوگ گرینی کو خدا حافظ کہنے آئے تو صفیہ بیگم نے ایک چھوٹی سے ڈبیہ عروش کے ہاتھ

میں تھمائی

"یہ کیا ہے" عروش نے اس بند ڈبیہ پہ ایک نظر ڈال کر پوچھا۔

"تمہاری ماں کی آخری نشانی جو وہ ہمیشہ پہنے رکھتی تھی۔" انہوں نے اسے گلے لگاتے ہوئے کہا

عروش نے وہ ڈبیہ اپنے سینے سے لگالی۔

وہ لوگ سب کو خدا حافظ کہہ کر واپسی کے لیے روانہ ہو گئے تھے

پورا راستہ خاموشی رہی تھی ماہ روش پیچھے لیٹ کر سو چکی تھی ۔

"تم بھی سو جاؤ ۔"

عروش نے ایک نظر ماہ روش پہ ڈالی ۔

"نہیں میں ٹھیک ہوں نیند نہیں آ رہی۔"

"کچھ کھاؤ گی۔"

"نہیں بھوک نہیں ہے۔" اس نے سہولت سے انکار کر دیا۔

زوار ڈرائیو کر رہا تھا ان دونوں کے درمیان زیادہ بات چیت نہیں ہوئی۔

عروش پورا راستہ اس ننھی ڈبیہ کو اپنی مٹھی میں دبوچے بیٹھی رہی تھی جیسے کوئی ننھا بچہ اپنا نیا من پسند خریدا جانے والا کھلونا آپنے سینے سے لگائے بیٹھا رہتا ہے

سفر خیریت سے طے ہوا تھا ۔

"ہم بس پہنچنے والے ہیں۔" گاؤں کی حدود جیسے ہی شروع ہوئی زوار نے عروش کو مطلع کیا

عروش کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا تھا ۔

سامنے اس کے لیے بہت سی مشکلات کھڑی تھیں۔ وہ کس کس کا مقابلہ کرے گا ۔ اسکی ہمت ٹوٹنے لگی تھی

"تم بالکل پریشان مت ہو یہ میرا مسئلہ ہے کہ گھر والوں کو کیسے منانا ہے تم ٹینشن مت لو ۔" عروش کی اڑی ہوئی رنگت دیکھ کر زوار نے اسے تسلی دی۔

"مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔" اس نے ہراساں نظروں سے زوار کو دیکھا۔

"ایک بات یاد رکھنا میں ہمیشہ تمہارا ساتھ دوں گا چاہے حالات کیسے بھی ہوں تم فکر مت کرو۔" زوار کے ایک ایک لفظ سے سچائی چھلک رہی تھی۔

"اللہ کے بعد مجھے صرف آپ پر بھروسہ ہے۔" وہ مدھم آواز میں بولی۔

"ان شاء اللہ میں تمہارا یہ بھروسہ کبھی ٹوٹنے نہیں دوں گا۔"اس کے لہجے میں محبت کا مان تھا۔

"اللہ آپکو ثابت قدم رکھے۔"عروش نے زیر لب مسکرا کر کہا۔

"اٹھ جایئے محترمہ حویلی آچکی ہے۔"حویلی کے احاطے میں گاڑی روک کر اس نے ماہ روش کو بلند آواز میں پکارا۔

"ہم اتنی جلدی پہنچ گئے۔"وہ ہڑبڑا کے اٹھ بیٹھی ۔

"واقع ہی آج سفر بہت مختصر معلوم ہوا مجھے بھی"زوار نے کہتے ہوئے کن اکھیوں سے عروش کو دیکھا۔

"بابا انتظار کر رہے ہوں گے اب نیچے اتریں۔"

ماہ روش جلدی جلدی کہتی گاڑی سے اتر گئی اور عروش کو ساتھ لے کر حویلی کے اندر داخل ہو گئی۔

زوار ملازم سے سامان نکالنے کا کہتا خود بھی ان کے پیچھے ہو لیا۔

"ماہ روش بیٹا آ گئے تم لوگ۔"ندرت بیگم درازے پہ ہی کھڑیں تھیں انہیں ملازم نے اطلاع دے دی تھی

"جی خالہ جان آپ کیسی ہیں۔"وہ ان کے گلے ملتے ہوئے بولی

"میں تو ٹھیک ہوں یہ پیاری سی بچی کون ہے۔"انہوں نے عروش کو پیار سے دیکھتے ہوئے کہا ۔

"یہ میری دوست ہے عروش بتایا تو تھا۔"ماہ روش نے عروش کا تعارف کروایا ۔

"ہاں بس دیکھو بھول بھی گئی۔"انہوں نے ہنستے ہوئے کہا اور عروش کو گلے سے لگا لیا۔

"عروش یہ زوار کی امی ہیں۔"ماہ روش نے ساتھ نظر بچا کر اسے آنکھ ماری

عروش اسے نظر انداز کرتی ان سے الگ ہو گئی۔

"ارے میرا بیٹا!"ندرت بیگم نے زوار کو دیکھتے ہوئے کہا اور آگے بڑھ کر اسے گلے لگایا ،

ماہ روش اور عروش سے وہ پہلے ہی مل چکی تھیں،

نعیمہ بیگم اپنے کمرے میں تھیں ماہ روش عروش کو لے کر سیدھا وہیں پہنچ گئی ،

"اسلام و علیکم اماں جان۔"ماہ روش نے کمرے میں داخل ہوتے ہیں بلند آواز میں سلام کیا وہ اپنی الماری میں کچھ تلاش کر رہیں تھیں وہ سب چھوڑ کر فوراً اسکی طرف متوجہ ہوئیں ۔

"میری روشنی آ گئی میں کتنا اداس ہو گئی تھی کتی دیر لگا دی کب سے انتظار کر رہی تھی میں ۔"وہ اسے گلے لگاتے ہوئے پیار سے بولیں ۔

"ان سے ملیں یہ میری پیاری دوست عروش احمد" ۔ماہ روش نے عروش کا بازو پکڑ کے اسے آگے گھسیٹا ۔

"کیسی ہو بیٹا۔"نعیمہ بیگم نے شفقت سے اسکے سر پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے اسکا حال احوال دریافت کیا۔

"جی آنٹی شکر ہے اللہ کا آپ سنائیں ۔"عروش نے مسکرا کر جواب دیا۔

"سب ٹھیک ہے بیٹا آپ لوگ فریش ہو جاو میں کھانا لگواتی ہوں۔"وہ کہہ کر باہر چلی گئیں ۔

"چلو تمہیں اپنا کمرہ دیکھاوں" وہ عروش کا ہاتھ تھام کر اپنے ساتھ لے گئی

"یہ میرا کمرہ ہے اور اس کے برابر والا زوار کا یعنی تمہارا۔"ماہ روش نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے مزے سے کہا

ان کی پوری حویلی ہی بہت شاندار تھی جس جس چیز پہ اب تک عروش کی نگاہ پڑی وہ لازوال تھی بے شمار قیمتی اور خوبصورت۔

"تمہارا کمرہ بہت خوبصورت ہے۔"عروش نے ارد گرد نگاہ ڈال کر کھلے دل سے تعریف کی۔

"ارے یہ تو کچھ بھی نہیں تم موصوف کا کمرہ دیکھنا حیران رہ جاو گی۔"ماہ روش نے ایکسائیٹمنٹ سے کہا ۔

"وہ بھی دیکھ لوں گی۔"عروش نے بالکل بے صبری کا اظہار نہیں کیا حالانکہ پوری حویلی سے زیادہ اسے زوار کا کمرہ دیکھنے کا اشتیاق ہو رہا تھا۔

"چلو جلدی فریش ہو جاو پھر کچھ کھائیں بہت بھوک لگی ہے۔" ماہ روش جلدی جلدی کہتی بیگ سے اپنے کپڑے نکالنے لگی۔

عروش نے بھی اٹھ کھڑی ہوئی ۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"ہائے زوار چلا گیا"! احمر کا تو مانو پورے لاہور میں ہی دل نہیں لگ رہا تھا وہ پورا دن بولایا بولایا پھر تا رہا تھا اور شام ہوتے ہی ضویا کے گھر پہ نازل ہو گیا تھا۔

"خدا کے لیے احمر چپ کر جاو جب سے آئے ہو بس ایک ہی بات کا ورد کیئے جا رہے ہو ۔وہ تمہارا دوست تھا یا تمہاری محبوبہ جو بے وفا نکلی اور چھوڑ کے چلی گئی۔"ضویا کب سے اسے برداشت کر رہی تھی اب کی بار خاصے غصے سے بولی۔

"اچھا نہیں کہتا کچھ تم تو خونخوار بلیوں کی طرح پنجے جھاڑ کے پیچھے پڑ جاتی ہو۔"احمر نے منہ بنایا۔

"اچھا میں خونخوار بلی ہوں ۔"ضویا نے دانت پیسے ۔

"نہیں جانو بس یونہی مثال دی تھی۔"احمر کو اپنی غلطی کا فوراہی احساس ہو گیا تھا۔

"ارے بھئی کیا ہو رہا ہے ۔" تیمور کسی کام سے باہر گیا ابھی واپس آیا تھا اور ان کے پاس لاونج میں ہی بیٹھ گیا۔

"بس تیمور بھائی دل کا حال سنانے آیا تھا کوئی سنتا ہی نہیں۔" احمر نے آہ بھری۔

ضویا نے اسے مکمل نظر انداز کیا۔

"تمہارے مرض کا علاج جس ڈاکٹر کے پاس ہے وہ ابھی زیر تعلیم ہے۔" تیمور نے نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبا کر اپنی ہنسی روکتے ہوئے ایک نظر موبائل میں گم ضویا پہ ڈالی۔

"بس تیمور بھائی جس مریض کی زندگی میں موت لکھ دی گئی ہو جبکہ ڈاکٹر کے پاس دوا بھی موجود ہو۔" احمر نے سامنے ایک ہمدرد کو پاکر دل کے پھپھولے پھوڑے۔

"آپ لوگ جتنی مرضی میری برائیاں کرلیں میں خود کو نہیں بدلنے والی۔" ضویا نے ادائے نے نیازی سے کہا۔

"ضویا کیا خیال ہے ہم لوگ بھی گاوں شفٹ ہو جائیں۔" احمر نے اسے دیکھتے ہوئے معصومیت سے پوچھا۔

"تم پاگل ہو کیا لوگ گاوں سے شہر شفٹ ہوتے ہیں اور تم گاوں جانے کی بات کر رہے ہوں۔" ضویا نے اسے اسطرح سے دیکھا جیسے وہ مریخ پہ شفٹ ہونے کی بات کر رہا ہو۔

"زوار کے بنا میرا دل نہیں لگتا۔" وہ روہانسے لہجے میں بولا ۔

"میرے بغیر تو لگ جاتا ہے ناں تو وہیں اس کے پاس چلے جاو۔" وہ منہ بنا کر بولی ۔

"تمہارے بنا میں نہیں رہ سکتا" کوئی بے بسی سی بے بسی تھی۔

"بس پھر تم خود ہی فیصلہ کرو کے کس کے بنا رہ سکتے ہو کیونکے ہم لوگ ہمیشہ ساتھ تو نہیں رہ سکتے" ضویا کی بات تو ٹھیک تھی۔

"ہم لوگ کچھ دونوں کے لیے ان کے پاس تو جاسکتے ہیں ناں۔" یہ تیمور کی ایڈوائس تھی وہ خاموشی سے بیٹھا ان کی باتیں سن رہا تھا۔

"واہ تیمور بھائی چھا گئے آپ تو۔" احمر کھل اٹھا۔

"خیر تو ہے ناں تیمور بھائی احمر زوار کو اور میں عروش کو مس کر رہی ہوں آپ کس کو مس کر رہے ہی۔" ضویا نے مشکوک نظروں سے بھائی کا جائزہ لیا۔

"تم لوگوں کو بتانے ہی والا تھا۔" تیمور نے آہستگی سے کہنا شروع کیا۔

"یعنی وہی بات ہے جو میں سمجھ رہی تھی اب بھی میں نہ پوچھتی تو نہ بتاتے ۔" ضویا نے ناراضگی سے کہا۔

"ارے کئی بار سوچا بات کروں تم سے مگر مسائل اتنے تھے پہلے اس سے تو بات کر لیتا، بات ہوئی میری اس سے مان گئی ہے وہ۔" تیمور کے چہرے پہ کئی رنگ آ کر رک گئے تھے۔

"مطلب اتنا کچھ ہو گیا آپ نے بتانا بھی مناسب نہیں سمجھا۔" ضویا چلائی وہ شدید صدمے کے زیر اثر تھی اس کے حلق سے آواز تک نہیں نکلی تیمور تو ہر بات بتاتا تھا اسے۔

"اچھا خفا مت ہو آئندہ کوئی غلطی نہیں ہو گی۔" تیمور نے اپنے کان پکڑے ۔

"اب آپ شرمندہ تو نہ کریں مجھے میں تو آپکی خوشی میں خوش ہوں۔"ضویا نے اس ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا۔

"میں ابھی زوار سے کہتا ہوں کہ ہم کچھ دنوں میں آرہے ہیں۔"احمر خوش ہو تا وہاں اٹھ گیا اسے زوار کو کال کرنی تھی۔

"میں بھی عروش کو کال کر لوں آپ بھی چاہیں تو اطلاع دے سکتے ہیں ۔"وہ شرارت سے کہتی اٹھ گئی تیمور بھی مسکرا دیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"ماہ روش یار تمہارے بابا غصے کے بہت تیز ہیں کیا ؟" وہ لوگ سونے کے لیے لیٹی تھیں عروش نے کچھ سوچتے ہوئے پوچھا

"نہیں یار وہ کچھ خاموش طبع ہیں تمہاری طرح کم بولنے اور زیادہ سننے پہ یقین رکھتے ہیں۔"ماہ روش لیٹے لیٹے جواب دیا۔

"انہوں نے ہمارے ساتھ کھانا کیوں نہیں کھایا۔"

"اس لیے کہ وہ جلدی کھانا کھا لیتے ہیں۔"ماہ روش اٹھ بیٹھی۔

"اپنے سب گھر والوں کے بارے میں کچھ بتاو تا کے مجھے انہیں سمجھنے میں آسانی ہو۔"

"مما غصے کی زرا سی تیز ہیں اور خالہ انہیں تو غصے والی بات پہ بھی غصہ نہیں آتا حیدر چاچا وہ بھی بہت اچھے ہیں کبھی کبھی غصہ کر لیتے ہیں وہ بھی اگر کسی کی غلطی ہو تو باقی مجھے تو تم جانتی ہو زوار کو جان جاؤ گی بابا کے بارے میں میں تمہیں کیا

بتاؤں انہیں تو آج تک میں خود سمجھ نہیں پائی۔" ماہ روش ایک ہی سانس میں بولتی چلی گئی۔

"چلو کوئی بات نہیں میں بھی سب کو سمجھ لوں گی۔"عروش نے اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھا۔

"چلو اب مجھے سونے دو ۔"ماہ روش کہہ کر لیٹ گئی۔

"سارا راستہ سوتی رہی ہو اب بھی نیند آ رہی ہے حد ہے ۔"عروش کو نیند بالکل نہیں آ رہی تھی۔

"تم بھی سو جاو صبح حویلی کی سیر کرواوں گی تمہیں میں۔"وہ نیند سے بوجھل آواز میں بولی۔

عروش خاموشی سے بیٹھی رہی اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔

تقریباً دس منٹ بعد عروش نے اسے چیک کیا تھا وہ گہری نیند میں تھی ۔

"اُفف مجھے تو یہاں نیند بھی نہیں آئے گی اوپر سے یہ بھی سو گئی اب رات بھر میں کیا کروں گی ۔"عروش نے سونے کی کوشش کی مگر ناکام رہی ۔

کروٹیں بدل بدل کر وہ تھک گئی اس لیے اٹھ کر باہر لان میں چلی آئی۔

سردی کافی حد تک بڑھ گئی تھی دھند بھی کافی تھی۔

وہ شال کو اپنے گرد لپیٹتے ہوئے وہ نیچے کی طرف جانے والی سیڑھیوں پہ بیٹھ گئی تھی۔

باہر کا منظر واضح تھا درختوں کے پتے ہوا کے زور سے ہلتے اور کبھی ساکت ہو جاتے ۔

وہ کئی ثانیے مبہوت سی اس منظر کو دیکھے گئی اسے سردیوں کی راتیں بہت پسند تھیں ۔

اس نے نگاہ اٹھا کر آسمان کی جانب دیکھا ستارے نہ ہونے کے برابر تھے دھند کی وجہ سے چاند مکمل طور پر اپنی روشنی پہنچانے میں ناکام ہو رہا تھا بادل چاند کے ساتھ اٹھکیلیاں کر رہے تھے کبھی چاند چھپ جاتا کبھی پھر سے ظاہر ہو جاتا۔

وہ پلر سے ٹیک لگا کر آسمان کی طرف دیکھنے لگی۔

"کیا دیکھا جا رہا ہے محترمہ دُرِ سکندر صاحبہ۔"زوار اس کے قریب آ بیٹھا ۔

"کچھ نہیں بس یونہی بادل اور چاند کی آنکھ مچولی دیکھ رہی تھی۔"وہ مسکرائی۔

چاروں طرف اچانک اجالا سا ہوا ۔

"یہاں آپ آنکھ مچولی دیکھنے آئی تھیں۔"زوار نے حیرت سے پوچھا۔

"مجھے نیند نہیں آ رہی تھی۔"وہ سیدھی ہو بیٹھی ۔

"یعنی آپ کو بھی نیند نہیں آ رہی تھی۔" زوار کا انداز ذو معنی تھا۔

"نئی جگہ ہے شاید اس لیے۔" عروش پہلو بدل کے رہ گئی۔

"میں سوچ رہا ہوں مما بابا کو بتا دوں ہمارے نکاح کے بارے میں۔" وہ کافی دیر خاموش رہنے کے بعد بولا۔

"نہیں ابھی نہیں۔" عروش گھبرا اٹھی۔

"ہمارے بتانے سے پہلے اگر بات کھل گئی تو بات سنبھالنا مشکل ہو جائے گا۔" زوار ٹھیک کہہ رہا تھا۔

"مجھے کچھ دن اس گھر کو سب گھر والوں کو سمجھنے کا موقع تو دیں اتنی اچانک میں ان سب کی نفرت کا مقابلہ نہیں کر پاؤں گی۔" وہ بھی غلط نہیں کہہ رہی تھی۔

"ہہہم ٹھیک ہے جیسے تمہاری۔" مرضی زوار نے کندھے اچکائے۔

"ویسے بھی مجھے ابھی تک یقین نہیں ہو رہا کہ میری فیورٹ رائٹر سے میری شادی ہو چکی ہے۔" وہ ہنس دیا۔

"اب آپ مجھے شرمندہ کر رہے ہیں۔" وہ جھینپ گئی۔

"نہیں سچ میں میں بہت بڑا فین ہوں آپکا۔" وہ آنکھوں میں شرارت لیے اس کے قریب جھکا۔

"جی میں مانتی ہوں۔" عروش نے اسے ہاتھ سے دور دھکیلا

"افففف یہ ظالم ادا۔" زوار نے دل پہ ہاتھ رکھا۔

"میں جا رہی ہوں۔" اس نے اٹھنے کے لیے پر تولے۔

"تم کہیں نہیں جاو گی۔" زوار نے پھرتی سے اسکی کلائی تھامی۔

"جب تک میں اجازت نہ دے دوں۔" وہ رعب دار آواز میں بولا۔

عروش نے خفا نظروں سے اسے دیکھا۔

"جتنا مرضی گھورو اب پورا حق رکھتا ہوں ہاتھ نہیں چھوڑوں گا۔" وہ مخمور لہجے میں بولا وہ خاموش رہی۔

"اب میرے دو سوالوں کے جواب دو پھر چاہو تو چلی جانا۔" زوار نے اسکی اتری صورت دیکھ کر اسکا ہاتھ چھوڑ دیا۔

"جی کہیے" ناراض لہجہ۔

"تم عروش سے دُرِ سکندر کیسے بنی؟"

"میں میٹرک میں تھی جب رائٹنگ ٹھیک کرنے کے لیے ایک کہانی لکھی جب ایف ایس سی میں آئی تو سوچا کسی ڈائجسٹ میں بھیجوں کیا پتہ شائع ہو جائے ڈرتی تھی اگر کسی کو پتہ چلا کہ میں نے لکھی ہے تو سب مذاق اڑائیں گے اس لیے

نام بدل لیا۔ یہ نام میری مما کی ڈائری پہ لکھا ہوا تھا دُرِ مکنون دُرِ سکندر کیسے بنی میں نہیں جانتی بس کہانیاں شائع ہونے لگیں اللہ نے شہرت دی اور بس"۔ وہ بات کے اختتام پر مسکرا دی

"بس! تمہیں پچھتاوا نہیں ہوتا کہ جتنی شہرت دُرِ سکندر کو ملی ہے اتنی عروش احمد کو بھی مل سکتی تھی۔"

"کیا فرق پڑتا ہے میرے لیے یہ نام میرے اپنے نام سے زیادہ اہم ہے۔"

"ویسے ماہی سے میرا اختلاف ختم نہیں ہوا۔" وہ منہ بناتے ہوئے بولا

"اپنا اختلاف جاری رکھیئے ماہی غلط نہیں تھی پھر بھی میں نے ہیپی اینڈنگ کر دی ناول کی اب خوش ہو جائیں اور بھول جائیں۔" عروش نے مزے سے کہا۔

"تم کس سے محبت کرتی ہو؟" سوال اچانک اور انتہائی غیر متوقع تھا

عروش نے اسکی جانب حیرت سے دیکھا۔

"تمہارے بابا نے کہا تھا کچھ اگر تمہیں یاد ہو تو۔" زوار نے لفظ ٹھہر ٹھہر کے ادا کیئے۔

عروش نے کچھ دیر اسے دیکھتی رہی تھی۔

"میرا اور آپکا اختلاف بھی ماہی اور شاویز جیسا ہے جب آپ ماہی کو نہیں سمجھے مجھے کیا سمجھیں گے۔"" وہ کہہ کر اٹھ کھڑی ہوئی اور جانے کے لیے اگے بڑھی

"رکو!" زوار پھرتی سے اٹھ کر اسکے سامنے جا کھڑا ہوا

"میں جانتا ہوں تم نہیں مانو گی۔" وہ ہونٹوں پہ مسکان سجائے بولا۔

عروش کی تو ویسے بھی جان جاتی تھی اسکی مسکراہٹ سے وہ نظریں جھکا گئی۔

"میں تو تم سے بہت محبت کرتا ہوں یہ بات تم جانتیں تھیں مگر کبھی کبھی پیار کو اظہار کی ضرورت بھی ہوتی ہے اس لیے میں نے ثابت کر دیا میں شاویز جیسا نہیں ہوں۔"

"تم ماہی جیسی نہیں اب تم کب ثابت کرتی ہو اس بات کا انتظار رہے گا"

وہ اسکے کان کے قریب سرگوشی کے سے انداز میں بولا

"گڈ نائٹ مائی لو۔" زوار نے اپنے ہونٹوں سے اسکے رخسار کو چھوا۔ عروش کا پورا جسم برف کی مانند ٹھنڈا پڑ گیا تھا

وہ اسکی حالت سے محفوظ ہوتا اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا

وہ کئی پل یونہی مجسمے کی طرح وہیں کھڑی رہی تھی اسکے ماتھے پہ اتنی ٹھنڈ میں بھی پسینے کی بوندیں چمک رہیں تھیں

وہ ہاتھ سے اپنا چہرہ تھپتھپاتی ماہ روش کے کمرے کی جانب بڑھ گئی

☆☆☆☆☆☆☆☆

"ماہ روش ماہ روش اٹھ جاو اور کتنا سووں گی تم لگتا ہے بھنگ پی کے سو رہی ہو۔" عروش نے اسے جھنجوڑا۔

"یار اتنے لمبے عرصے کے بعد اپنا بستر نصیب ہوا ہے اور تم ہو کے سونے ہی نہیں دے رہی۔" وہ انگڑائی لیتے ہوئے اٹھ بیٹھی۔

"کمال ہے تمہاری آنکھ کھل نہیں رہی اور میں رات بھر سے سو نہیں پائی۔" عروش نے منہ بنایا۔

"کیوں یار تمہیں نیند کیوں نہیں آئی۔" ماہ روش نے ہاتھ سے جمائی روکی۔

"نئی جگہ پر نیند کا آنا زرا مشکل ہے اس لیے نہیں آئی۔"

"چلو میں منہ ہاتھ دھو کر آتی ہوں پھر ناشتے کے لیے چلتے ہیں۔" ماہ روش بستر چھوڑ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

وہ فریش ہو کر نکلی تو زوار سامنے صوفے پہ براجمان پرانے میگزینز کی ورق گردانی میں مصروف تھا

"آہم آہم۔" ماہ روش نے گلا کھنکھارا اور ایک نظر سر تک کمبل تانے چت لیٹی عروش پر ڈالی،

"وہ آئے ہمارے کمرے میں خدا کی قدرت

کبھی ہم ان کو کبھی کمبل میں لیٹی ان کی زوجہ کو دیکھتے ہیں"

وہ شرارت سے ہنسی۔

"ہم انتظار کر رہے تھے کہ ہماری زوجہ بیدار ہوں تو ہم ان سے کچھ گفتگو کر لیں۔" وہ شاہانہ طریقے سے بولا ،

"ظل الہی آپ کی زوجہ ہی نے تو ہمیں خوب غفلت سے بیدار کیا ہے " وہ ایک آنکھ دبا کر بولی،

زور کے ہونٹوں پہ مسکراہٹ آرکی۔

عروش کا دل چاہا ماہ روش کا سر پھاڑ دے بھلا کیا ضرورت تھی یہ بتانے کی وہ جی بھر کے شرمندہ ہوئی وہ زوار کو دیکھ کر ہی تو سوتا بن گئی تھی۔

"لگتا ہے ہماری زوجہ ہم سے ناراض ہیں" زوار نے کمبل میں لیٹی عروش پہ ایک نگاہ ڈالی۔

"اب آپ یہاں سے تشریف لے گے جائیں گے تبھی وہ کمبل سے باہر نکلیں گئیں ۔" ماہ روش نے اسے باہر کا راستہ دکھایا ۔

"اچھا ابھی تو چلتا ہوں پھر ملاقات ہوتی ہے وہ ٹھنڈا سانس بھر کے اٹھ کھڑا ہوا"

"ویسے گستاخی کی معافی چاہتا ہوں" وہ دروازے کے قریب رکا کچھ سوچ کر مسکرایا ایک نظر عروش پہ ڈالی اور پھر بلند آواز میں بول کر چلا گیا۔

عروش اسکا اشارہ بخوبی سمجھ گئی تھی اس نے ایک جھٹکے سے کمبل اپنے اوپر سے ہٹایا اور اٹھ بیٹھی ۔

"یہ کس گستاخی کی بات ہو رہی تھی" ماہ روش نے مشکوک نظروں سے اسے دیکھا۔

"شاید بنا اجازت کمرے میں آنے کی بات کر رہے تھے۔" عروش نے نظریں چرائیں ۔

"اچھا جی یقین تو نہیں آیا مگر مان لیتی ہوں۔" وہ وہ آہ بھر کے بولی۔

"تمہارے ہاں مہمانوں کو ناشتہ نہیں کرواتے۔"" عروش نے بات بدل دی۔

"مہمانوں کو کرواتے ہیں بہوؤں کو نہیں ۔" ماہ روش نے اسے منہ چڑایا۔

ناشتے پہ سبھی موجود تھے ماہ روش نے عروش کا تعارف اپنے بابا سے کروایا تھا ۔

"بابا یہ میری دوست ہیں عروش احمد اور عروش یہ میرے بابا۔" عروش انہیں سلام کرتی اپنی نشست پہ براجمان ہوئی۔

"ویسے بابا آپکی عروش سے بہت بنے گی اسے بھی کتابیں پڑھنے کا بہت شوق ہے" ۔

"یہ تو بہت اچھا شوق ہے سن کر خوشی ہوئی۔" انہوں نے مسکرا کر عروش کی جانب دیکھا جوابا وہ بھی مسکرا دی۔

وہ ایک پل کے لیے ٹھٹھکے۔

"ہونہوں مجھے تو کبھی نہیں سراہا مجھے بھی تو شوق ہے پڑھنے کا۔" زوار نے سلائس کا بڑا سا بائٹ لیا۔

"بیٹا کیا کرتیں ہیں آپ۔"

"MBA کیا ہے۔"

"آگے جاب کا ارادہ رکھتی ہیں۔"

"جی۔"

"آپ کے والد کا نام ۔"

عروش نے زوار کی جانب دیکھا وہ خود حیران تھا۔

"سیف الدین۔" عروش نے اٹکتے ہوئے کہا

آج نجانے کیسے وہ کسی اجنبی لڑکی سے اسطرح طرح تفصیلی گفتگو کے موڈ میں تھے ۔

نعیمہ بیگم بھی حیران تھیں ۔

"آپکا نام بہت منفرد ہے کس نے رکھا۔" انداز سرسری سا تھا ۔

وہ تو خود اس بات سے انجان تھی کیا بتاتی ۔

"بابا نے" پھر بھی اس نے کہہ دیا تھا۔

انہوں نے بغور عروش کو دیکھا ۔

"روشنی کے بابا آپ بھی نہ بچی کے پیچھے ہی پڑ گئے ناشتہ تو کرنے دیں اسے۔" نعیمہ بیگم نے انہیں ٹوکا ۔

"بالکل آپ لوگ ناشتہ کریں اور نعیمہ آپ ہماری چائے اسٹڈی میں بھجوا دیں" وہ اپنا ناشتہ ادھورا چھوڑ کر چلے گئے تھے

نعیمہ بیگم بھی اٹھ گئیں ۔

"زوار آج تم چلو زمینوں پہ میرے ساتھ کچھ کام ہے۔" حیدر صاحب نے زوار کو حکم دیا۔

"بابا میں۔" اس نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا۔

"میں آپ سے اجازت نہیں لے رہا حکم دے رہا ہوں۔" انہوں نے اس کے کچھ کہنے سے پہلے ہی اسکی بولتی بند کر دی تھی ۔

وہ منہ بناتا ان کے ساتھ چل دیا ۔

ندرت بیگم بھی کسی کام سے اٹھ گئیں ۔

"عروش تم کیوں ابھی تک سکتے میں ہو۔"

"یار تمہارے بابا نے تو سانس خشک کر دیا میرا ۔" عروش نے لمبا سانس لیتے ہوئے کرسی کی پشت سے ٹیک لگائی۔

میں تو خود حیران ہوں بابا اتنی بات نہیں کرتے ویسے کسی سے" ماہ روش نے جوس کا گھونٹ حلق سے نیچے اتارا۔

"یار میری پہلی ملاقات تھی اس لیے میں زیادہ ہی نروس تھی اور ویسے بھی ایسا بھی کچھ نہیں پوچھا تھا انہوں نے ۔" عروش نے خود کو ریلکس کیا۔

"یار بابا کا سارا کام بھی حیدر چچا سنبھالتے ہیں وہ کچھ بھی نہیں کرتے دن رات بس اسٹڈی میں پائے جاتے ہیں یہ ابھی سے ایسا نہیں ہوا بچپن سے دیکھتی آ رہی ہوں بہت کم بات کرتے ہیں اور کہیں بھی نہیں جاتے سوائے مسجد کے۔ میں نے اپنی پوری زندگی میں ایک بار بھی انہیں اس گاوں سے باہر جاتے ہوئے نہیں دیکھا۔" ماہ روش نے آہستہ آواز میں کہا

جیسے کسی کا ڈر ہو کہ کوئی سن لے گا

"ایسا کیوں ہے کوئی شخص صرف ایک کمرے میں زندگی کیسے گزار سکتا ہے۔" عروش حیران تھی۔

"میرے بابا نے گزاری ہے۔"

"اچھا چھوڑو آؤ حویلی دیکھتے ہیں۔" ماہ روش نے خود ہی موضوع بدل دیا تھا۔

اور پھر عروش کو لے کر پوری حویلی میں گھومتی رہی تھی۔

پوری حویلی واقع ہی بہت شاندار تھی عروش دیکھتی رہی سراہتی رہی۔

"تو یہ تھی ہماری آبائی حویلی"! روشنی اسے چھت کی طرف لے جاتی سیڑھیوں پہ آبیٹھی۔

"بہت شاندار ہے تمہاری حویلی۔" عروش بھی اس کے برابر بیٹھی۔

"میری کہاں اب تو یہ تمہاری ہے" وہ شرارت سے بولی۔

"ابھی تم نے دو اہم کمرے ہمیں نہیں دکھائے۔"

"ایک میں جانے کی اجازت نہیں ہے یعنی اسٹڈی بھول کے بھی بابا کی غیر موجودگی میں قدم مت رکھنا۔"

"اور دوسری آہم آہم۔" اس نے شرارت سے گلا کھنکھارا۔

"اس میں تو وہی ہاتھ پکڑ کے لے جائیں گے جن کا حق بنتا ہے۔" وہ ہنس دی۔

"تاریخ گواہ ہے جب کوئی بہت ہنستا ہے تو اس کے دل میں کوئی غم ہوتا ہے جسے چھپانے کی ناکام کوشش کرتا ہے وہ۔" عروش اسے بغور دیکھ کر بولی۔

ماہ روش ایک پل کے لیے حیران ہوئی تھی

"کوئی دکھ نہیں ہے وہم ہے تمہارا"۔ اس نے فوراً خود کو سنبھالا۔

"دیکھو میں تم سے پہلی بار ضویا کی شادی پہ ملی تھی تم نہ اتنا بولنی والی لگی تھی نہ ہنسنے والی۔ اس کے بعد بھی لاتعداد ملاقاتیں ہوئیں مگر" وہ کہتے کہتے رکی۔

"سچ کہوں مجھے کسی سے محبت ہو گئی ہے اس لیے میں خوش ہوں بہت یہ تمہارا وہم ہے کہ کوئی غم ہے۔" عروش کے کچھ اور کہنے سے پہلے ہی وہ بول اٹھی۔

"کون ہے وہ؟ " عروش نے ابرو اچکائے۔

"ہائے اللہ ہمیں شرم آرہی ہے۔" ماہ روش نے دوپٹے کا پلو اپنے دانتوں میں دبایا۔

"بہت بڑی ڈرامہ کوئن ہو تم ۔" عروش ہنس دی۔

موبائل کی رنگ ٹیون نے عروش کو اپنی جانب متوجہ کیا۔

"ضویا کالنگ" نام تو میں پوچھ کے رہوں گی۔"" عروش نے کہتے ہوئے کال پک کی۔

"تم تو ہمیں بھول ہی گئیں۔" ضویا نے عروش کے کال پک کرتے ہی کہا ۔

"سلام دعا تو کر لو پھر شکوہ بھی کر لینا۔" عروش نے اسے ٹوکا۔

"کل سے تمہاری کوئی خبر ہی نہیں کتنی کالز کئیں تمہیں میں نے تم ایک میسج ہی کر دیتی۔" وہ ناراضگی سے بولی۔

"سوری یار سوچا صبح بات کر لوں گی پھر حویلی دیکھنے لگی ابھی تمہیں فون کرنے ہی والی تھی ۔" عروش نے معذرت خواہ انداز میں کہا۔

"جی بالکل سسرالیوں کی حویلی ہے ہی اتنی شاندار کے راہ چلتے بھی رک کے دیکھتے ہیں۔" ضویا کا انداز شرارت لیے تھا۔

"اب بس بھی کرو اتنی بھی شاندار نہیں ہے ۔" عروش نے مسکراہٹ چھپائی۔

ماہ روش نے اسکے کندھے پہ ہلکی سی چپت لگائی۔

"ہم لوگ حویلی آ رہے ہیں ایک دو ہفتے تک۔"" ضویا نے بم پھوڑا۔

"سچ کہو عروش خوشی سے اچھل ہی پڑی۔"

"میں جھوٹ کیوں بولوں گی۔"

"مطلب اتنا لیٹ کیوں جلدی آ جاؤ ۔" عروش ابھی سے بے چین ہو اٹھی۔

"زوار نے منع کیا ہے کہ ایک ہفتے تک تم سے دور رہیں۔"

"لو یہ کیا بات ہوئی۔" عروش حیران ہوئی ۔

"ویسے بھی اچھا ہوا کہ ہم نہیں آئے کل سے بسمہ لوگ بھی آئے ہوئے ہیں ہم نہ ہوتے تو انہیں برا لگتا۔"

"کیا حال ہے سب کا بسمہ ساحر صبا باسم ۔" عروش نے باری باری سب کے بارے میں پوچھا۔

"سب ٹھیک ہیں بسمہ اور ساحر کی منگنی ہو رہی ہے باسم بضد ہے کہ اسکی منگنی بھی ساتھ کی جائے صبا مان نہیں رہی اب دیکھو کیا فیصلہ ہوتا ہے ۔" ضویا نے سب کا حال سناتے ہوئے مستقبل سے لاعلمی ظاہر کی۔

"یہ تو بہت خوشی کی خبر ہے اللہ نے ساحر بھائی کی سن لی۔" عروش دل سے خوش ہوئی۔

"بسمہ نے تمہیں اور ماہ روش کو بھی انوائٹ کیا ہے ڈیٹ فائنل نہیں ہوئی جب ہو گی میں بتا دوں گی۔"ضویا نے لگے ہاتھوں انویٹیشن بھی دے ڈالا۔

"ممکن ہوا تو ضرور آئیں گے ہم عروش نے جانے کی حامی بھری۔"

پھر وہ لوگ کافی دیر تک ادھر ادھر کی باتیں کرتیں رہیں تھیں۔

عروش ضویا سے بات کر کے کافی فریش فیل کر رہی تھی۔

ماہ روش اسے بات کرتا چھوڑ کر کب کا جا چکی تھی وہ بھی اٹھ کے اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"زوار کہاں ہو کال تو پک کرو؟"احمر کب سے زوار کا نمبر ٹرائے کر رہا تھا مگر وہ کال کٹ کر دیتا تھا۔

"ابھی بہت مصروف ہوں بعد میں بات کرتا ہوں۔"زوار نے حیدر صاحب سے نظر بچا کر میسج پڑھ کے اسے جواب بھیجا۔

"کہاں ہو سب خیرت ہے کچھ تو بتاؤ۔"وہ پریشان ہوا۔

"بابا کہ ساتھ زمینوں پہ آیا ہوں حساب میں کچھ گڑبڑ ہے وہی چیک کرنی ہے مجھے فی الحال بات نہیں ہو سکتی۔"زوار نے میسج کر کے موبائل واپس ٹیبل پہ رکھ دیا۔

"زوار ایسا آج تک نہیں ہوا کہ لکھتے ہوئے بھائی صاحب سے کوئی غلطی ہوئی ہو ان کی ایک غلطی نے پورا حساب کتاب ہلا کے رکھ دیا ہے لاکھوں کا فرق آرہا ہے کچھ سمجھ نہیں آرہا۔"انہوں رجسٹر زوار کے سامنے کیا

"کیا بات ہے بڑے بابا کسی ٹینشن میں ہیں کیا۔"زوار نے رجسٹر پہ نگاہ دوڑائی۔

"اس بات کا تو پتہ نہیں اگر انکی غلطی کی نشاندہی ان کے سامنے کرتا تو وہ بہت ڈسٹرب ہو جاتے اس لیے تمہیں ساتھ لے آیا۔"

"میں دیکھ لیتا ہوں آپ ان سے مت کہیے گا۔"وہ بغور پورے رجسٹر کو چیک کرنے لگا

"تم اور زمینوں پر سوچ کے ہی ہنسی آتی ہے MBA کیوں کیا پھر جب یہی سب کرنا تھا۔"احمر کا میسج پڑھ کے زوار ہنس دیا وہ ٹھیک تو کہہ رہا تھا اسکی اس کام سے واقع ہی جان جاتی تھی۔

"بابا آپ سے ایک ضروری بات کرنی تھی۔"زوار نے کچھ جھجکتے ہوئے کہا۔

"ابھی نہیں گھر پہ بات کریں گے یہ سب ٹھیک کرو مجھے شام میں بھائی صاحب کو دکھانا ہے سب۔"وہ عجلت میں

کہتے وہاں سے چلے گئے۔

وہ واپس اپنے کام میں گم ہو گیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

ضویا کے گھر خوب رونق لگی تھی ایسا کیسے ممکن تھا کہ احمر وہاں نہ آتا۔

"جی آیئے آپ ہی کی کمی تھی۔"ضویا نے اسے دیکھتے ہی تیوریاں چڑھائیں۔

"تم کبھی خوشدلی سے ویلکم مت کرنا میرا۔"احمر کا حلق تک کڑوا ہو گیا۔

"احمر بھائی شادی کے بعد محبوبہ کے تیور بدل جاتے ہیں کیونکہ وہ بیوی بن جاتی ہے۔"باسم نے اسے تسلی دی۔

"میں اسکی محبوبہ کبھی نہیں رہی زبردستی منایا تھا اس نے مجھے شادی کے لیے۔"ضویا نے فوراً اپنی صفائی پیش کی۔

"ہاں میں نے تو جیسے تم سے گن پوائنٹ پہ نکاح کیا تھا۔"احمر تو بھڑک اٹھا۔

"دھمکی تو دی تھی یاد کرو مجبوراً مجھے ماننا پڑا۔"وہ معصومیت سے بولی۔

"یا اللہ میری محبت کی کوئی قدر نہیں۔"احمر کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔

"اس دنیا میں صرف خالص محبت ہی جس کی کوئی قدر نہیں۔"ساحر نے بھی ایک نگاہ دشمن جان پہ ڈالتے ہوئے آہ بھری۔

"تم نے تو ساحر لدھیانوی کو بھی پیچھے چھوڑ دیا ہے ہر وقت عشق کے پیچھے پنجے جھاڑ کے پڑے رہتے ہوئے"۔"بسمہ نے دانت پیسے۔

"ویسے میں ساحر کے ساتھ ہوں۔"احمر نے ساحر کی حمایت کی۔

"مجھے تمہارے میسجز ابھی بھولے نہیں۔"ضویا نے ابرو اچکایا۔

"وہ میں نے زوار کے کہنے پہ کیے تھے پہلے بھی بتا چکا ہوں۔"احمر نے اپنی صفائی پیش کی۔

"میں کیسے مان لوں کہ یہ سب جو تم ابھی کہہ رہے ہو جھوٹ نہیں۔"

"ناں مانو مجھے کیا تمہارے ماننے نہ ماننے سے سچ بدل تو نہیں جائے گا۔""وہ چڑ کر بولا۔

"میرے ماننے نہ ماننے پہ پوری زندگی ڈپینڈ کرتی ہے ہماری"ضویا تڑخ کہ بولی۔

"اب یہ تو تمہی فیصلہ کرو گی کہ زندگی کو جہنم بنانا ہے کہ جنت"۔

"تمہارے ساتھ رہتے ہوئے تو جنت بنانا ممکن ہی نہیں۔"ضویا نے ناک سے مکھی اڑائی۔

"میرا بھی تمہارے بارے میں یہی خیال ہے۔" احمر کے تو سر پہ لگی تلووں پہ بجھی۔

"اوو تو اب یہ سب سوچتے ہو تم۔" ضویا نے اسے گھورا۔

"خیالات بدلنے پڑ جاتے ہیں ۔" احمر نے بھی منہ توڑ جواب دیا ضویا کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔

"افففف بس کر دو آپ دونوں اور کتنا لڑیں گے۔" صبا نے ہاتھ اٹھا کر دونوں کو خاموش کرایا ۔

"میں تو یہ بتانے آیا تھا کہ نیکسٹ ویک ہم لوگ زوار کے پاس اس کے گاوں جانے والے ہیں یہ محترمہ اپنی تیاری کر لیں مگر نہیں انہیں تو ہمیشہ لڑنے کا جنون ہوتا ہے۔" احمر کا انداز برہم تھا۔

"میں لڑتی ہوں ۔" ضویا نے حیرت سے آنکھیں پھیلائیں ۔

"تو اور کیا میں لڑائی شروع کرتا ہوں۔"

"اور نہیں تو تم ہی جھگڑے کے لیے تیار رہتے ہو۔"

"میں نے آج تک جھگڑا کیا ہی کب ہے تم سے" وہ غصے سے بولا۔

"ہاں تو یہ شوق بھی پورا کر لو۔" بسمہ ساحر صبا باسم سب حیران پریشان ان کی لڑائی دیکھ رہے تھے۔

"میں کیوں شوق پورا کروں تم ہی کرو لڑلو جتنا لڑنا ہے۔" احمر کے انداز میں بالکل لچک نہیں تھی۔

"تم جیسے انسان سے شادی ہی میری سب سے بڑی غلطی ہے۔" ضویا شدید غصے کے عالم میں چلائی۔

بولنے کے بعد اسے احساس ہوا تھا کہ اس نے کہا کیا ہے۔

"اب اس بات کا احساس مجھے بھی شدت سے ہونے لگا ہے کہ میری محبت کی کوئی اہمیت نہیں ہے تمہاری نظر میں آج تک جتنی بار بھی محبت کا اظہار کیا ہے میں نے کیا ہے تمہارا انداز ہمیشہ ہی لیا دیا سا تھا مجھے لگا شاید تم ہو ہی ایسی مگر نہیں میں غلط تھا تمہیں محبت ہے ہی نہیں مجھ سے ہوتی کبھی تو تم اظہار کرتیں زبان سے نہ صحیح عمل سے ہی میں محبت میں زبردستی کا قائل نہیں ہوں تمہیں پوری آزادی ہے جو چاہے فیصلہ کرو اپنی زندگی کا مگر یوں مجھے ذلیل کرنے کا حق تم نہیں رکھتیں اور نہ یہ میں برداشت کروں گا ۔" وہ کہہ کر رکا نہیں تھا۔

ضویا کی آخری بات نے اسے سیخ پا کر دیا تھا اور وہ نجانے کیا کیا بول کر چلا گیا تھا۔

ضویا نے اتنے سالوں میں پہلی بار احمر کا یہ روپ دیکھا تھا احمر کو غصہ بھی آسکتا ہے وہ بھی ضویا پر وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی اسکا قصور ہی کیا تھا جو وہ اسے اتنی باتیں سنا کر گیا تھا سب لوگ خاموشی سے ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے ضویا روتے ہوئے اپنے کمرے کی جانب بھاگ گئی۔

"یہ معمولی سے لڑائی اتنے سنگین موڑ پہ ختم ہو گی مجھے نہیں پتہ تھا۔"بسمہ نے پریشانی سے کہا۔

"یہ دونوں کوئی الٹا سیدھا فیصلہ نہ کر لیں ضویا کا تو دماغ شروع سے الٹی طرف زیادہ چلتا ہے۔"صبا کی بات بھی درست تھی۔

"انکل آنٹی تیمور بھائی سے بات کرتے ہیں۔"باسم نے مشورہ دیا۔

"وہ کسی کی نہیں سنے گی۔"بسمہ سر نفی میں ہلایا۔

"ہمیں زوار اور عروش سے بات کرنی چاہیے وہ ان دونوں کے کلوز ہیں۔"ساحر نے پتے کی بات کی تھی۔

"بالکل ہم ان کی صلح کروانے کی کوشش کرتے ہیں جو کہ بہت مشکل ہے اگر نہ ہو سکی تو ان سے بات کر لیں گے۔"

بسمہ نے ساحر کو سراہا پھر وہ باری باری اٹھ کر اپنے اپنے کمروں کی جانب بڑھ گئے ضویا سے اس وقت بات کرنا مناسب نہیں تھا

☆☆☆☆☆☆☆☆

"بیگم صاحبہ ایک بتاؤں غصہ تو نہیں کریں گی؟؟"حلیمہ بی نے نعیمہ بیگم کی ٹانگیں دباتے ہوئے کہا۔

حلیمہ بی نعیمہ بیگم کی خاص ملازمہ تھیں اور انہیں حویلی کی ہر بات سے باخبر رکھتیں تھیں۔

"غصہ تو فطری عمل ہے حلیمہ بی اب بتا دو کیا بات ہے۔"وہ بیڈ پہ آنکھیں موندے لیٹیں تھیں یونہی بولیں۔

"وہ جی یہ جو لڑکی آئی ہے نا ہمارے ساتھ مجھے کوئی ٹھیک لڑکی نہیں لگتی۔"حلیمہ بی نے جھجکتے ہوئے کہا۔

"کیا ٹھیک نہیں لگا تمہیں اس میں۔"نعیمہ بیگم نے سرسری پوچھا۔

"وہ جی اسکی نظر اپنے چھوٹے سائیں پہ ہے۔"اب وہ زوار کی برائی نہیں کر سکتی تھی لحاظہ سارا الزام عروش پہ دھر دیا۔

نعیمہ بیگم نے پٹ سے آنکھیں کھولیں

"کیا کہہ رہی ہو۔"نعیمہ بیگم کا انداز برہم تھا۔

"سچ کہہ رہی ہوں دال میں کچھ کالا ہے جب یہ لڑکی ماہ روش بی بی کے پاس آکر رہنے لگی تو چھوٹے سائیں بھی وہیں فلیٹ میں آکر رہنے لگے میں نے دونوں کو باورچی خانے میں ساتھ ویسی باتیں کرتے بھی دیکھا سائیں نے اس لڑکی کا ہاتھ بھی پکڑ رکھا تھا۔"حلیمہ بی نے ویسی باتوں پہ زور دیتے ہوئے ڈرتے ڈرتے نظر اٹھا کر دیکھا

نعیمہ بیگم کے ماتھے کی شکنیں بتا رہی تھیں کہ وہ شدید طیش کہ عالم میں آ چکی ہیں۔

"اور تم یہ بات مجھے اب بتا رہی ہو ۔" انہوں نے بمشکل اپنے غصے پہ قابو پایا۔

"بتانا چاہتی تھی مگر فون پہ کرنے والی بات نہیں تھی۔" حلیمہ بی نے اپنی صفائی پیش کی۔

"کوئی اور ثبوت ؟" نعیمہ بیگم نے پوچھا

"وہ جی کل رات کو بھی وہ دونوں ساتھ تھے بہت زیادہ قریب کھڑے تھے ایک دوسرے کے۔"" حلیمہ بی نے اٹکتے ہوئے کل رات والا واقعہ بھی ان کے گوش گزار کیا۔

"ٹھیک ہے نظر رکھو دونوں پر میں بھی رکھوں گی صرف تمہارے شک کی بنا پر میں دونوں کو ذلیل نہیں کر سکتی کوئی ثبوت بھی ہو۔" نعیمہ بیگم نے بات کو آنے والے وقت پہ ٹال دیا۔

الجھ تو وہ بھی گئیں تھیں مگر سمجھداری خاموش رہنے میں تھی۔

حلیمہ بی سر ہلاتی وہاں سے چلی گئیں ۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

عروش کمرے میں آئی تو ماہ روش وہاں نہیں تھی اسے اچانک گرینی کی دی وہ ڈبیہ یاد آئی وہ تو اس نے کھول کے بھی نہیں دیکھی تھی کہ اس میں تھا کیا۔

اس نے جلدی سے اپنے ہیڈ بیگ سے وہ ڈبیہ نکالی۔

اس کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا اس نے لمبا سانس ہوا کے سپرد کرتے ہوئے اسے کھولا۔

اندر سونے کی چھوٹی چھوٹی بالیاں تھیں اور ساتھ ایک پازیب اس نے باری باری دونوں کو دیکھا۔

پازیب کو وہ پہلے بریسلیٹ سمجھی تھی مگر وہ ہاتھ میں پکڑنے کے بعد سمجھی وہ پازیب تھی۔

یہ ایک کیوں ہے عروش نے سوچا شاید ایک کھو گئی ہو گی اس نے وہ بندے اور پائل اپنی مٹھی میں بھیچ کر سینے سے لگائے جیسے وہ اپنی ماں سے گلے مل رہی ہو آنسو خو بخود اس کے رخسار پہ آ رکے۔

اس نے آنسو صاف کرتے ہوئے سامان واپس ڈبیہ میں بند کر کے سنبھال دیا۔

یہ اسکی ماں کی آخری نشانی تھی جو وہ ہمیشہ پہنے رکھتیں تھیں ۔

تھوڑی دیر یونہی بیٹھے رہنے کے بعد وہ اٹھ کر باہر آ گئی تھی ۔

"سنو یہ کہاں لے کر جا رہی ہو۔" راستے میں اسکی ملاقات حویلی کی ملازمہ سے ہوئی تھی وہ اسکا نام نہیں جانتی تھی۔

"بڑے صاحب کے پاس وہ اس وقت پھل کھاتے ہیں" اس نے رک کر بتایا۔

"نام کیا ہے تمہارا ۔"

"میرا نام شمیم ہے سب مجھے شمی بلاتے ہیں۔" اسکی عمر کوئی بیس سال ہوگئی وہ مسکرائی ۔

"کیا میں لے جاسکتی ہوں یہ ٹرے ۔"عروش نے ٹرے کی جانب اشارہ کیا۔

"صاحب غصہ ہوں گے۔"وہ گھبرائی

"تمہارا نام نہیں آئے گا پریشان مت ہو ۔"عروش نے ٹرے اس کے ہاتھ سے لے لیا وہ اسٹڈی کی طرف چل دی باہر سے تو ماہ روش نے دیکھا ہی دی تھی اندر سے دیکھنے کو اسکا دل کب سے مچل رہا تھا

اس نے ڈرتے ڈرتے اسٹڈی میں قدم رکھا ۔

اور پھر وہ حیرت کے سمندر میں غوطہ زن ہو چکی تھی چاروں اطراف شیشے کے بنے ریک میں سجی بے شمار کتابیں جن میں ناول سفر نامے شاعری ہر طرح کی کتابیں موجود تھیں اسٹڈی ٹیبل لیمپ چیئر اور کونے میں رکھا ایک سنگل بیڈ سامنے دیوار کے سامنے سجا ایک صوفہ پینٹنگز کلر سیکم ہر چیز لازوال تھی۔

اسے اپنے ناول میں شاویز کی اسٹڈی یاد آگئی ۔

اسکی تصور کی گئی اسٹڈی واقع ہی موجود تھی اسے یقین نہیں آرہا تھا کلر سیکم تک وہی تھی لائٹ پنک پر سکون ماحول وہ حیرت زدہ سی دروازے میں ہی جم گئی۔

"بیٹا آجائیے۔"وہ کسی کتاب کے مطالعے میں مصروف تھے رک کر اسے مخاطب کیا۔

"سوری انکل بنا اجازت کے میں آگئی مجھے آپکی اسٹڈی دیکھنی تھی آپ کو برا تو نہیں لگا۔"اس نے ٹرے سنٹرل ٹیبل پہ رکھتے ہوئے کہا۔

"اچھا کیا اس میں برا ماننے والی کوئی بات نہیں" وہ اٹھ کر صوفے پہ آبیٹھے۔

"میں بکس دیکھ سکتی ہوں آپ کی" اس نے اجازت طلب کی ۔

"جی ضرور آپ پڑھ بھی سکتی ہیں اس گھر میں تو کسی کو شوق نہیں۔"وہ اپنے پھل کھانے کی طرف متوجہ ہوئے۔

زوار کو شوق ہے وہ کہنا چاہتی تھی مگر خاموش رہی۔

اور بغور کتابوں کا جائزہ لینے لگی وہاں پر ہر قسم اور ہر رائٹر کی کتاب موجود تھی۔

دُرِ سکندر کے ناولز پہ آکر وہ رک گئی تھی۔

اسے حیرت ہوئی تھی زوار کے بعد ان کے پاس بھی دُرِ سکندر کے ناولز موجود تھے۔

"آپ پڑھتے ہیں نیو رائٹرز کو۔"اس نے پر شوق نظریں ان کے چہرے پہ ٹکائیں۔

"بالکل پڑھتا ہوں ہر نئے آنے والے کو ظاہر ہے ان کا بھی حق ہے اور بہت اچھا لکھتیں ہیں یہ محترمہ بھی" انہوں نے کھلے دل سے تعریف کی۔

زندگی میں پہلی بار اسکا دل مچل اٹھا کہ وہ بتائے کہ دُرِ سکندر وہ ہی ہے مگر خاموش رہی۔

"آپ سے بات کر کے اچھا لگا اب چلتی ہوں۔"

وہ کہہ کر دروازے کی جانب بڑھی۔

"مجھے بھی تم سے بات کر کے اچھا لگا دوبارہ بھی چاہو تو آجانا مگر میری موجودگی میں۔"انہوں نے موجودگی پہ زور دیا تھا۔وہ سر ہلاتی باہر نکل گئی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

زوار رات گئے گھر لوٹا تھا حیدر صاحب اسے ایک بار اپنے ساتھ لے جاتے تو واپسی کی اجازت مشکل ہی سے دیتے تھے وہ بہت تھکا ہوا تھا اس لیے سیدھا اپنے کمرے میں چلا گیا۔

ندرت بیگم کب سے اسکی منتظر تھیں اس کے آتے ہی وہ کھانا لے کر اس کے کمرے میں گئیں تھیں۔

وہ آڑھا ترچھا جوتوں سمیت بیڈ پہ لیٹا ہوا تھا۔

"تمہیں لیٹنے کی تمیز کبھی نہیں آئے گی۔"وہ ہمیشہ اس کی اس حرکت سے خائف رہتی تھیں۔

"اماں ہلا بھی نہیں جارہا بابا جان نے پورے گاؤں کی پیدل سیر کروائی ہے۔کہنے لگے دیکھ لو چھ ماہ بعد آئے ہو ایسے بولے جیسے چھ سال بعد آیا ہوں کچھ بھی تو نہیں بدلا۔"وہ بمشکل سیدھا ہوتے ہوئے منہ بنا کر بولا۔

"انہیں تمہارے ساتھ گھومنا اچھا لگتا ہے۔"وہ کھانے کا ٹرے میز پہ رکھ کر اس کے پاس بیٹھ گئیں۔

"ایسا بھی کیا ہے انہیں تو عادت ہے۔مجھے اتنا چلنے کی عادت نہیں۔"وہ ان کی گود میں سر رکھتے ہوئے بولا۔

"وہ تمہیں اپنے کندھے پہ بٹھا کر گاؤں کی سیر کرتے تھے۔آج جب تم ان کے شانے سے شانہ ملا کے چلتے ہو تو انکی گردن فخر سے بلند ہو جاتی ہے۔وہ تم سے بہت پیار کرتے ہیں۔"وہ اسکے بالوں میں انگلیاں پھیرنے لگیں۔

"یہ پیار صرف تب تک قائم رہے گا جب تک میں انکی بات مانتا رہوں گا۔جہاں انکار کیا وہیں وہ اپنی محبت سے برخاست ہو جائیں گے۔"وہ دکھی لہجے میں بولا۔

"ایسا کیوں کہہ رہے ہو؟"ندرت بیگم کی انگلیاں لحظہ بھر کو رکیں۔

"اس لیے کہ آگے جا کر شاید میری کوئی بات آپ لوگوں کو پسند نہ آئے۔تو آپ لوگ مجھے جلا وطن کر دیں گے۔"

"تم کیسی باتیں کر رہے ہو۔"ندرت بیگم حیران تھیں۔

"ٹھیک کہہ رہا ہوں کل کو اگر بڑے بابا اور مجھ میں سے کسی ایک کو چننا پڑا تو ضرور بابا بڑے بابا کا انتخاب کریں گے۔آپ بتائیں آپ کس کا انتخاب کریں گئیں میرا یا بابا کا۔"وہ جذباتی لہجے میں کہتا اٹھ بیٹھا۔

"کیا بات ہے زوار کیا تم ابھی تک خود کو راضی نہیں کر پائے۔"ندرت بیگم پریشانی سے بولیں۔

"نہیں اور نہ ہی کبھی راضی کر پاؤں گا۔آپ بس مجھے جواب دیں آپ کس کا ساتھ دیں گئیں۔"

"تمہارے بابا کا۔"وہ مضبوط لہجے میں بولیں۔

"یعنی اس گھر میں اپنی مرضی سے جینے کا حق کسی کو بھی نہیں۔"وہ غصے سے بولا۔

"زوار۔"انہوں کچھ کہنے کے لیے لب وا کیے۔تبھی دروازے پہ دستک ہوئی۔

"بیگم جی آپ کو حیدر صاحب بلا رہے ہیں۔" دروازے پہ شمی تھی۔وہ پیغام دے کر چلی گئ۔

"کھانا کھا لینا تم سے بعد میں بات کرتی ہوں۔"وہ کہہ کر رکی نہیں تھیں۔

زوار حیرت سے اپنی ماں کو دیکھ رہا تھا۔اسے اندازہ نہیں تھا کہ ندرت بیگم بھی اسکا ساتھ نہیں دیں گی۔ڈپریشن کے مارے اسکا دماغ پھٹنے لگا تھا۔

وہ اندھے منہ بیڈ پہ ڈھے سا گیا۔

زوار کا موبائل مسلسل بج رہا تھا۔اس نے کوفت سے موبائل پکڑا۔

ساحر کالنگ وہ حیران ہوتا ہوا اٹھ بیٹھا۔

اس کے خیال میں احمر نے اسے کال کی تھی۔

"اسلام وعلیکم !ساحر کیا حال ہے ۔"زوار نے لہجے میں بشاشت پیدا کی۔

"وعلیکم اسلام اللہ کا فضل ہے۔زوار بھائی آپ کیسے ہیں۔"ساحر نے حال احوال پوچھا۔

"بس شکر ہے اللہ کا تم سناو کیسے یاد کیا۔"جو سوال اسکے دل میں تھا۔اس نے فورا پوچھا۔آج سے پہلے ساحر سے اسکی کبھی فون پہ بات نہیں ہوئی تھی۔

"زوار بھائی ایک مسئلہ شئیر کرنا تھا۔" اس نے کہتے ہوئے ضویا اور احمر کی لڑائی کے بارے میں سے تفصیلا بتایا۔

"افففف یہ تو بہت برا ہوا احمر کب سے اتنا غصہ کرنے لگا۔ پتہ نہیں کب بڑے ہوں گے یہ دونوں۔" زوار نے پریشانی سے پیشانی مسلی۔

"اس وقت ان دونوں کو آپکی اور عروش بھابھی کی بہت ضرورت ہے۔ آپ ہی ان کے زیادہ قریب ہیں اس وقت ان دونوں کی ملاقات کروانا بہت ضروری ہے۔ وہ بھی آپکی موجودگی میں۔" ساحر نے ایک اور مسلہ پیش کیا۔

"میرا اور عروش کا لاہور آنا تقریبا ناممکن ہے۔" وہ پریشان ہو اٹھا۔

"آپ نہیں آسکتے۔ میں جانتا ہوں اس لیے ہم نے ایک پلان بنایا ہے۔ اگر آپ ہماری مدد کریں تو۔" ساحر نے اسکی بات کاٹی۔

"ضرور تم بتاو۔" زوار نے حامی بھری۔

"کرنا یہ ہے کہ۔" ساحر نے کہنا شروع کیا۔ زوار نے سر ہلاتے ہوئے پوری بات سنی۔

"اوکے ڈن تم لوگ ریڈی رہو۔" زوار نے پروگرام فائنل کر دیا۔

ساحر نے مسکرا کر فون بند کر دیا۔

احمر تمہارے احسانوں کا بدلہ تو چکانا ہی پڑے گا۔

زوار نے لمبا سانس ہوا کے سپرد کیا۔ اور واپس بیڈ پہ ڈھے سا گیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

تیمور رات گئے گھر واپس آیا۔ تو سب لوگ لاونج میں محفل جمائے راز و نیاز کرنے میں مصروف تھے۔

"ضویا کہاں ہے۔" تیمور نے نظریں دوڑائیں۔

"اپنے کمرے میں۔" صبا نے ٹھنڈا سانس بھری۔

"خیریت تم لوگوں کو چھوڑ کر۔" وہ حیران ہوا۔

"احمر اور ضویا کی لڑائی ہوئی ہے شام کو۔" باسم نے دکھی دل سے بتایا۔

"ایسی لڑائیاں روز ہوتی ہیں ان کے درمیان۔" تیمور نے ناک پر سے مکھی اڑائی۔

"اس بار شدد نوعیت کا جھگڑا تھا۔ احمر بہت غصے میں تھا۔" بسمہ نے پریشانی سے بتایا۔

"احمر اور غصہ۔" تیمور زیر لب بڑبڑایا۔

"غلطی ضویا کی تھی۔" باسم نے کہا۔

"تم نہ بھی بتاؤ تب بھی میں جانتا ہوں۔" تیمور پریشانی سے اپنی پیشانی مسلی۔

"اب کیا ہو گا۔" صبا از حد پریشان تھی۔

"تم میں سے کسی کی بات ہوئی ضویا یا احمر سے۔" تیمور نے باری باری سب کو دیکھا۔

"ہم سب نے احمر کا نمبر ٹرائے کیا مگر فون بند ہے اور ضویا سے بھی بات کی وہ تو بات سننا ہی نہیں چاہتی" "ساحر نے بھی گفتگو میں حصہ لیا۔

"سب ٹھیک ہو جائے گا۔" تیمور خود کو اور ان کو تسلی دیتا آگے بڑھا۔

اسکا رخ ضویا کے کمرے کی جانب تھا۔

تیمور دستک دے کر کمرے میں داخل ہوا۔

وہ سر تک کمبل تانے چیت لیٹی تھی۔

"ضویا سو رہی ہو کیا؟" تیمور نے اسے پکارا۔

مگر وہ خاموشی سے لیٹی رہی۔

"میں جانتا ہوں تم جاگ رہی ہو۔" وہ چلتے ہوئے اسکے قریب آیا۔

"بھائی مجھے کسی بارے میں کوئی بات نہیں کرنی۔ آپ پلیز چلے جائیں یہاں سے۔" وہ کمبل کے اندر سے ہی بولی ۔ آواز رونے کی وجہ سے بھاری ہو رہی تھی۔

"ضویا میری جان بنا بات کیے مسئلہ کیسے حل ہو گا۔" تیمور نے کہا۔

"میں اس کا نام بھی نہیں سننا چاہتی۔ فی الحال آپ یہاں سے چلے جائیں۔" وہ غصے کے عالم میں بولی۔

تیمور اسے ایک نظر دیکھ کر واپس مڑ گیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

اپنے کمرے میں آ کر وہ کپڑے بدل کر لیٹ گیا تھا۔ مگر نیند اسکی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔

"عروش کیا ڈھونڈھ رہی ہو"

ماہ روش کب سے عروش کو یہاں وہاں سارا سامان الٹ پلٹ کرتے دیکھ رہی تھی۔

"یار میری انگھوٹھی کھو گئی ہے۔"

وہ حواس باختگی سے کہتی واپس بیڈ کے نیچے دیکھنے لگی۔

"مل جائے گی تم اوپر بیٹھ جاو آرام سے۔"ماہ روش نے اسے کندھوں سے تھام کر اوپر کیا۔

"آرام سے اتنی قیمتی رنگ تھی۔زوار کیا سوچیں گے کہ میں ایک انگوٹھی تک نہ سنبھال سکی۔"وہ رو دینے کو تھی۔

"وہ اگر کہیں گری ہے تو حویلی کے ملازم انہیں مما تک پہنچا دیں گے۔اس لیے بالکل فکر مت کرو آرام سے بیٹھ جاؤ۔"ماہ روش نے اسے اپنے ساتھ بٹھایا۔

"میں نے تو نوافل بھی مان لیے ہیں۔بس مل جائے ورنہ بہت شرمندگی کا سامنا کرنا پڑے گا۔"وہ پریشانی سے اپنے ہاتھوں کی انگلیاں مسلنے لگی۔

"زوار کو پتہ چلا تو وہ ابھی بھاگے بھاگے جائیں گے۔اور نئی انگوٹھی لا کر آپ کے قدموں میں رکھ دیں گے۔"وہ شرارت سے بولی۔

عروش مسکرا دی۔

"اب سو جاؤ مجھے بھی نیند آ رہی ہے۔"ماہ روش نے کہتے ہوئے اپنی جگہ سنبھالی۔

عروش بھی اٹھ کر اپنی جگہ پہ آ بیٹھی۔

صبح تک تو میرے ہاتھ میں ہی تھی۔

پھر کہاں گئی اس نے ذہن پہ زور دیا۔

جب اسٹڈی میں گئی تھی تب تو تھی پھر شاید وہیں گری ہو۔ ۔وہ فوراً اٹھ کھڑی ہوئی۔

اسکا رخ اسٹڈی کی جانب تھا۔

ماہ روش ابھی نیند کی وادی میں پاوں بھی نہیں رکھ پائی تھی۔جب اس کا موبائل بج اٹھا۔

"ہیلو۔"آواز میں جھنجلاہٹ واضح تھی۔

"بہت غصے میں معلوم ہو رہی ہیں۔"تیمور کی آواز ائیر پیس میں ابھری۔

"آپ۔"ماہ روش نے پٹ سے آنکھیں کھولیں۔

"جی میں شکر ہے آپ نے پہچان لیا۔ورنہ مجھے لگا کہ ابھی کہیں گئیں کہ آپ کون؟۔"وہ ہنس دیا۔

"اب ایسی بھی کوئی بات نہیں مجھے تو لگا آپ بھول گئے ہیں۔"وہ اٹھ بیٹھی۔

"آپ کو بھول جائیں ہم اتنے تو بے وفا نہیں۔""تیمور نے آہ بھری۔

"یعنی بے وفا ہیں۔" انداز میں شرارت تھی۔

"بالکل بھی نہیں۔" اس نے زور دے کر کہا۔

"اس وقت یاد کیا خیریت؟" ماہ روش نے پوچھا۔

"نیند نہیں آرہی تھی۔" تیمور نے آہ بھری۔

"مجھے تو بہت آرہی تھی بلکہ سونے ہی والی تھی۔"

"یعنی آپ کی نیند میں مخل ہو گئے ہم۔" وہ شرمندہ ہوا۔

"کوئی بات نہیں میری نیند بہت اچھی ہے پھر سے سو جاوں گی۔" وہ ہنس دی۔

"جی جانتا ہو پہلی ملاقات بھولا نہیں ابھی۔" وہ ہنسا۔

"آپ شرمندہ کر رہے ہیں مجھے۔"

"بالکل نہیں۔" تیمور نے وضاحت کی۔

"مجھے نیند آرہی ہے۔" ماہ روش نے ناراضگی سے کہا۔

"گڈ پھر آپ سو جائیں صبح بات ہوتی ہے۔" اسکے لہجے میں اداسی تھی۔

"آپ کچھ پریشان لگ رہے ہیں۔" ماہ روش بھانپ گئ تھی۔

"بالکل نہیں بس یونہی تھکا ہوا تھا آپ سے بات کر لی تھکن دور ہو گئ۔" وہ مخمور لہجے میں بولا۔

"چلیں آپ آرام کریں صبح بات ہوتی ہے۔" ماہ روش نے کہتے ہوئے۔ خدا حافظ کے بعد فون بند کر دیا۔

اس نے اپنے برابر میں دیکھا عروش غائب تھی۔

"لگتا ہے رنگ ڈھونڈھ کے سوئے گی۔" ماہ روش نے بڑبڑاتے ہوئے

خود کو واپس تکئیے پہ گرا لیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

دروازہ کھلا تھا۔ دروازے پہ رک کر اس نے دستک دینے کے لیے ہاتھ اٹھایا۔ پھر بنا دستک دیئے ہی اندر جھانک کر دیکھا۔

ماہ روش کے بابا اسٹڈی ٹیبل پہ بیٹھے کچھ دیکھ رہے تھے۔ ان کے ہاتھ میں چند تصویریں تھیں۔ سامنے ٹیبل پہ ایک لکڑی کا باکس کھلا پڑا تھا۔ وہ باری باری اس میں سے کچھ نکالتے اور بغور دیکھتے۔ اسے بس ان کا ہاتھ اور چیزیں نظر آرہیں

تھیں۔روشنی بہت کم تھی۔اس لیے کچھ بھی واضح نہیں تھا۔

"کیا کروں جاوں کہ نہیں۔"وہ دروازے پہ کھڑی سوچنے لگی۔

صبح چلی جاوں گی کہیں برا ہی نہ مان جائیں۔وہ واپس مڑ گئی کمرے میں آئی تو ماہ روش سو چکی تھی۔وہ بھی لیٹ گئی۔

اگلی صبح گھر عروش کی آنکھ شور سے کھلی تھی۔سب کے تیز تیز بولنے کی آوازیں کمرے تک آ رہی تھیں۔

عروش نے آنکھیں کھول کر اطراف کا جائزہ لیا۔شمی اسکے کمرے کی ڈسٹنگ کر رہی تھی۔اس نے وقت دیکھا نو بج رہے تھے۔

"یہ شور کیسا ہے۔"عروش نے نیند سے بوجھل آنکھیں کھول کر شمی کا چہرہ دیکھا۔

"چھوٹے سائیں کا ایکسڈینٹ ہو گیا ہے جی۔"شمی نے مختصر بتایا۔

عروش کا سانس ایک پل کے لیے رک سا گیا تھا۔

"یا اللہ خیر۔"وہ ایک دم بستر چھوڑ کر باہر بھاگی تھی۔ننگے پاوں ننگے سر بکھرے بال۔

وہ جیسے ہی کمرے سے نکلی اسکا سامنا زوار سے ہوا تھا۔

وہ اپنے کمرے کی جانب جا رہا تھا اسے دیکھ کر رک گیا۔

وہ حواس باختہ سی اس کے سامنے کھڑی تھی۔

زوار نے بغور اسکا جائزہ لیا نہ پاوں میں چپل نہ سر پہ آنچل زلف برہم۔آنکھوں میں آنسووں کا سیلاب بہنے کو تیار۔اس نے آج سے پہلے اسے کبھی اسطرح نہیں دیکھا تھا۔

عروش بغور اسکا جائزہ لے رہی تھی ماتھے اور بازو پہ چوٹ آئی تھی۔عروش کے آنسو ٹپ ٹپ گرنے لگے۔

زوار کا دل چاہا وہ اسے اپنی بانہوں میں سمیٹ لے۔اپنے ہاتھوں سے اسکے آنسو صاف کرے اور اسے کبھی رونے نہ دے۔

"بیٹا تم اپنے کمرے میں چلو۔"زوار نے کچھ کہنے کے لیے لب وا کیے ہی تھے۔جب ندرت بیگم اس کے پاس آ کھڑی ہوئیں۔

وہ اپنی خواہش دل میں دباتا ایک نظر عروش پہ ڈال کر آگے بڑھا ندرت بیگم نے رک کر بغور عروش کو دیکھا۔مگر کہا کچھ نہیں۔

"چلو کمرے میں۔"ماہ روش جو پیچھے کھڑی سب دیکھ رہی تھی۔ان کے جاتے ہی اسے ہاتھ سے پکڑ کر کمرے میں

لے گئی۔
وہ کمرے میں جا کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔
"کیوں رو رہی ہو اسے معمولی چوٹیں آئیں ہیں بس۔" ماہ روش نے اسے تسلی دی۔
"مجھے جس طرح شمی نے بتایا میری تو جان ہی نکل گئی تھی۔" وہ روتے روتے بولی۔
"اللہ بہتر کرے گا تم پہلے اپنا حلیہ ٹھیک کرو۔" ماہ روش نے اسکے آنسو صاف کیے۔
"اللہ زوار کی ہمیشہ حفاظت کریں انہیں کبھی کچھ نہ ہو۔ ان کے سوا اب ہے ہی کون میرا۔" اسکا دل ابھی بھی بے قابو تھا۔ وہ نیند میں تھی اچانک خبر نے اسے ہلا کے رکھ دیا تھا۔
"تمہاری اور ہم سب کی دعائیں اس کے ساتھ ہیں تم بالکل فکر مت کرو۔" ماہ روش نے اسکا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے تھپتھپایا۔
"ندرت آنٹی کیا سوچتی ہوں گی میرے بارے میں۔" اسے زرا ہوش آیا تو وہ اور پریشان ہوئی۔
"کچھ نہیں سوچتیں ہو گئیں میں نے انہیں کہہ دوں گی کہ تم ڈر گئی تھیں۔" ماہ روش نے اسے اپنے ساتھ لگایا۔
☆☆☆☆☆☆☆☆
زوار نے اپنے کمرے میں جانے کے بعد فہد کو کال کی تھی اور اپنے ایکسڈنٹ کے بارے میں بتایا تھا۔ اور یہ بھی بتایا تھا کہ ایکسڈنٹ کتنی شدید نوعیت کا تھا۔
"تم نے احمر کو بتایا۔" فہد پریشان ہو گیا۔
"احمر کو تم بتاؤ گے اور اسے ساتھ لے کر آج شام تک یہاں پہنچو۔" زوار نے اسے حکم دے کر فون بند کیا۔ ساحر کو انفام کرنے کا بعد اپنا فون بند کر دیا۔
"ضویا ضویا!" ساحر حواس باختگی کے عالم میں لاونج تک پہنچا جہاں سبھی لوگ باتوں میں مصروف تھے۔
"کیا بات ہے ساحر بھائی ۔" ضویا نے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔
"زوار کا ایکسڈنٹ ہو گیا ہے بہت شدید چوٹیں آئیں ہیں ۔" ساحر نے پریشانی کے عالم میں سب کو مطلع کیا۔
"یا اللہ خیر۔" ضویا نے دہل کہ سینے پہ ہاتھ رکھا۔
"ہمیں ان کی عیادت کے لیے جانا چاہیے۔" باسم نے فورا مشورہ دیا۔
"عروش کی تو بہت بری حالت ہو گئی۔" بسمی نے پریشانی سے کہا۔

"میری تو عروش سے بات ہی نہیں ہوئی آپکو کس نے بتایا۔" ضویا نے ساحر کو دیکھا۔

ساحر نے تیمور کو مدد طلب نظروں سے دیکھا۔

وہ لوگ صبح ہوتے ہی تیمور کو سارا پلان سمجھا چکے تھے۔ اب وہ قدرے ریلکس تھا۔

"ماہ روش نے میسج کیا تو میں نے ساحر کو فارورڈ کر دیا مجھ میں تو ہمت ہی نہیں ہو رہی تھی بتانے کی۔" تیمور نے فورا معاملہ سنبھالا۔

"عروش کو اس وقت ہم سب کی ضرورت ہے۔" صبا نے ضویا کے کندھے پہ ہاتھ رکھا۔

"ہمیں آج ہی نکلنا ہو گا۔" ساحر نے تیمور کو اشارہ کیا۔

"ہاں ضویا تمہاری تو دوست ہے تمہیں تو ضرور چلنا چاہیے۔"

"ہاں چلی تو جاؤں مگر وہ بھی تو وہاں آیا ہو گا۔" ضویا نے دانت پیسے جیسے احمر کی گردن اس کے دانتوں کے نیچے ہو۔

"ماہ روش نے بتایا کہ زوار بے ہوش ہے اس لیے وہ خود تو اسے اطلاع دے نہیں پائے گا۔ ممکن ہے کہ وہ وہاں نہ آپائے آ بھی جائے۔ تو تمہیں کونسا کوئی فرق پڑتا ہے۔" تیمور نے اسکی دھکتی رگ دبائی۔

"ہاں اس کے ہونے نہ ہونے سے مجھے واقع ہی کوئی فرق نہیں پڑتا چلو۔ اٹھو تیاری کرو آدھے گھنٹے میں ہم نکل رہے ہیں۔" ضویا نے اپنا فیصلہ سنایا وہ جا رہی تھی۔ ان کا پلان کام کر گیا تھا۔

"فہد خیریت تم اس وقت یہاں۔" احمر اسے اپنے گھر پہ دیکھ کر حیران ہوا۔

"بس یار بات ہی ایسی تھی۔" فہد نے منہ لٹکا کر کہا۔

"چل بیٹھ چائے منگواتا ہوں۔"

احمر نے اسکے کندھے پہ تھپکی دی۔

"رہنے دو چائے۔ منگوا بھی لو تو خبر سننے کے بعد پی نہیں سکو گے۔" فہد از حد پریشان تھا۔ کیونکہ وہ اس سارے ڈرامے سے ناواقف تھا۔ زوار کا ماننا تھا کہ فہد ایک بہت ہی برا ایکٹر ہے۔ اگر اسے اس سارے ڈرامے میں شامل کیا گیا تو کچھ بھی حاصل نہیں ہو گا۔ اس لیے اسے بھی احمر اور ضویا کی طرح لاعلم رکھا گیا تھا۔

"یار ہوا کیا ہے بتاؤ تو۔" احمر کو اب گھبراہٹ ہونا شروع ہو گئی تھی۔

"زوار کا بہت برا ایکسڈنٹ ہوا ہے۔ بہت شدید زخمی ہے اس سے بات ہوئی بول بھی نہیں پا رہا تھا

"زوار کا بہت برا ایکسڈنٹ ہوا ہے۔ بہت شدید زخمی ہے اس سے بات ہوئی بول بھی نہیں پا رہا تھا مجھے بولا کہ احمر

کو بتا دینا۔" فہد کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے۔

"چل اٹھ جلدی کر۔" احمر بات سنتے ہی اٹھ کھڑا ہوا۔

"تو دو منٹ رک میں ابھی آیا۔" وہ بھاگتے ہوئے اپنے کمرے تک گیا۔ اور بیگ میں چند جوڑے ٹھونس کر گاڑی کی چابی اٹھائی اور اسی پھرتی سے واپس آیا۔

"چل ہم گاؤں چل رہے ہیں۔" وہ نوکر کو اطلاع دے کر نکل گئے تھے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"عروش! تم نے اپنی انگوٹھی ڈھونڈی پھر۔" عروش صبح سے کمرے میں بند تھی ناشتہ بھی نہیں کیا تھا۔ ماہ روش جانتی تھی وہ پریشان ہے۔ اس لیے اس سے ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگی۔

"مل جائے گی خود ہی۔" وہ لاپرواہی سے بولی۔

"اچھا سنو خالہ اور امی مزار پہ گئی ہیں خیرات کرنے۔ بابا اسٹڈی میں ہیں اور چچا زمینوں پر ملازموں کو میں سنبھال لوں گی۔ تمہیں تمہارے مجازی خدا یاد کر رہے ہیں کہ موقع اچھا ہے مل لو۔" ماہ روش نے زوار کا پیغام اس تک پہنچایا۔

"مجھے نہیں ملنا۔" وہ غصے سے بولی۔

"تم سے اجازت کون لے رہا ہے۔ انہوں نے حکم دیا ہے کہ ہاتھ پکڑ کر چھوڑ جاؤں تمہیں ان کے پاس۔" ماہ روش نے کہتے ہوئے اسکی کلائی تھامی۔ اور اسکے لاکھ منع کرنے کے باوجود گھسیٹتے ہوئے زوار کے کمرے تک لے گئی۔

"تم نہیں سدھرو گی۔" عروش نے اسے گھورا۔

"بالکل نہیں۔" اس نے ایک آنکھ دبائی۔ اور دروازے پہ دستک دی۔

دروازہ کھلا سامنے زوار کھڑا تھا۔

"یہ لیجئیے آپکی امانت ہم چلے۔" وہ ہنس کر کہتی واپس مڑ گئی۔

عروش سر جھکائے کھڑی تھی۔ زوار نے اسکا ہاتھ تھاما عروش نے پلکیں اٹھا کر اسے دیکھے۔

عنابی ہونٹوں کی تراش میں مسکراہٹ چھپائے وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"میں چاہتا تھا کہ اس کمرے میں میں تمہیں اپنے ساتھ تمہارا ہاتھ تھام کر لاؤں کبھی نہ چھوڑنے کے لیے۔" وہ اس کے کان کے قریب جھکا۔

اس کے بدن سے اٹھتی قیمتی کلون کی خوشبو سے اسکی سانسیں بے ترتیب ہونے لگیں۔

عروش نے ایک نگاہ کمرے پہ ڈالی کمرہ بہت کشادہ تھا۔بیڈ ڈریسنگ ٹیبل دیوان سنٹرل ٹیبل اسٹڈی ٹیبل فریج اور بھی ضرورت کی ہر چیز کمرے میں موجود تھی ۔لائٹ پنک اور گرین کلر کے امتزاج سے بنا یہ کمرہ واقع ہی بہت خوبصورت تھا۔

وہ اسکا ہاتھ تھام کر اسے اپنے ساتھ کمرے میں لے گیا اور جا کر بیڈ پہ بٹھایا۔

"سوچا تھا تمہیں اس جگہ دلہن بنے سرخ جوڑے میں بیٹھے دیکھوں گا۔مگر چلیں ایسے بھی ٹھیک ہے گلابی رنگ بھی کافی جچتا ہے تم پر۔" وہ اس کے قریب بیٹھ گیا۔

وہ تھوڑا دور ہٹی۔

"یہ دوریاں کب تک بنائے رکھنے کا ارادہ ہے۔"زوار نے اسکی حرکت کو بطور خاص نوٹ کرتے ہوئے کہا۔

"جب تک آپ کے گھر والے میرے حق میں فیصلہ نہیں دے دیتے۔"وہ آہستگی سے بولی۔

"بہت اداس لگ رہی ہو اور غصے میں بھی۔"زوار نے جھک کر اس کا چہرہ بغور دیکھا۔

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں۔"

"تمہارے ہاتھ اتنے خالی کیوں ہیں ۔نہ چوڑیاں نہ کنگن نہ کوئی انگھوٹھی۔"زوار نے اسکا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے پیار سے کہا۔

"چوڑیاں میں پہنتی نہیں اور وہ۔"کہتے کہتے خاموش ہو گئی۔

"اور۔۔۔"زوار نے بات جاری رکھنے کا اشارہ دیا۔

"اور انگھوٹھی کہیں کھو گئی ہے۔"وہ اداسی سے بولی۔

"کوئی بات نہیں نئی خرید لیں گے۔"زوار نے ناک سے مکھی اڑائی۔

"مگر اس میں وہ بات نہیں ہو گی۔"عروش نے بے ساختگی سے کہا۔

"اس میں کیا خاص بات تھی۔زوار نے شرارت سے پوچھا ۔

وہ خاموش رہی وہ اسکی شرات بھانپ گئی تھی۔

بولو بھی زوار نے اسکا چہرہ اپنے ہاتھ سے اوپر کیا۔

"زیور کا گم ہونا اچھا شگن نہیں ہوتا۔"وہ منہ بنا کر بولی

"تم ایسی باتوں پہ یقین رکھتی ہو۔"زوار ہنسنے لگا

"پہلے نہیں رکھتی تھی آج سے ہو گیا رات کو میری انگوٹھی گم ہوئی اور صبح آپکا ایکسڈنٹ یہ کونسا اچھا شگن تھا۔" وہ اپنی بات پہ زور دے کر بولی ۔

"صبح تمہاری حالت دیکھی تھی مجھے بہت افسوس ہوا کہ ایکسڈنٹ معمولی تھا۔" اس نے تاسف سے سر ہلایا۔

""یعنی آپکو بہت اچھا لگا مجھے تکلیف دے کر۔" عروش نے ناراضگی سے اسے دیکھا ۔

"تمہیں تکلیف ہوئی"

"ظاہر ہے" وہ کہتے کہتے رکی۔

"افففف اب تو واقع ہی افسوس ہو رہا ہے جب ایکسڈنٹ کیا تھا تو زرا ڈھنگ سے کر لیا ہوتا" وہ زیر لب بڑبڑایا اور پچھتایا۔

عروش اسکی بڑبڑاہٹ سن چکی تھی۔

"کیا مطلب کیا تھا یعنی آپ نے جان بوجھ کر کیا مگر کیوں وہ۔" حیرت سے بولی ۔

"مجبوری تھی کرنا پڑا۔" زوار نے جھوٹ نہیں بولا سچ بتا دیا۔

"مطلب یہ کوئی مذاق ہے کہ دل چاہے تو جا کر گاڑی درخت میں مار دو کیونکہ زخمی ہونے کا دل چاہ رہا تھا۔" وہ ایک دم غصے سے بولی ۔

"تم غلط سمجھ رہی ہوں۔" زوار نے اپنی صفائی میں کچھ کہنا چاہا۔

"میں بلکل ٹھیک سمجھ رہی ہوں آپ کو مزہ آتا ہے نہ دوسروں کو پریشان کر کے یہ سب بھی آپ نے مجھے تکلیف دینے کے لیے ہی کیا ہو گا ورنہ اور کیا وجہ ہو سکتی ہے۔" وہ شدید طیش کے عالم میں بول رہی تھی زوار بس حیرت سے اسے دیکھ رہا تھا

"عروش میری بات تو سنو۔" زوار نے اسکا ہاتھ پکڑنا چاہا ۔

"کچھ نہیں سننا مجھے صبح سے میری جان سولی پہ لٹکی ہے اور اب پتہ چل رہا ہے یہ سب تو فنٹسی کے لیے کیا گیا تھا آپ اپنے شوق پورے کریں باقی سب جہنم میں جائیں۔" عروش نے جھٹکے سے اپنا ہاتھ چھوڑایا۔

"یار معمولی سی چوٹیں ہیں تم اتنا شدید ری ایکٹ کیوں کر رہی ہو۔" زوار اسکا یہ روپ پہلی بار دیکھ رہا تھا اس لیے حیرت زدہ تھا کہ غصہ کس بات پہ کر رہی تھی وہ۔

"اووو یہ معمولی ہے۔" اس نے اسکے ماتھے اور بازو کی طرف اشارہ کیا جہاں پٹیاں لپیٹی گئیں تھیں ۔

"شدید نوعیت تو آپ اسے ہی مانتے جب آپ کے ہاتھ یا پاوں کی ہڈی ٹوٹ جاتی اگر ایکسڈینٹ شدید نوعیت کا چاہیے تھا تو گاڑی درخت میں نہیں کسی پہاڑ میں مارنی چاہیے تھی۔" وہ چڑ کر بولی ۔

"کس بات پہ اتنا غصہ کر رہی ہو۔" وہ معصومیت سے بولا ۔

"آپ کو ابھی تک یہ ہی سمجھ نہیں آئی۔" وہ دانت پیس کر بولی ۔

زوار نے نفی میں گردن ہلائی

"تو ٹھیک ہے بیٹھ کر سوچئے پھر۔" وہ کہہ کر جانے کے لیے مڑی۔

"عروش بات تو سن لو پوری۔" زوار نے اسے پکارا۔

"کچھ مت کہیں بلکے بات مت کریں مجھ سے ابھی بھی شوق پورا نہیں ہوا تو جایئے گاڑی کسی ٹرک میں ماریئے گا اب کی بار۔" وہ غصے سے کہہ کر چلی گئی۔

زوار کو ہمیشہ اس کے کم بولنے پہ اعتراض ہوتا تھا آج وہ بولنے پہ آئی تو اسے بولنے کا موقع ہی نہیں دیا ۔

"آج بلکل بیوی لگ رہی تھی میری۔" وہ بیڈ کروان سے ٹیک لگاتے ہوئے ہنس دیا اس ساری ڈانٹ میں اسکا بے پناہ پیار چھپا تھا زوار خوب سمجھتا تھا وہ اسکے زخمی ہونے پہ بہت پریشان تھی اور یہ جان کر یہ ایکسڈنٹ زوار نے خود کیا تھا عروش اور زیادہ تکلیف میں مبتلا ہو گئی تھی اب وہ کیا بتاتا دوستی کا حق بھی تو ادا کرنا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

ضویا اور احمر لوگ شام کو تقریبا ایک ساتھ ہی پہنچے تھے حویلی کے احاطے میں گاڑیاں آگے پیچھے آ کر رکی تھیں اور دونوں کا آمنا سامنا بھی ہوا تھا ۔

ضویا نے غصے سے منہ موڑ لیا جبکہ احمر نے تو ایک نگاہ غلط بھی اس پہ ڈالنا گوارا نہیں کیا تھا ضویا جل کے راکھ ہو گئی ۔ وہ ضبط سے مٹھیاں بھینچتی بمشکل چلتی حویلی کے اند آئی تھی اگر کوئی اور وقت ہوتا تو وہ اس وقت لڑیاں ڈال رہی ہوتی ۔

کچھ یہی حالت احمر کی تھی اس نے ضویا کو منہ موڑتے ہوئے دیکھا تھا اس لیے اس نے نظر اٹھائی ہی نہیں اگر وہ اسطرح نہ آتا تو ضرور ڈھول والے اسکے ساتھ ہوتے۔

ضویا جب سب لوگوں کے ساتھ اندر چلی گئی وہ تبھی اندر داخل ہوا ۔

سب لوگوں نے بہت خوشدلی سے انہیں ویلکم کیا تھا اور وہیں سٹنگ روم میں بٹھایا۔

عروش اور ماہ روش اس سرپرائز پہ کھل اٹھیں تھیں ۔

"یار آنے سے پہلے اطلاع تو کی ہوتی۔" عروش نے ضویا کو گلے لگاتے ہوئے کہا۔

"بس اچانک پروگرام بنا زوار کے ایکسڈنٹ کا سنا تو۔"

"تم لوگوں کو کس نے بتایا۔" وہ حیران ہوئی۔

"ماہ روش نے۔" ضویا نے ماہ روش کی جانب دیکھا۔

"میں نے۔" ماہ روش نے حیرت سے آنکھیں پھیلائیں ۔

تیمور نے اپنے ہونٹوں پہ انگلی رکھ کے اسے چپ رہنے کا اشارہ کیا

"کیوں آپ نے نہیں بتایا۔" ضویا نے ماہ روش کو دیکھا۔

"نہیں میں نے ہی بتایا تھا شاید بھول گئی۔" ماہ روش نے الجھتے سوچتے آخر جھوٹ بول ہی دیا۔

"احمر بھائی کیسے ہیں آپ۔" عروش نے احمر کا حال احوال لیا۔

"زندہ ہوں جبکہ جینے کی اب کوئی وجہ بھی نہیں بچی۔" وہ اکھڑے لہجے میں بولا ۔

"کیا بات ہے آپ ایسا کیوں کہہ رہے ہیں "۔ عروش بے حد حیران ہوئی ہمیشہ ہنسی مذاق کرنے والا زندہ دل رہنے والا انسان اسطرح بات کر رہا تھا۔

"زوار سے ملوا دیں پلیز وہ اٹھ کھڑا ہوا۔" ملازمہ سب کو جوس سرو کر کے جا چکی تھی احمر نے ہاتھ تک نہیں لگایا۔

عروش سر ہلاتی اسے زوار کے کمرے تک لے گئی تھی

احمر نے زوار کو دیکھا وہ سیدھا لیٹا تھا ماتھے ایک بازو اور ٹانگ پٹیوں میں جکڑی ہوئی تھیں ۔

عروش حیران ہوئی۔ صبح تو پٹی نہیں تھی نہ پاوں پہ نہ ٹانگ پہ۔"

احمر منہ لٹکائے اس کے پاس بیٹھ گیا عروش دروازے پہ ہی کھڑی تھی۔

اتنے میں باقی سب بھی آ گئے تھے صبا ضویا اور بسمہ تینوں کمرے میں نشتیں سنبھال چکی تھیں عروش باہر ہی کھڑی رہی ۔

"یار یہ تو بہت بڑا ڈرامہ ہے۔" تیمور نے زوار کو دیکھ کر کہا باسم ساحر تیمور اور فہد بھی اندر چلے گئے بڑا سا کمرہ اب لوگوں سے بھر گیا تھا ماہ روش بھی اندر چلی گئی۔

"تم بھی آ جاؤ۔" اس نے اسے بھی بلوا لیا ۔

"کیسے ہو۔" احمر نے اسکا ہاتھ تھاما زوار نے آنکھیں کھولیں ۔

"ٹھیک ہوں۔" وہ نقاہت زدہ آواز میں بولا۔

"صبح تک پیر اور ٹانگ کو کچھ بھی نہیں تھا اور آواز میں بھی نقاہت نہیں تھی ۔"عروش نے روشنی کے کان کے قریب سرگوشی کی۔

"میں بھی یہی سوچ رہی ہوں کہ تیمور نے جھوٹ کیوں بولا۔"

"ہم سب بہت پریشان ہو گئے تھے کیسے ہوا یہ سب یہاں تو ٹریفک بھی نہیں ہوتا۔" احمر ازحد پریشان تھا اسے امید نہیں تھی کہ حالت اتنی خراب ہو گی۔

"بس وہ سامنے ایک بیل آ گیا اسے بچاتے بچاتے گاڑی درخت میں لگ گئی۔" زوار نے مختصر بتایا۔

" چلو تم آرام کرو ہم لوگ فریش ہو کر ملتے ہیں تم سے۔" احمر اٹھ کھڑا ہوا باری باری سب اسکی تقلید میں کھڑے ہو گئے ۔

"چلیں میں آپ کو آپکے کمرے دکھادوں۔" ماہ روش انہیں لے کر چلی گئی۔

عروش وہیں کھڑی رہی زوار نے نظر ٹیڑھی کر کے اسے دیکھا وہ اسے ہی گھور رہی تھی۔

احمر اٹھ کھڑا ہوا باری باری سب اسکی تقلید میں کھڑے ہو گئے۔

"چلیں میں آپ کو آپکے کمرے دیکھادوں۔" ماہ روش انہیں لے کر چلی گئی۔

عروش وہیں کھڑی رہی۔زوار نے نظر ٹیڑھی کر کے اسے دیکھا وہ اسے ہی گھور رہی تھی۔

"ایسے کیا دیکھ رہی ہو۔" وہ معصومیت سے بولا۔

"اس پورے ڈرامے کی وجہ جان سکتی ہوں۔ مطلب حد ہے بنا چوٹ کے پاوں سے لیکر ٹانگ تک پٹی باندھ رکھی ہے۔"

وہ غصے سے بولی۔

"آہستہ بولو سب کئیے کرائے پہ پانی ڈال دو گی تم۔"

عروش نے مشکوک نظروں سے اسے دیکھا۔

"ادھر آؤ بتاتا ہوں۔" وہ چلتے ہوئے اسکے قریب آرکی۔

"ہوا دراصل یہ ہے کہ۔" زوار نے اسے ضویا اور احمر کی لڑائی کے بارے میں سب بتایا۔

""اففف اتنا سب ہو گیا مجھے پتہ ہی نہیں چلا۔" عروش نے اپنے ماتھے پہ ہاتھ مارا۔

"آپ یونہی لاعلم رہتی ہیں ہمیشہ۔" وہ تاسف سے بولا۔

"بس ہو گئی غلطی اور آپ۔ آپ نے اصلی والا ایکسڈنٹ کر لیا حد ہے۔" وہ ٹھنڈی سانس بھر کے بولی۔

"تو اور کیا کرتا تھوڑی سی سچائی تو ہونی چاہیے تھی۔ اس جھوٹ میں دوستی کا بھی تو حق ادا کرنا پڑے گا۔" وہ مسکرایا۔

"میں زرا مہمانوں کو دیکھ لوں۔"

"کبھی بیماروں کو بھی دیکھ لیا کریں کیا پتہ انہیں شفا مل جائے۔" وہ شرارت سے بولا۔

وہ ہنس کے باہر نکل گئی۔

"ضویا سب لوگ کھانے پہ انتظار کر رہے ہیں۔ تم یہاں کیوں بیٹھی ہو۔ عروش نے دیکھا کھانے پہ سبھی موجود تھے مگر ضویا کمرے سے باہر نہیں آئی تھی اس لیے وہ اسے بلانے آئی۔

"وہاں وہ شخص بیٹھا ہے اسکی موجودگی میں تو کبھی نہیں۔" وہ غصے سے بولی۔

"کون شخص۔" عروش نے خود کو بالکل لاعلم ظاہر کیا۔

"وہی جس کی میں شکل نہیں دیکھنا چاہتی۔

"کس کی شکل نہیں دیکھنی"

"اس احمر کی سمجھتا کیا ہے خود کو اتنی باتیں سنا دیں مجھے۔" آنسو ضویا کی آنکھوں سے چھلکنے کو تیار تھے۔

"کیا کہا اس نے کیا ہوا تم دونوں کے درمیان۔" عروش نے اسکے کندھے پہ ہاتھ رکھا۔

ضویا اسکے کندھے پہ سر رکھ کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ اور پھر رونے کے دوران ہی اسے ساری بات کہہ سنائی۔

"ضویا بہت غلط بات ہے شروعات تو تم نے کی اب تو شوہر ہیں وہ تمہارے۔" عروش نے اسے سمجھانا چاہا۔

"شوہر ہے تو کیا جو جی میں آئے گا وہی کرے گا حد نہیں ہو گی۔" وہ بھڑک اٹھی۔

"میں سب باتوں میں انہیں ہی غلط قرار دے دیتی اگر میں تمہیں اور انہیں جانتی نہ ہوتی۔ ظاہر ہے یہ لڑائی سیریس تھی۔ اور پہلی بار ہوئی اور امید ہے کہ آخری بار ہو گی۔" عروش کا انداز سمجھانے والا تھا۔

"آخری بار ہی۔ یہ رشتہ رہے گا تبھی تو لڑائی ہو گی نا۔" وہ حد سے زیادہ جذباتی ہو رہی تھی۔

"ضویا بہت غلط بات ہے۔ تمہیں احمر بھائی نے بہت سر چڑھا رکھا تھا۔ تمہیں بہت غلط کیا اور یہ سچ ہے کب کہاں کیا

تم نے ان سے محبت کا اظہار۔ بولو لڑائی اپنی جگہ مگر مرد جب شوہر بنتا ہے تو اسے اپنی بیوی سے دو ہی چیزیں چاہیے ہوتی ہیں عزت اور محبت۔ اس رشتے کو مضبوط بھی یہی دو چیزیں بناتی ہیں۔ اور اعتبار یہ تو اور بھی ضروری ہے۔ دو میسج پڑھ کے تم اتنا بدگمان ہو گئیں۔ ہاں جب تم نے مجھے ان کے بارے میں بتایا تب میں نے تم سے کہا تھا کہ سبق سکھانا اور انہوں نے سیکھ لیا کیا یہ کافی نہیں کہ ہر بار تمہاری غلطی ہوتے ہوئے بھی وہ کبھی کسی بات کو انا کا مسلہ نہیں بناتے اب بھی اگر انہوں نے غصہ کیا ہے تو وجہ کچھ اور ہو گی کیا تم نے کبھی ان کے کلوز ہو کر ان کی مشکلات کے بارے میں کچھ جاننے کی کوشش کی ہے ۔"عروش کہاں اسے بخشنے والی تھی۔

"بس تمہیں تو ہر بات میں میری غلطی نظر آتی ہے۔"ضویا نے منہ بسورا۔

"ضویا میں تمہیں خوش دیکھنا چاہتی ہوں۔ احمر بھائی جتنی محبت کوئی نہیں کرے گا تم سے۔ رشتے کھیل نہیں ہوتے انہیں جوڑنا اور بنائے رکھنا بہت مشکل ہے۔ اور توڑنا بہت آسان آج اگر تم یہ شادی ختم کرتی ہو تو احمر بھائی کا کچھ نہیں جائے گا۔ تم پہ Divorced کا Tag لگ گا اور طلاق یافتہ عورت کی عزت کوئی نہیں کرتا۔"

"عروش کم آن جب اس نے صاف مجھے کہا کہ میں آزاد ہوں ہر فیصلے میں تو اسکا صاف مطلب یہ ہے کہ وہ میرے ساتھ رہنا ہی نہیں چاہتا۔"وہ حد سے زیادہ بدگمان تھی۔

"تمہیں بھوک لگی ہو تو تمہارا جو تھوڑا بہت دماغ کام کرتا ہے وہ بھی بند ہو جاتا ہے چلو میرے ساتھ۔"وہ اسے ہاتھ سے پکڑ کر باہر لے گئی تھی۔

اور جا کر سب کے ساتھ بٹھا دیا۔ احمر تو ایسے شو کر رہا تھا جیسے اس کے علاوہ کوئی ٹیبل پہ موجود ہی نہ ہو ضویا کو اصل میں اسکی خاموشی چبھ رہی تھی۔

وہ خاموشی سے کھانا کھانے لگی۔

کھانے کے بعد چائے کا دور چلا۔ سب زوار کے ساتھ بیٹھ کر گپیں لگاتے رہے تھے پھر سب باری باری چلے گئے۔

"احمر میرے ساتھ سوئے گا۔"زوار نے اسے اپنے پاس روک لیا۔

سب لوگ جاتے ہی نرم گرم بستروں میں گھس کر سو گئے تھے۔ جبکہ کچھ نفوس تھے جنکو نیند نہیں آ رہی تھی۔

صبا اور بسمہ سو چکی تھیں۔ ضویا عروش کے پاس بیٹھی تھی ماہ روش نظر بچا کر باہر نکل گئی۔

اور تیمور کو میسج کیا۔"ذرا باغیچے میں تشریف لائیں۔"

باسم سو چکا تھا جبکہ ساحر اور فہد حالات حاضرہ پہ تبصرہ کر رہے تھے۔ وہ انہیں چہل قدمی کا کہہ کر آرام سے باہر آ

گیا۔

"احمر تم اتنے پریشان کیوں ہو کیا بات ہے۔" زوار نے اسکے کندھے پہ ہاتھ رکھا۔

"کچھ نہیں بس یونہی تمہارے لیے تھوڑا پریشان ہوں۔" احمر نے بات کو ٹالا۔

"میرے لیے سن کے ہی یقین نہیں آیا میری ایسی قسمت کہاں۔" زوار نے آہ بھری۔

"اگر پرواہ نہ ہوتی تو اتنی ایمرجنسی میں آتا میں کیا۔"

"یہ تو سچ ہے کہ تم دوست بہت اچھے ہو یقین ہر رشتے میں بہت اچھے ثابت ہو گئے۔" زوار نے ٹیڑھی نظروں دے احمر کا بغور جائزہ لیا۔

"ضروری تو نہیں کہ دوست اچھا ہوں تو ہر رشتے میں اچھا ہوں۔" وہ افسردگی سے بولا۔

"کیا بات ہے احمر کچھ ہوا ہے کیا۔"

"ہاں بس غصہ کہیں تھا اور نکل کہیں اور گیا۔" احمر نے ٹھنڈی سانس بھری۔

"پوری بات بتاؤ "

"یار مما بابا اور بھائی مل کے مجھے فورس کر رہے ہیں کہ میں کینڈا شفٹ ہو جاوں جبکہ میں یہیں رہنا چاہتا ہوں بھائی کا کہنا ہے کہ میں وہاں انکی مدد کروں مگر مجھے یہ جگہ چھوڑ کے کہیں نہیں جانا گھر میں یہی بحث چل رہی تھی کہ میں اٹھ کے ضویا کے گھر چلا گیا۔ موڈ پہلے ہی بہت خراب تھا اوپر سے اس محترمہ کی باتیں آخر کوئی کب تک انسلٹ برداشت کرے۔" وہ تپا بیٹھا تھا۔

"وہ تمہیں یونہی تنگ کرتی ہے انسلٹ کب کرتی ہے"۔

"تم تو اسکی کی حمایت کرو گے۔"

"حمایت نہیں کر رہا۔"

"مجھے اس دن شدت سے احساس ہوا کہ اس رشتے کو میں اکیلا گھسیٹ رہا ہوں۔ وہ خوش نہیں ہے میرے ساتھ۔"

"تم غلط بھی تو ہو سکتے ہو۔" زوار کا انداز سمجھانے والا تھا۔

"نہیں یار اس نے کہا کہ میں نے زبردستی کی اس کے ساتھ ایسا کب کیا میں نے اسے میری محبت نظر نہیں آتی کیا۔" وہ بے حد اپ سیٹ تھا۔

"بے وقوف لڑکے کوئی بھی لڑکی تب تک نہیں مانتی جب تک اسکا دل راضی نہ ہو اور ضویا پہ تو کوئی پریشر نہیں تھا

پھر بھی بس ایک غلط فہمی ہے اور کچھ نہیں تم پہل کر لو۔" زوار نے اسکے کندھے پہ تھپکی دی۔

"میں اور معذرت سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اس بار معذرت وہ کرے گی۔یا پھر رشتہ ختم سمجھو تم۔" وہ جذباتیت سے کہتا سونے لیٹ گیا۔

"اتنی چھوٹی سی بات پر۔" زوار حیران ہوتا لیٹ گیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"ضویا کیا سوچ رہی ہو۔" عروش نے چٹکی بجائی۔

"کچھ نہیں۔" وہ چونکی۔

"کچھ تو سوچ رہی ہو بتاؤ کیا۔" عروش نے اپنی بات پہ زور دیا۔

"احمر نے ایک بار بھی نظر اٹھا کر مجھے نہیں دیکھا۔" ضویا نے منہ بسورا۔

"اور تم اس سے زندگی بھر کے لیے الگ ہونے کا سوچ رہی ہو۔" عروش نے تاسف سے سر ہلایا۔

"تو کیا ہے نہیں دیکھا تو نہ دیکھے میں تو یونہی کہہ رہی تھی۔" وہ بات بدل گئی۔

"ضویا زندگی کھیل نہیں ہے۔ عقل سے کام لو پلیز بہت مہربانی ہو گی اگر تم اس بار اس لڑائی کو ختم کرنے میں پہل کرو۔" عروش نے دیکھا ضویا اس وقت اچھے موڈ میں تھی۔

"میں ایسا ہرگز نہیں کروں گی باتیں اس نے سنائی ہیں مجھے معذرت میں کیوں کروں۔" عروش بھول رہی تھی کہ وہ ضویا سے بات کر رہی تھی۔

"اوکے ٹھیک ہے مت مانگو معافی مجھ سے بھی بات مت کرو۔" عروش غصے سے کہتی لیٹ گی۔

ضویا اسے کافی دیر بے یقینی سے دیکھتی رہی تھی۔جب اس نے کوئی رسپانس نہیں کیا تو وہ بھی سونے لیٹ گئی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"ہم تو خوشی سے پھولے نہیں سما رہے آپ نے ہمیں ملنے بلایا۔" تیمور کے چہرے سے ہی خوشی عیاں تھی

"جی بلایا یہ پوچھنے کے لیے کہ آپ نے میرے نام پہ جھوٹ کیوں بولا۔اسے جو بات شام سے الجھا رہی تھی آخر پوچھ ہی لی۔

"اچھا وہ یہاں بیٹھو سمجھاتا ہوں۔وہ لوگ سیڑھیوں کے قریب کھڑے تھے وہیں بیٹھ گئے۔

"جی بولیے۔" ماہ روش نے چہرہ اسکی جانب موڑا۔

کندھوں پہ شال لپٹے بڑی بڑی آنکھوں میں سوال لیے وہ اسکی جانب دیکھ رہی تھی وہ مبہوت سا اسے دیکھے گیا۔

"کہاں کھو گئے آپ کچھ بتانے والے تھے۔" ماہ روش نے اسکی آنکھوں کے سامنے ہاتھ ہلایا۔ وہ فوراً ہوش کی دنیا میں واپس آیا۔ اور ضویا احمر کا قصہ کہہ سنایا۔

"اوو یہ تو بہت برا ہوا ان کی صلح تو کروانی چاہیے ورنہ دو چاہنے والوں کو ایک چھوٹی سی غلط فہمی الگ کر دے گی۔"

"تم ٹھیک کہہ رہی ہو ہمارا بھی یہی منصوبہ ہے اب صبح ہو تو کوئی نیا چکر چلاتے ہیں۔" تیمور نے دونوں ہاتھوں کو آپس میں مسلتے ہوئے سردی کم کرنے کی کوشش کی۔

"آپ روم میں چلیں یہاں بہت سردی ہے آپ کو ٹھنڈ لگ جائے گی میں بھی جا رہی ہوں۔" ماہ روش نے فکر مندی سے بولی۔

"بہت فکر ہو رہی ہے تمہیں میری۔" وہ شرارت سے بولا۔

"جن سے ہم محبت کرتے ہیں انکی پرواہ بھی کرتے ہیں۔ بات تو تب ہے جب ہم انکی پرواہ بھی کریں جو ہم سے محبت کرتے ہیں۔" وہ ہونٹوں پہ مسکراہٹ سجائے بولی۔

"آپ نے پرواہ شروع کر دی ہے محبت بھی ہو ہی جائے گی۔" وہ کھل اٹھا۔

"دیکھتے ہیں وقت کیا فیصلہ کرتا ہے ہمارے لیے۔" وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

"اور مجھے پورا یقین ہے کہ فیصلہ ہم دونوں کے حق میں ہی ہو گا۔" وہ مسکرا دیا۔ ان شاء اللہ وہ بھی مسکرائی۔ اور دونوں آگے بڑھ گئے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

حیدر صاحب ناشتے کے بعد اسٹڈی میں چلے گئے تھے۔

"میں نے سوچا ہے کہ اب زوار سے بات کروں۔" حیدر صاحب نے خود ہی بات شروع کی۔

"حیدر میں تم پہ کوئی دباؤ نہیں ڈالنا چاہتا۔ زوار نے صاف منع کر دیا تھا اور اس کے بعد معافی بھی نہیں مانگی" وہ نارضگی سے بولے۔

"میں اسکی طرف سے معافی مانگتا ہوں اور بہت شرمندہ ہوں اگر وہ اس رشتے کے لیے نہ مانا تو میں اسے جائیداد سے عاق کر دوں گا۔" حیدر صاحب نے شرمندگی سے کہا

"دیکھو حیدر میری خواہش ہے کہ ماہ روش اسی گھر میں رہے اور زوار کو کبھی میں نے اپنا بھتیجا نہیں سمجھا ہمیشہ بیٹا

سمجھا ہے اور میری ایک ہی بیٹی ہے اسکی شادی کیسے کروں گا میں تم جانتے ہو ہم خاندان سے باہر شادی نہیں کرتے اگر زوار نہ مانا تو لکھ رکھو دونوں کی شادی کہیں اور نہیں کروں گا۔" وہ کہہ کر واپس اپنی کتاب کی طرف متوجہ ہو گئے

"ابھی تو اسکے دوست آئے ہیں اور ایکسڈینٹ بھی ہوا ہے زخمی ہے یہ لوگ چلے جائیں تو میں اسے فیصلہ سناوں گا اس بار اسکی رضامندی نہیں پوچھی جائے گی۔" حیدر صاحب نے سر جھکائے کسی مجرم کی طرح کہا۔

"ہاں اس خاندان میں ویسے بھی پوچھنے کا نہیں حکم دینے کا رواج ہے۔" ان کے لہجے میں تلخی تھی۔ وہ خاموشی سے چلے گئے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

ناشتے کے بعد سب لوگ لان میں بیٹھے سرما کی دھوپ سے لطف اندوز ہو رہے تھے حلیمہ بی نے سب کو گرما گرم چائے پیش کی زوار کے پاوں کی پٹی کھل چکی تھی وہ بھی ان لوگوں کے ساتھ بیٹھا تھا۔

"آج شام کو ہم واپس چلے جائیں گے۔" تیمور نے چائے کی چسکی لی۔

"اتنی جلدی۔" ماہ روش حیران ہوئی۔

"آپ کہتی ہیں تو رک جاتے ہیں۔" انداز میں شرارت تھی۔

"نہیں کوئی ضرورت نہیں ہے۔" اس نے کرارا سا جواب دیا۔

احمر چائے پینے میں ایسے مصروف تھا جیسے دنیا میں اس سے زیادہ ضروری کام تو کوئی ہے ہی نہیں وہ ضویا کو بطور خاص اگنور کر رہا تھا ضویا جل جل کے خاک ہو رہی تھی۔ احمر نظر بچا کر اسکے ایکسپریشن نوٹ کر رہا تھا مگر ضویا کو شک نہیں ہونے دیا۔

"تم لوگ کب کر رہے ہو منگنی؟" عروش نے بسمہ سے پوچھا۔

"تم لوگوں کے ولیمہ کے بعد۔" بسمہ نے کہا

"خاموش۔" عروش نے اپنے ہونٹوں پہ انگلی رکھ کے اسے خاموش رہنے کا اشارہ دیا۔

"کیا بات ہے بھئی؟" وہ حیران ہوئی۔

"ابھی تک گھر والوں کو کچھ پتہ نہیں ایک بار پتہ چل جائے پھر ولیمہ بھی ہو جائے گا۔" عروش کی بجائے جواب زوار نے دیا تھا۔

"چلیں انتظار رہے گا۔" بسمہ نے ٹھنڈی سانس بھری۔

"عروش تم یہاں سے چلی جاو تھوڑی دیر میں میں بھی چلا جاوں گا۔" عروش نے میسج ریڈ کیا اور کام کا کہہ کر چلی گئی۔ تھوڑی دیر عروش نے زوار کا بھیجا دوسرا میسج بھی سب کو فارورڈ کر دیا۔ باری باری سب لوگ وہاں سے اپنے کمرے میں آ گئے تھے

"یہ زوار کہاں گیا؟" احمر اس کے کمرے میں آیا وہ وہاں نہیں تھا۔

"وہ اس نے تمہیں چھت پہ بلایا ہے۔" تیمور نے اپنے حصے کا کردار ادا کیا۔ وہ سر ہلاتا اوپر چلا گیا۔

"عروش کہاں ہے؟" ضویا نے پوچھا۔

"وہ اوپر چھت پہ ہیں آپکو بلا رہی ہیں۔" پلان کے مطابق ماہ روش نے اسے پیغام دیا اور ضویا کو چھت کا راستہ بتایا۔

ضویا چھت کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی چار و طرف نگاہ دوڑائی ایک کونے میں احمر کھڑا دیوار سے نیچے جھانک رہا تھا۔ ضویا کو اس کے جھوٹ بول کے بلانے پر شدید غصہ آیا تھا وہ جانے کے لیے پلٹی تبھی دروازے کو کسی نے باہر سے لاک کر دیا دروازہ بند ہونے کی آواز پر احمر نے پیچھے مڑ کے دیکھا۔

ضویا کی اسکی جانب پشت تھی۔

"تم نے مجھے جھوٹ بول کر اوپر بلایا۔" ضویا نے غصے سے مڑ کر اسکی جانب دیکھا۔

"مجھے کیا ضرورت پڑی ہے ایسی حرکتیں کرنے کی الٹا تم نے مجھے دھوکے سے بلوا کر دروازہ بھی بند کر دیا واہ!" احمر نے اسکی آنکھوں میں جھانکا۔

"میں نے ایسا کچھ نہیں کیا۔" وہ غصے سے بولی۔

"جھوٹ کافی صفائی سے بول لیتی ہو۔" احمر نے اسکی ایکٹنگ کی داد دی۔

"دیکھو مجھے تم سے بات کرنے کا کوئی شوق نہیں ہے دروازہ کھلواو۔"

"مجھے بھی تمہاری شکل دیکھنے کا شوق نہیں اس لیے جسے کہہ کر دروازہ بند کروایا ہے اسے کہو کے کھولے۔" وہ ادائے بے نیازی سے بولا۔

"میں نے ایسا کچھ نہیں کیا تم خواہ مخواہ مجھ پہ الزام لگا رہے ہو۔" ضویا نے اپنی صفائی پیش کی۔

"الزامات لگانے اور شک کرنے کا ذوق تمہارا ہے۔" احمر نے چھت کی منڈیر پہ جھک کر نیچے دیکھا۔

"تم ہر بات کو الٹی طرف ہی لے کے کیوں جا رہے ہو۔" ضویا جھنجلائی۔

"تم تو بھی تو بات کو ہمیشہ الٹی طرف لے کر جاتی ہو۔" وہ سیدھا ہوا۔

"مجھے ماہ روش نے کہا کہ مجھے عروش نے اوپر بلوایا ہے مجھے لگا کوئی کام ہو گا اس لیے میں آگئی اگر مجھے اندازہ ہوتا کہ یہاں تم ہو تو میں کبھی نہ آتی۔" ضویا نے اسے گھورتے ہوئے دانت پیسے۔

"اگر تیمور نے مجھے زوار کا نام لے کر اوپر نہ بھیجا ہوتا تو میں بھی کبھی نہ آتا۔" احمر نے بھی حساب برابر کیا۔ ضویا منہ موڑ کر دیوار سے نیچے جھانکنے لگی۔ احمر کا یہ رویہ اسکی برداشت سے باہر ہوتا جارہا تھا مگر وہ جھکنے کے لیے تیار نہیں تھی ۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"آپ مجھے سٹور روم میں کیوں لے کر آئے ہیں۔" زوار عروش کو لے کر حویلی کی پچھلی جانب بنے اسٹور روم میں لے آیا تھا اور وہ دونوں ٹوٹی ہوئی چیزوں کو ایک طرف کرتے ہوئے اپنے بیٹھنے کی جگہ بنانے لگے۔

"یہ بہت محفوظ جگہ ہے یہاں کوئی نہیں آئے گا۔" وہ جگہ بنا چکا تو بیٹھ کر عروش کو بھی اپنے ساتھ بٹھایا۔

"ہم دونوں کو کسی نے ساتھ دیکھ لیا تو قیامت آجائے گی۔" عروش نے پریشانی سے کہا۔

"قیامت تو چھت پہ آئی ہو گی کیونکے ہم غائب ہیں اور وہ دونوں اوپر۔" زوار نے ٹھنڈا سانس بھرا۔

"کہیں ہم نے غلطی تو نہیں کر دی دونوں بہت جذباتی ہیں کہیں لڑائی بڑھ ہی نہ جائے۔" عروش نے فکر مندی سے کہا

"وہ دونوں جب تک صلح نہیں کر لیتے میرا انہیں رہا کرنے کا کوئی پروگرام نہیں۔"

"ہمیں جا کر دیکھنا چاہیے۔" عروش کو عجیب بے چینی لاحق تھی۔

"کوئی ضرورت نہیں انہیں ٹائم چاہیے ساتھ ہیں امید ہے کہ صلح ہو جائے گی۔" زوار نے اسے تسلی دی

"اللہ کرے!" عروش اضطراری انداز میں پاوں مسلسل ہلا رہی تھی۔

"تم نے مجھے جواب نہیں دیا۔"

"کس بات کا؟" عروش نے گردن موڑ کر اسے دیکھا

"تم مجھ سے محبت کرتی ہو کہ نہیں۔؟" زوار نے بھی جواباً اسکی آنکھوں میں جھانکا۔ وہ نظریں جھکا گئی

"آپ کا اسٹور بہت شاندار اور صاف ستھرا ہے عروش نے بغور کمرے کا جائزہ لیا کاٹ کباڑ سے بھرا دھول مٹی سے اٹا جالوں کی بھرمار۔" زوار نے بھی حیرت سے ایک نظر اسٹور اور دوسری عروش پہ ڈالی ۔

"جو پوچھ رہا ہوں وہ بتاؤ۔" زوار نے اسے بات بدلنے نہیں دی۔

"مجھے اندازہ نہیں تھا کہ میں اپنی محبت کا اظہار کسی ایسی جگہ پہ کروں گی۔" عروش نے تاسف سے سر ہلایا

"اگر تم اظہار کر دو تو یہ جگہ بھی کسی جنت سے کم نہیں لگے گی مجھے۔" وہ مخمور لہجے میں کہتا اس کے قریب جھکا۔

"میں آپ سے واقع ہی بہت محبت کرتی ہوں میں ماہی کی طرح نہیں ہوں۔" ساتھ ہی اس نے پچھلی بات کا حوالہ بھی دے دیا۔

"آج میں بہت خوش ہوں تم نے مجھے بہت بڑی خوشی دی ہے۔" زوار نے اپنا دائیاں بازو اسکی کمر کے گرد حمائل کیا۔ وہ جھنپ گئی۔

"تمہیں ہماری پہلی ملاقات یاد ہے؟" زوار نے اس سے پوچھا۔

"کیسے بھول سکتی ہوں ہمیں ضویا ہی نے ملوایا تھا یہ احمر کے دوست زوار حیدر عثمان شاہ اور یہ میری دوست عروش۔" وہ ہنس دی

"نہیں تم غلط ہو۔" وہ مسکرا دیا اسے پورا یقین تھا کہ اسے یاد نہیں ہو گا

"کیا مطلب مجھے یاد ہے یہی ہماری پہلی ملاقات تھی۔" عروش نے زور دیا

"نہیں ہم ضویا کی خالہ کی شادی پہ ملے تھے پہلی بار۔"

"نہیں ایسا نہیں ہو سکتا ملے ہوتے تو میں کیسے بھولتی۔" عروش حیران تھی

"یاد کرو تم ایک لڑکے سے ٹکرائی تھیں اور اس پہ کولڈ ڈرنک گرائی تھی۔" زوار اسے یاد کروانے کی کوشش کر رہا تھا

"ہاں وہ لمبے بال اور گھنی خوفناک مونچھوں والا۔" عروش نے ذہن پہ زور دیا جو خاکہ ابھرا اسے بیان کیا

"اللہ خوفناک!" زوار ہنس دیا۔

"ہاں خوفناک جب میں اس سے بے دھیانی میں ٹکرائی میں تو ڈر ہی گئی تھی اسے غور سے بھی نہیں دیکھا سوری کر کے بھاگ گئی۔" عروش کو وہ واقع یاد آ گیا تھا

"اور اس کے بعد میں نے پوری شادی میں صرف اس سرخ آنچل والی لڑکی ہی کو دیکھا ہر جگہ اور پھر شادی ختم ہو گئی۔" زوار نے آہ بھری۔ پھر عروش نے ہونٹوں کو جنبش دی ۔

"پھر ایک سال تک مجھے وہ کہیں دیکھائی نہیں دی اسکا چہرہ میری آنکھوں میں بس گیا تھا اور ایک دن اچانک ضویا

نے میری اس سے ملاقات کروادی۔" زوار کے ہونٹوں پہ مسکراہٹ تھی۔

"میں نے شاید اس لیے نہیں پہچانا کہ آپ کہ وہ لمبے بال اور خوفناک مونچھیں تب تک کٹ چکی تھیں۔" عروش اسکے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔

"ارے یار کیا بتاوں بڑے بابا نے تین دن مجھ سے بول چال بند رکھی تب دل برداشتہ ہو کر میں نے اپنے بال کٹوا دیئے۔" وہ افسردگی سے بولا۔ عروش ہنس دی ۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

احمر بس منڈیر سے باہر تانک جھانک کر رہا تھا جبکہ ضویا یہاں سے وہاں گھن چکر بنی ہوئی تھی

"تم پلیز رک نہیں سکتیں ایک جگہ مجھے تمہارے چلنے سے کوفت ہو رہی ہے۔" احمر نے تنگ آکر اسے ٹوکا

"تم کب سے اسٹیچو بن کے کھڑے ہو میں نے تو تمہیں کچھ نہیں کہا۔" وہ چڑ کے بولی

"تم مجھے کچھ کہہ بھی نہیں سکتی۔ وہ اس کے سامنے آکھڑا ہوا،

"بیوی ہوں تمہاری کچھ بھی کہہ سکتی ہوں۔۔" بول کر ضویا کو احساس ہوا کہ کیا کہہ دیا

"مطلب کے لیے رشتے استعمال کرنا خوب جانتی ہوں تم۔" احمر کی بات میں چھپا طنز وہ خوب پہچانتی تھی

"فی الحال تو رشتہ قائم ہے جب نہیں ہو گا تو نہیں کہوں گی۔" وہ جی بھر کے شرمندہ ہوئی

"تو پھر خاطر جمع رکھو یہ زیادہ دیر قائم نہیں رہے گا۔" احمر کے لہجے میں کہیں لچک نہیں تھی۔ ضویا کو اسکی بات نے بے حد تکلیف دی تھی چاہے وہ بھی یہی سب کہتی رہی تھی مگر اس کے منہ سے سننا نہیں چاہتی تھی وہ خاموشی سے اسکے سامنے سے ہٹ گئی۔

چھت پوری خالی تھی بس چار دیواری تھی ایک کونے میں کچھ ٹوٹی لکڑی کی کرسیاں رکھی تھیں ضویا جا کر ان میں سے اپنے بیٹھنے کے لیے کرسی تلاش کرنے لگی۔ آنسو بہنے کو بے تاب تھے مگر وہ اسکے سامنے رونا نہیں چاہتی تھی اس نے اپنے لیے ایک آدھی ٹوٹی کرسی ڈھونڈلی تھی لکڑیاں ہٹا کر اس نے اپنے لیے کرسی نکالنی چاہی مگر اسکا باہر کی جانب نکلا ہوا کیل اسکی ہتھیلی میں پیوست ہو گیا تھا۔ ضویا کی زوردار چیخ نے احمر کو متوجہ کیا وہ بے اختیاری کیفیت میں اسکی جانب لپکا خون اسکے ہاتھ سے فوارے کی صورت بہہ رہا تھا اور آنکھوں سے آنسوؤں کی برسات جاری تھی

"کوئی کام ٹھیک سے نہیں کر سکتی تم۔" احمر نے کہتے ہوئے اپنی جیب سے رومال نکال کر اسکے ہاتھ پہ لپیٹا۔

"مجھے تمہاری ہمدردی کی کوئی ضرورت نہیں۔" ضویا رونے کے دوران بولی ۔

"محبت کو ہمدردی سمجھتی۔۔۔" احمر کہتے کہتے خاموش ہو گیا۔ ضویا نے حیرت سے اسکی جانب دیکھا احمر کو اپنا آپ اس وقت اسکے سامنے کمزور پڑتا محسوس ہو رہا تھا۔

"تم محبت کرتے ہو نہ مجھ سے؟" ضویا نے آس بھری نظریں اسکے چہرے پہ ٹکائیں۔

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔" وہ سر جھکا کر نیچے دیکھنے لگا جہاں ضویا کے ہاتھ سے نکلنے والے خون کی چند بوندیں گریں تھیں۔

"کیوں فرق نہیں پڑتا مجھے فرق پڑتا ہے جب تم مجھ سے کہتے ہو کہ ضویا میں تم سے بہت محبت کرتا ہوں تو میں خود کو دنیا کی خوش قسمت ترین لڑکی تصور کرتی ہوں جب تم میری غلطی ہونے کے باوجود مجھ سے معافی مانگتے ہو تو میں خود کو بے پناہ خوش قسمت مانتی ہوں جب تم مجھ سے بحث کرتے ہو ہم بات بات پہ جھگڑا کرتے ہیں مگر ناراض نہیں رہتے۔ تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ کیا فرق پڑتا ہے جب تم مجھے نظر اٹھا کر نہیں دیکھتے جانتے بوجھتے اگنور کرتے ہو تو فرق پڑتا ہے بہت فرق پڑتا ہے تم نے رشتہ توڑنے کی بات کی مجھے لگا میری سانوں کی ڈور ٹوٹ جائے گی۔" وہ مسلسل رو بھی رہی تھی اور بولتی بھی جا رہی تھی احمر بس حیرت سے اسے دیکھ رہا تھا

"میں مانتی ہوں اس دن غلطی میری تھی میں تو معمول کی باتیں کر رہی تھی تم اتنا غصہ کیوں ہو گئے؟" وہ اس سے کھڑی سوال کر رہی تھی۔ احمر چند ثانیے اسے دیکھتا رہا پھر پاس پڑی ٹوٹی لکڑیوں کو جوڑ کر اپنے اور ضویا کے بیٹھنے کی جگہ بنائی۔

"جواب دو ان باتوں میں خاص کیا تھا۔" وہ اب تو میں ہمیشہ کہتی ہوں۔

"یہاں بیٹھو۔" احمر نے اسے کندھوں سے پکڑ کر نیچے بٹھایا اور خود اس کے ساتھ بیٹھ گیا

"کچھ خاص نہیں تھا بلکہ روز سن سن کر اکتا گیا تھا ضویا ایک ہی شخص دوسرے سے محبت کرے نبھائے اظہار بھی کرے وہ اکیلا ہی تو اس رشتے کو لے کر نہیں چل سکتا جب تک وہ دوسرا بھی شامل نہ ہو میں ہی تمہارے پیچھے پڑا تھا تمہیں منایا نکاح کیا پھر پوری ایمانداری سے نبھایا اور تم نے کہا کہ وہ تمہاری سب سے بڑی غلطی تھی مجھے لگا تم نے جوتا دے مارا ہے میرے منہ پر بس غصہ آ گیا اور جو منہ میں آیا کہہ دیا۔" وہ شرمندہ تھا۔

"تم چاہے سونے کے بن کر آ جاتے احمر نیازی اگر مجھے تم سے محبت نہ ہوتی تو تم سے کبھی شادی نہ کرتی۔" ضویا نے آنسو صاف کرتے ہوئے اسے دیکھا۔

"کاش یہ اظہار تم نے پہلے کیا ہوتا تو اس لڑائی کی نوبت ہی نہ آتی۔" وہ مسکرایا۔

"سوری میں آئندہ کبھی تمہاری انسلٹ نہیں کروں گی۔" وہ آہستگی سے بولی ۔

"تم میری عزت کرو گی کتنا عجیب لگے گا۔" وہ ٹون میں واپس آیا ۔

"تم کسی حال میں خوش نہیں۔" ضویا نے اسے گھورا۔

"نہیں تمہارے ساتھ ہر حال میں خوش رہ سکتا ہوں۔" وہ اسکے کان کے قریب جھکا غصے کی پٹی آنکھوں سے اتری تو محبت کی شمعیں جل اٹھیں ۔

"میں تم سے بہت محبت کرتی ہوں تمہیں کھونے کا تصور بھی نہیں کر سکتی۔" ضویا نے اسکے کندھے پہ اپنا سر رکھا۔

"یہ دو دن بہت اذیت ناک تھے۔" احمر نے ٹھنڈا سانس بھرا ۔

"ان دو دنوں میں مجھے جتنا خالی پن محسوس ہوا میں بتا نہیں سکتی اوپر سے تم مجھے دیکھ بھی نہیں رہے تھے۔" ضویا کو ایک اور زخم یاد آیا تو اس کے شانے سے فوراً اپنا سر اٹھایا۔

"تم جانتی ہو یہ سب کرنا میرے لیے کتنا مشکل تھا مگر میں نظر بچا کر تمہیں دیکھ لیتا تھا۔" وہ ہنس دیا۔

"تم آئندہ تو کبھی لڑائی نہیں کرو گے ؟"ضویا نے وعدہ لینے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔

"ضویا یہ تو بہت غلط بات ہے میاں بیوی میں لڑائی نہیں ہو گی تو کس میں ہو گی ہاں اس بات کا وعدہ کرتا ہوں کہ لڑائی کبھی سنگین نہیں ہو گی نوک جھونک تو چلتی ہے ناں۔" احمر نے اسکا ہاتھ تھام لیا۔

"یہ ان سب کی ملی بھگت تھی ہمیں یہاں لانا اور پھر اوپر بند کر دینا۔" ضویا نے منہ بنایا ۔

"ویسے بہت اچھا کیا انہوں نے میں تیمور سے کہتا ہوں ہمیں یہاں سے نکالے تمہیں بینڈیج بھی کرنی ہے۔" احمر نے کہتے ہوئے تیمور کو میسج کیا وہ تو جیسے منتظر کھڑا تھا فوراً دروازہ کھولا۔ وہ دونوں ایک ساتھ نیچے آئے تھے۔ دونوں کی صلح پہ سب بہت خوش تھے ۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"بڑے بابا بہت سوئیٹ ہیں ویسے تو مگر ان سے ڈر بھی بہت لگتا ہے جب انہیں پتہ چلے گا کیا کہرام برپا ہو گا سوچ کہ دہل جاتی ہوں۔" عروش نے سینے پہ ہاتھ رکھا۔

"کہرام برپا ہو یا قیامت تم وعدہ کرو کہ ثابت قدم رہو گی اور میں بھی وعدہ کرتا ہوں کبھی ساتھ نہیں چھوڑوں گا تمہارا۔" زوار نے اسکا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا۔

"میرے خیال میں آپ کو بات کر لینی چاہیے اس سے پہلے کہ دیر ہو جائے۔" عروش نے آج خود سے اسے اجازت

دے دی تھی۔

"میں بس تمہارا ہی منتظر تھا میں صبح ہی بات کرونگا بابا سے۔" زوار نے اثبات کیں سر ہلایا۔

"اب چلیں یہاں سے یہاں تو چوہے بھی ہوں گے۔" عروش جھر جھری لے کے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"میرے ہوتے کسی چوہے کی مجال نہیں کہ تمہیں کچھ کہہ دے۔"

"جی میں جانتی ہوں چلیئے۔" وہ اسے بازو سے پکڑ کر باہر لے گئی۔

ضویا اور احمر کی صلح کی خبر انہیں مل گئی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"بہت شکریہ ضویا تم نے عقل سے کام لیا۔" عروش نے اسے گلے لگایا۔

"تمہیں بلانے کے لیے مجھے اپنا ایکسڈنٹ کرنا پڑا تم ہو کہ آج ہی جا رہے ہو۔" زوار نے اسے گلے لگایا۔

"کیا مطلب یہ ایکسڈینٹ نقلی نہیں تھا؟" ساحر حیران ہوا۔

"نہیں مجھے لگا کہ جھوٹ بولوں گا تو احمر کی نظروں میں اپنا اعتبار کھو دوں گا اس لیے۔۔" زوار نے سر جھکائے اعتراف جرم کیا۔ احمر حیرت سے اسے دیکھے جا رہا تھا

""کم آن یار تمہارے بہت احسان ہیں مجھ پر کچھ تو اتار دوں میں بھی۔" زوار نے کہتے ہوئے اسے گلے لگایا ۔

"اگر تو اس وقت زخمی نہیں ہوتا تو میں تمہیں شدید زخمی کر کے جاتا۔" احمر غصے سے بولا ۔

"میں معذرت چاہتا ہوں مگر ہم میں سے کوئی بھی تم دونوں کو الگ نہیں دیکھنا چاہتا اس لیے ہم سب کو یہ ڈرامہ کرنا پڑا۔" زوار نے اپنی صفائی پیش کی ۔

وہ لوگ شام کو واپسی کے لیے روانہ ہو گئے تھے ایک دم سے حویلی بہت سونی سونی سی محسوس ہونے لگی تھی۔

مغرب کی نماز ادا کرنے کے بعد اس نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے تھے جب اسکی نظر اپنے خالی ہاتھ پہ پڑی اسے اپنی رنگ یاد آئی

☆☆☆☆☆☆☆☆

"انکل ابھی واپس نہیں آئے ہوں گے میں ایک نظر دیکھ لیتی ہوں۔" وہ بنا دعا مختصر کرتی اٹھ کھڑی ہوئی اسٹڈی میں کوئی نہیں تھا عروش نے لائٹس آن کیں اور جھک کر زمین پر بغور دیکھنے لگی ایک ایک چیز کو بغور دیکھنے پہ بھی کہیں انگھوٹھی کا نام ونشان بھی نہیں ملا تھا۔ وہ اسٹڈی ٹیبل کے قریب پنجوں کے بل زمین پہ بیٹھی تھی اٹھ کھڑی ہوئی اس کے

پاوں سے کچھ ٹکرایا تھا اس سے پہلے کہ وہ گرتی اس نے کرسی کا سہارہ لے کر خود کو گرنے سے بچایا۔ اور مڑ کر پیچھے دیکھا ایک لکڑی کا باکس الٹا پڑا تھا اس کی چیزیں آدھی اسکے اندر اور کچھ باہر تھیں۔ عروش نے جھک کر چیزیں سمیٹیں۔

"یہ تو وہی باکس ہے۔" عروش نے باکس کو بغور دیکھا تجسس کے ہاتھوں مجبور ہو کر اس نے ہاتھ میں پکڑی تصویروں پہ ایک نظر ڈالی وہ کسی بچی کی تھیں جو شاید چھ ماہ یا ایک سال کی تھیں وہ باری باری دیکھتی گئی آخری تصویر پہ آکر وہ چونک گئی تھی وہ اس تصویر میں کھڑی اس عورت کو پہچانتی تھی وہ بھلا اس چہرے کو کیسے بھول سکتی تھی عروش کے ہاتھ کانپنے لگے اس نے تصویروں کو وہیں چھوڑ کر باقی چیزیں دیکھنی شروع کیں اس میں چند خط اور ایک ڈائری تھی اسنے ڈائری کھولی۔

"سکندر عثمان شاہ۔" پہلے صفحے پہ لکھے نام کو دیکھ کر وہ چونکی اس نے ڈائری الٹ پلٹ کر کے دیکھی ڈائری کے آخری صفحے پہ دل بنا کر اس کے اندر درمکنون سکندر لکھا تھا وہ نیچے در سکندر عروش کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھانے لگا اس نے کانپتے ہاتھوں سے باکس کو سیدھا کیا ایک ڈبیہ باہر گری عروش نے اسے کھولا ایک اور انکشاف اس نے فوراً سامان سمیٹا اور اپنا بکھرا وجود لے کر وہاں سے نکل آئی اسے جس قدر شدید شاک لگا تھا وہ بالکل بھول گئی تھی کہ وہ کس کام آئی تھی وہاں اس نے مٹھی میں وہ پائل دبا رکھی تھی جو ابھی اس نے وہاں سے اٹھائی تھی کسی بھی نتیجے سے غافل ہو کر سب کچھ واضح تھا مگر کچھ بھی واضح نہیں تھا۔

"ایسا کیسا ہو سکتا ہے؟" اسکا ذہن یہ سب ماننے کے لیے تیار نہیں تھا عروش نے اپنے بیگ میں سے اپنی ماں کی آخری نشانی نکالی تھی وہ اسی پازیب کے جیسی تھی جیسی اس کے پاس تھی وہ تصویر اس میں اسکی ماں دلہن بنی کھڑی تھی مگر ساتھ دلہا نہیں تھا کیا اسکا ذہن جو سوچ رہا تھا وہی سچ تھا۔ وہ سر تھام کر وہیں ڈھے سی گئی اتنے سالوں کی تلاش کہاں ختم ہوئی تھی

☆☆☆☆☆☆☆☆

"زوار مجھے تم سے بات کرنی ہے۔" حیدر صاحب نے ناشتے کی میز پر ہی اسے گھیر لیا تھا سکندر صاحب بھی وہیں موجود تھے ندرت اور نعیمہ بھی ماہ روش البتہ عروش کے ساتھ کمرے میں تھی وہ رات بھر گم سم بیٹھی رہی تھی اور اب اسے بہت تیز بخار ہو رہا تھا

"مجھے بھی آپ سے آپ کرنی تھی۔" وہ سلائس پہ جیم لگانے لگا۔

"میں تمہید نہیں باندھوں گا نہ تم سے اجازت طلب کروں گا اپنا حکم سناوں گا تمہیں ماننا پڑے گا۔" حیدر صاحب

اپنا ناشتہ مکمل کر چکے تھے ان کے انداز میں بالکل لچک نہیں تھی زوار کا جیم لگاتا ہاتھ وہیں تھم گیا اس نے سوالیہ نظروں سے ان کی جانب دیکھا

"اگلے مہینے کے پہلے جمعے کو تمہاری اور ماہ روش کی شادی طے کر دی ہے ہم نے۔" انہوں نے اپنا فیصلہ سنایا۔

"میں کون ہوں یعنی میری رائے میری مرضی کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔" وہ سلائس پلیٹ میں پھینک کر اٹھ کھڑا ہوا۔

"نہیں ہم تمہارے بڑے ہیں ہم تمہارے لیے غلط فیصلہ نہیں کر سکتے۔" حیدر صاحب کے لہجے میں نرمی مفقود تھی۔

"اگر یہ فیصلہ اتنا صحیح ہوتا تو میں اعتراض ہی کیوں کرتا میرا کل بھی انکار تھا اور آج بھی آئندہ بھی انکار اقرار میں نہیں بدلے گا۔" وہ غصے سے کہتا وہاں سے چلا گیا۔ سکندر صاحب نے کڑے تیوروں سے اسکی پشت کو گھورا۔

"آپ پریشان نہ ہوں میں رات کو بات کروں گا مان جائے گا۔" حیدر صاحب نے انہیں تسلی دی۔

"تم یہ پتہ کرو کہ یہ کس کہ شہہ پہ اچھل رہا ہے۔" انہوں نے پر سوچ نظریں حیدر پہ جمائیں۔

"کیا مطلب؟" انہوں نے نا سمجھی کے عالم میں سوال کیا۔

"یہ کس لڑکی کی شہہ پہ ہم سے الجھ رہا ہے یہ پتہ کرو۔" وہ کہہ کر چلے گئے تھے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"عروش تمہارا بخار تو بڑھتا ہی جا رہا ہے مجھے لگتا ہے تمہیں ڈاکٹر کے پاس لے کے جانا چاہیے میں زوار کو بلاتی ہوں۔" ماہ روش اپنے تئیں اسکا بخار کم کرنے کی ہر ممکن کوشش کر چکی تھی مگر کچھ فائدہ حاصل نہیں ہوا آخر تنگ آ کر اس نے زوار کو کال کی۔

عروش اسے منع کرنا چاہتی تھی مگر اس سے بولا ہی نہیں گیا۔

وہ غصے کے عالم میں اپنے کمرے میں ٹہل رہا تھا جب ماہ روش کی کال آئی

"زوار عروش کو بہت تیز بخار ہے تم جلدی آ جاو اسے ڈاکٹر کے پاس لے کے جانا پڑے گا" ماہ روش نے پریشانی کے عالم میں کہتے ہوئے فون بند کر دیا

وہ اپنی پریشانی بھول کر ماہ روش کے کمرے کی جانب بھاگا۔

عروش آنکھیں کھولنے کی کوشش کر رہی تھی مگر بخار کی شدت سے آنکھیں جل رہیں تھیں اسے کچھ دیکھائی نہیں دے رہا تھا۔

زوار نے اسکی نبض چیک کی ۔

"اسے ابھی لے کے جانا پڑے گا تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا۔"

زوار نے فکر مندی سے کہتے ہوئے عروش کو سہارہ دے کر اٹھایا ۔

ماہ روش اور زوار اسے سہارہ دے کر ڈاکٹر کے پاس لے گئے تھے۔

ڈاکٹر نے انجکشن لگا دیا تھا بخار اب قدر کم ہو گیا تھا۔

مگر نقاہت بہت زیادہ تھی جس کی وجہ سے وہ چل نہیں پا رہی تھی وہ لڑکھڑائی زوار نے اسے فورا تھاما۔

"ماہ روش تم حلیمہ بی سے کہو کہ عروش کے لیے سوپ بنائیں اور اس کے بعد تم کھانا کھاو گی سمجھی۔" زوار نے ماہ روش کو ہدایت دے کر عروش کو تاکید کی۔

ماہ روش سر ہلاتی وہیں سے کچن کی جانب بڑھ گئی۔

زوار عروش کو سہارہ دے کر کمرے تک لایا نعیمہ بیگم جو اپنے کمرے سے کسی کام کے لیے نکلیں تھیں یہ منظر دیکھ کر دنگ رہ گئیں ۔

"تم اپنا بالکل خیال نہیں رکھتیں ایسا بھی کوئی کرتا ہے کل رات سے بیمار ہو مجھ سے کہا ہوتا میں پہلے ہی ڈاکٹر کے پاس لے جاتا۔"

وہ اسے بیڈ پہ سہارہ دے کر بٹھاتے ہوئے ناراضگی سے بولا

"جب آپ کا خیال رکھنے والا کوئی دوسرا موجود ہو تو اپنا خیال رکھنے کا دل ہی نہیں چاہتا۔" وہ مسکرائی مگر چہرہ بجھا بجھا تھا۔

"تم پریشان ہو کیا ۔" زوار نے بغور اسے دیکھا

"نہیں بالکل بھی نہیں۔ " عروش نے نفی میں گردن ہلائی اب وہ اسے کیا بتاتی کہ کچھ انکشاف بہت جان لیوا ہوتے ہیں۔

"میں دیکھوں یہ روشنی کہاں رہ گئی۔" وہ اٹھ کھڑا ہوا ۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ فورا اپنے کمرے میں واپس گئیں اور حلیمہ بی کی دی ہوئی انگوٹھی نکالی جو انہیں اسٹڈی میں صفائی کے دوران دروازے کے پاس گری ملی تھی انہیں لگا وہ نعیمہ بیگم کی ہو گی مگر وہ یہ انگوٹھی عروش کے ہاتھ میں دیکھ چکی تھیں مگر پھر بھی

واپس نہیں کی اتنے قیمتی ہیرے کی انگوٹھی اس کے پاس کیسے تھی وہ حیران تھیں ۔

وہ انگوٹھی لے کر سیدھا عروش کے کمرے میں آئیں ۔

زوار کس طرح اس کے قریب بیٹھا تھا انہوں نے دیکھا ان کی گفتگو بھی سنی۔

زوار کے نکلنے کے فوراً بعد وہ کمرے میں داخل ہوئیں تھیں ۔

"کیا تمہاری کوئی چیز کھو گئی ہے۔" انداز تفتیش والا تھا۔

فوری طور پر تو عروش کو انکی بات سمجھ ہی نہیں آئی پھر اس نے گردن کو ہاں میں جنبش دی

"کیا" وہ اسکے سامنے کھڑی پوچھ رہی تھیں

"میری انگوٹھی تھی۔" عروش نے نقاہت زدہ آواز میں کہا

"یہ تمہاری منگنی کی انگوٹھی ہو گی۔" انہوں نے رنگ اسکے سامنے کی اور خود ہی اندازہ لگایا۔

عروش پہلے تو خاموش رہی پھر جب کچھ اور سمجھ میں نہیں آیا تو سر کو پھر سے اثبات میں ہلا دیا۔

"منگنی شدہ ہو کر بھی دوسرے مردوں پہ ڈورے ڈالتے شرم نہیں آتی۔" انہوں نے انگوٹھی اس کے پاس بیڈ پہ اچھال دی ۔ عروش نے حیرت سے انکی جانب دیکھا۔

"ایسے کیا دیکھ رہی جھوٹ بول رہی ہوں کیا کیسے جڑ کے بیٹھی تھیں تم ابھی زوار کے ساتھ تم میری بیٹی کے حق پہ ڈاکہ ڈالو اور میں خاموش تماشائی بنی کھڑی رہوں۔" وہ غصے سے تیز تیز بول رہی تھیں ۔

عروش کو اس وقت وہ بالکل شائستہ بیگم جیسی لگیں تھیں

"آنٹی آپ غلط سمجھ رہی ہیں میں نے کچھ بھی نہیں کیا۔" عروش نے پوری ہمت مجتمع کر کے اپنی صفائی پیش کی ۔

"مجھے کچھ نہیں سننا جتنی جلدی ہو سکے چلی جاو یہاں سے یہ ہی تمہارے اور ہمارے حق میں بہتر ہے۔" وہ کہہ کر رکی نہیں تھیں۔

عروش حیرت زدہ سی انہیں جاتا دیکھتی رہ گئی۔

ہر شخص جیسے یہاں نیا زخم دینے کے لیے موجود تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"روشنی کے بابا آپ زوار سے صاف اور سیدھی بات کریں وہ اسی ہفتے ماہ روش سے نکاح کرے ارادے ٹھیک نہیں ہیں اسکے۔" نعیمہ بیگم سکندر صاحب کے سر ہوئیں

"کیا کہہ رہی ہو تحمل سے بیٹھ کے بات کرو۔" انہوں نے نماز کی ٹوپی سر پہ پہنی

"یہ جو لڑکی آئی ہے نہ روشنی کی دوست ٹھیک لڑکی نہیں ہے مجھے حلیمہ بی نے بتایا تھا مگر میں ہی پاگل تھی یقین نہیں کیا مگر اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے بعد کیسے جانے دوں۔" وہ شدید غصے میں تھیں۔

"آپ کھل کے بتائیں گئیں ہمیں دیر ہو رہی ہے۔" نعیمہ بیگم نے انہیں ساری کہانی سنائی

"اتنی سی بات پہ آپ نے یہ مان لیا کہ ان دونوں کے درمیان کچھ ہو سکتا ہے کیا پتہ آپ کو غلط فہمی ہوئی ہو۔" سکندر صاحب نے تاسف سے بیگم کو دیکھا۔

"ٹھیک ہے مت یقین کریں میری بات کا زوار کو بلائیں اور پوچھیں کہ کیا وجہ ہے جو وہ ماہ روش سے شادی نہیں کرنا چاہتا۔" نعیمہ بیگم کی بات میں دم تھا۔

"میں ظہر کی نماز ادا کر کے آتا ہوں تو کرتے ہیں بات۔" وہ کہہ کر چلے گئے

"عروش تم رو رہی ہو۔" ماہ روش کمرے میں آئی تو عروش گم سم سی بیٹھی تھی آنکھوں سے آنسو روانی سے جاری تھے۔

"جب آنسو مقدر میں لکھ دیئے گئے ہوں تو ہم انہیں بہانے کے سوا اور کر بھی کیا سکتے ہیں" عروش کے لہجے میں تلخی تھی۔

"ایسا نہیں ہے ہر غم کے بعد خوشی ہے ہر رات کی صبح ہوتی ہے۔" ماہ روش نے اسے تسلی دی۔

"مجھے زندگی آج سے پہلے کبھی اتنی اذیت ناک محسوس نہیں ہوئی جتنی آج محسوس ہو رہی ہے کچھ انکشاف کبھی نہ ہی ہوں تو بہتر ہوتا ہے مگر ہمیں پھر بھی تلاش رہتی ہے کھوج رہتی ہے جب ہم اس راز کو پا لیتے ہیں تو سوچتے ہیں کاش ہم انجان رہتے۔" وہ نظریں چھت پہ ٹکائے بول رہی تھی۔

"کونسا راز کیسی باتیں کر رہی ہو تمہاری انگوٹھی کہاں سے ملی۔" بات کرتے کرتے اچانک روشنی کی نظر بیڈ پہ عروش کے ہاتھ کے پاس پڑی رنگ پہ پڑی۔

"اس رنگ کے ساتھ مجھے اتنی ذلت ملنی تھی تو کاش یہ کبھی مجھے نہ ملتی۔" عروش کی آنکھوں سے آنسو پھر سے بہنے لگے۔

"کیسی باتیں کر رہی ہو ہوا کیا ہے کچھ بتاو۔" روشنی نے اسے گلے لگا یا۔

"کچھ نہیں ہوا بس یہ سوچ کر خود سے نفرت محسوس ہو رہی ہے کہ میں اتنی کم ہمت کیوں ہوں کیوں کوئی بھی فیصلہ

کرنے سے پہلے میں دوسروں کی خوشی کا خیال کرتی ہوں بولو کیوں ہوں میں ایسی آج بھی زوار کی خوشی کی خاطر میں نے اپنے قدم روک لیے میں اس گھر میں نہیں رہنا چاہتی۔" وہ اس سے الگ ہوتے ہوئے بولی۔

"کیسی الجھی الجھی باتیں کر رہی ہو میری تو کچھ سمجھ میں نہیں آرہا کیوں جانا چاہتی ہو تم یہاں سے تم کم ہمت نہیں ہو بہت بہادر ہو کم ہمت لوگ خود غرض ہوتی ہیں تم تو بہت انمول ہو۔"

"تمہیں لگتا ہے ایک ایسی لڑکی جو اپنے حق کے لیے تا عمر نہ لڑ سکی وہ کسی کے حق پہ ڈاکہ ڈالے گی۔" عروش کی سوئی وہیں اٹکی تھی

"تم آرام کرو فی الحال کوئی بات مت کرو۔" ماہ روش نے اسکی لیٹنے میں مدد کی وہ آنکھیں موند کر لیٹ گئی

ماہ روش حیران تھی آج وہ کس قسم کی باتیں کر رہی تھی

☆☆☆☆☆☆☆☆

"زوار ہمیں جواب چاہیے۔" حیدر صاحب سکندر صاحب نعیمہ بیگم اور ندرت بیگم اپنی عدالت لگائے بیٹھے تھے زوار کٹہرے میں سر جھکائے کسی مجرم کی طرح کھڑا تھا

"وہی جواب ہے جو آج سے دو سال پہلے تھا جو آج صبح تھا اور جو آئندہ رہے گا ماہ روش میں کوئی برائی نہیں ہے وہ بہت اچھی ہے مگر میں نے اس کے بارے میں کبھی ایسا نہیں سوچا۔"

"تو کس کے بارے میں ایسا سوچا ہے وہ جو بیماری کا بہانہ بنا کر کمرے میں لیٹی ہے۔" زوار کا لہجہ جتنا نرم تھا نعیمہ بیگم کا اتنا ہی تلخ

"تائی امی آپ اس کو درمیان میں مت لائیں۔" زوار نے ضبط کا مظاہرہ کیا،

"کیوں نہ لاؤں وہ ڈائن تم پہ ڈورے ڈال رہی ہے اور ہم خاموش تماشائی بنے کھڑے ہیں۔" وہ شدید غصے میں تھیں ،

"تائی امی آپ اس پہ الزام لگا رہی ہیں وہ ایسی لڑکی نہیں ہے اور نہ ہی ہمارا ایسا کوئی تعلق ہے کہ ہمیں اس پہ کوئی شرمندگی ہو۔" وہ مضبوط لہجے میں بولا ۔

"اچھا ایسا کوئی تعلق یعنی کوئی تعلق تو ہے بتاؤ کیا تعلق ہے۔" وہ بھڑک اٹھیں ۔

"نعیمہ آپ خاموش رہیں ہم بات کر رہے ہیں ناں۔" سکندر صاحب نے انہیں ٹوکا۔

"بڑے بابا آپ ہم سب کے بڑے ہیں اس گھر کے سربراہ ہیں پلیز آپ ہی بات کو سمجھیں زبردستی شادی تو اسلام

میں بھی جائز نہیں جس اللہ اور اسکے رسول کو مانتے ہیں انکی ایک بھی نہیں مانتے۔"زوار انہیں سمجھانے کی بھرپور کوشش کر رہا تھا۔

"اسی لیے تو تمہاری رضامندی درکار ہے۔"سامنے سے پرسکون لہجے میں فرمایا گیا۔

"یعنی آپ لوگ اپنا فیصلہ نہیں بدلیں گے۔"زوار نے نچلا ہونٹ دانتوں تلے دباتے ہوئے باری باری سب کے چہروں پہ نظر ڈالی۔

"بالکل نہیں۔"حیدر صاحب نے ٹانگ پہ ٹانگ جمائی۔

"تو میں بھی اب کسی مصلحت کو درمیان میں نہیں لاوں گا ۔"وہ اٹھ کھڑا ہوا ۔

"کیسی مصلحت ۔"حیدر صاحب نے ابرو اچکایا ۔

"یہی کہ وقت آنے پہ آپکو ٹھنڈا کر کے ذہن بنا کر بتاو گا کہ میں شادی کر چکا ہوں ۔"وہ پرسکون لہجے میں کہتا سب پہ بم گرا گیا۔

"دیکھا میں کہتی تھی نہ اسکے ارادے ٹھیک نہیں۔"پہلا اور شدید جھٹکا نعیمہ بیگم کو لگا تھا۔

"کس سے ۔"حیدر صاحب نے کمال ضبط کا مظاہرہ کیا۔

""عروش سے۔"

"تم جھوٹ بول رہے ہو۔"حیدر صاحب کرسی سے اٹھ کھڑے ہوئے

"امی کی قسم سچ کہہ رہا ہوں۔"وہ سر جھکائے بولا ۔

حیدر صاحب کے زناٹے دار تھپڑ سے ایک دم چاروں جانب خاموشی چھا گئی تھی۔

زوار نے حیران نظروں سے اپنے بابا جان کو دیکھا زندگی میں پہلی بار انہوں نے اس پر ہاتھ اٹھایا تھا ۔

"تمہیں پال پوس کر اس لیے بڑا کیا تھا کہ تم ہمارے ارمانوں کا خون تو کرو مگر ہمارے سر میں خاک ڈال کر پورے زمانے میں رسوا کر دو ۔"حیدر صاحب دھاڑے

"پال پوس کر جوان کیا ہے تو کیا قیمت وصول کریں گے۔"وہ گستاخانہ لہجے میں بولا،

"ہماری محبت کی قیمت تم چکا ہی نہیں سکتے۔"وہ غصے سے بولے۔

"شاید میرے ارمانوں کا خون کرنے سے قیمت وصول ہو جائے گی۔"وہ دکھ سے بولا

"ماں باپ کی محبت اور عزت کو پیروں تلے روندا ہے تم نے میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گی۔"ندرت بیگم

نے دکھ سے کہا

"اماں آپ تو بات کو سمجھیں میں مجبور تھا محبت کرتا ہوں اس سے مجھے پتہ تھا آپ لوگ میرا ساتھ نہیں دیں گے۔" وہ ان کے قدموں میں بیٹھا

"تم نے ماہ روش کو چھوڑ کر ایک غیر لڑکی کو اہمیت دی کون ہے کیسی ہے کیسا خاندان ہے ہم کچھ نہیں جانتے۔" وہ رونے لگیں

"بہت اچھا خاندان ہے اسکا اور عروش خود بھی بہت اچھی ہے ہم نے بس نکاح کیا ہے اور کچھ بھی نہیں۔" وہ ماں کو منا رہا تھا

"زوار ہٹ جاو تم بہت دل دکھایا ہے میرا ۔"

"ایسی لڑکیاں ہوتی ہیں جو ماں باپ کے سر میں خاک ڈال کر گھر سے بھاگ آتی ہیں۔" انہوں نے ایک جھٹکے سے اسکی کلائی چھوڑی۔ نعیمہ بیگم کب وہاں سے گئیں اور بازو سے گھسیٹ کر عروش کو وہاں لائیں زوار کو پتہ ہی نہیں چلا۔

"میں بھاگ کر نہیں آئی وہ منمنائی۔" ماہ روش بھی حیران سی ان کے پیچھے آئی تھی ۔

"عزت دار ماں باپ اکیلے لڑکے کے ساتھ بیٹیاں رخصت نہیں کرتے۔"

"تائی امی میں بات کر رہا تھا آپ اسے کیوں لائیں یہاں۔"

"یہ بھی تو سنے اور دیکھے ۔" وہ ہاتھ نچا کر بولیں ۔

"ابھی اور اسی وقت طلاق دو اسے ۔" سکندر صاحب جو کب سے خاموش تماشائی بنے بیٹھے تھے اچانک بولے۔

عروش نے دکھ سے انکی طرف دیکھا کیسی تکلیف اٹھی تھی اس کے سینے میں ۔

"ہرگز نہیں بڑے بابا آپ کہیں میں جان دے دوں گا مگر عروش کو دھوکہ نہیں دوں گا۔" زوار نے گردن نفی میں ہلائی ۔

"کوئی ایک ایسی خوبی اسکی اور اس کے خاندان کی جس کی وجہ سے ہم اسے بہو قبول کر لیں ۔" عروش کا دل چاہا کہ وہ چلا کے بتائے کہ وہ بھی ماہ روش جتنی حیثیت رکھتی ہے مگر کس حق سے۔ زوار نے پریشانی سے عروش کی طرف دیکھا۔

"عروش کی والدہ مر چکی ہیں اور والد " وہ کہتے کہتے رکا اور عروش کی جانب دیکھا۔

"زوار انہیں سب سچ سچ بتائیں جھوٹ کی عمر زیادہ لمبی نہیں ہوتی عمر کے آخری حصے میں ہی صحیح بہت سی باتیں کھل ہی جاتی ہیں۔" اس نے سکندر صاحب کو دیکھتے ہوئے کہا

عروش کی مما نے گھر والوں کے خلاف جا کر شادی کی تھی شادی کے ایک سال بعد انکا شوہر انہیں چھوڑ کر چلا گیا پھر وہ اپنے میکے واپس چلی گئیں ممکن ہے کہ وہ مر چکا ہو۔" عروش کے دل میں ٹیس اٹھی اس نے نظر اٹھا کر سکندر صاحب کو دیکھا،

"عروش کو اسکے رشتے کے ماموں نے پالا ہے اور انکی رضامندی سے شادی کی ہے ہم نے۔" زوار نے صاف گوئی سے سب سچ بتا دیا

"جیسی ماں ویسی بیٹی۔" سکندر صاحب زیر لب بڑبڑائے بڑبڑاہٹ اتنی بلند ضرور تھی کہ سب کے کانوں تک بخوبی پہنچ گئی تھی۔

"اس لڑکی کو اس گھر کی بہو بنا رہے ہو جس کے بارے میں تم خود کچھ نہیں جانتے جس کی ماں گھر سے بھاگ گئی جس کے باپ کا کچھ معلوم نہیں کیا پتہ اسکی ماں نے شادی کی بھی تھی کہ۔"

"بس کر دیں خدا کے لیے۔" عروش ایک دم چلائی۔

سکندر صاحب نے اپنی بات کاٹی جانے پر غصے سے اسکی جانب دیکھا۔

"تم اسے طلاق دو گے یا نہیں۔" وہ غصے سے کہتے اٹھ کھڑے ہوئے

"ہرگز نہیں۔" وہ اٹل لہجے میں کہتا عروش کی کلائی تھام کر وہاں سے چلا گیا وہ بے جان گڑیا کی طرح اسکے ساتھ گھسیٹتی ہوئی اس کے کمرے تک آئی۔

ماہ روش خاموشی سے وہاں سے پلٹ گئی یہ تو ہونا ہی تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"آج سے یہی تمہارا کمرہ ہے تم یہیں رہو گی۔" وہ اسے بیڈ پہ بٹھا کر خود صوفے پہ بیٹھ گیا مسلسل رونے سے اسکی آنکھیں سرخ ہو گئی تھیں

"تم کچھ دیر آرام کر لو میں تھوڑی دیر میں آتا ہوں۔" وہ تکلیف میں تھی وہ اسے تسلی بھی نہ دے پایا وہ خاموشی سے لیٹ گئی

سکندر صاحب نے زوار کو باہر جاتے دیکھا تو اسکے کمرے کی جانب چل دیئے،

وہ دروازہ بنا ناک کیے کمرے میں داخل ہوئے۔

"لڑکی ہماری بات سنو۔" وہ روعب دار آواز میں بولے۔

وہ آنکھیں بند کیے لیٹی تھی فوراً اٹھ بیٹھی۔

"تم مڈل کلاس سے تعلق رکھتی ہو ضرور زوار سے اسکے پیسے کے لیے شادی کی ہو گی بولو کتنے پیسے لو گی اسے چھوڑنے کے اتنے دے سکتا ہوں کہ ساری عمر بیٹھ کے کھا سکتی ہو۔" وہ سامنے رکھے صوفے پہ براجمان ہوئے

"آپ تو عمر اور خوشیاں دونوں ہی کھا جاتے ہیں آپ سے پیسے کا کیا لینا۔" وہ منہ ہی منہ میں بدبدائی۔

"مجھے پیسے نہیں چاہیئیں اور نہ ہی میں زوار کو چھوڑوں گی۔" سامنے بیٹھا شخص جس سے شاید اسے اب نفرت محسوس ہونے لگی تھی اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولی۔

"تو بہت ضدی ہو تم۔" وہ مسکرائے۔

"شاید ضد میں آپ پر چلی گئی ہوں۔" اس نے دل میں سوچا۔

"میرا حق آپ مجھ سے نہیں چھین سکتے اور میں ایسا کرنے نہیں دوں گی اسے پہ ضد کہیں یا ثابت قدمی میں پیچھے نہیں ہٹوں گی۔" وہ مضبوطی سے بولی۔

"تم جیسی دو ٹکے کی لڑکیاں جن کی محبت چار دن کی چاندنی ہوتی ہے حسن کا جادو جگا کر لڑکوں کو پھانستی ہو اور پھر ان کی جائیدادوں پہ قبضے کر لیتی ہو بہت اچھی طرح جانتا ہوں۔" کیسی تلخ باتیں تھیں جو انکی زبان سے ادا ہو رہی تھیں۔

"بیٹیاں تو سانجھی ہوتی ہیں اور انکی عزت بھی ان سے اس لہجے میں کون بات کرتا ہے۔" وہ دکھ سے بولی۔

"ابھی تو بہت نرمی سے بات کر رہا ہوں تم نے سختی دیکھی کہاں ہے میری تم نے۔" وہ غصے سے بولے،

"آپ کو لگتا ہے اس زور زبردستی کے بعد آپکی بیٹی بہت خوش رہے گی۔"

"وہ خوش رہے یا نہ رہے تم خوش نہیں رہو گی۔"

"آپ دھمکی دے رہے ہیں۔" عروش نے آنکھیں پھیلائیں۔

"وارن کر رہا ہوں کسی کی ناجائز اولاد کی کوکھ سے ہمارے گھر کے جائز وارث جنم نہیں لیں گے ہمارے ہاں کتا بھی نسلی خریدا جاتا ہے نوکر بھی خاندانی رکھے جاتے ہیں ایسے میں تم جیسی لڑکی کو قبول کرنا ناممکن ہے۔" وہ الفاظ نہیں پگھلا ہوا سیسہ تھا جو سکندر صاحب نے اسکے کانوں میں انڈیلا تھا وہ کچھ کہنا چاہتی تھی مگر آنسوؤں کا ایک پھندا اس کے گلے میں اٹک گیا وہ جا چکے تھے وہ بیڈ پہ ڈھے سی گئی۔

لاکھ غصہ اور نفرت صحیح مگر وہ ایک بار انکے سینے سے لگنا چاہتی تھی مگر وہ انجانے میں ہی صحیح مگر خود اسکی نظروں میں بہت گر گئے تھے اسے زندگی میں کبھی اپنے ان دیکھے باپ سے اتنی نفرت محسوس نہیں ہوئی تھی جتنی آج ان سے مل

کے ان کے اعلی خاندانی معیار جان کر ہوئی تھی۔

زندگی نے شاید سارے دکھ ان کی طرف سے ہی اس کی زندگی میں لکھ دیئے تھے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

سر شام ایک نیا تماشہ سب کا منتظر تھا۔

"امی بابا آپ سب لوگ دھیان سے میری ایک بات سن لیں میں مر جاؤں گی مگر زوار سے شادی نہیں کروں گی۔" وہ جانتی تھی اب بھی وہ خاموش رہی تو اس کی خاموشی سب کو لے ڈوبے گی۔

"اگر وہ اسے طلاق دے دے تب۔" نعیمہ بیگم نے سوالیہ انداز میں پوچھا۔

"تب بھی نہیں میں کسی صورت ایسا نہیں کروں گی۔" وہ بضد تھی۔

"کیوں کیا وجہ ہے وہ لڑکی اسکے چند دن کا شوق ہے کرنے دو پورا واپس آ جائے گا وہ۔" سکندر صاحب پر سکون لہجے میں بولے۔

"وہ واپس آئے یا نہیں میں زوار سے شادی نہیں کروں گی میں۔" وہ کہتے کہتے رکی۔

"میں کیا ۔" نعیمہ بیگم نے اسے مشکوک نظروں سے گھورا۔

"میں کسی اور کو پسند کرتی ہوں۔" ماہ روش نے اٹکتے ہوئے کہا۔

"لو اسکی بھی سن لیں چیونٹی کے بھی پر نکل آئے ہیں۔" نعیمہ بیگم نے دانت پیسے۔

"اس لیے تم دونوں کو شہر بھیجا تھا کہ واپس آ کر ہمارے سر پہ خاک ڈال دینا ۔" سکندر صاحب بھڑک اٹھے۔

"چاہے تو آپ لوگ میری شادی تیمور سے نہ کریں مگر میں پھر بھی زوار سے شادی نہیں کروں گی۔" وہ مضبوطی سے بولی۔

"تیمور وہ جو احمر کا سالا ہے۔" نعیمہ بیگم نے ذہن پہ زور دیا ۔

ماہ روش نے سر اثبات میں ہلایا۔

"تیمور ہو یا کسی ملک کا منسٹر شادی تو تمہاری زوار سے ہی ہو گی۔" سکندر صاحب نے اپنا فیصلہ سنایا۔

"بڑے بابا آپ ہم دونوں کی بات کو سمجھنے کی کوشش کریں آپ ماں باپ ہونے کا نا جائز فائدہ اٹھا رہے ہیں ۔" زوار جو ابھی ابھی واپس آیا تھا انکی آدھی بات سن کر ہی ادھر آ گیا ۔

"ماں باپ کو جائز حق بھی نہیں دیتی اولا وہ کہاں ناجائز فائدہ اٹھائیں گے۔" ان کے لہجے میں طنز تھا ۔

"بڑے بابا میں عروش سے محبت کرتا ہوں پلیز آپ مجھ پہ یہ ظلم نہ کریں۔"زوار کے لہجے میں منت تھی۔

"تمہارے پاس دو آپشن ہیں یا تو اسے طلاق دے دو یا پھر ماہ روش سے شادی کر لو ہمارے گھر کا وارث اسکی کوکھ سے جنم نہیں لے گا۔"کیسا سفاکانہ فیصلہ تھا۔

"بابا میں آپکی سگی بیٹی ہی ہوں ناں یہ کیسا فیصلہ ہے۔"ماہ روش نے دہائی دی۔

"میں معذرت چاہتا ہوں میں دونوں کام نہیں کر سکتا۔"زوار نے سہولت سے منع کیا۔

"تو ٹھیک ہے صبح ہونے سے پہلے اس گھر سے چلے جاو تب تک واپس نہ آنا جب تک اس بد چلن لڑکی کو چھوڑ نہیں دیتے"عروش اپنے کمرے میں بیٹھی ساری گفتگو سن رہی تھی۔

"آہ! بد چلن۔"اس نے آہ بھری۔

"ٹھیک ہے چلا جاوں گا۔"وہ کہہ کر رکا نہیں۔

"آپ لوگ میرے ماں باپ ہو ہی نہیں سکتے جنہیں اپنی اولاد اسکی خوشی سے زیادہ اپنی انا اپنی ضد پیاری ہے۔"

وہ روتے ہوئے وہاں سے چلی گئی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"زوار کمرے میں آیا تو بے حد پریشان تھا۔

"آپ اپنے بڑے بابا کی بات مان لیں مجھے چھوڑ دیں۔"عروش کا لہجہ سپاٹ تھا۔

"تم کیسی باتیں کر رہی ہو میں نے وعدہ کیا ہے تو مرتے دم تک نبھاوں گا اس وقت مجھے ہمت دلانے کی بجائے تم ایسی باتیں کر رہی ہم صبح جا رہے ہیں یہاں سے ان لوگوں کے درمیان رہنے کا کیا فائدہ جنہیں صرف اپنی خوشیوں سے مطلب ہے۔" وہ تلخی سے بولا۔

عورت کا اٹھایا ہوا ایک غلط قدم نسلیں تباہ کر دیتا ہے اور مرد سب کچھ کے بھی پوری شان سے جیتا ہے یہ کیسا دستور دنیا ہے میری ماں نے ایک گناہ کیا ماں باپ کی نافرمانی دراصل اپنے حق کا استعمال کیا مگر وہ گنہگار ٹھہرا دی گئی۔اور میرے باپ نے کتنے گناہ کیے بے ایمانی کی جھوٹ بولا دھوکہ دیا میری ماں کی حق تلفی کی مجھے ہمیشہ ہر چیز سے محروم رکھا حتیٰ کہ اپنی محبت سے بھی روز محشر بھی کیا اسکی پکڑ نہیں ہو گی۔"اسکے لہجے میں تلخی گھل گئی تھی

"تمہاری زندگی میں میرے ہوتے ہوئے اب اور کوئی دکھ نہیں آئے گا میں کبھی ایسا کچھ نہیں کرونگا جو تمہیں تکلیف دے۔"زوار نے اسے تسلی دی۔

"آپ سو جائیں صبح جلدی نکلنا ہے ۔"عروش کہتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"کہاں جا رہی ہو۔"اسے اٹھتا دیکھ کر زوار نے پوچھا۔

" میری ساری چیزیں ماہ روش کے کمرے میں ہیں وہ لے آؤں۔"

" تم بیٹھوں میں لاتا ہوں تمہاری طبعیت ٹھیک نہیں ۔"

"میری طبعیت ٹھیک ہے بس حالات ٹھیک نہیں ہیں میں لے آتی ہوں۔"وہ کہہ کر چلی گئی۔

ماہ روش پریشانی سے کمرے میں ٹہل رہی تھی اسے آتا دیکھ کر رک گئی۔

"تم نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا کہ تمہاری فیملی تمہارے اور زوار کے لیے کیا سوچ رہی ہے۔"عروش نے اپنی چیزیں سمیٹنا شروع کیں۔

"کیا بتاتی یہ بھی کوئی بات تھی بتانے والی تم فکر مت کرو زوار تمہیں کبھی نہیں چھوڑے گا اور میں بھی کبھی اس شادی کے لیے راضی نہیں ہوں گئیں تم فکر مت کرو۔"ماہ روش نے اسے تسلی دی۔

"ہم ویسے بھی صبح یہاں سے جا رہے ہیں۔"عروش نے اپنا بیگ پیک کیا۔

"بابا کا غصہ ٹھنڈا ہو جائے گا تو وہ بلوا لیں گے تم لوگوں کو۔"

"اللہ حافظ۔"ماہ روش عروش نے اسے گلے لگایا۔

"آج ایک نئے رشتے سے تمہیں گلے لگایا ہے امید ہے حقیقت جان کر بھی اس رشتے کی لاج رکھو گی۔"

"نند بھابھی۔"ماہ روش نے اسے خود سے الگ کرتے ہوئے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"نہیں چھوٹی بہن کا۔"وہ کہہ کر رکی نہیں ۔

"بہن کا"وہ الجھی اللہ بابا کو کون روکے گا ان کی الٹی ضد سے۔"ماہ روش سر تھام کر بیٹھ گئی۔

"مجھے حیدر چچا کو بتانا چاہیے۔"اس خیال کے آتے ہی وہ باہر کی جانب بھاگی ۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"زوار کے بابا ایک بات میں آپ سے کہے دے رہی ہوں میرا بیٹا اگر مجھے چھوڑ کر گیا تو میں کبھی آپکو معاف نہیں کرونگی۔"ندرت بیگم دوپٹے کا پلو منہ پہ رکھے رونے میں مشغول تھیں ۔

"اپنے بیٹے کی حرکتیں بھی تو دیکھو غلطی کر کے مانتا بھی نہیں اور زبان بھی چلاتا ہے میں بھائی صاحب کے فیصلے کے خلاف نہیں جا سکتا۔"وہ پریشانی کے عالم میں کمرے میں چکر لگا رہے تھے۔

"کیوں نہیں جاسکتے اس گھر پہ جتنا حق بھائی صاحب کا ہے اتنا آپکا بھی ہے روکیں انہیں جا کر وہ میرے بیٹے کے ساتھ ایسا نہیں کرسکتے۔" جب سے انہوں نے زوار کے جانے کا سنا تھا وہ مسلسل رو رہیں تھیں۔

"زوار نے جتنی بے عزتی بھائی صاحب اور ماہ روش کی کی ہے اگر کوئی اور ہوتا تو اب تک دھکے دے کے نکال چکا ہوتا مگر نہیں انہوں نے اسے کل صبح تک کی مہلت دی ہے اگر آج رات میں ہی وہ اپنا فیصلہ بدل لیتا ہے تو شاید وہ اسے معاف کر دیں۔" حیدر صاحب نے پر سوچ نظریں ندرت بیگم کے چہرے پہ ٹکائیں۔

"آپ کیا اسکی ضد سے واقف نہیں وہ کبھی پیچھے نہیں ہٹے گا چاہے کچھ بھی ہو جائے۔" وہ افسردگی سے بولیں۔۔ماہ روش جو انہیں سمجھانے آئی تھی دروازے سے ہی واپس لوٹ گئی یہاں تو ہر کوئی مجبور اور بے بس تھا۔ اپنی انا اپنی ضد کے ہاتھوں۔۔۔

"زوار نہیں مانے گا تو اس لڑکی کو منا لیتے ہیں۔" وہ کافی دیر خاموش رہنے کے بعد بولے۔

"کیا مطلب؟" انہوں نے نا سمجھی کے عالم میں انہیں دیکھا۔ انہوں نے ان کے قریب ہو کر کچھ کہا

"نہیں میں یہ نہیں کر سکتی۔" وہ فورا بولیں

"تو بھائی صاحب کا کہنا ہے اگر ہم نے یہ سب نہیں کیا تو ہمیشہ کے لیے اپنے بیٹے کو بھول جائیں۔" وہ غصے سے کہتے کمرے سے نکل گئے۔

وہ ممتا کے ہاتھوں مجبور تھیں کرتیں تو مجرم ٹھہرتیں اور نہ کرتیں تو بیٹے کو کھو دیتی وہ دونوں تایا بھتیجے کی ضد سے خوب اچھی طرح واقف تھیں۔ وہ اپنے آنسو صاف کرتیں اٹھ کھڑیں ہوئیں۔ ان کا رخ باہر کی جانب تھا

عروش اپنا بیگ وہیں سیڑھیوں کے قریب رکھے ٹھنڈ میں بیٹھی تھی وہ کمرے میں واپس نہیں گئی تھی اسے کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا کرے اسطرح چلے جانے سے وہ ہمیشہ کے لیے زوار کی نظروں میں مجرم ٹھہرے گی جس کی وجہ سے اسے اپنے پیاروں کو چھوڑنا پڑا اگر کل کو وہ ان سے ملنے کی خاطر اسے چھوڑ گیا تو وہ کیا کرے گی وہ اپنی ماں جیسی زندگی نہیں چاہتی تھی مگر تاریخ تو وہی سب دہرانے پہ بضد تھی۔

"عروش!" ندرت بیگم کی آواز پر اس نے سر گھما کر پیچھے دیکھا۔

"تم سے ضروری بات کرنی ہے میرے کمرے میں آو۔" وہ کہہ کر واپس مڑ گئیں۔ وہ پریشان ہوتی ان کے پیچھے چل دی

"بیٹھو۔" انہوں نے اسے بیٹھنے کا اشارہ دیا اور خود بھی بیٹھ گئیں۔ وہ ان کے سامنے رکھے سنگل صوفے پہ بیٹھ کر

ہاتھوں کی انگلیاں مسلنے لگی

"مجھے اس بات سے کوئی مطلب نہیں تم لوگ کہاں کب کیسے ملے شادی کیوں کی کب کی جو گزر چکا سو گزر چکا مگر اب مجھے آگے دیکھنا ہے اور تمہیں بھی۔" انہوں نے کہنا شروع کیا وہ سر جھکائے بیٹھی رہی

"میرا ایک ہی بیٹا ہے اسکے بنا میں نہیں رہ سکتی وہ مجھ سے دور جائے یہ مجھ سے برداشت نہیں ہو گا اور وہ تمہیں چھوڑے گا نہیں۔" انہوں نے نظر اٹھا کر عروش کو دیکھا

"آپ مجھ سے کیا چاہتی ہیں۔" عروش نے اس پورے عرصے میں پہلی بار نظر اٹھا کر انکی جانب دیکھا

"تم بن ماں باپ کی بچی ہو اچھی طرح سمجھتی ہو گی کہ ماں باپ کے بنا رہنا آسان نہیں ہو تا زوار کو عادت ہی کہاں ہے ہم سے الگ رہنے کی اور ہمیں بھی میں زوار کی ماں ہونے کی حثیت سے تم سے کچھ مانگنا چاہتی ہوں۔" انہوں نے رک کر عروش کی جانب دیکھا۔ وہ انہیں ہی دیکھ رہی تھی

"تم زوار سے محبت کرتی ہو ناں۔" انہوں نے اسکی دھکتی رگ دبائی۔

عروش کی گردن خود بخود اثبات میں ہلنے لگی ۔

"اپنی محبت کا ثبوت دو اسکی محبتیں اس سے مت چھینو اسے چھوڑ کر چلی جاو۔" انہوں نے تمام تر ہمت مجتمع کر کے اپنے بیٹے کی خوشی کو پیروں تلے روندھا۔

عروش کا چہرہ دھواں دھواں ہو گیا تھا۔ دل کی دھڑکن رک سی گئی تھی یہ کیسا ثبوت تھا جس میں اسے صرف سزا ملنی تھی

"اگر میں ایسا نہ کروں تو۔" عروش نے آنسو اپنے اندر اتارے۔

ندرت بیگم اسے کئی ثانیے خاموشی سے دیکھتی رہیں اور پھر اچانک اپنا دوپٹہ اتار کر اسکے قدموں میں رکھ دیا۔

عروش کو جیسے کسی کرنٹ نے چھو لیا ہو ۔

"یہ کیا کر رہی ہیں آپ؟" وہ ایک دم اٹھ کھڑی ہوئی

"تمہیں تمہاری مری ہوئی ماں کا واسطہ جس سے تم محبت کرتی ہو اسکا واسطہ چلی جاو ہماری زندگی سے کیوں کہرام برپا کرنے آگئی ہو ہماری پر سکون زندگی کو تباہ کر دیا یاد رکھنا اگر تم میرے بیٹے کو اپنے ساتھ لے بھی گئیں تو ایک ماں کی بد دعائیں تمہیں کبھی چین نہیں لینے دیں گئیں۔" وہ زمین پہ بیٹھی زارو قطار رو دیں ۔

"اس خاندان نے کبھی کسی کو عزت اور خوشی نہیں دی میں کیسے بھول گئی کہ مجھے یہاں عزت اور میری خوشیاں

ملیں گئیں میں یہاں کچھ چھیننے نہیں پانے آئی تھی آپ سب کی محبت مگر شاید میری قسمت میں اس لفظ کا کوئی عمل دخل نہیں ہے آپ پریشان نہ ہوں آپ کا بیٹا آپ کے پاس ہی رہے گا وہ بھی ویسی ہی زندگی گزارے گا جیسی سکندر انکل گزارتے ہیں سب سے کٹ کر۔" وہ انہیں کندھوں سے تھام کر اوپر بیڈ پہ بٹھاتے ہوئے کمال ضبط سے بولی۔ انہوں نے الجھی الجھی نظروں سے عروش کو دیکھا

"آپ بے فکر رہیں میں کسی کی ماں کی بددعائیں نہیں لوں گی۔" وہ کہہ کر رکی نہیں تھی باہر آ کر وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی

اللہ نے کیسی نصیب لکھا تھا جس میں محبت تھی نہ عزت اپنی محبت سے دستبردار ہونا آسان نہیں ہوتا وہ فیصلہ نہیں کر پا رہی تھی جس سے ساتھ دینے کے وعدے لیتی رہی تھی وقت پڑنے پہ اسی کا ساتھ چھوڑنے کا سوچنے لگی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

زوار کب سے اسکا انتظار کر رہا تھا مگر وہ ایسی گئی کہ واپس ہی نہیں آئی شاید ماہ روش سے بات کر رہی ہو گی وہ یہی سوچ کر مطمئن بیٹھا رہا۔

وہ کافی دیر وہیں ٹھنڈ میں بیٹھی کچھ سوچتی رہی اور پھر کسی نتیجے پہ پہنچ کر اٹھ کھڑی ہوئی اس نے ہینڈ بیگ کھولا اور اس میں سے ایک شیشی باہر نکالی اسکا رخ اب کچن کی جانب تھا وہاں جا کر اس نے دودھ کا ایک گلاس گرم کیا اور دو نیند کی گولیاں اس میں ڈال کر اچھی طرح مکس کی اور واپس اپنے کمرے میں آ گئی وہ اپنا بیگ ساتھ نہیں لائی تھی وہ وہیں باہر رکھا تھا۔

"شکر ہے تمہیں میرا خیال تو آیا۔" زوار اسے دیکھ کر اٹھ بیٹھا۔

"کچھ خیال کبھی دل و دماغ سے نکلتے ہی نہیں۔" وہ گلاس اسکی طرف بڑھاتے ہوئے مسکرائی۔

"اللہ خیر تمہیں اسکا خیال کیسے آ گیا۔" وہ حیران ہوا۔

"یونہی سوچا کہ دودھ دے دوں آپکو آپ نے کھانا بھی نہیں کھایا۔"

"کھانا تو تم نے بھی نہیں کھایا تو یہ دودھ تم پیو کیونکہ مجھے تو دودھ بالکل اچھا نہیں لگتا۔"

"نہیں میں نے پی لیا ہے۔" وہ گھبرائی۔

"سچ کہہ رہی ہو؟"

"سو فیصد"

"تم دے رہی ہو تو پی لیتا ہوں ورنہ مجھے عادت نہیں ہے۔" وہ ایک ہی سانس میں گلاس خالی کر گیا

"مجھے دھیان ہی نہیں رہا کہ آپ کو تو چائے اچھی لگتی ہے۔"

"اچھی بیوی ثابت ہو گی تم دھیان رکھنا آئندہ سے۔" وہ شرارت سے بولا۔ عروش کے سینے میں ٹیس سی اٹھی۔

"تم بالکل پریشان مت ہو سب ٹھیک ہو جائے گا۔" زوار نے اسکا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا۔

"ہاں سب ٹھیک ہو جائے گا۔" وہ افسردگی سے مسکرائی۔

"ہم صبح ساڑھے پانچ بجے نکلیں گے چھ بجے یہاں سے ایک بس نکلتی ہے لاہور کے لیے میں گاڑی لے کر نہیں جاوں گا اور چند جوڑے جن کی ضرورت تھی میں پہلے ہی پیک کر چکا ہوں۔" زوار نے اسے بتایا عروش نے گردن ہاں میں ہلا دی۔

"آج پوری رات میں تم سے باتیں کروں گا تم سے تو شادی کے بعد بھی گنتی کی ملاقاتیں رہیں ہیں میری۔" وہ منہ بسور کر بولا۔

وہ بے حد پریشان تھا مگر پھر بھی عروش کا موڈ بہتر کرنے کے لیے خوش دیکھائی دے رہا تھا۔

"تو کریں باتیں۔" وہ اٹھ کر بیڈ پہ اس کے برابر نیم دراز ہوئی۔

"یقین نہیں آ رہا تم میرے اتنے پاس ہو وہ بغور اسے دیکھتے ہوئے مخمور لہجے میں بولا۔

عروش بالکل خاموش تھی اسے زوار کی باتیں مزید اذیت میں مبتلا کر رہیں تھیں۔

اس نے گردن موڑ کے وقت دیکھا رات کے سوا ایک بج رہے تھے۔

"دل چاہ رہا ہے وقت تھم جائے تم یونہی ہمیشہ میرے پاس رہو اور میں تمہیں دیکھتا رہوں۔" بات کرتے کرتے اچانک اسکی آنکھیں بند ہونے لگیں۔

"آپکو نیند آ رہی ہے؟" عروش سیدھی ہو بیٹھی۔

"نہیں ایسی بھی کوئی بات نہیں ہمیں صبح نکلنا ہے میرا سونے کا کوئی ارادہ نہیں۔" وہ بازو سر کے نیچے رکھے لیٹا تھا۔

"آپ سو جائیں آپکو جگا دوں گی۔" عروش نے اپنا ہاتھ اسکے بالوں میں پھیرنا شروع کیا۔

"تم میری عادتیں بگاڑ دو گی۔" زوار نے اسکا دوسرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا۔ وہ خاموشی سے بس اپنی انگلیاں اس کے بالوں میں پھیرتی رہی۔ اگلے دس منٹ میں وہ گہری نیند میں تھا۔

عروش کا ہاتھ ابھی بھی اس نے تھام رکھا تھا ایسے جیسے اس کے کھو جانے کا ڈر ہو وہ یونہی بیٹھی اسے دیکھتی رہی اسکی

آنکھیں سرخ ہو گئیں تھیں مگر اب ایک بھی آنسو بہنے کے لیے تیار نہیں تھا یا شاید وہ اب مزید آنسو بہانا ہی نہیں چاہتی تھی
عروش نے ایک نظر سامنے لگے وال کلاک پہ ڈالی۔ تین بج رہے تھے ۔
عروش نے اپنا ہاتھ اسکے ہاتھ کی گرفت سے نکالا عروش کو تکلیف ہوئی تھی بے تحاشہ وہ اس سے الگ ہو رہی تھی۔
وہ کئی ثانیے سوئے ہوئے زوار کو دیکھنے میں محو رہی تھی کتنی پر سکون نیند سو رہا تھا۔ وہ سر جھٹکتی بیڈ سے نیچے اتری۔ اور رائٹنگ ٹیبل پہ جا بیٹھی۔ وہ سے ایک کاغذ اور قلم لیا اور لکھنا شروع کیا۔ اس نے دو خط لکھے تھے دو لوگوں کے نام ۔
ایک خط اس نے وہیں میز پہ رکھ دیا اور دوسرا اپنے پاس بیگ میں رکھا۔ ساڑھے چار بجے وہ اس کام سے فارغ ہوئی تو وضو کر کے جائے نماز پہ بیٹھ گئی اور یونہی کچھ نوافل ادا کرنے لگی دل کو کسی طور چین نہیں آ رہا تھا عجیب بے چینی اور بے کلی تھی۔
مصلے پہ بیٹھے ہی فجر کی آذان سنی تھی اس نے نماز فجر ادا کرنے کے بعد اس نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔ مگر اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا مانگے۔
"یا اللہ میری مدد فرما مجھے میرے فیصلے پہ ثابت قدم رکھنا۔" وہ دعا مانگ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ جائے نماز تہہ کر کے اس کی جگہ پہ رکھا اور زوار کے قریب کھڑی ہو گئی وہ کروٹ کے بل لیٹا اس بات سے بالکل بے خبر کہ اسکی دنیا لٹنے والی ہے سو رہا تھا
"مجھے معاف کر دیجئیے گا میں جانتی ہوں شاید میں غلط کر رہی ہوں مگر آپ میرے لیے بہت قابل محترم ہیں اور اس رشتے سے آپ کی والدہ بھی میں انکا دل نہیں دکھانا چاہتی مگر آپ کا دکھا رہی ہوں۔" مجھے معاف کر دیں وہ دل ہی دل میں اس کے پاس کھڑی معافی مانگ رہی تھی۔ آنسوؤں کی برسات پھر سے شروع ہو گئی۔ اس سے پہلے کہ کوئی اور یا زوار جاگ جاتا وہ کمرے سے باہر آئی. اسکا رخ اسٹڈی کی جانب تھا اسٹڈی کا دروازہ بند تھا اس نے دھیرے سے کھولا۔
کمرہ خالی تھا وہ گئی اپنے بیگ سے ایک خط اور ایک ڈبیہ نکال کر انکی میز پہ رکھی اور تیزی سے باہر نکل گئی۔
چوکیدار نماز ادا کرنے اپنے کوارٹر میں گیا تھا عروش نے موقع سے فائدہ اٹھایا اور نظر بچا کر نکل گئی دروازہ کھلنے پہ چوکیدار یہی سمجھا کہ سکندر صاحب نماز کے لیے جا رہے ہیں ۔
ندرت بیگم رات بھر کروٹیں بدلتی رہیں مگر نیند ان کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ انہوں نے اپنے سگے بیٹے کی خوشی کو اپنے پیروں میں روند دیا تھا عروش کا دل دکھایا تھا ان کے ضمیر پہ ایک بوجھ آن گرا جو اب انکو سونے نہیں دے رہا تھا ۔

اسی اثناء میں فجر کی آذان ہو گئی وہ وضو کر کے نماز ادا کرنے لگیں اور حیدر صاحب کو بھی نماز کے لیے بیدار کیا۔
عروش بس اسٹاپ پہ شدید ٹھنڈ اور دھند میں بیٹھی بس کا انتظار کرتی رہی تھی بس دھند کی وجہ سے شاید لیٹ تھی۔
اور عروش کو اس بات سے ڈر لگ رہا تھا کہ اگر زوار کی آنکھ کھل گئی تو وہ جا نہیں پائے گی۔ بس تقریباً سات بجے کے بعد روانہ ہوئی تھی عروش کی تب تک ٹھنڈ میں بیٹھے بیٹھے قلفی جم گئی تھی۔ مگر اس پہ شاید اب موسم اثر انداز نہیں ہو رہا تھا اسی لیے وہ بے حد نارمل تھی۔ ٹکٹ لے کے وہ چہرہ ڈھانپ کر ایک کونے کی بیٹھ گئی۔ آخر کار اسکی محبت اس سے چھن ہی گئی تھی یا شاید وہ خود ہی کم ہمتی کا مظاہرہ کر رہی تھی۔ اس نے سیٹ کی پشت سے سر ٹکائے آنکھیں موندلیں۔
زوار کی آنکھ تقریباً گیارہ بجے کے قریب کھلی تھی۔ اس نے کھڑکی سے آتی سورج کی ہلکی روشنی کو بغور دیکھا اور پھر اسکی نظر گھڑی کی جانب اٹھی۔ گھڑی گیارہ بج کے کے پانچ منٹ بتا رہی تھی۔ وہ ایک دم چھلانگ لگا کر بستر سے باہر نکلا اس نے ارد گرد نظر دوڑائی عروش کمرے میں نہیں تھی۔ اس نے فوراً جا کر واش روم چیک کیا وہ وہاں بھی نہیں تھی۔
"ماہ روش کے پاس ہو گی کیسی غیر ذمے دار ہے ویسے میں نے بھی تو کسی ذمے داری کا مظاہرہ نہیں کیا کیا پتہ اسکی آنکھ بھی نہ کھلی ہو۔" وہ فریش ہونے واش روم میں گھس گیا۔ فریش ہو کر نکلا اور پھر فوراً ماہ روش کے کمرے میں آیا۔
"عروش کہاں ہے؟" اس نے آتے ہی کمرے کا جائزہ لیا۔
"وہ آپ کے کمرے میں نہیں ہے کیا؟" وہ حیران ہوئی۔
"نہیں مجھے لگا باہر ہو گی۔" زوار پریشان دیکھائی دیا۔
"میں صبح سات بجے کی جاگی ہوں وہ صبح سے مجھے تو کہیں دیکھائی نہیں دی۔" وہ حیرانگی سے بولی۔
"اسکا سامان کہاں ہے؟" زوار نے عجلت میں پوچھا۔
"وہ تو رات کو یہاں سے لے گئی تھی؟"
"مگر وہ سامان لے کر کمرے تک نہیں آئی۔" زوار نے اپنے بال مٹھی میں جکڑے۔
"کہیں وہ چلی تو نہیں گئی۔" ماہ روش نے مری مری آواز میں کہا
"او نو!" زوار واپس اپنے کمرے کی جانب بھاگا۔ اس نے اپنے فون سے اسکا نمبر ملایا نمبر بند تھا وہ سر تھام کر بیٹھ گیا
"عروش یہ کیا کیا تم نے۔" زوار نے غصے کے عالم میں بیڈ پہ پڑے سارے کشن اور تکیئے اٹھا کر نیچے پھینک دیئے
اچانک اسکی نظر پیپر ویٹ کے نیچے پھڑ پھڑاتے کاغذ پہ جا رکی۔ وہ فوراً اسکی جانب لپکا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

سکندر صاحب جب سے فجر کی نماز ادا کر کے آئے تھے باہر لان میں بیٹھے تھے ناشتہ بھی وہیں کیا ناشتے کے بعد بس وہ اسٹڈی میں نہیں گئے۔ زوار گھر پہ تھا اور اسکی بیگم بھی یہی سوچ سوچ کر انکا خون کھول رہا تھا۔ انہوں نے زوار کو ماہ روش کے کمرے میں جاتے اور واپس آتے دیکھا تھا وہ پریشان لگ رہا تھا مگر وہ وہیں بیٹھے رہے۔ وہ انہیں اس حویلی سے نکال کہ ہی دم لیں گے وہ یہی سوچ کر مطمئن تھے

"زوار حیدر عثمان شاہ"

"میں بہت معذرت خواہ ہوں کہ وقت پڑنے پہ آپکا ساتھ نہ دے سکی آپ سے وعدے لیتی رہی اور خود وعدہ خلافی کر کے چلی گئی۔ میرا آپکو اسطرح چھوڑ کے جانا آپ کے لیے ایک بہت بڑا دھچکا ثابت ہو گا میں جانتی ہوں آپ یہ سوچ رہے ہوں گے کہ جب آپ ہر قدم پر میرے ساتھ کھڑے تھے تو میں نے ایسا کیوں کیا؟ رات بھر میں بھی یہی سوچتی رہی پھر یہ بھی سوچا کہ جب جان سے پیارے اپنے رشتوں کو آپ میرے لیے چھوڑیں گے تو کل آپکو میری صورت دیکھ کر یہ سب لوگ یاد آئیں گے یہ سب لوگ جتنی مجھ سے نفرت کرتے ہیں اس سے کہیں زیادہ آپ سے محبت کرتے ہیں کل کو اگر آپ نے ان کی محبت میں مجھے چھوڑ دیا تو میں کیا کروں گی اس سے پہلے کہ آپ مجھے چھوڑ دیں میں نے سوچا میں آپکو چھوڑ دوں میں کسی اور عروش کی زندگی تباہ ہونے کا انتظار نہیں کروں گی آج سالوں بعد بھی وہی قانون ہیں نہ در مکنون کو اسکے سسرال نے قبول کیا اور نہ ہی اسکی بیٹی کے سسرال نے۔ مجھے لگا تھا کہ وقت بدل گیا ہے مگر نہیں روایات نہیں بدلیں۔ یہاں ظالم آج بھی معتبر اور مظلوم آج بھی مجرم ہی ٹھہرایا جاتا ہے۔ آپ پوچھتے تھے نہ کہ میں آپ سے کتنی محبت کرتی ہوں تو بتا دوں اتنی محبت کے آپ کے لیے کچھ بھی کر سکتی ہوں مجھے آپ سے جڑا ہر رشتہ اپنی جان سے زیادہ عزیز ہے۔ میری وجہ سے آپ اپنے ماں باپ سے دور جائیں مجھے بالکل منظور نہیں اسی لیے میں نے خود کو آپ سے دور کر لیا یہ شادی ایک حادثہ تھی ہو سکے تو بھول کر آگے قدم بڑھائیں۔ زندگی کی خوشیاں آپکی منتظر ہیں مجھے ڈھونڈھنے کی کوشش بے کار ہے ہو سکے تو میرے گھر والوں کو میری غیر موجودگی کا علم نہ ہو میں وہاں واپس نہیں جاوں گی کہاں جاوں گی میں نہیں جانتی۔ میں آپ سے طلاق کی ڈیمانڈ نہیں کروں گی مجھے ہمیشہ عروش زوار کے نام سے جانے جانا ہے اور بس میرے لیے یہ پہچان ہی کافی ہے کم سے کم مجھے میری ماں کی طرح شرمندگی تو نہیں اٹھانی پڑے گی کچھ حقائق ایسے ہوتے ہیں جو کھل جائیں تو بہت بڑا طوفان آنے کا اندیشہ ہوتا ہے میں نہیں چاہتی کہ میری وجہ سے کوئی طوفان آئے اس حویلی میں کبھی میرے لیے کوئی جگہ تھی ہی نہیں نہ پہلے نہ اب۔

"اللہ حافظ"

"آپکی"

"فقط آپکی عروش!"

زوار نے کھڑے کھڑے وہاں بے یقینی سے کئی بار خط کی تحریر کو پڑھا تھا جیسے بار بار پڑھنے سے خط کی تحریر بدل جائے گی۔ وہ وہیں سر تھام کر کرسی پہ بیٹھ گیا اسے امید نہیں تھی کہ عروش ایسا کرے گی۔

"کونسے سے حقائق اور پہلے کب جگہ نہیں ملی وہ تو پہلی بار میرے ساتھ ہی آئی ہے یہاں۔" وہ کافی دیر پریشانی کے عالم میں بیٹھا سوچتا رہا۔

"مجھے اسے ڈھونڈھنا چاہیے وہ اپنے گھر نہیں گئی پھر کہاں گئی ہے۔" وہ خط ہاتھ میں لیے باہر نکلا تھا۔

"ماہ روش! ماہ روش!" وہ اسے آوازیں دیتا اسکے کمرے میں چلا گیا۔ وہ بیڈ پہ نیم دراز تھی اٹھ بیٹھی۔

"کیا ہوا ہے زوار اتنا شور کیوں مچا رہے ہیں؟" یہ دیکھو زوار نے خط اس کے سامنے کیا۔ ماہ روش نے خط پکڑ کر پڑھنا شروع کیا

"یا اللہ! یہ کیا کیا اس لڑکی نے۔۔۔" ماہ روش نے خط پڑھ کے پریشانی سے زوار کو دیکھا

"عقل سے بالکل پیدل ہے اسکو گھر چھوڑنے کا مشورہ کس نے دیا میں جانتا ہوں کہ وہ اپنے گھر واپس نہیں گئی ہو گی پھر کہاں گئی یہ کون بتائے گا۔" وہ بے حد پریشان تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"مشورے سے یاد آیا جب وہ میرے کمرے سے گئی تو بہت عجیب سی بات کہی اس نے مجھے۔" کیا زوار اس کے قریب آیا

"یہ کہ حقیقت جاننے کے بعد مجھ سے نفرت مت کرنا اور ابھی بھی اس نے یہاں کچھ حقائق کی بات کی وہ حقائق کیا ہیں۔"

"یہی تو میں بھی سوچ رہا ہوں۔"

"اور رہی بات مشورے کی تو میرے کمرے سے سامان لے کر وہ فوراً چلی گئی تھی تب تک تو اس کا ایسا کوئی ارادہ مجھے محسوس نہیں ہوا۔"

"میرے کمرے میں وہ بہت دیر کے بعد آئی تھی مجھے لگا کہ وہ تمہارے پاس ہے۔" وہ حیران ہوا

"اس دوران وہ کہاں تھی اس کی کس سے ملاقات ہوئی؟" ماہ روش نے آہستگی سے کہا۔

"تمہارا مطلب ہے کہ۔۔۔ اومائے گاڈ!" وہ خط اس کے ہاتھ سے لے کر باہر کی جانب لپکا۔

اسکا رخ اسٹڈی کی جانب تھا۔

سکندر صاحب نے اسے غصے کے عالم میں اپنے کمرے سے نکل کر ماہ روش کے کمرے میں جاتے دیکھا تھا۔

پھر وہ وہاں سے نکلا اور سن کی اسٹڈی کی طرف چلا گیا۔ کیونکہ وہ تو اس وقت وہیں پائے جاتے تھے مگر آج باہر بیٹھے اس سارے نظارے سے لطف اٹھا رہے تھے۔

زوار نے دیکھا سکندر صاحب کمرے میں نہیں تھے ۔

اس نے غصے سے کرسی کو پاوں سے ٹھوکر ماری۔ نتیجتاً کرسی زمین پہ جا گری ۔

وہ جانے کے لیے پلٹا جب اسکی نظر وہاں رکھی سفید مخملی ڈبیہ پہ پڑی۔

"یہ ڈبیہ تو عروش کی گرینی نے اسے دی تھی یہ یہاں کیا کر رہی ہے۔" وہ اس ڈبیہ کو بخوبی پہچانتا تھا۔ اس نے اسے اٹھا کر کھولا ۔

اس کے اندر دو سونے کے بندے اور ایک جوڑی پازیب کی تھی

"یہ سب یہاں کیا کر رہا ہے؟" وہ حیران ہوا تبھی اسکی نظر ڈبیہ کے نیچے رکھے سفید کاغذ پہ پڑی۔ تجسس کے ہاتھوں مجبور ہو کر اس نے اس کاغذ کو کھولا۔

"سکندر عثمان شاہ !

کتنا مکمل اور پر اثر نام ہے نہ آپکا کتنے معتبر ہیں آپ اپنے خاندان کے لیے ایک بھرپور زندگی جی ہے آپ نے آپ کو دیکھ کر کوئی سوچ بھی نہیں سکتا کہ آپکی وجہ سے کوئی زندگی کی بازی ہار گیا کوئی جیتے جی مر گیا۔ اسکی خواہشیں خوشیاں دل خود اعتمادی سب ختم ہو گیا۔ آپ سوچ رہے ہوں گے میں کس کی بات کر رہی ہوں۔ سوچنے کی تو ضرورت ہی نہیں تھی چلیں پھر بھی بتا دیتی ہوں۔ میں آپکی پہلی بیوی آپکی محبوبہ درمکنون کی بات کر رہی ہوں۔ درمکنون کو تو آپ جانتے ہی ہوں گے وہی جسے شادی کے دو سال بعد چھوڑ کے بھاگ گئے آپ وہی جس کی ایک بیٹی بھی تھی جسے کبھی آپ نے گود میں بھی لیا ہو گا۔ آپ کی بیٹی درمکنون تو کسی کی بیٹی تھی اس کے ساتھ تو جو سلوک آپنے کیا وہ کیا۔ مگر اپنی بیٹی کے لیے بھی کچھ نہیں سوچا اسے کس کے سہارے چھوڑ کے آ گئے۔ اپنا نام تک چھین لیا اس سے میں نے آپ کے پاس درمکنون اور آپکا نکاح نامہ دیکھا ہے۔ مجھے بہت افسوس ہو رہا ہے یہ کہتے ہوئے کہ درمکنون کی آپ سے محبت اور شادی سب سے بڑی غلطی تھی اسکو آپکی بے وفائی کھا گئی۔ آپ یہ بھی سوچ رہے ہوں گے کہ میں نے آپکی چیزیں دیکھی ہیں اس لیے آپکو لیکچر دے رہی

ہوں ایسا نہیں ہے۔ میں عروش درمکنون کی بیٹی ہوں اور بدقسمتی سے آپکی بھی ساری عمر اپنے باپ اور اس کے نام سے انجان رہی اور انکشاف بھی کہاں ہوا۔ یہ سب جاننے کے بعد بھی میں نے کسی سے کچھ نہیں کہا آپکی زندگی میں میری وجہ سے کوئی طوفان آئے ایسا نہیں چاہتی میں آپکی بے اعتنائی کی وجہ سے جو میں نے اور میری ماں نے سہا وہ تو ایک الگ ہی داستان ہے اس سب کے باوجود میں آپکو ایک بار گلے لگانا چاہتی تھی بابا کہہ کہ پکارنا چاہتی تھی مگر اس سے پہلے ہی آپ نے خود کو میری نظروں میں بہت گرا دیا۔

وارن کر رہا ہوں کسی کی ناجائز اولاد کی کوکھ سے ہمارے گھر کے جائز وارث جنم نہیں لیں گے ہمارے ہاں کتا بھی نسلی خریدا جاتا ہے نوکر بھی خاندانی رکھے جاتے ہیں ایسے میں تم جیسی لڑکی کو قبول کرنا ناممکن ہے۔

یہ سب کوئی باپ اپنی بیٹی سے کہتا ہے بھلا کہنے سے پہلے ایک بار سوچ لیتے کہ سامنے ایک انسان ہے جس کے سینے میں دل دھڑکتا ہے کس قدر تذلیل کی آپ نے میری اور میری ماں کی اپنی اور اسکی محبت کی یہ گالی آپ نے مجھے نہیں خود کو دی ہے اپنی محبت کو دی ہے۔ بالکل اسی طرح آج تک ہر شخص نے مجھ پہ انگلی اٹھائی ہے میری ماں کے کردار پہ شک کیا ہے صرف آپکی بزدلی کی وجہ سے آپ جیسا کم ظرف انسان نہیں دیکھا میں نے جیسے اپنی انا اپنے رشتوں سے زیادہ عزیز ہو جس کی محبت چھن جائے وہ تو دوسروں کی محبت کا قدردان بن جاتا ہے شاید آپنے کبھی محبت کی ہی نہیں صرف دل لگی کی دل بھر گیا تو چھوڑ دیا۔ مجھے افسوس ہے کہ میں آپکی بیٹی ہوں زندگی میں پہلی بار آپنے باپ کا نام جان لینے کے بعد بھی آج میرا دل نہیں چاہ رہا کہ اپنے نام کے ساتھ آپکا نام لکھوں۔

آپ کے پاس میری ماں کی ایک پازیب تھی اسکی دوسری پازیب میرے پاس ہے۔ میرے پاس اس ایک ثبوت کے علاوہ اور کوئی ثبوت نہیں کہ میں سچ کہہ رہی ہوں۔ ایک ڈائری ہے درسکندر کی وہ میں آپکو نہیں دے سکتی کیونکہ آپ اسکے قابل نہیں ہیں درسکندر کے نام سے ناول لکھنے والی لڑکی کوئی اور نہیں میں ہوں اپنی ماں کے نام سے میں ہی لکھتی ہوں۔ آپ سب کو ہمیشہ کے لیے چھوڑ کے جا رہی ہوں اس حویلی پر اتنا ہی میرا حق ہے جتنا ماہ روش کا مگر مجھے حق نہیں محبت چاہیے تھی اس گھر میں میرے لیے شروع سے لیکر آج تک کوئی جگہ نہیں ہے نہ بیٹی کہ روپ میں نہ بہو کے روپ میں

اللہ حافظ!

"عروش زوار"

زوار کا سر تقریباً گھوم گیا تھا اس نے ٹیبل کا سہارہ لیا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ جن حقائق کی بات ہو رہی تھی وہ یہ حقیقت تھی

"عروش تم نے مجھے تو بتایا ہوتا کس قدر بے وقوف ہو تم۔" زوار وہیں قریب رکھے صوفے پہ ڈھے سا گیا۔

سکندر صاحب نے جب دیکھا کہ اتنی دیر کے بعد بھی زوار انکی اسٹڈی سے باہر نہیں آیا تو وہ اٹھ کر اس کے پیچھے آئے تھے۔

""تم یہاں کیا کر رہے ہو؟" انہوں نے رعب دار آواز میں کہا۔ زوار نے نظریں اٹھا کر انہیں دیکھا زوار کی آنکھوں میں کچھ ایسا تھا کہ وہ چونکے وہ اتنی گستاخی سے تو انہیں کبھی نہیں دیکھتا تھا چاہے وہ اسے کچھ بھی کہتے۔

"کوئی کام تھا تو بتاؤ اور جاؤ۔" انہوں نے ناگواری سے کہتے ہوئے نیچے گری کرسی کو دیکھا۔ زوار اٹھا چل کے ان کے قریب آیا انہیں دونوں کندھوں سے تھام کر صوفے پہ لا کر بٹھایا اور وہ خط ان کے ہاتھ میں دیا جو عروش نے زوار کے نام لکھا تھا۔ اسے پڑھتے ہوئے ان کے چہرے پہ عجب سکون اور اطمنان نظر آ رہا تھا۔

زوار کا دل جل رہا تھا۔

"بہت اچھا ہوا خود ہی چلی گئی کافی سمجھدار لگتی ہے جانتی تھی کہ اب اس کے ہاتھ کچھ نہیں آئے گا ہم تمہیں عاق کر دیں گے۔" وہ خط ٹیبل پہ رکھتے ہوئے مسکرائے۔ زوار کی آنکھوں میں جھلملاتا پانی قطار کی صورت بہہ نکلا۔

"اگر وہ چاہے تو وہ اب بھی کیس کر کے اپنا حصہ لے سکتی ہے۔" وہ سپاٹ لہجے میں بولا۔

"جب ہم تمہیں ہی کچھ نہیں دیں گے تو وہ تم سے کیا لے گی۔" وہ ہنسے۔ زوار نے دوسرا خط ان کے سامنے کیا۔ انہوں نے اسے آرام سے پکڑا اور پڑھنا شروع کیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

ہر سطر کے ساتھ انکے چہرے کا رنگ بدل رہا تھا۔ کس قدر تکلیف اور اذیت رقم تھی ان کے چہرے پہ زوار خاموشی سے کھڑا بس ان کی پل پل بدلتی رنگت کو بغور دیکھتا رہا۔ خط مکمل پڑھ لینے کے بعد انہوں نے دل پہ ہاتھ رکھا انکی سانس اکھڑنے لگی

"پانی۔۔۔ پانی۔۔۔!" ان کے ہونٹ ہولے سے ہلے۔ زوار نے پاس پڑے جگ سے پانی گلاس میں انڈیلا اور ان کے قریب رکھا۔ انہوں نے دکھ سے زوار کو دیکھا۔ اور کانپتے ہاتھوں سے گلاس لبوں تک لے گئے ۔

"آپ جیسا سفاک انسان میں نے اپنی پوری زندگی میں نہیں دیکھا آپ سب نے اتنی بڑی بات چھپائی ہم سے خالہ جان ماہ روش کو پتہ چلے گا تو جانتے ہیں آپ کا کیا ہوگا۔ آپ نے دو دو زندگیاں تباہ کر دیں اور آپکو احساس تک نہ ہوا۔۔۔

کیسے شوہر کیسے باپ ہیں آپ عروش نے کیسی زندگی گزاری ہے میں گواہ ہوں اس بات کا آپکی غلطیوں کی سزا پل پل کاٹی ہے اس نے اور اسی بات کی وجہ سے وہ مجھ سے بھی دور چلی گئی آپ نے اس سے جو کہا کیا وہ کہنے کی بات تھی میں آپکو کبھی معاف نہیں کروں گا۔ میری خوشیاں تباہ کر دیں آپ لکھ رکھیں عروش کے علاوہ کوئی میری زندگی میں شامل نہیں ہو گا میں زوار حیدر ہوں سکندر عثمان کی طرح بزدل نہیں جسے اپنی محبت نہیں ملی تو محبت کرنے والوں سے بیر باندھ بیٹھے ہیں۔" وہ کہہ کر رکا نہیں تھا۔ سکندر صاحب نے دکھ سے اسے جاتے دیکھا۔ سفید مخملی ڈبیہ ابھی بھی میز پہ رکھی تھی انہوں نے کانپتے ہاتھوں سے اسے کھولا۔

"سکندر کیا کر رہے ہو میں پازیب نہیں پہنتی ابا کو بالکل پسند نہیں دیکھ لی تو بہت ڈانٹیں گے۔" ایک شوخ آواز ان کے کانوں سے ٹکرائی۔

"تم یہ اپنے پاس رکھ لو جب ہماری شادی ہو جائے تب پہن لینا۔"

"جیسے ہماری تو شادی ہو ہی جائے گی۔" وہ منہ بنا کر بولی۔

"آغا جان کا مسئلہ ہے نہ مانے تو بھی میں تمھی سے شادی کرونگا۔" انکا ارادہ مضبوط تھا۔

"دیکھتے ہیں۔" وہ ہنسی۔

اس شوخ ہنسی کی گونج آج بھی انہیں اپنے پاس سنائی دیتی تھی۔

"آغا جان میں درمکنون کے علاوہ کسی سے شادی نہیں کرونگا۔" وہ شہر سے واپس آئے تو باپ کے سر ہوئے۔

"ہم نے تمہاری منگنی تمہاری ماں کی خواہش پر ان کی بہن کی بیٹی نعیمہ سے طے کر رکھی ہے جانتے ہو ناں تم۔" وہ غصے سے بولے۔

"مگر میں درمکنون سے محبت کرتا ہوں۔"

"یہ پیار محبت کچھ نہیں ہوتا سب فلمی باتیں ہیں۔"

"میں پھر بھی درمکنون سے شادی کرونگا۔"

"تو ٹھیک ہے مجھ سے تمہارا کوئی تعلق باقی نہیں رہے گا۔"

"مجھے منظور ہے۔" وہ اپنی بات سے کہاں پیچھے ہٹنے والے تھے۔

درمکنون کے گھر والوں کی ایک ہی شرط تھی کہ لڑکے کے ماں باپ آنے چاہیئے شادی میں مگر ایسا تو ممکن نہیں تھا۔

درمکنون نے گھر سے بھاگ کر شادی کر لی۔

شادی کا پہلا سال تو مانوں کوئی خواب محسوس ہوتا تھا۔ شادی کی رات سکندر نے درمکنون کو بالیاں دیں جو وہ ہمیشہ پہنے رکھتی۔ سکندر صاحب کی شادی سے پہلے عثمان شاہ نے حیدر کی شادی ندرت سے کر دی۔ سکندر صاحب نے سنا تو بہت دکھی ہوئے لوگوں اور رشتے داروں کو بتایا کہ سکندر ملک سے باہر گیا بزنس کے سلسلے میں۔ شادی کے پہلے سال دونوں ہی اسلام آباد رہے سکندر اور درمکنون دونوں ہی ملازمت کرتے تھے۔ جب ایک دن ان کے گاوں کا ایک لڑکا انہیں بازار میں ملا حال احوال پوچھا

"بھتیجے کی بہت بہت مبارک ہو۔"

"ارے بھتیجا۔" وہ حیران ہوئے

"مٹھائی سے بچنے کے لیے کر رہے ہو یہ سب امریکہ سے واپس بھی آ گئے اور بتایا بھی نہیں۔" اس نے شکواہ کیا

"نہیں بس کچھ مصروفیت ہی ایسی تھی۔" انہوں نے معذرت کی۔

"ویسے حیدر کا بیٹا ہے بہت پیارا بنا مٹھائی کھائے تو نہیں جاؤں گا۔" حیدر کا بیٹا وہ سن کے اتنا خوش ہوئے کہ پورے آفس میں مٹھائی بانٹی۔۔گھر بھی لائے۔

"ارے اتنی مٹھائی کا کیا کرنا ہے ہم نے درمکنون دیکھ کر پریشان ہو گئی۔"

"دری! پورے محلے میں مٹھائی بانٹوں گا میں حیدر کے ہاں بیٹا پیدا ہوا ہے۔" وہ خوش تھے بے انتہا خوش۔

"ارے یہ تو بہت خوشی کی خبر ہے۔"

"گاوں میں تو بہت بڑا جشن منایا ہو گا بابا جان نے۔ سب کتنے خوش ہوں گے میرا دل چاہ رہا ہے کہ اسے اپنی گود میں لے لوں۔" وہ یکدم اداس دیکھائی دینے لگے۔

"کوئی بات نہیں جب آپ اپنے بیٹے کو لیکر حویلی جائیں گے تو آغا جان اسکی خوشی بھی ایسے ہی منائیں گے۔" درمکنون شرما کے بولی۔

"میرا بیٹا کہاں سے آئے گا؟" وہ آفسردگی سے بولے۔

"آسمان سے ٹپکے گا۔" درمکنون نے دانت پیسے

"تم جو کہہ رہی ہو وہ سچ ہے؟" تھوڑی دیر سوچنے کے بعد جب انہیں سمجھ آئی تو خوشی سے بولی ۔

درمکنون نے شرما کر سر اثبات میں ہلایا۔

"یا ہوں میں باپ بننے والا ہوں انہوں نے اٹھ کر باقاعدہ رقص شروع کر دیا۔" درمکنون ہنس ہنس کے دوہری ہو

رہی تھی۔

"اس کی ہنسی کتنی جاندار ہوتی تھی زندگی سے بھرپور کتنی کھنک ہوتی تھی۔" انہوں نے ٹھنڈا سانس بھرا ۔

ماضی کسی فلم کی طرح ان کی نظروں کے سامنے چلنے لگا تھا ۔

جب انکی بیٹی پیدا ہوئی وہ تب بھی بہت خوش تھے مگر افسوس یہ تھا کہ اگر بیٹا ہوتا تو آغا جان ضرور ہی معاف کر دیتے۔ انہوں نے پورے محلے میں مٹھائی بانٹی تھی کیا ہوا جو بیٹی تھی وہ صاحب اولاد تو ہو گئے تھے اس دوران نہ کبھی انہوں نے اپنے گھر رابطہ کیا ان دونوں کے گھر والوں نے ۔

"ہم اس کا نام کیا رکھیں سکندر نے ننھی سی گڑیا خو اپنی گود میں لیتے ہوئے پیار کیا

"ماہ کامل کیسا نام ہے ؟" انہوں نے بغور بچی کو دیکھا

"اچھا ہے، مگر وہ نام رکھیں گے جس کے سامنے سکندر اچھا لگے۔" درمکنون نے کہا

"چلو تم ہی بتاو کونسا رکھیں۔" انہوں نے گڑیا اس کی گود میں رکھی۔

"ماہ روش سکندر۔ کافی دیر بعد وہ بولیں۔ وہ مسکرا دیئے ۔

"میرے ذہن میں عروش سکندر تھا۔"

"چلیں تو یہ رکھ لیتے ہیں یہ بھی اچھا ہے۔"

"نہیں تم نے ماہ روش کہا ہے یہی فائنل ہے۔" انہوں نے کہا درمکنون مسکرا دیں۔

عروش آٹھ ماہ کی تھی جب حیدر صاحب سکندر کو ڈھونڈتے ہوئے آئے ۔

"آغا جان کی طبعیت بہت خراب ہے بھائی صاحب آپ چلیں۔"

حیدر صاحب بالکل انجان تھے کہ انہوں نے شادی کر رکھی ہے آغاجان نے انہیں یہ بتایا تھا کہ وہ ضد کر رہا ہے جبکہ ہم اجازت نہیں دے رہے۔

وہ سن کر اتنا پریشان ہوئے کہ آفس سے ہی ان کے ساتھ چلے گئے۔ درمکنون پریشان ہوتی رہی۔ آفس سے پتہ چلا کہ وہ کسی حیدر نامی شخص کے ساتھ گئے ہیں اور ون ویک کی لیو کے لیے بھی اپلائی کیا ہے۔

"سکندر گاوں چلے گئے مجھے بتایا بھی نہیں۔"

آغاجان کی حالت بہت نازک تھی ڈاکٹر نے ان سے بحث کرنے سے منع کیا تھا ۔

"تم نعیمہ سے شادی کر لو۔" آغاجان انہیں دیکھ کر کھل اٹھے اور پھر ان کی فرمائش۔ سکندر صاحب نے صاف منع

کر دیا۔ جس کے بعد عثمان صاحب کی حالت بہت بگڑ گئی۔

"جب میں نے منع کیا تھا کہ ان کے مزاج کے خلاف کوئی بات نہ کی جائے تو کیوں آپ نے ان سے یہ سب کہا اب اگر انہیں کچھ ہوا تو میں ذمے دار نہیں ڈاکٹر نے انہیں ٹھیک ٹھاک ڈانٹا۔"

انہیں بہت مجبور کر کے آخر ان کی شادی نعیمہ سے کروادی گئی۔

وہ جو ایک ہفتے کا کہہ کر گئے تھے پچھلے چار مہینے سے لا پتہ تھے نہ کوئی خط نہ کوئی فون درمکنون بچی گھر اور آفس کو جس طرح ہینڈل کر رہیں تھیں وہی جانتی تھیں۔

"تم مجھ سے وعدہ کرو اپنی اس پہلی بیوی اور بیٹی کو چھوڑ دو گے اور میرے مرنے کے بعد بھی انکی شکل نہیں دیکھو گے۔" وعدہ کرو آغا جان نے اپنی اکھڑتی سانسیں سنبھالتے ہوئے کہا۔

"آغا جان کس گناہ کی سزا دے رہے ہیں آپ مجھے۔" وہ دکھ سے بولے۔

"بس تم وعدہ کرو۔"

"میں جب تک زندہ ہوں اس گاوں سے ایک قدم بھی باہر نہیں نکالوں گا۔" وہ غصے سے کہہ کر چلے گئے

عروش کی سالگرہ آئی اور چلی گئی۔ وقت تھا کہ گزرتا ہی جارہا تھا وقت نے سکندر کو حویلی میں قید کر دیا تھا انہوں نے جذباتیت میں وعدہ تو کر لیا تھا مگر نباہنا مشکل ہو رہا تھا۔ اس دوران بس ایک زوار تھا جو ان کا دل بہلاتا ان سے باتیں کرتا وہ اس کے بہت قریب ہو گئے تھے۔ اللہ نے انہیں چاند سی بیٹی دی تھی۔

"سکندر مبارک ہو بیٹی ہوئی ہے۔" حیدر صاحب نے چھوٹی سے بچی لا کر ان کی گود میں ڈالی۔ انہیں اپنی پہلی بیٹی شدت سے یاد آئی۔

"کیا نام رکھیں اسکا؟"

"ماہ روش!" انہیں اسکی یاد ستانے لگی آنسو قطار کی صورت آنکھوں سے بہنے لگے۔

"بہت پیارا نام ہے۔" حیدر صاحب نے سب کو بتایا کہ سکندر نے ماہ روش نام رکھا ہے۔ وہ کہنا چاہتے تھے کہ یہ نام انکی بڑی بیٹی کا ہے مگر کہہ نہ پائے ۔

"دیکھو سکندر اب تمہاری بیٹی ہے تم پیچھے مڑ کر نہ دیکھو۔"

"آغا جان جو پیچھے بیٹی چھوڑ آیا ہوں اسکا کیا۔"

"اسے بھول جاو بس اس لڑکی کو طلاق دے دو۔"

"ہر گز نہیں آغا جان وہ مر جائے گی اسے میری واپسی کی امید میں ہی جینے دیں۔" وہ دکھ سے بولے

"ہم خاندان سے باہر شادی نہیں کرتے تم نے کر لی شوق پورا ہو گیا اب بس اسے اس کے حال پہ چھوڑ دو۔"

"زوار اور ماہ روش کی شادی ہو گی میں جانتا ہوں تب میں نہیں ہوں گا اسی لیے اپنی خواہش بتا دی ہے۔"

"بابا جان ابھی تو پیدا ہوئی ہے وہ بچی اور آپ۔" وہ بے حد حیران ہوئے

"بچیاں کب بڑی ہو جاتی ہیں پتہ بھی نہیں چلتا۔"

"تمہیں تمہاری مری ہوئی ماں کی قسم ہے میرے بعد یہ راز دفن ہو جانا چاہیے۔" اور پھر آغا جان سب کو چھوڑ کر چلے گئے۔

وہ اپنے باپ سے بے حد محبت کرتے تھے وہ انہیں قسموں وعدوں کی زنجیر میں باندھ کر چلے گئے۔

درمکنون ڈیڑھ سال سے زائد عرصہ اکیلی رہی محلے والوں نے جینا مشکل کر دیا تھا کوئی راہ جاتے جوان لڑکی سمجھ کے چھیڑتا کوئی کہتا شوہر چھوڑ کے بھاگ گیا ہر کوئی فقرے کستا۔ راتوں کو آوارہ شرابی لوگ دروازہ بجاتے ایک دن ایک آوارہ مزاج لڑکا دیوار کود کے اندر آ گیا درمکنون نے شور مچا کر پورا محلہ جمع کر لیا۔

"اس نے خود مجھے بلایا تھا یہ تو ہے ہی آوارہ لڑکی گھر سے بھاگی ہوئی اسکا تو شوہر بھی اسے چھوڑ کے بھاگ گیا۔" اس آدمی نے کتنے آرام سے اس پہ تہمت دھری۔

"ہاں وہ سکندر فلاں گاؤں کا ہے وہ بہت امیر لوگ ہیں۔"

"میری بہن کی شادی بھی اسی گاؤں میں ہوئی ہے پچھلے دنوں گیا ہوں تو سنا ہے حضرت نے شادی کر رکھی ہے وہاں ابھی ہفتہ بھر پہلے ہی تو بیٹی ہوئی ہے۔"

"جھوٹ بول رہے ہیں آپ۔۔ سکندر مجھے دھوکہ نہیں دے سکتے۔" وہ چلائی عروش کو اپنے سینے کے ساتھ لگا رکھا تھا۔

"ارے بی بی مرد ذات ہوتی ہی ایسی ہے تجھ جیسی کے ساتھ کب تک رہتا۔" جتنے منہ اتنی باتیں سنا کر وہ سب چلے گئے۔

وہ رات بھری دروازے سے لگی روتی رہی اس کی آس ٹوٹ گئی تھی۔

اس نے اپنا سامان پیک کیا اور وہ گھر ہمیشہ کے لیے چھوڑ کر چلی گئی۔ باپ اسکی حالت نہ دیکھ سکا اور چل بسا ماں اسے لے کر اپنے پرانے محلے آبائی گھر آ گئی۔ پر زندگی نے اسکا بھی ساتھ نہیں دیا درمکنون دن بدن زندگی اور خوشیوں

سے دور چلی گئی۔

"ارے کیا نام ہے تمہاری بیٹی کا بڑی پیاری ہے یہ تو صفیہ بیگم نے تین سالہ عروش کو گود میں لیا۔"۔

"عروش۔" درمکنون نے آہستگی سے کہا ۔

"اور اسکے باپ کا کیا نام ہے؟" انہوں نے سرسری سا پوچھا۔

"خالہ میں وضو سے ہوں اسکا نام نہیں لوں گی۔" کیسی نفرت تھی اسکے لہجے میں یا شاید محبت کی انتہا تھی کہ موت کو ہی گلے لگا لیا جب کوئی نام پوچھتا تو وہ تین تین دن تک کسی سے بات نہ کرتی آہستہ آہستہ سب نے اس سے اس ٹاپک پہ بات کرنا چھوڑ دی۔

سکندر صاحب کچھ عرصے بعد اسلام آباد آئے تھے مالک مکان نے انہیں سامان اٹھانے بلایا تھا۔ وہ حیران تھے کہ دری کہاں چلی گئی۔ گھر میں انکی تو چند ایک چیزیں ہی تھیں درمکنون کچھ بھی نہیں لے کر گئی تھی۔ ان کے ڈاکومنٹس تھے جن میں انکا نکاح نامہ تھا عروش کی کچھ تصویریں انکی شادی کی تصویریں درمکنون کی ڈائری نہیں تھی جبکہ انکی ڈائری وہیں پڑی تھی۔

انہوں نے اسے کھولا ۔

"بے وفا کے لیے موت سے کم کی سزا نہیں ہونی چاہیے مگر ان کی بے وفائی وفاداروں کی موت کا سامان ضرور بن جاتی ہے۔" اس ایک جملے کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں لکھا تھا اس نے وہاں ان کی دی ہوئی پازیب کی ایک پائل رکھی تھی انہوں نے اسے اپنے ٹروزر کی جیب میں رکھ لیا۔ وہ یہی چند چیزیں لے کر واپس آ گئے۔

وہ جان گئی تھی ان کی بے وفائی کو۔ انکی ہمت ہی نہیں ہوئی اسکا سامنا کرنے کی جب وہ اسے اپنا نہیں سکتے تھے تو اس کے سامنے جا کر خود کو کمزور کرنے کا فائدہ انہوں اپنی زندگی میں بے شمار غلطیاں کی تھیں۔ خود کو بس اسٹڈی میں بند کر لیا نعیمہ بیگم سے بھی برائے نام تعلق رکھا نہ خود خوش رہے نہ خود سے جڑے لوگوں کو خوش رہنے دیا۔ اپنے ساتھ ہوئی زیادتی کا بدلہ وہ ہر کسی سے لینا چاہتے تھے۔ خاص طور پر زوار سے انہیں اس میں اپنی جھلک نظر آتی تھی۔ وہ بھی ان کی طرح باغی تھا مگر کم ہمت نہیں وہ جانتے تھے وہ کبھی ان سب کی باتوں میں نہیں آئے گا اس لیے بہت چالاکی سے انہوں نے عروش پہ جذباتی حملہ کیا تھا ندرت بیگم کے ذریعے اور وہ مان گئی۔

انہوں نے اپنی بیٹی کی آخری خوشی بھی چھین لی تھی۔ انکی آنکھوں کے سامنے اندھیرا سا چھانے لگا تھا ۔

تمام عمر اسے کچھ نہیں دیا تھا اور اللہ کی طرف سے دی ہوئی خوشی بھی انہوں نے اپنی کم ظرفی کے ہاتھوں اس سے

چھین لی تھی وہ اپنی ماں کے جیسی تھی اعلی ظرف اپنا حق تک بھی چھوڑ گئی جیسے اسکی ماں نے نے کبھی اس سے اپنا حق نہیں مانگا ویسے وہ بھی باپ اور شوہر کے گھر پہ حق رکھتے ہوئے بھی چلی گئی۔ ان کا دل چاہا وہ ایک دفعہ بس ایک دفعہ ان کے سامنے آجائے وہ اس سے ہاتھ جوڑ کر معافی مانگیں گے وہ اسے ایک بار گلے لگانا چاہتے تھے۔ مگر وقت بہت بے رحم ہے یہ اپنی چال چل کے رہتا ہے ہم لاکھ کوشش کریں قسمت سے کبھی جیت نہیں سکتے ۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"زوار آپ کو ضویا یا احمر سے پوچھنا چاہیے وہ کہاں جاسکتی ہے۔" ماہ روش نے پریشانی سے یہاں سے وہاں چکر کاٹتے زوار کو دیکھ کر پریشانی سے کہا۔

"یہ تو کنفرم ہے کہ وہ صبح چھ بجے والی بس سے گئی ہے کہاں گئی ہے یہ نہیں معلوم وہ ضویا کہ پاس نہیں جاسکتی کیونکہ وہ کسی ایسی جگہ نہیں جائے گی جہاں ہم اسے ڈھونڈھ سکیں۔" وہ تھک کر وہیں صوفے پہ ڈھے سا گیا۔

"زوار کچھ کھالو صبح سے کچھ نہیں کھایا تم نے۔" ندرت بیگم اس کے لیے پریشان تھیں ۔

"آپ لوگ تو جشن منائیں آپ کے دل کی مراد پوری ہو گئی ہے میری بیوی خود ہی مجھے چھوڑ کر چلی گئی مبارک ہو۔" وہ تلخی سے بولا ۔

"بیٹا شاید یہی تمہارے لیے بہتر ہے۔"

"میرے لیے کیا بہتر ہے اور کیا نہیں یہ میں اچھی طرح جانتا ہوں بچہ نہیں ہوں آپ لوگوں نے مجھے کھلونا سمجھ لیا ہے "۔وہ بے تحاشہ غصے میں تھا ندرت بیگم خاموش ہو گئیں ۔

"ماہ روش زرا جا کر دیکھو تمہارے بابا عصر کے لیے مسجد نہیں گئے ظہر کے وقت بھی باہر نہیں نکلے۔" نعیمہ بیگم اپنے کمرے سے نکلیں اور فکر مندی سے بولیں ۔

زوار انہیں دیکھ کر سر جھٹکا ابھی تو اس گھر میں ایک نیا طوفان اٹھنا تھا

"میں دیکھتی ہوں۔" وہ کہہ کر چلی گئی۔

"بابا آپ نماز کے لیے نہیں گئے۔" ماہ روش نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا وہ ابھی تک ویسے ہی بیٹھے تھے جیسے زوار انہیں چھوڑ کر گیا تھا۔

وہ کچھ نہیں بولے وہ تھوڑی دیر کھڑی رہی خط سامنے ہی میز پہ رکھا تھا ماہ روش نے جھک کر اٹھایا۔

انہوں نے اسے پڑھنے سے منع نہیں کیا آج نہیں تو کل کبھی تو حقیقت کھلنی تھی ۔

ماہ روش خط پڑھتے پڑھتے وہیں زمین پہ بیٹھتی چلی گئی ۔

اس کے تو وہم و گمان میں بھی نہیں تھا اسکے بابا ایسا کریں گے ان کا بھی کوئی ماضی ہو گا۔

"حقیقت جاننے کے بعد بھی ایسی ہی رہنا۔" عروش کی بات کا مطلب وہ اب سمجھی تھی۔

"نند بھابھی نہیں بہن۔" وہ واقع ہی اسکی بہن تھی۔

"تمہارے پاوں بالکل میرے بابا جیسے ہیں "۔وہ تمہاری طرح کم بولنے اور زیادہ سننے پہ یقین رکھتے ہیں۔" ماہ روش نے اپنا سر دونوں ہاتھوں میں گرا لیا ۔

"امی آپ یہ سب کیسے برداشت کریں گی۔" ماہ روش کو نئی پریشانی نے آ گھیرا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

""شمی بنا اجازت لیے یوں کہاں جا رہی ہو تم۔" شمی عجلت میں کام وہیں چھوڑ کر اپنا دوپٹہ درست کرتی باہر کی جانب بھاگی۔

جب نعیمہ بیگم نے اسے آواز دے کر روک لیا

"وہ جی شہر جانا ہے میرے چچا کے بیٹے کا ایکسڈینٹ ہو گیا ہے۔" وہ پریشانی سے بولی ۔

زوار بھی وہیں موجود اپنی ہی سوچوں میں گم تھا۔

"وہ جو بس ڈرائیور ہے۔" نعیمہ نے تصدیق کی

جواباً شمی نے روتے ہوئے سر کو زور زور سے ہلایا۔

زوار بس کے نام پہ چونکا۔

"تمہارا منگیتر ہے صاف بولو کیسی طبعیت ہے اب اسکی وہ۔" مکمل اسکے انٹرویو کے موڈ کیں تھیں۔

"وہ جی آج صبح لاہور جاتے ہوئے بس کا ایکسڈینٹ ہو گیا ہے وہ شدید زخمی ہے ہوش بھی نہیں آیا گاوں کے اور لوگ بھی ہیں ۔

"وہ جی میں جاؤں۔" وہ جلدی جلدی کہتی باہر کی جانب لپکی۔

"سنو۔" زوار نے اسے دور سے ہی آواز دے کر روکا ۔

"جی چھوٹے سائیں۔" وہ رک گئی۔

"کس ہسپتال میں ہیں سب مریض۔"

"وہ سب سرکاری ہسپتال میں ہیں جن کے رشتے دار پہنچ گئے ہوں گے وہ تو اچھے ہسپتالوں میں چلے گئے ہوں گے ہم جیسے غریبوں کا کیا ہے۔" وہ مسلسل رو رہی تھی۔

زوار نے اپنے بٹوے سے ہزار ہزار کے کئی نوٹ نکال کر اسکے حوالے کیے۔

"اور کی ضرورت ہو تو بتا دینا۔" وہ شکریہ ادا کرتی چلی گئی۔

مغرب کا وقت تھا اندھیرا پھیل چکا تھا۔

نعیمہ بیگم اپنے کمرے میں چلیں گئیں وہ وہیں باہر ٹہلنے لگا۔

"عروش تم کہاں ہو سکتی ہو یا اللہ میری مدد کر۔" وہ پریشانی سے سر تھامے چکر کاٹنے لگا۔

"بس کا ایکسڈنٹ ہوا کے سرکاری ہسپتال کہیں عروش نہیں نہیں۔" وہ پریشان ہو اٹھا۔

"مگر مجھے چیک تو کرنا چاہیے۔" اس خیال کے آتے ہی وہ کمرے کی جانب بھاگا تھا اپنی گاڑی کی چابی لے کر وہ کسی کو بھی بتائے بغیر لاہور کے لیے نکل گیا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

ماہ روش نے زوار کے منع کرنے کے باوجود بھی ضویا کو فون کیا تھا۔کافی دیر وہ اس اے ادھر ادھر کی باتیں کرتی رہی تھی۔

"ماہ روش تم کچھ پریشان اور الجھی الجھی سی لگ رہی ہو خیریت ہے "۔ضویا کب سے اسکی غائب دماغی کو نوٹس کر رہی تھی آخر پوچھ لیا۔

"نہیں بالکل نہیں اس نے فوراخود کو سنبھالا۔" وہ کیا بتاتی اس کے اندر کتنا کچھ ٹوٹا تھا۔

"ماہ روش ہم اچھے دوست ہیں اور آگے ممکن ہے ان شاء اللہ ہمارا رشتہ اور بھی مضبوط ہو جائے گا تم مجھ سے بات کر سکتی ہو کیا پریشانی ہے۔" ضویا کی طرف سے کچھ حوصلہ پا کر اس نے ضویا کو ساری بات بتادی تھی۔

آخر اسے بھی اپنا دکھ رونے کے لیے کسی کندھے کسی سہارے کی تلاش تھی۔

"یا اللہ عروش نے یہ کیا کیا وہ میرے پاس تو نہیں آئی "۔ضویا سن کر بے حد پریشان ہو گئی تھی۔

"مجھ سے میری بہن میری سب سے اچھی دوست بچھڑ گئی ضویا زوار بہت پریشان ہیں ابھی ابھی گاڑی لے کر کہاں نکل گئے میں نہیں جانتی عروش تک کیسے پہنچیں گے ہم بابا حقیقت جان کر بھی بالکل خاموش ہیں امی کو پتہ چلا تو طوفان اٹھا دیں گئیں۔" ماہ روش کے لہجے میں افسردگی تھی۔

"عروش نے اپنے باپ کے بنا زندگی کیسی گزاری ہے یہ مجھ سے بہتر کوئی نہیں جانتا پل پل مرتی رہی ہے وہ ماہ روش تمہارے بابا نے کیوں کیا ایسا۔"ضویا نجانے کیسے خود پہ قابو پائے ہوئے تھی ورنہ وہ کھری کھری سناتی۔

"ضویا میں بہت پریشان ہوں ہم سب تو چاروں طرف سے پھنس گئے ہیں مجھے تو سمجھ نہیں آتا کہ کس کا ساتھ دوں اور کس کا نہیں۔"

"تم فی الحال خود کو سنبھالو! میں احمر سے بات کرتی ہوں اور ہم لوگ عروش کو ڈھونڈھنے کی کوشش کرتے ہیں۔" ضویا نے اسے تسلی دے کر فون بند کیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"احمر جتنی جلدی ہو سکے گھر پہنچو ایمر جنسی ہے۔"ضویا اسے کب سے فون کر رہی تھی مگر وہ اٹھا ہی نہیں رہا تھا۔

"سوری میرے پر نہیں ہیں !۔"جواب فوراً آیا۔

"کبھی کبھی مسلہ واقع ہی بہت گھمبیر ہوتا ہے ہر وقت مذاق اچھا نہیں ہوتا۔"ضویا نے جل کر کہا۔

"مجھے دیر ہو جائے گی پاپا کے ساتھ ابھی تک آفس میں ہوں۔"احمر نے اپنی مجبوری بتائی۔

"عروش زوار کا گھر چھوڑ کر نجانے کہاں چلی گئی ہے زوار اسے ڈھونڈھنے نکلا ہے اب تم پرستان سے پر بھی لے آؤ گے اور ان شاء اللہ اڑ کے بھی آؤ گے۔"ضویا نے اسے میسج کیا۔

اور اگلے آدھے گھنٹے تک احمر ہانپتا کانپتا اس کے سامنے تھا۔

"ایسا کیسے ہو سکتا ہے عروش ایسا کیوں کرے گی وہ تمہاری طرح عقل سے پیدل بالکل نہیں ہے اسکا تو اور کوئی ٹھکانہ بھی نہیں عروش کا نمبر بھی بند ہے زوار تو کال لے ہی نہیں رہا۔"وہ پریشانی کے عالم میں مسلسل بولتا جا رہا تھا۔

"پانی۔"ضویا نے اسکے سامنے پانی کا گلاس رکھا جسے وہ ایک ہی سانس میں پی گیا تھا۔

"ضویا اس سے پہلے کہ میرا ہارٹ فیل ہو جائے اور تم بھری جوانی میں بیوہ ہو جاو مجھے خدا کے لیے پوری بات بتا دو۔"ضویا نے اسے ماہ روش کی زبانی سنی ساری بات کہہ سنائی۔

"سکندر انکل عروش کے والد۔"احمر کا منہ کھل گیا تھا۔

"وہ شکل سے تو میسنے بالکل نہیں لگتے۔"

"شکل سے تو تم بھی بے وقوف نہیں لگتے۔"

"میں بحث کے موڈ میں بالکل نہیں ہوں لحاظہ اب یہ سوچو کہ محترمہ کو ڈھونڈا کیسے جائے۔"

"زوار سے رابطہ بہت ضروری ہے "۔ضویا نے کہا ۔

"چلو انتظار کرتے ہیں کہ وہ فون تو اٹھائے۔"احمر صوفے پہ نیم دراز ہوا۔

"تمہارے لیے کھانا لاؤں۔"ضویا نے دیکھا وہ بے حد تھکا تھکا سالگ رہا تھا۔

"تم نے مجھ سے کچھ کہا۔"احمر نے چاروں طرف نظریں دوڑا کر حیرانگی سے پوچھا۔

"تمہیں یہاں کوئی اور دکھائی دے رہا ہے۔"وہ چڑ کر بولی ۔

"نہیں تم اور میری وہ بھی عزت اتنی عزت کے کھانا ہی پوچھ لیا اور لانے کی بھی بات کر رہی ہو۔"وہ معصومیت سے بولا ۔

"تمہیں تو عزت ویسے بھی راس نہیں اتنی ٹینشن میں بھی تمہیں یہ سب ڈرامہ کرنا ہے۔"وہ خفگی سے بولی ۔

"اچھا ناراض مت ہو۔"احمر نے اسکا ہاتھ پکڑ کر اسے اپنے قریب بٹھایا ۔

"تم جانتی ہوں نہ کہ زوار میرے لیے کیا ہے کبھی کبھی تو وہ تمہیں اپنی سوتن محسوس ہوتا ہے میں تو بس تمہارا موڈ ٹھیک کرنے کے لیے مذاق کر رہا تھا۔"

"عروش میرے لیے میرا سب کچھ ہے میری دوست میری بہن ہمدرد سب کچھ اگر وہ کسی مصیبت میں ہوئی تو۔"ضویا روہانسے لہجے میں بولی۔

"پلیز کھانا لگا دو بہت بھوک لگی ہے ٹنشن میں تو اور بھی لگتی ہے ہم دونوں کھانا کھا کر گاوں چلتے ہیں اور تو کوئی آپشن ہی نہیں۔"وہ سر ہلاتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"زوار نے شہر کے سبھی ہسپتالوں کو باری باری چیک کیا تھا اور آخر میں وہ اس سرکاری ہسپتال میں کھڑا وہاں عروش کی تصویر دیکھا کر پوچھ رہا تھا کہ یہ لڑکی زخمی حالت میں وہاں آئی ہے ۔

"جی آج صبح بہت سے زخمی لوگوں کے ساتھ یہ بھی آئیں ہیں۔انکی حالت بہت نازک ہے ابھی تک ہوش نہیں آیا ۔"نرس نے اسے تفصیل بتائی۔

زوار کے پیروں تلے کی زمین اسے پل بھر میں غائب ہوتی محسوس ہوئی تھی اسے اپنا آپ خلا میں محسوس ہو رہا تھا۔

"کہاں ہیں یہ۔"زوار نے بمشکل پوچھا آنسوؤں کا گولہ حلق میں اٹک گیا تھا

نرس اسے اپنی رہنمائی میں ایمرجنسی تک لے کے آئی تھی۔خون میں لت پت پٹیوں میں جکڑی کالی چادر اوپر

ڈالے وہ عروش ہی تھی ۔

زوار بے اختیار اس کے قریب بیٹھ کر پھوٹ پھوٹ کر رو دیا

"عروش ایک بار آنکھیں کھول دو ایسے مت کرو۔" وہ مسلسل رو رہا تھا اور کافی دیر رونے کے بعد اٹھ کر وہ باہر آیا تھا۔

"مجھے اپنی مریضہ کو کسی دوسرے ہاسپٹل شفٹ کرنا ہے۔" ڈاکٹر سے اجازت لے کر اس نے احمر کو کال کی تھی۔

وہ لوگ جو گھر سے گاوں کے لیے نکلنے والے تھے اب ان کا رخ ہسپتال کی جانب تھا۔

وہ لوگ اسے وہاں سے ایک اچھے ہسپتال میں منتقل کر چکے تھے۔

جہاں اسکا آپریشن ہوا تھا دماغ پہ گہری چوٹ تھی بازو بھی فریکچر ہوا تھا ۔

وہ پوری رات وہیں رکے تھے زوار کو کسی کل سکون محسوس نہیں ہو رہا تھا وہ جلے پیر کی بلی کی طرح یہاں سے وہاں چکرا رہا تھا ضویا جائے نماز پہ بیٹھی مسلسل اس کے لیے دعا کر رہی تھی احمر البتہ ڈاکٹرز اور میڈیکل اسٹور کے درمیان پھنسا تھا۔

"ڈاکٹر صاحب کسی ہے اب وہ۔" ڈاکٹر آپریشن مکمل کر کے نکلے تو زوار نے بے قراری سے پوچھا۔

"کانچ دماغ کے اندر تک چلا گیا تھا جیسے نکالا تو گیا مگر مکمل نہی،ں اسکا ایک ٹکڑا ابھی بھی اندر تھا جیسے ہم نے کامیابی سے نکال لیا ہے وہ ابھی بھی انڈر ابزرویشن ہیں یہ چوبیں گھنٹے ان کے لیے بہت خاص ہیں یا تو وہ مکمل ٹھیک ہو جائیں گئیں یا پھر کوما میں بھی جا سکتی ہیں باقی زندگی موت تو اللہ کے ہاتھ میں ہے ہمارا کام کوشش کرنا ہے۔" ڈاکٹر اسے تسلی دے کر چلا گیا

""کوما۔" زوار نے زیر لب دہرایا۔

رات کے تقریبا دو بج رہے تھے وہ تینوں ہی خاموشی سے بیٹھے کسی معجزے کے منتظر تھے۔ ملنے کی اجازت نہیں تھی زوار اسے کھڑا مسلسل باہر سے دیکھ رہا تھا۔

صبح فجر کے بعد احمر نے اسے آرام کرنے کا کہا تھا مگر اس نے انکار کر دیا وہ ایک پل کے لیے بھی اس سے الگ نہیں ہونا چاہتا تھا۔

"یہ لوگ کم سے کم بھی آج رات سے پہلے ملنے کی اجازت نہیں دیں گے تم میرے ساتھ گھر چلو ہم کچھ دیر بعد واپس آ جائیں گے۔" احمر نے اسے سمجھایا زوار نے سر انکار میں دائیں بائیں ہلایا۔

"دیکھو اگر تم خود بیمار ہو گئے تو عروش کا خیال کیسے رکھو گے میں نے تیمور سے کہا ہے وہ ابھی آکر رکے گا یہاں پھر ضویا بھی آجائے گی ہم لوگ بھی جلدی واپس آجائیں گے۔" احمر کی بات کا تسلسل زوار کے بجتے موبائل نے توڑا تھا۔

احمر نے اس کا فون اپنے ہاتھ میں لیا۔

"تمہارے بابا کی کال ہے۔"

"انہیں کچھ بھی مت بتانا۔" زوار نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"اسلام و علیکم کیسے ہیں آپ۔۔" احمر نے خود کو نارمل کیا آواز ایسی نکالی جیسے وہ نیند میں ہو۔

"احمر بیٹا کیسے ہو تم ہمارا تو کچھ مت پوچھو شام سے یہ نالائق غائب ہے اسکی ماں رات بھر سے جاگ رہی ہے کہاں ہے زوار۔" انہوں نے اس سے پوچھا اب وہ قدر ریلکس تھے زوار کا فون احمر نے اٹھایا تھا یعنی وہ اس کے پاس تھا۔

"جی انکل کچھ پریشان تھا رات کو ہی آیا تھا ابھی تو سو رہا ہے کہیں تو جگا دوں "۔

"نہیں سونے دو تمہارے پاس ہے ہم مطمئن ہیں اب چلو تم بھی سو جاو اللہ حافظ۔" انہوں نے فون بند کر دیا۔

تیمور کے وہاں پہنچنے کے بعد احمر زبردستی اسے اپنے ساتھ لے گیا تھا۔

زوار جاتے ہی لیٹ گیا نیند نے اسے اپنی مہربان بانہوں میں سمیٹ لیا تھا۔

وہ سو کر تقریباً گیارہ بجے کے قریب اٹھا تھا نہا کر فریش ہوا احمر کی ٹی شرٹ اور پینٹ پہن کر وہ بنا ناشتہ کیئیے ہی ہوسپٹل چلا گیا ضویا اور تیمور وہاں پہلے ہی سے موجود تھے۔

"آپ لوگ اب جاسکتے ہیں میں ہوں یہاں "۔

"نہیں ہم بھی تمہارے ساتھ ہیں ضویا تو ظاہر ہے جائے گی نہیں ۔" تیمور نے اسکے کندھے پہ تھپکی دی۔

وہ مسکرا دیا۔

"کبھی کبھی پرائے بھی اپنوں سے بڑھ کے ساتھ دیتے ہیں اور کبھی کبھی اپنی بھی پرائیوں جیسا سلوک کرتے ہیں۔ میں بہت احسان مند ہوں آپ سب کا۔" زوار نے احساس تشکر سے دونوں کو دیکھا ۔

"تم اب مجھ سے مار کھاوگے ہم تم پہ کوئی احسان نہیں کر رہے عروش میری بہنوں کی طرح ہے ضویا کی سہیلی میری بھی تو بہن ہوئی بچپن سے جانتا ہوں بہت معصوم اور سادہ دل ہے اسکی یہی معصومیت اور سادہ دلی اسکی پہچان ہے بس قسمت نے کبھی اسکا ساتھ نہیں دیا اور اب دیکھو اسے کس حال تک لے آئی " تیمور نے دکھ سے کہا۔

"اسکی یہی معصومیٹ اور سادہ دلی اسے یہاں تک لائی ہے آج کے دور میں جہاں سگے ماں باپ اولاد کی خوشی

کا نہیں سوچتے ہر شخص خود غرضی کی انتہا پہ ہے وہاں انہیں یہ یاد آ گیا کہ مجھے میرے رشتے سے دور نہیں کرنا چاہیے اور خود زندگی سے کتنی دور چلی گئی ہے اسے اندازہ بھی نہیں۔" زوار کی آنکھوں میں آنسو جھلملانے لگے۔

"دعا کرو اللہ سب بہتر کر دے گا آج شام تک اسے ہوش آ جائے گا۔" تیمور نے اسے تسلی دی اس نے سر اثبات میں ہلایا۔

"رات کے نو بجنے والے تھے مگر عروش کو ابھی تک ہوش نہیں آیا تھا ڈاکٹرز نے بارہ بجے تک کا کہا تھا اگر وہ ہوش میں آ گئی تو ٹھیک ورنہ وہ کوما میں چلی جائے گی۔

زوار اسکا ہاتھ تھامے مسلسل قرآنی آیات کا ورد کر رہا تھا ساتھ ساتھ اسے دم بھی کر تا ضویا اور احمر باہر ویٹنگ روم میں تھے احمر گھر سے صبح زوار کا ناشتہ لایا تھا اس نے چند نوالے لیے تب سے اب تک کچھ نہیں کھایا تھا اس نے۔

"عروش دیکھو اگر تم مجھے چھوڑ کر چلی گئیں تو میں بھی زندہ نہیں رہوں گا جیتے جی بھی تو مرا جا ہی سکتا ہے نہ میں زندگی کی ہر خوشی کو الوداع کہہ دوں گا تم نے میرے ساتھ کیا ایک بھی وعدہ نہیں نبھایا میں تم سے ناراض ہوں بہت تم مجھے منانے کے لیے بھی آنکھیں نہیں کھول سکتی دیکھوں مجھے میں کہیں سے بھی تمہیں وہ بظاہر مضبوط دیکھنے والا حوصلہ مند زوار نہیں لگوں گا میں ٹوٹ گیا ہوں مجھے میرے اپنوں نے توڑ ڈالا جن میں تم بھی شامل ہو تم سن رہی ہو نہ بس ایک بار آنکھیں کھولو زندگی کو ایک موقع دو خوشیاں تمہاری منتظر ہیں "۔وہ اسکا ہاتھ تھامے بچوں کی طرح رو رہا تھا اسکا بس نہیں چل رہا تھا کہ کیسے بھی کر کے اسے ٹھیک کر دے۔

رات کے بارہ بج گئے پھر ایک مگر وہ وہ یونہی بے حس و حرکت پڑی رہی ہر گزرتے لمحے کے ساتھ زوار کا حوصلہ پست ہوتا جا رہا تھا وہ موت کی طرف مسلسل محو سفر تھی اور وہ چاہ کہ بھی کچھ نہیں کر پا رہا تھا۔

"ڈاکٹر صاحب آپ کچھ بولتے کیوں نہیں کب تک ہوش آئے گا انہیں "۔ڈاکٹر کافی دیر سے عروش کا معائنہ کر رہے تھے زوار نے بے صبری سے پوچھا۔

"ہمیں بہت امید تھی کہ انہیں ہوش آ جائے گا جیسا کہ آپریشن کامیاب رہا مگر۔" ڈاکٹر کہتے کہتے خاموش ہوا۔

"مگر۔" زوار نے اپنا حلق تر کیا۔

"مگر مجھے بہت افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ یہ کوما میں جا چکی ہیں۔"

ڈاکٹر نے پرفیشنل انداز میں کہتے ہوئے اسکا کندھا تھپکا۔

زوار کو تو گویا کسی نے پھانسی کی سزا سنا دی تھی۔

"ڈاکٹر صاحب یہ کب تک کوما سے باہر آئیں گئیں۔" احمر نے آگے بڑھ کے ڈاکٹر کو روکا۔

"ایک دن بھی لگ سکتا ہے ایک ہفتہ ایک سال یا پھر پوری زندگی بھی کچھ بھی ہو سکتا ہے۔"

ڈاکٹر کہہ کہ رکا نہیں احمر پریشانی سے وہیں کرسی پہ ڈھے سا گیا اس میں اتنی ہمت بھی نہیں تھی کہ وہ زوار کو تسلی دیتا۔

زوار خاموش اسی پوزیشن میں کھڑا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

ماہ روش بے حد پریشان تھی کل سے زوار گھر نہیں آیا تھا۔ اس نے تیمور کو کال کی۔

"زہے نصیب آج آپ نے کیسے یاد کر لیا۔" وہ اسکی فون کال پہ خوش ہوا۔

"بس یونہی دل بہت اداس تھا سوچا بہلا لیا جائے۔"

"چلیں کسی بہانے سے ہی آپ کو ہماری یاد تو آئی۔"

"زوار سے ملاقات ہوئی آپ کی۔"

"ہاں احمر کہ گھر پہ ہوئی تھی ملاقات "۔ زوار نے سب کو حویلی عروش کے ملنے اور ایکسڈینٹ کے بارے میں بتانے سے منع کیا تھا۔

"عروش کے جانے کے بعد وہ بھی حویلی میں نہیں رہے گا یہ تو میں بھی جانتی ہوں "۔ وہ افسردگی سے بولی۔

"عروش اتنی بے وقوف ہے تو نہیں وہ کیوں چھوڑ کر آگئی زوار کو۔" تیمور سارے معاملے سے لاعلم تھا۔

"کبھی کبھی ماں باپ کی ہوئی غلطیاں اولاد کے گلے میں طوق کی طرح لٹکا دی جاتی ہیں جسے گلے میں لے کر انہیں ساری زندگی گھومنا پڑتا ہے "۔ وہ ٹھنڈی سانس بھر کے بولی

"میں سمجھا نہیں "۔

"جس پہ گزرتی ہے وہی سمجھ سکتا ہے جس شخص کو آپ آئیڈیل مانتے ہو جو ہر رشتہ نبھانا بخوبی جانتا ہے جب آپ کو یہ پتہ چلتا ہے کہ رشتے نبھانے میں سب سے زیادہ بددیانتی اسی نے کی ہے تو دل کے ٹکڑے شمار بھی نہیں کئے جاتے۔ دنیا میں آج بھی یہ ہی رسم ہے کرتا کوئی ہے اور بھرتا کوئی اور ہی ہے "

"کیسی الجھی الجھی باتیں کر رہی ہو آج تم گھر کا ماحول ٹھیک نہیں یہ تو میں جانتا ہوں مگر تمہیں تو ہمت کرنی پڑے گی ۔" تیمور نے اسے تسلی دی۔

"ٹھیک کہہ رہے ہیں آپ زندگی بہت مشکل ہے اسے آسان طریقے سے گزارنا چاہیے اگر میں بھی اسطرح ہمت ہار کے بیٹھ گئی تو ہمارا آشیانہ بکھر جائے۔"

"گڈ گرل اب پوری بات بتاو آخر عروش نے ایسا کیوں کیا۔" ماہ روش نے کچھ دیر ٹھہر کے سوچا اور پھر سب کچھ سچ سچ تیمور کو بتا دیا۔

"زندگی ہمیشہ دوسرا موقع نہیں دیتی اور نجانے اب انہیں عروش سے معافی مانگنے کا موقع ملے گا کہ نہیں کیونکے اللہ اپنے حقوق تو معاف کر دیتا ہے مگر بندے کے حقوق تب تک معاف نہیں کرتا جب تو وہ شخص خود زیادتی کرنے والے کو معاف نہ کر دے اسکی تو حق تلفی ہوئی ہے "۔ تیمور نے پوری بات سننے کے بعد کہا اسکے تو وہم و گمان میں بھی یہ بات نہ تھی کہ عروش ماہ روش کی بہن ہو سکتی ہے۔

"اللہ کرے عروش مل جائے ہم اب کبھی اسکی زندگی میں دکھ نہیں آنے دیں گے۔" ماہ روش رو دی۔

"تم دعا کرو اسے زندگی مل جائے "۔ تیمور نے کہہ کر فون بند کر دیا ۔

وہ کافی دیر حیرانگی سے فون کو دیکھتی اس کے آخری جملے کے بارے میں سوچتی رہی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

سکندر صاحب کو اس دن سے ایسی چپ لگی تھی کہ وہ بس اسٹڈی کے ہو کر رہ گئے تھے جائے نماز پہ بیٹھے رہتے کبھی نماز پڑھتے کبھی رونے لگتے سب نے باری باری جا کر پوچھا مگر وہ بالکل خاموش تھے کوئی بات نہ کرتے ۔

"آخری ملاقات زوار کی ہوئی تھی نجانے کیا کہہ گیا کہ کمرے سے نکلنے کا نام ہی نہیں لے رہے "۔

نعیمہ بیگم نے غصے سے کہتے ہوئے پاس بیٹھی ندرت بیگم کو سنایا ۔

"جب سے زوار ان سے مل کے نکلا ہے تب سے گھر سے غائب ہے اب کیا اسکا الزام بھی میں بھائی صاحب کو دے دوں۔" وہ دکھ سے بولیں نعیمہ نے کوئی جواب نہیں دیا۔

"ایک طرف مجھے زوار کی فکر ہے احمر کے گھر پہ ہے مگر کیا پتہ کب اس لڑکی کی تلاش میں کہیں نکل جائے اور دوسری طرف بھائی صاحب نجانے کیوں کمرے میں بند ہو گئے ہیں ۔ مجھے تو سمجھ نہیں آرہا کہ کہاں جاؤں۔" حیدر صاحب ابھی ابھی تھکے ہوئے زمینوں سے واپس آئے تھے وہیں صوفے پہ ڈھے سے گئے ۔

"آپ کے لیے کھانا لاؤں۔" ندرت بیگم فوراً اٹھ کھڑی ہوئیں ۔

"پہلے ایک کپ گرما گرم چائے کھانا بعد میں۔" وہ اٹھ کر اپنے کمرے میں چلے گئے ۔

ندرت ان کے لیے چائے لیکر اپنے کمرے میں گئیں ۔

"زوار کے بابا میرے ضمیر پہ بہت بوجھ ہے میں نے کیوں اس بچی کو مجبور کیا جانے کے لیے جبکہ میں اپنے بیٹے کو جانتی تھی کہ وہ ضد پہ اڑ گیا ہے پیچھے نہیں ہٹے گا۔" وہ دلگرفتگی سے کہتیں ان کے قریب بیٹھ گئیں ۔

"تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ایک دو دن میں خود ہی آ جائے گا شروعات میں تو یہ سب اسنے کرنا ہی تھا بھائی صاحب ٹھیک کہتے ہیں ایک ایسی لڑکی کو کون اپنی بہو مان سکتا ہے جس کے حسب نسب کا کچھ پتہ نہیں "۔وہ چائے کا کپ ہاتھ میں لیتے ہوئے بولے۔

"بیٹے کی خوشی اہمیت رکھتی ہے کہ نہیں۔" وہ غصے سے بولیں ۔

"پھر بھی ایسی لڑکی کو تو قبول نہیں کر سکتے۔" وہ آرام سے چائے پینے لگے ۔

"اگر وہ اسے ڈھونڈھ کے واپس لے آیا تو میں انہیں جدا نہیں ہونے دوں گی اس بار میں ان دونوں کے درمیان نہ خود آوں گی نہ کسی اور کو آنے دوں گی مجھے میرے بیٹے کی خوشی بہت عزیز ہے نجانے کیوں میری عقل پہ پتھر پڑ گئے تھے مگر اب مجھے اپنی غلطی کا احساس ہو گیا ہے۔" وہ غصے سے کہتیں وہاں سے اٹھ گئیں ۔

انہوں نے حیرانگی سے اپنی زوجہ کو دیکھا اور واپس اپنی چائے کی طرف متوجہ ہو گئے۔

"روشنی کے بابا آپ کو کیا ہو گیا ہے کیوں خود کو قید کر لیا ہے آپ سے ایسا کیا کہہ دیا زوار نے کہ بات کو دل پہ ہی لگا لیا ۔

"وہ تو ہے ہی گستاخ چھوڑیں اسے آپ کچھ بولتے کیوں نہیں "۔وہ ان کے پاس کھڑی مسلسل بولتی جا رہی تھیں ۔

"ایک لڑکی تھی اب چلی گئی مشکل ہی ہے کہ زوار کو واپس ملے آپ پریشان نہ ہوں جاتا ہے تو جائے اس کے پاس ہماری روشنی کو رشتوں کی کمی تھوڑی ہے۔" وہ دھیمے لہجے میں بولیں مگر وہ بالکل خاموش تھے ۔

"آپ تو پہلے ہی کم بولتے تھے اب تو آپ کو چپ ہی لگ گئی ہے "وہ پریشانی سے کہتیں وہاں سے چلی گئیں ۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

زوار رات بھر اسکا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر بیٹھا اسے دیکھتا رہا وہ کتنے آرام سے آنکھیں موندیں لیٹی تھی ۔ اسے ان آنکھوں میں ہلکورے کھاتا غصہ یاد آیا اپنے لیے ہمیشہ نارضگی یاد آئی ان آنکھوں کا شرم سے جھکنا ان میں اس کے لیے محبت یاد آئی اب وہ آنکھیں بند تھیں ویران تھیں بالکل اس کے دل کی طرح ۔زوار نے اسکا ہاتھ اپنے ہونٹوں سے لگایا اس ہاتھ میں اسکی دی ہوئی انگوٹھی ابھی بھی موجود تھی۔

جس کے کھو جانے پہ وہ بے حد افسردہ تھی۔

"عروش یہ کیسی محبت ہے جس میں تم نے مجھے چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا میں جانتا ہوں تم مجھے سن سکتی ہو تو ہمت کرو بولنے کی کوشش کرو جواب دو مجھے جب تک تم نہیں بولو گی میں مسلسل تمہارے کان کھاتا رہوں گا بولوں گا بہت بولوں گا۔"

"پھر تم تنگ آ کر بولو کہ خدا کے لیے چپ کر جائیں۔" وہ اپنے آنسوؤں پہ ضبط کیے بیٹھا تھا۔

اور وہ بالکل بے حس و حرکت تھی۔ وہ رات بھر سے ایسے ہی وقفے وقفے سے اس سے باتیں کر تا رہا تھا اذان کی آواز پہ وہ نماز کے لیے اٹھ گیا۔

نماز ادا کرنے کے بعد وہ کافی دیر یونہی خالی خالی نظروں سے اپنے دعا کے لیے اٹھائے گئے ہاتھوں کو دیکھتا رہا تھا۔

"یا اللہ میں تجھ سے تیرے محبوب کے صدقے عروش کی زندگی کی بھیک مانگتا ہوں اسکی کھوئی ہوئی خوشیاں اسے لوٹا دے میری ہر سانس اسکی سانس سے جڑی ہے میری ہر خوشی اس کے ہونے سے مکمل ہے یا اللہ مجھ گنہگار پہ رحم کر۔" وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا وہ نجانے کب تک سجدے میں گرا روتا رہا تھا وہ جب اٹھ کر مسجد سے باہر آیا۔

صبح کا اجالا ہر سو پھیل چکا تھا سورج کی ہلکی ہلکی روشنی پرندوں کی چہچہاہٹ ہر طرف لہاتے پھول اور ٹھنڈی ہوا پرسکون ماحول میں اس نے کھل کے سانس لیا ایک تازگی کا احساس اس کی روح تک معطر کر گیا۔

نماز پڑھ کے ایک عجیب سا سکون محسوس ہوتا ہے اسے آج سمجھ میں آیا تھا۔

وہ اکثر نماز کسی مشکل کے وقت ہی پڑھتا جیسے امتحانوں کے دنوں میں یا پھر جب عروش کی شادی کہیں اور ہو رہی تھی مگر آج سے اس نے عہد کیا تھا کہ وہ نماز باقاعدگی سے پڑھے گا نماز پڑھنے سے دل کتنا ہی مایوس ہو زندگی کی ایک نئی امید جاگتی ہے اللہ کے کلام میں بڑی برکت ہے دل کو تسلی ملتی ہے سکون محسوس ہوتا ہے انسان مایوسی سے بچ جاتا ہے کیا ہوا جو وہ کوما میں تھی وہ زندہ تھی اس کے ٹھیک ہونے کی امید ابھی بھی باقی تھی وہ وہاں سے سیدھا ہسپتال گیا تھا احمر اور ضویا آ چکے تھے اس نے ان کے ساتھ بیٹھ کے ناشتہ کیا۔

"احمر میں ایک کام سے جا رہا ہوں شام تک واپس آ جاؤں گا تم لوگ پلیز عروش کے پاس ہی رہنا وہ انہیں تاکید کرتا وہاں سے چلا گیا۔" جب وہ گاؤں پہنچا تو ظہر کا وقت تھا وہ مسجد میں نماز ادا کرنے گیا۔

"بڑے سائیں کئی دنوں سے نماز کے لیے نہیں آ رہے وہ ٹھیک تو ہیں "۔وہاں پر تقریباً سبھی باقاعدگی سے نماز ادا کرنے آنے والوں نے سکندر صاحب کی غیر حاضری کے بارے میں پوچھا تھا۔

"وہ بڑے بابا کچھ بیمار ہیں آپ لوگ دعا کریں وہ بہت جلد آیا کریں گے۔" وہ سب سے دعا سلام کر کے حویلی کے لیے نکلا۔

"ماں صدقے میرا بیٹا گھر واپس آگیا ہے میں تو آج ہی خیرات کروں گی شکرانے کے نوافل ادا کروں گی۔" ندرت بیگم اسے دیکھ کر کھل اٹھیں۔

"یہ کیا حال بنا رکھا ہے "۔انہوں نے دیکھا اسکی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں شیو بڑھی ہوئی تھی کپڑے بھی میلے تھے۔

"کیوں کیا ہوا ہے مجھے۔" اس نے ان کی آنکھوں میں دیکھا۔

"کپڑے میلے ہیں شیو بڑھی ہے اور آنکھیں دیکھو کیسے سرخ ہو رہی ہیں جیسے کئی راتوں سے سوئے نہیں "۔

"آپ ماں ہیں ناں پہچان لیتی ہیں کہ بیٹا سویا نہیں۔" وہ پھیکی سے مسکراہٹ ہونٹوں پہ سجائے بولا۔

"ماں صدقے مٹی ڈال سب باتوں پر کھانا کھاؤ اور سو جاؤ۔" وہ تڑپ کر بولیں۔

"کھانا زبردستی کھاتا ہوں مگر نیند نہیں آتی کیونکہ کہ میں سونا نہیں چاہتا۔"

""ایسا کیوں کہہ رہے ہو تھوڑا آرام کر لو پھر بات کرتے ہیں۔" انہوں نے اسے سہارہ دے کر کھڑا کیا۔

"تو جناب آگئے واپس آپ کی محبوبہ بھاگ گئی اب ہاتھ نہیں آنے کی۔" نعیمہ بیگم جو کسی کام سے اپنے کمرے سے نکلی تھیں زوار کو دیکھ کر اسی طرف آگئیں۔

"میری بیوی کے بارے میں تمیز سے بات کریں۔" وہ بھڑک اٹھا۔

"وہ چلی گئی ہے اب تو خلع کا نوٹس آئے گا۔"

"خلع ہو گی نہ طلاق ان شاء اللہ بیوہ ہو گی کیونکہ اسے چھوڑ کر میں آپ کی بیٹی سے شادی ہرگز نہیں کروں گا۔" وہ طیش کے عالم میں چلایا۔

"اللہ تمہیں لمبی زندگی دے۔" ندرت بیگم نے دہل کہ سینے پہ ہاتھ رکھا۔

"میری بیٹی کی اتنی توہین کرنا بہت مہنگا پڑے گا تمہیں۔" وہ چبا چبا کر بولیں۔

"توہین! میں توہین نہیں کر رہا آپ لوگ مجھے اسکی توہین کرنے پہ مجبور کر رہے ہیں۔" اب کے اسکا لہجہ دھیما تھا۔۔

"تم نے توہین تو کی ہے ایک ایسی لڑکی جس کے گھر خاندان کا کوئی اتہ پتہ نہیں اسکو سکندر عثمان شاہ کی بیٹی کے برابر لا کھڑا کیا۔"

"ایسا میں نے نہیں تقدیر نے کیا ہے کیونکے وہ بھی اتنی ہی حیثیت رکھتی ہے جتنی ماہ روش مگر وہ آپ لوگوں کی طرح کم ظرف نہیں ہے "۔وہ کہہ کر اپنے کمرے کی جانب بڑھا۔

"وہ تمہاری بیوی ہے بس میری بیٹی کی برابرای کی اوقات نہیں ہے اسکی۔" وہ تنک کر بولیں۔

"کیا اوقات ہے کیا حثیت ہے میں ابھی بتاتا ہوں آپ کو۔" وہ وہیں سے واپس پلٹا ۔

"چلیں میرے ساتھ۔" وہ انکا ہاتھ تھام کر انہیں اسٹڈی تک لایا۔

ندرت بیگم ان دونوں کے پیچھے تھیں۔

نعیمہ زوار سے بہت محبت کرتی تھیں مگر جب سے اس نے رشتے سے انکار کیا تھا دونوں میاں بیوی اسکے دشمن ہی بن گئے تھے۔

"بڑے بابا آپ نے بتایا نہیں اپنی پیاری بیگم کو ۔"اس نے جائے نماز پہ بیٹھے سکندر صاحب کو بغور دیکھا۔

انہوں نے کرب سے آنکھیں موند لیں ۔

"ارے آپ کیوں بتائیں گے آپ تو اب بھی یہی چاہیں گے کہ اس بات پہ پردہ پڑا رہے۔کس کس گناہ کو اور کب تک چھپائیں گے آپ نے سب کو دھوکے میں رکھا کسی کا حق اسکی جائز خوشیاں چھینی ہیں اور آپ بیٹھے اللہ سے معافی مانگ رہے ہیں وہ کیسے معاف کر دے جب تک آپ کو وہ لوگ معاف نہیں کرتے جن سے آپ نے زیادتی کی ہے جن کا جائز حق چھینا ہے حق تلفی کی ہے۔" وہ غصے میں تھا اور بولتا چلا جا رہا یہ سوچے بنا کہ سامنے والوں کہ دل پہ کیا گزر رہی تھی۔

سکندر صاحب نے کرب سے آنکھیں بند کر لیں آنسو ٹوٹ کر ان کی ہتھیلی پہ گرنے لگے۔

"اوو تو آپ رو بھی لیتے ہیں میں تو زندگی بھر آپ کو یونہی غصے میں سب پہ رعب جماتے دیکھا ہے آپ روتے بھی ہیں واہ نئی خبر ہے۔" وہ ہنسا۔

ندرت بیگم رو دیں اسکی ذہنی حالت ٹھیک معلوم نہیں ہو رہی تھی۔

"آپ کو یہاں بیٹھنے کی رونے کی گڑگڑانے کی کیا ضرورت ہے خدا کے اختیارات تو آپ نے سنبھال رکھے ہیں آپ لوگوں کی زندگیوں کے فیصلے کرنے لگے ہیں نہ۔" وہ ان کے قریب نیچے بیٹھ گیا۔

نعیمہ بیگم حیرانگی سے کھڑی سب دیکھ رہی تھیں ۔

زوار اور سکندر سے اسطرح بات انہیں یقین نہیں آ رہا تھا۔

سکندر صاحب نے نفی میں گردن ہلائی۔

"آپ کی وجہ سے محض آپ کی وجہ سے وہ گھر چھوڑ کر گئی جانتے ہیں کہاں گئی۔" وہ ان کے قریب ہوا ان کے رونے میں اور شدت آگئی۔

"زوار بس بہت ہو گیا تمہارا ڈرامہ اس دو ٹکے کی لڑکی کے لیے تم میرے سامنے میرے شوہر کی بے عزتی کرو مجھ سے برداشت نہیں ہو گا چلو یہاں سے۔" نعیمہ بیگم نے اسے بازو سے پکڑ اٹھانے کی کوشش کی۔

وہ ہنسا اور ہنستا چلا گیا۔

"وہ دو ٹکی کی لڑکی آپ کے اس محبوب شوہر کی بیٹی ہے عروش سکندر ولد سکندر عثمان شاہ "۔وہ مسکرایا ۔

نعیمہ بیگم کے ہاتھ کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی۔

"یہ کیا کہہ رہا ہے سکندر اسکا دماغ خراب ہو چکا ہے یہ کیسی باتیں کرنے لگا ہے ندرت اسے لے کر جائیں یہاں سے۔" وہ غصے سے بولیں ۔

"آپ کو لگتا ہے میں جھوٹ بول رہا ہوں تو ٹھیک ہے سچ یہ آپ کو بتائیں گے بڑے بابا اب تو بتانا پڑے گا۔" وہ بچوں کی طرح بولا۔

ان کے آنسو اور بھی روانی سے گرنے لگے۔

"آپ بتائیں خالہ جانی کو آپ نے ان سے پہلے درمکنون سے اپنی پسند کی شادی کی پھر اسے اور اسکی بیٹی کو چھوڑ کر یہاں بھاگ آئے اور ان سے شادی کر لی۔"

"سکندر کہہ دیں یہ سب جھوٹ ہے بکواس ہے اسکا دماغ خراب ہو چکا ہے۔"نعیمہ بیگم ان کے پاس بیٹھ کر انہیں جھنجوڑنے لگیں ۔

"ہاں شاید میں پاگل ہونے ہی والا ہوں اور اس سب میں آپ سب کا ہاتھ ہے آپ نے مجھے میری محبت سے دور کر دیا میں کوئی سکندر شاہ تھوڑی ہوں جو نارمل ہو جاؤں۔" اس نے ایک ملامتی نگاہ ان پہ ڈالی۔

"سکندر کچھ بولیں میرا دل پھٹ جائے گا آپکی خاموشی میری جان لے لے گ"۔" وہ رونے لگیں ۔

"یہ سچ کہہ رہا ہے عروش بیٹی ہے میری۔" وہ بولے چاروں جانب سکوت چھا گیا۔

ندرت نے اپنے منہ پہ ہاتھ رکھ کے اپنی چیخ کا گلا گھونٹا۔

نعیمہ بیگم کو لگا آسمان ان کے سر کہ اوپر آگرا ہے اور وہ اس کے بوجھ تلے دب گئی ہیں ۔

"اتنا بڑا دھوکا۔" وہ بولیں تو انکو اپنی آواز کسی کنویں سے آتی محسوس ہوئی۔وہ روتے ہوئے اس کمرے سے چلی

گئیں ۔

ندرت دروازے کو تھامے وہیں کھڑی تھیں ۔

"زوار تمہیں تمہاری محبت کا واسطہ ایک بار میری بیٹی کو ڈھونڈھ کے لا دو میں کبھی اسے گم نہیں ہونے دوں گا۔"انہوں نے روتے ہوئے زوار کو کہا۔

"اسے ڈھونڈ کر کیا کہیں گے کہ کیا ثبوت ہے کہ تم میری بیٹی ہو۔" وہ تلخی سے بولا۔

"نہیں اس سے ہاتھ جوڑ کر اپنی زیادتیوں کی معافی مانگوں گا۔"انہوں نے دونوں ہاتھ اس کے سامنے جوڑے۔

"وہ اب اس حالت میں نہیں ہے کہ آپکو معاف کر سکے۔"وہ کہتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔

"کیا مطلب۔"وہ الجھے۔

"یہاں سے جانے کے بعد اسکا بہت برا ایکسڈینٹ ہوا تھا۔"آنسو پھر سے زوار کی آنکھیں میں تیرنے لگے۔

"وہ ٹھیک تو ہے "۔سکندر صاحب نے دل پہ ہاتھ رکھا۔

"اسکی بس سانسیں چل رہی ہیں جو کسی بھی وقت ختم ہو سکتی ہیں۔"وہ رو دیا۔

"یا اللہ میری بچی پہ رحم کر۔"وہ اپنے سن ہوتے وجود کہ ساتھ وہیں ڈھے سے گئے۔

"اور اس سب کے ذمے دار آپ ہیں وہ آپ کی وجہ سے گئی نہ وہ جاتی اور نہ وہ اس حال کو پہنچتی کتنے ظالم ہیں آپ اگر اسے کچھ ہوا تو میں آپ کو کبھی معاف نہیں کرونگا۔درمکنون نے تو آپکو معاف نہیں کیا تھا اب آپ دعا کریں کہ عروش اس قابل ہو سکے کہ آپ اس سے معافی مانگ لیں۔ورنہ کئی لوگوں کی زندگیاں اور خوشیاں تباہ کرنے کی معافی آپکو کبھی نہیں ملے گی اور اس بوجھ کو لے کر آپ جی نہیں پائیں گے۔"وہ اپنے آنسو صاف کرتا وہاں سے نکل کر سیدھا اپنے کمرے تک گیا۔

سکندر صاحب سجدے میں سر رکھ کر پھوٹ پھوٹ کر رو دیئے۔

زوار نے اپنی کچھ ضروری چیزیں پیک کرنا شروع کیں۔

"زوار مجھے معاف کر دو۔"ندرت کی آنسوں سے ڈوبی آواز پر وہ پیچھے مڑا ۔

"اماں آپ کیوں معافی مانگ رہی ہیں۔"وہ حیران ہوا۔

"اگر میں اسے جانے کے لیے مجبور نہ کرتی تو وہ نہ جاتی میں نے اسے اسکی مری ہوئی ماں کی قسم دے کر کہا کہ اگر وہ تم سے سچی محبت کرتی ہے تو تمہیں چھوڑ کر چلی جائے پھر اپنا دوپٹہ اسکے قدموں میں رکھا وہ کیسے انکار کرتی۔"وہ اور زور

سے رونے لگیں۔

زوار گم صم سا کھڑا انہیں دیکھے گیا۔

"اماں آپ بھی۔" وہ بولا تو اسکے لہجے میں دکھ تھا۔

"بیٹا مجھے معاف کر دو انا والی تھی اس لیے چلی گئی بہت بڑا ظرف تھا اسکا کہ تمہیں کچھ نہ بتایا۔"

"اماں وہ اسی خاندان کا خون ہے چاہے وہ اس بات سے انجان رہی ہے مگر خون کا اثر تو ہوتا ہے اس میں بہت سی عادتیں بڑے بابا جیسی ہیں مگر اعلی ظرفی اسکی ماں کی طرف سے ملی ہے اسے آپ سب لوگوں نے نجانے کیوں اس کے لیے اپنا دل اتنا چھوٹا کر لیا کہ وہ چاہ کہ بھی جگہ نہ بنا پائی۔وہ کوما میں ہے اور میں اس کے پاس جا رہا ہوں تب تک واپس نہیں آوں گا جب تک وہ ٹھیک نہیں ہو جاتی۔" وہ کہہ کر اپنا سامان لے کر چلا گیا۔

حیدر صاحب کو ندرت بیگم نے فون کر کے فورا آنے کے لیے کہا تھا زوار اپنے کمرے سے نکلا تو حیدر صاحب سے مدبھیڑ ہو گئی۔

"یہ کوئی شاپنگ سینٹر ہے کہ شاپنگ کی بل پے کیا اور چل دیئے۔یا کوئی ہوٹل ہے آئے رکے اور چیک آوٹ کر گئے۔" وہ اسے بیگ کندھے پہ لٹکائے دیکھ کر طنزیہ لہجے میں بولے۔

"آپ کہتے ہیں تو نہیں لیتا کپڑے احمر کے ہی استعمال کر لوں گا۔"اس نے بیگم نیچے زمین پہ پٹخا۔

"پچھلے تین دن میں تم نے پانچ لاکھ خرچ کیے ہیں کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ کس لیے میری محنت کی کمائی کو اسطرح اڑایا جا رہا ہے۔"

"آپ غصہ کیوں ہو رہے ہیں پہلے اسکی بات تو سن لیں "۔ندرت بیگم درمیان میں بولیں۔

"کیا بات سنوں غصے میں ہے مجھے تنگ کرنے کے لیے ہی استعمال کیے ہوں گے اور کیا۔"

"نہیں وہ عروش کہ علاج پہ خرچ ہوئے ہیں اور ابھی مزید کی ضرورت ہے "ندرت بیگم نے جلدی جلدی کہا۔

"کیوں کیا ہوا اسے "۔انہوں نے اب کے ذرا دھیمے لہجے میں کہا۔

"یہاں سے جاتے ہوئے ایکسڈنٹ ہوا ہے کوما میں ہے۔"

"کیا۔" وہ حیران ہوئے۔

"آپ کو بڑے سائیں بلا رہے ہیں "۔حلیمہ بی نے حیدر صاحب کو پیغام دیا اور فورا چلی گئی۔

"میں بھائی صاحب سے مل لوں میرے آنے تک تم کہیں نہیں جاؤ گے۔" وہ اسے رکنے کی تاکید کرتے اسٹڈی میں

چلے گئے۔

"زوار آپ آ گئے کیا ہوا عروش ملی۔" ماہ روش زوار کی آواز سن کے کمرے سے باہر نکلی ۔

"ہاں مل گئی۔" وہ آہستگی سے کہتا صوفے پہ ٹکا۔

ندرت بیگم نعیمہ بیگم کے کمرے تک گئیں دروازہ بند تھا۔

"تو اسے واپس لے آتے۔" وہ پر جوش ہوئی ۔

"وہ اس حالت میں نہیں کہ اسے کہیں لایا لے جایا جا سکے۔"

"کیا مطلب "۔

"عروش کوما میں ہے۔" زوار نے ٹھنڈی سانس بھری۔

"یا اللہ رحم۔" ماہ روش نے پریشانی کے عالم میں اپنے سینے پہ ہاتھ رکھا اسکے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی تھی۔ اسکی بہن اس حال کو پہنچ گئی اس کا دل کٹ سا گیا۔

"وہ ٹھیک تو ہو جائے گی ناں۔" ماہ روش کی آنکھیں پانیوں سے بھر سی گئیں ۔

"اسے دعا کی بہت ضرورت ہے اپنی بہن کے لیے دعا کرو گی ناں ۔" وہ آس سے پوچھ رہا تھا۔

ماہ روش نے روتے ہوئے سر اثبات میں ہلایا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"بھائی صاحب یہ کیا حالت بنا رکھی ہے آپ نے ۔" حیدر صاحب انہیں دیکھ کر پریشان ہو اٹھے۔

"حیدر وعدہ کرو تم میرا ساتھ نہیں چھوڑو گے ۔" انہوں نے حیدر کا بازو مضبوطی سے تھاما۔

"بھائی صاحب آپ کے ہر فیصلے کو ہمیشہ میں نے دل سے مانا ہے۔ آپ ایسی باتیں کیوں کر رہے ہیں ۔" وہ حیرانگی سے انہیں دیکھتے ان کے قریب بیٹھے۔

"میری بیٹی کو کچھ ہوا تو میں خود کو کبھی معاف نہیں کر پاؤں گا ۔" وہ رو دیئے۔

"ماہ روش کو کچھ نہیں ہو گا۔ سمجھ دار بچی ہے اتنی سی بات کو دل پہ نہیں لگائے گی ۔" وہ سمجھے کہ سکندر صاحب ماہ روش کی بات کر رہے ہیں کہ زوار کی چھپ کے شادی سے اسے بہت تکلیف پہنچی ہے۔

"میں ماہ روش کی نہیں عروش کی بات کر رہا ہوں ۔" وہ مجرموں کی طرح سر جھکائے بولے۔

"عروش کی۔؟" وہ حیران ہوئے۔

"جب میں دو سال حویلی نہیں آیا تھا۔ تب میں نے در مکنون سے شادی کر لی تھی۔ ہم بہت خوش تھے جب تم نے کہا کہ آغا جان کی طبعیت ٹھیک نہیں تو میں دری کو بنا بتائے تمہارے ساتھ آ گیا۔ اور آغا جان نے مجھے قسموں وعدوں کی زنجیروں میں ایسا جکڑا کے میں چاہ کہ بھی کچھ نہ کر پایا۔ وہ تو سالوں پہلے منوں مٹی تلے جا سوئی اور میں بے خبر رہا اس نے مجھے معاف نہیں کیا حیدر روز محشر جب مجھ سے سوال کیا جائے گا کہ کیا تم نے اپنی بیوی کے ساتھ انصاف کیا تو میں کیا جواب دوں گا اور میری بے انصافی میری سزا بن کے میرے سامنے آئے گی۔ میں در مکنون سے تو معافی نہ مانگ سکا کیونکہ میں بہت بزدل تھا مگر عروش کو اپنی آنکھوں کے سامنے زندگی ہارتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا۔" وہ مسلسل روئے جا رہے تھے اور حیدر صاحب کسی مجسمے کی مانند ساکت بیٹھے تھے۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ سکندر صاحب کی ماضی میں کوئی بیوی اور بیٹی تھی۔

"آپ نے بہت غلط کیا اپنی اولاد کو کوئی یوں پھینکتا ہے بھلا۔" وہ کہنا چاہتے تھے مگر سکندر صاحب کی زرد پڑتی رنگت نے انکی زبان پھسلنے سے روکی۔

"میری بیٹی کو کچھ ہوا تو میں زندہ نہیں رہ پاؤں گا۔ ایک بار مجھے اس کے پاس لے جاؤ۔" وہ سینے پہ ہاتھ رکھے درد کی شدت سے دہرے ہوئے جا رہے تھے۔

"بھائی صاحب آپ ٹھیک تو ہیں۔ کیا ہوا آپکو۔" حیدر صاحب نے فکر مندی سے انہیں سیدھا کیا انکی سانس اکھڑنے لگی تھی۔

"زوار زوار گاڑی نکالو۔ دینو جلدی آؤ۔" وہ دروازے کے قریب جا کر چلائے اور واپس آ کر انہیں سہارہ دیا۔ دینو تقریباً بھاگتے ہوئے آیا تھا۔ دینو اور حیدر صاحب نے سکندر صاحب کو سہارہ دے کر کھڑا کیا۔ انکی رنگت زرد پڑ چکی تھی اور آنکھیں بند کئے وہ نیم بے ہوشی کی حالت میں تھے۔ زوار اس کے پیچھے تھا اندر کا منظر دیکھ کر وہ بھی پریشان ہو اٹھا۔

"زوار جلدی کرو۔" حیدر صاحب نے اسے کہا تو وہ فوراً گاڑی کی جانب بھاگا۔ وہ انہیں لے کر ہاسپٹل پہنچے تھے۔ ڈاکٹرز کا کہنا تھا کہ میجر ہارٹ اٹیک تھا اگر بروقت ہاسپٹل نہ پہنچتے تو انکی جان کو خطرہ تھا ڈاکٹرز نے بائی پاس کا کہا تھا۔

زوار کا ایک پاؤں بڑے بابا اور دوسرا عروش کی کمرے میں تھا۔ احمر اور تیمور نے اسکی بہت مدد کی تھی فہد بھی پیچھے نہیں رہا تھا اسے جیسے ہی وقت ملتا وہ آ جاتا۔

"مما بابا کو ہارٹ اٹیک ہوا ہے۔" ماہ روش نے روتے ہوئے نعیمہ بیگم کو بتایا۔ مگر وہ اپنی پہلے والی پوزیشن میں ہی

بیٹھی رہیں جیسے کوئی بڑی خبر نہ ہو۔

"مما آپ ایسے ری ایکٹ کیوں کر رہی ہیں میں مانتی ہوں بابا نے جھوٹ بولا مگر آپ سے کبھی کوئی بے ایمانی نہیں کی۔ آپ کی حق تلفی نہیں ہوئی عروش کی مما کی ہوئی ہے ہم گزرے وقت کو واپس نہیں لا سکتے مگر آنے والے وقت کو بہتر بنا سکتے ہیں۔ آپ بابا کو معاف کر دیں وہ زندگی اور موت کی کشمکش میں ہیں انکو آپکا یہ رویہ بہت تکلیف دے گا۔" وہ پاس بیٹھی انہیں سمجھانے لگی۔

"جب اتنا لمبا عرصہ آپ اسی زعم میں گزارتے ہیں کہ آپکا شوہر آپ کے سوا کسی اور نہیں چاہتا اسکی زندگی میں آپ کے سوا کوئی نہیں اور وقت آنے پہ پتہ چلتا ہے کہ آپ سے تو کبھی اس نے محبت کی ہی نہیں تھی۔ محبت تو کسی اور سے کی بس مجبوری کو ساری عمر محبت کا نام دے کر نبھاتے رہے تو بہت تکلیف ہوتی ہے ماہ روش۔ اس اذیت کا اندازہ تم نہیں لگا سکتیں کیونکہ تم بیٹی ہو بیوی نہیں میں تمہیں ملنے سے نہیں روکوں گی۔ وہ تمہارے بابا ہیں تم شوق سے ملو مگر مجھے مجبور مت کرو میں اس شخص کی شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتی جس نے میری عزت نفس کی دھجیاں بکھیر کے رکھ دیں۔ مجھے دھوکہ دیا جھوٹ بولا۔" وہ اب رونے لگیں تھیں۔

"آپ بالکل ٹھیک کہہ رہی ہیں مگر ایک پل کے لیے آپ اس عورت کا بھی تو سوچیں جس کے ساتھ زیادتی ہوئی۔ اس بچی کا جس کی بچپن ہی چھن گیا نہ باپ تھا اور نہ ماں رہی۔"

"اسکی تو سوچ رہی ہوں۔ اس پہ تو میں سوتن بن کے آئی تھی کیسے سہہ گئی وہ کیوں احتجاج نہیں کیا۔ کیوں غم کو پاک کر دنیا سے رخصت ہو گئی۔ میں تو تمہارے باپ کو معاف کر دوں گی۔ وہ کس کس سے معافی مانگیں گے کون کون معاف کرے گا انہیں کیوں کیا انہوں نے ایسا کیوں۔"

"آپ ہمت رکھیں انہیں اس وقت ہماری ضرورت ہے۔ جب ٹھیک ہو جائیں گے تب ہم ان سے پوچھیں گے۔" ماہ روش نے انہیں اپنے گلے لگاتے ہوئے تسلی دی۔ زوار بے حد تھکا ہوا تھا مگر احمر کے لاکھ اصرار پر نہ تو وہ گھر جانے کے لیے مانا اور نہ ہی سونے کے لیے۔ وہ ابھی بھی عروش کے پاس بیٹھا اسے دیکھنے میں محو تھا۔

"تمہیں پتہ ہے تم بہت خوبصورت ہو میں جب بھی تمہیں دیکھتا تو کھو جاتا تھا اور تم! تو بطور خاص مجھے اگنور کیا کرتیں تھیں مجھے بہت برا لگتا تھا۔" وہ پھیکی سی مسکان چہرے پہ سجائے بولا۔

"مگر پھر بھی میں تم سے دور جانے پہ کبھی خود کو اور اپنے دل کو رضامند نہیں کر پایا۔ مجھ تم سے بہت سے سوالوں کے جواب چاہئیں مگر تم ہو کہ بولتی ہی نہیں۔" اس نے بات کرتے ہوئے ساکت پڑے اس کے وجود کو سر تا دیکھا۔

"تمہیں پتہ ہے تمہارے گھر پہ میں کیوں رکا تھا وجہ یہ نہیں تھی کہ گھر پسند آیا تھا۔ اس گھر کی مکین تم تھی یہی بات بھا گئی مجھے تم سے محبت میں۔ میں اس قدر آگے نکل جاؤں گا مجھے اندازہ نہیں تھا۔ خیر یہ سب باتیں چھوڑو تمہیں اس سے کیا مطلب کہ میں تم سے کتنی محبت کرتا ہوں۔ تمہیں تو اپنی محبت ثابت کرنی تھی مجھے چھوڑ کے بھاگ گئیں۔" وہ ناراضگی سے بولا۔

"میں نے مان لیا کہ تم مجھ سے سچی محبت کرتی ہو اب خدا کے لیے ٹھیک ہو جاؤ۔ تم ٹھیک ہو جاؤ تو ہم ہنی مون پہ جائیں گے۔ کہاں یہ تم بتانا چلو میں بتاتا ہوں سوئٹزرلینڈ نہیں پیرس۔ تمہیں یہ نہیں پسند میں جانتا ہوں تمہیں کیا پسند ہے۔" وہ دھیرے سے مسکرایا۔

"تم مصر جانا چاہتی ہو نہ کیونکے شاویز اور ماہی کی ملاقات وہیں ہوئی تھی۔" وہ عروش کا ہاتھ اپنے ہاتھ کی گرفت میں لیتے ہوئے محبت سے بولا۔ "وہ لوگ الگ الگ گئے تھے ہم ایک ساتھ جائیں گے۔ اگر مصر بھی نہیں جانا تو بتاؤ کہاں جانا ہے۔" وہ جانتا تھا وہ اسے سن سکتی ہے۔ اس لیے وہ اس سے باتیں کرتا رہتا تھا۔

"زوار ہمیں سیف انکل کو بتانا چاہیے عروش کے بارے میں کہیں اور پتہ چلا تو بہت ناراض ہوں گے۔" فہد کمرے میں آیا تو زوار خاموش ہو گیا۔ وہ اپنی رائے دیتا قریب رکھی کرسی پہ بیٹھ گیا۔

"ٹھیک ہے تم انہیں بتا دو۔" زوار نے آہستگی سے سر اثبات میں ہلاتے ہوئے اسے اجازت دی۔ وہ ایک نظر عروش پہ ڈال کر وہاں سے چلا گیا۔

"تمہارے لیے سب کتنے فکر مند ہیں اور ایک تم ہو کسی کی کوئی فکر ہی نہیں۔ بڑے بابا کی طبعیت بہت خراب ہے عروش۔ میں انہیں تکلیف میں نہیں دیکھ سکتا۔ میں تمہیں بھی تکلیف میں نہیں دیکھ سکتا میں تو دہری اذیت کا شکار ہو گیا ہوں بتاؤ کس کے کندھے پہ سر رکھ کے روؤں۔" وہ اپنے آنسو اپنے اندر اتارتے ہوئے بمشکل الفاظ کو ادا کر رہا تھا۔ اور پھر اسکا ہاتھ تھامے بیڈ کی پائنتی پہ سر رکھے روتے ہوئے نجانے کب اسکی آنکھ لگ گئی۔

"زوار اٹھو جلدی۔" اسکی آنکھ احمر کے جگانے پر کھلی تھی۔

"کیا ہوا۔" زوار نے آنکھوں کو بمشکل کھولتے ہوئے اسکی جانب دیکھا۔

"انکل کی طبعیت بہت خراب ہے عجیب عجیب سی باتیں اور حرکتیں کر رہے ہیں۔ تم چلو۔" وہ اسے ساتھ لے کر سکندر صاحب کے کمرے میں آیا۔

"زوار مجھے معاف کر دو دیکھو جب تک تم معاف نہیں کرو گے میں ہاتھ نہیں کھولو گا۔" انہوں نے اپنے دونوں

ہاتھ اس کے سامنے جوڑ دیئے۔ وہ تڑپ کے آگے بڑھا اور انکے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیتے ہوئے اپنی آنکھوں سے لگا لیئے۔

"بڑے بابا مجھے آپ سے کوئی شکایت نہیں۔" زوار نے اپنا دل بڑا کر لیا تھا انکو الزام دینے کا کوئی فائدہ تو تھا نہیں الٹا نقصان ہی ہوتا۔

"میری بیٹی مجھے معاف نہیں کرے گی۔ دیکھو نیمہ نے بھی معاف نہیں کیا وہ مجھ سے ملنے تک نہیں آئی۔" وہ اب پچھتاوے کی گرفت میں تھے ان کا اس سب سے باہر آنا فلحال بہت مشکل تھا۔

"سب لوگ آئیں گے سب آپ کو معاف کر دیں گے آپ پریشان نہ ہوں۔" زوار نے انہیں تسلی دی۔ ڈاکٹر نے انہیں نیند کا انجکشن دے دیا تھا۔ وہ اب پرسکون نیند سو رہے تھے۔

اگلی صبح ندرت بیگم کے ساتھ ماہ روش آئی تھی مگر نعیمہ بیگم نہیں۔ ندرت بیگم دوپہر کے وقت حیدر صاحب کے ساتھ واپس چلی گئیں تھیں۔ جبکہ ماہ روش ضویا کے پاس رک گئی تھی۔ سکندر صاحب کی طبعیت اب پہلے سے بہتر تھی ماہ روش ان کے پاس بیٹھی۔ ادھر ادھر کی باتیں کرتی ساتھ ساتھ انہیں فروٹ کھلا رہی تھی۔ وہ خاموشی سے بس اسکی باتیں سنتے رہے۔

"روشنی تم بھی اپنے بابا سے ناراض ہو۔" وہ اسکی جانب بغور دیکھتے ہوئے بولے۔

"بالکل نہیں میں آپ سے ناراض نہیں ہوں۔" وہ مسکرائی۔

"تمہیں سب سن کے برا تو لگا ہوگا۔"

"ہاں تھوڑا سا مگر زیادہ عروش کے لیے لگا۔" وہ سر جھکائے دھیرے سے بولی۔

"مجھے معاف کر دو۔" وہ رو دیئے۔

"آپ کو مجھ سے معافی مانگنے کی ضرورت نہیں ہے آپ نے میرے ساتھ تو کبھی کوئی زیادتی نہیں کی۔" وہ تڑپ اٹھی۔

"میں بہت نادم ہوں۔ میں نے زندگی میں بہت غلطیاں کیئں ہیں گناہ کیئیے ہیں تمہاری ماں بھی تو ناراض ہے مجھ سے۔"

"امی ٹھیک ہو جائیں گئیں بس کچھ وقت لگے گا اور عروش بھی بہت جلد ٹھیک ہو جائے گی۔" ماہ روش نے انکا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے پیار سے سہلایا۔

"مجھے عروش سے ملنا ہے۔" انہوں نے آس سے ماہ روش کو دیکھا۔

"میں زوار سے کہتی ہوں ڈاکٹر سے پوچھ لے۔ آپ کو میں ملوالاؤں گی۔" ماہ روش نے انکے چہرے کی جانب دیکھا وہاں پہلے والا رعب مفقود تھا۔ چند دنوں میں وہ مرجھا کہ رہ گئے تھے۔ ماہ روش اٹھ کر کمرے سے باہر آگئی اسکا رخ عروش کے کمرے کی جانب تھا۔

وہ زوار کی تلاش میں آئی تھی مگر وہ وہاں نہیں تھا۔ عروش کی حالت دیکھ کر ماہ روش کا دل کٹ سا گیا

"عروش۔" ماہ روش نے اسکے قریب بیٹھتے ہوئے آہستگی سے اسکا نام پکارا۔

"میں نہیں بدلی عروش حقیقت جان کر تم بدل گئی ہو۔ ہم سب سے منہ موڑ لیا ایسا تو نہیں کرتے یار۔" وہ رو دی۔ مگر عروش یونہی ساکت بے حس و حرکت پڑی رہی۔

"تم میری بہن ہو جان کر مجھے بالکل دکھ نہیں ہوا نہ جیلسی محسوس ہوئی۔ بس اس بات کی تکلیف ہوئی کہ تم اپنے حق سے ہمیشہ محروم رہیں اور سچ جان کر بھی کوئی سٹینڈ نہیں لیا۔ کوئی اتنی بے لوث محبت کیسے کر سکتا ہے کسی سے۔ عروش تم جلدی سے ٹھیک ہو جاؤ تمہیں اس حال میں دیکھنا ہم سب کے لیے بہت تکلیف دے ہے۔" وہ اسکا ہاتھ تھامے بیٹھی روتی رہی مگر اسے تو جیسے ان سب کے آنسوؤں کی کوئی پرواہ ہی نہیں تھی۔ زوار ڈاکٹر سے پرمیشن لے کر سکندر صاحب کو عروش کے کمرے تک لے آیا تھا۔

"عروش میری بچی۔" وہ اسکے قریب بیٹھ کر رونے لگے۔ آنسو عروش کہ ہاتھ پہ گرتے رہے مگر وہ تو کوئی مومی گڑیا بن گئی تھ۔ اس کے سامنے چاہے کتنا رولو اسے تو کوئی فرق ہی نہیں پڑ رہا تھا۔

"عروش ایک بار آنکھیں کھولو۔ مجھ سے لڑو جھگڑو شکواہ کرو ایک بار آنکھیں کھولو۔ میرے کئیے کی سزا در مکنون نے خود کو دی اب تم ایسا مت کرو میرے حصے کی ندامتیں مجھے جھیلنے دو۔ میری سزا مجھے کاٹنے دو خود کو اذیت مت دو۔" وہ اسکا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے اور شدت سے رونے لگے۔ زوار اور ماہ روش قریب کھڑے تھے کسی نے انہیں رونے سے منع نہیں کیا۔

"تم مجھے معاف بالکل مت کرنا۔ میں اس قابل ہوں ہی نہیں کہ مجھے معاف کیا جائے مگر تم خوش رہو گی تو مجھے خوشی ہو گی۔ سکون ملے گا میں اپنی کہی ساری باتوں پہ نادم ہوں۔ میں تمہارے اور زوار کے درمیان کسی کو نہیں آنے دوں گا۔" عروش انہوں نے اسکا ہاتھ اپنے ہونٹوں سے لگائے کہا۔ مگر اس کے ہاتھ نے جنبش تک نہیں کی۔ "اپنی جوان بیٹی کو اس حال میں دیکھنا کتنا اذیت ناک ہوتا ہے کوئی مجھ سے پوچھے جب آپ اپنی بیٹی کو برسوں بعد ملے ہوں۔"

"بابا بس کر دیں آپکی طبعیت خراب ہو جائے گی۔" ماہ روش نے انکے کندھے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے انہیں چپ

کروانے کی کوشش کی۔ وہ سر اثبات میں ہلاتے اپنے آنسو صاف کرنے لگے۔ سیف صاحب کو جیسے ہی اطلاع ملی وہ فوراً ہسپتال پہنچے تھے۔ فہد نے انہیں ساری کہانی من و عن سنائی تھی۔ وہ تو یہ سن کر شاکڈ رہ گئے تھے۔ کہ سکندر عثمان زوار کے تایا عروش کے والد محترم تھے۔ یہ سن کر وہ بے حد اپ سیٹ ہوئے تھے رہی سہی کسر عروش کے کوما میں جانے کی خبر سن کر پوری ہو گئی تھی۔ وہ سیدھا عروش کے کمرے میں آئے فہد ان کے پیچھے تھا۔ سکندر صاحب عروش کا ہاتھ تھامے یک ٹک اسکا چہرہ دیکھنے میں محو تھے۔

"میں نے اپنی بیٹی اتنے غیر ذمے دار شخص کے حوالے کی تھی۔ مجھے اندازہ نہیں تھا۔" وہ آتے ہی زوار کے سر ہوئے۔ وہ خاموش رہا۔

"اتنے دنوں سے وہ کوما میں ہے اور تم نے مجھے بتانا تک ضروری نہیں سمجھا چاہے کچھ بھی ہو میں باپ ہوں اسکا۔ حق رکھتا ہوں سوال کرنے کا۔" وہ بے حد غصے میں تھے۔

"آئی ایم سوری انکل مجھے پریشانی میں دھیان ہی نہیں رہا۔" اس کا انداز معذرت خواہ تھا۔

"پریشانی میں بھی تمہیں ان لوگوں کا خیال رہا جن کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔" سیف صاحب نے غیض بھری نظروں سے سکندر صاحب کو دیکھا۔ وہ یونہی خاموشی سے سر جھکائے بیٹھے رہے۔

"تمہیں کیا لگتا ہے اگر بنا در مکنون کے بتائے میں تمہیں ڈھونڈھنے کی کوشش کرتا تو تم مجھے نہیں ملتے کیا؟۔" وہ اب سکندر صاحب کے سامنے کھڑے ہوئے تھے۔ انہوں نے نظریں اٹھا کر سیف صاحب کو دیکھا۔

"میں تمہاری شکل دیکھنے کا بھی روادار نہیں تھا۔ اسی لیے میں نے تمہیں کبھی تلاش ہی نہیں کیا۔ جس شخص نے میری در مکنون کو مجھ سے چھین کے برباد کیا۔ اسے تو میں کبھی دیکھنا نہیں چاہتا تھا تم کیوں میری اور میری بیٹی کی زندگی میں موت بن کر واپس آ گئے ہو۔ پہلے در مکنون کی زندگی کو جونک بن کے چمٹ گئے اور اب اسکی۔" جذباتیت سے کہتے عروش کی جانب اشارہ کیا۔

"یہ بیٹی ہے میری میں کیوں چاہوں گا کہ اسے کچھ ہو۔ اسے کچھ ہوا تو میں زندہ کیسے رہوں گا۔" وہ پریشانی سے گویا ہوئے۔

"در مکنون کا باپ اسی غم میں مر گیا کہ اسکی بیٹی کی زندگی برباد ہو گئی۔ کیوں وہ کسی کی بیٹی نہیں تھی؟ اسکا خیال تو تمہیں ایک بار بھی نہ آیا۔ اسکو چھوڑو تمہیں تو اپنی بیٹی کا بھی خیال نہ آیا جب تم نہیں تھے تب میں نے اسے اپنے سینے سے لگایا بیٹی کہا نہیں سمجھا بھی بس ایک غلطی ہوئی کہ اسکی شادی انجانے میں تمہارے گھٹیا خاندان میں کر دی۔" وہ آگ بھگولہ

ہو رہے تھے۔

"مجھے معاف کر دو میں تو نجانے کس کس کا گنہگار ہوں۔" وہ آہستگی سے کہتے عروش کے قریب سے اٹھے۔

"مجھ سے کیوں معافی مانگتے ہو معافی تو اس بدنصیب سے مانگو جس نے تا عمر تمہاری اولاد ہونے کی سزا کاٹی ہے۔ کیونکہ وہ ایک بزدل باپ کی بیٹی تھی۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو میری کم ہمتی اور بزدلی نے مجھ سمیت کئی زندگیاں برباد کر دیں۔" وہ خود کلامی کے انداز میں کہتے کمرے سے باہر چلے گئے۔ماہ روش فوراً ان کے پیچھے لپکی۔

"انکل ہم سب آپ سے بہت شرمندہ ہیں۔" زوار ان کے قریب آرکا۔

"تمہاری شرمندگی میری بیٹی کو ٹھیک کر سکتی ہے۔" انہوں نے اسے گھورا۔وہ سر جھکا گیا۔

"عروش بیٹا دیکھو میں آگیا ہوں۔ مجھ سے بھی بات نہیں کرو گی اپنے بابا سے۔" انہوں نے بمشکل اپنے آنسو روک رکھے تھے۔

"یا تمہیں تمہارے بابا مل گئے ہیں اور اب میری ضرورت نہیں رہی۔" لہجے میں اب کے خفگی نمایاں تھی۔عروش کے بائیں ہاتھ کی انگلی نے حرکت کی تھی۔

"بس یہ تھی تمہاری محبت میری محبت میں تو کبھی کوئی کمی نہیں رہی کہ تم اپنا باپ ہی بدل لو اور تمہارا شوہر اس نے تو مجھے بتانے تک کی ضروت محسوس نہیں کی کہ تم اس حال میں ہو۔" وہ بس پاس بیٹھے اس سے باتیں کیئیے جا رہے تھے۔ دائیاں ہاتھ پٹیوں میں جکڑا تھا۔ دائیں ہاتھ کی انگلی نے پھر سے حرکت کی اب کے یہ حرکت زوار نے نوٹس کر لی تھی۔

"انکل عروش کا ہاتھ ہلا ابھی میں نے دیکھا۔" وہ خوشی سے چلایا۔

"عروش کم آن تم کر سکتی ہو۔ اس سب سے باہر آنا ہو گا تمہیں۔" زوار اس کے قریب کھڑا بول رہا تھا۔ہاں وہ سن سکتی تھی نہ دیکھ سکتی تھی نہ بول سکتی تھی اس کے اپنے اس کے قریب تھے وہ ان سے بات کرنا چاہتی تھی مگر بے بس تھی۔ زوار نے بہت کوشش کی مگر پھر سے اسکے جسم کے کسی عضو نے حرکت نہیں کی۔

"یہ کافی جلدی ریکور کر رہی ہیں امید ہے جلدی ٹھیک ہو جائیں گی۔" ڈاکٹر نے عروش کا تفصیلی معائنہ کرتے ہوئے کہا۔

"کب تک ٹھیک ہو جائیں گیں۔" زوار کو بے چینی لاحق تھی اسکا بس چلتا تو ایک منٹ کی دیر بھی نہ کرتا۔

"اس کے بارے میں ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔ آپ دعا کریں۔" ڈاکٹر کہہ کر چلا گیا۔

"عروش تم دیکھ رہی ہو ڈاکٹرز بھی کہہ رہے ہیں کہ تم جلدی ریکور کر رہی ہو۔ بس تم جلدی سے ٹھیک ہو جاؤ۔" وہ دل سے خوش تھا۔ "بڑے بابا نے کہا ہے کہ وہ تب تک آپریشن نہیں کروائیں گے جب تک تم ٹھیک نہیں ہو جاتیں۔" وہ اس کے قریب بیٹھا باتیں کر رہا تھا وہ سنتے ہوئے بھی بس ان سنی کر رہی تھی۔ سکندر صاحب بضد تھے جب تک عروش ٹھیک نہیں ہو جاتی وہ آپریشن نہیں کروائیں گے۔ ڈاکٹرز ان کی طرف سے مطمئن تھے اس لیے وہ گھر چلے گئے تھے۔ ماہ روش نے البتہ بہت کوشش کی کہ وہ بائی پاس کے لیے مان جائیں مگر وہ نہ مانے۔

نعیمہ بیگم نے ان کے گھر آنے کو بھی زیادہ اہمیت نہیں دی تھی۔ وہ اپنے کمرے میں بند رہیں اور وہ اسٹڈی میں ان کی دیکھ بھال ماہ روش ہی کرتی رہی۔

"وہ لڑکا احمر کا سالا تھا جو ہسپتال میں احمر کے ساتھ ملنے آیا تھا۔" سکندر صاحب نے تیمور کی بابت پوچھا وہ اس سے حویلی میں سرسری سی ہوئی ملاقات کو بھول چکے تھے۔

"جی۔" وہ سر جھکائے پھل کاٹتی رہی۔

"تم اسی کے بارے میں بات کر رہی تھیں نا اس دن۔" انہوں نے روشنی کو بغور دیکھا۔ پھل کاٹتا اسکا ہاتھ ایک پل کے لیے تھما پھر اس نے سر اثبات میں ہلا دیا۔

"تم زوار سے جان چھڑانے کے لیے اسکا نام لے رہیں تھیں۔" وہ اپنی پوری تسلی کرنا چاہتے تھے۔

"بالکل نہیں بابا شادی کوئی کھیل نہیں جس کے لیے میں یونہی کسی راہ چلتے کا انتخاب کر لوں گی۔" اس نے اب کی انکی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"تمہاری ماں اگر مان جائے تو مجھے تمہاری خوشی سے بڑھ کر اور کچھ نہیں چاہیے۔" وہ مسکرائے۔

"تھینک یو سو مچ بابا۔" وہ ان کے سینے پہ سر ٹکائے کھکھلائی۔

"تمہاری ماں کو منا لوں گا میں۔" انہوں نے اسکا سر سہلایا۔ اس کا راستہ آسان ہو گیا تھا وہ دل سے خوش تھی اللہ نے اسکا مقدر ایسے شخص سے جوڑا تھا۔ جو دل سے اسکا قدردان تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"عروش میں تو پہلے ہی بہت خائف تھا تمہارے کم بولنے پر اب تو بالکل خاموش ہو گئی ہو۔ کچھ تو کہو کوئی بات تو کرو۔ میں اکیلے باتیں کرتے کرتے تنگ آ گیا ہوں۔ تمہارے لیے ایک رنگ پسند کی ہے میں نے۔" بات کرتے کرتے اسکی نظر اسکے ہاتھ پہ جا رکی۔ "اب تم یہ سوچ رہی ہو گی کہ میں نے وہ خرید لی ہے تو تم غلط ہو تم خود جا کر لو میں کیوں لے

کر آؤں۔" وہ بچوں کی طرح بولا۔
"اور مصر بھی میں اکیلا گھوم آؤں گا تمہیں آ کر سارا سفر نامہ سنا دوں گا۔" وہ منہ بناتے ہوئے بول رہا تھا۔"تم لیٹے لیٹے بور نہیں ہو گئیں۔ اٹھو واک پہ چلتے ہیں میری کتنی خواہش تمہارا ہاتھ تھام کہ کسی سنسان سڑک پہ رات گئے چہل قدمی کرنے کی مگر تمہیں تو میری کوئی بات اہم نہیں لگتی۔" وہ اسکے چہرے کی جانب دیکھ رہا تھا وہ آنکھیں موندے لب سیئے خاموش لیٹی تھی۔ وہ اسکا ہاتھ تھامے کرسی پہ بیٹھا بیڈ کی پائنتی سے سر ٹکائے بیٹھا رہا رات کے کس پہر اسکی آنکھ لگی اسے پتہ ہی نہیں چلا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"نعیمہ میری بات سنو۔" سکندر صاحب اپنے کمرے میں داخل ہوئے۔ جب نعیمہ بیگم انہیں دیکھ کر اٹھ کھڑی ہوئیں ان کا رخ باہر کی جانب تھا۔ سکندر صاحب نے انکا بازو تھام کر انہیں جانے سے روکا۔
"اب سننے کو کچھ بچا ہی نہیں اس دن سب سن لیا تھا میں نے۔" انکے لہجے میں نمی تھی۔
"سننے سنانے کو بہت کچھ باقی ہے۔ میری ندامتیں پچھتاوے گناہ غلطیاں تم تو میری شریک حیات ہو۔ ہم دکھ سکھ ساتھ کاٹنے کا وعدہ کیا ہے۔ اب تم مجھے اس بھنور میں اکیلا کیسے چھوڑ سکتی ہو۔" انہوں نے التجائیہ لہجے میں کہتے ہوئے انہیں اپنے پاس بٹھایا۔ وہ نا چاہتے ہوئے بھی بیٹھ گئیں۔
"آپ نے میری محبت کی تذلیل کی ہے۔ اتنا بڑا دھوکہ اتنی بڑی بات مجھ سے چھپا کے رکھی۔ میرا مان میری انا کو ٹھیس پہنچائی ہے کل جہاں میری بیٹی ہوتی آج وہاں میری سوتن کی بیٹی ہے۔" وہ غصے سے بولیں۔
"میں نے ہمیشہ تمہاری محبت کی قدر کی ہے اگر نہ کرتا تو آغا جان کی وفات کے بعد تمہیں چھوڑ کر در مکنون کے پاس جانا میرے لیے بہت آسان تھا۔ مگر تم سے اور آغا جان سے کیئیے وعدے نبھانے کی خاطر میں در مکنون سے کیئیے عہد بھول گیا۔
"اپنی بیٹی کی زندگی کو محرومیوں سے بھر دیا آپ کی زندگی میں تو کبھی کوئی دکھ نہیں آنے دیا میں نے۔ رہی بات عروش کی تو میں نہیں جانتا تھا کہ وہ میرا خون میری بیٹی ہے زوار نے تو بہت پہلے اس سے نکاح کر لیا تھا۔ میں تو اس سے کہی باتوں پہ بے حد نادم ہوں کیسے نظریں ملاؤں گا۔" وہ انکی طرف دیکھتے ہوئے بولے۔
"بہر حال آپ نے مجھے اور اپنی پہلی بیوی دونوں کو دھوکہ دیا کیسے سہا ہو گا اس نے میں تو اس دن سے یہی سوچ رہی ہوں کہ جب مجھ سے سہن نہ ہوا تو کیسے سہا ہو گا اس نے۔" وہ اب رونے لگیں تھیں۔ وہ نادم سے سر جھکائے بیٹھے

رہے اس ایک سوال کا جواب تو ان کے پاس بھی نہیں تھا اس ایک گناہ کا کفارہ تو وہ بھی ادا نہیں کر سکتے تھے۔

"تم عروش کو میری بیٹی سمجھ کے بے شک مت اپناؤ مگر وہ اس گھر کی بہو ہے اس سے تمہیں انکار نہیں کرنا چاہیے ہماری بیٹی کے حق میں اللہ نے کچھ اس سے زیادہ بہتر لکھا ہو گا۔"

"میرے نہ اپنانے سے حیثیت بدل تو نہیں جائے گی وہ اس گھر کی بیٹی بھی ہے اور اب بہو بھی۔" وہ آہستگی سے بولیں۔

"ہمیں ماہ روش کی بات پہ غور کرنا چاہیے ایک بار تیمور سے ملنا چاہیے۔" انہوں نے موقع دیکھ کر بات کی۔ نعیمہ بیگم نے سر اثبات میں ہلایا۔

"تم نے مجھے معاف کر دیا۔" انہوں بے آس بھری نظریں ان پہ جمائیں۔

"یہ اتنا آسان نہیں ہے وقت لگے گا۔" وہ کہہ کر باہر چلی گئیں۔

"چلو اتنے دنوں بعد بات تو کی۔" سکندر صاحب نے سوچتے ہوئے سر صوفے کی پشت سے ٹکایا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

عروش کا سانس اکھڑنے لگا تھا اسے آکسیجن ماسک تو لگا تھا مگر پھر بھی اسکے دل کی دھڑکن بہت تیز تھی۔ اسکا سانس بہت اکھڑ گیا تھا۔ اپنا بائیاں ہاتھ اس نے ہلانے کی کوشش کی مگر وہ ناکام رہی۔ اسکا ذہن اب تاریکی سے نکلنا شروع ہو گیا تھا۔ وہ ہوش کی دنیا میں واپس آنے لگی تھی اس نے سانس لینے کی کوشش کی مگر وہ ناکام رہی اسے اپنا ذہن واپس تاریکی میں جاتا محسوس ہو۔ اس نے اپنی پوری قوت سے اپنا ہاتھ ہلانا چاہا مگر وہ کسی کی گرفت میں تھا وہ ایسا نہیں کر سکی۔ اسکے جسم کو اب جھٹکے لگنے لگے تھے اسے سانس لینے میں بے حد دشواری محسوس ہو رہی تھی۔ زوار کی آنکھ اسکے ہاتھ کو ہلانے سے فوراً کھل گئی تھی۔ پہلے تو اسے اپنا وہم محسوس ہوا مگر جب اس نے آنکھیں پوری کھولیں تو وہ مزید پھیل گئیں تھیں۔ عروش ہی حالت بہت خراب تھی اسے سانس لینے میں دشواری ہو رہی تھی اسکا جسم جھٹکے کھا رہا تھا وہ فوراً باہر کی جانب بھاگا۔

ڈیوٹی پہ موجود ڈاکٹر فوراً اس کے ساتھ آیا تھا اس نے اسکا آکسیجن ماسک ٹھیک کیا اور چیک اپ کہ بعد اسے انجکشن دے دیا وہ اب پھر سے پر سکون ہو چکی تھی۔

"کیا ہوا ڈاکٹر صاحب۔" اس نے فکر مندی سے پوچھا۔

"مبارک ہو آپکی مریضہ کوما سے باہر آچکی ہیں مگر ابھی مکمل صحت یاب نہیں ہوئیں۔ انہیں میں نے نیند کا انجکشن

دے دیا ہے کل صبح جب یہ اٹھیں گئیں تو مکمل ٹھیک ہوں گیں۔" ڈاکٹر پروفیشنل انداز میں کہتا چلا گیا۔

"یا اللہ تیرا شکر ہے۔" زوار کا دل بلیوں اچھلنے لگا وہ فوراً وضو کر کے جائے نماز پہ کھڑا ہو گیا۔ تہجد پڑھنے کے بعد اس نے شکرانے کے نوافل ادا کیئیے تھے۔ وہ خوش تھا بے حد خوش اسے وہیں بیٹھے ہی فجر کی آذان ہو گئی وہ نماز پڑھنے مسجد کی جانب چل دیا۔ اسے صبح کا انتظار تھا بے صبری سے۔ نماز پڑھنے کے بعد اس نے سب کو فون پہ خوش خبری دی تھی۔ اس لیے صبح ہی صبح ہسپتال میں گہما گہمی ہو گئی تھی۔

"لگتا ہے کسی کی بارات آگئی ہے۔" وہ سب کو ایک ساتھ پارکینگ ایریا میں دیکھ کر ہنس پڑا۔ ضویا، احمر، بسمہ، ساحر، صبا، باسم، تیمور، فہد، روزی سب ایک ساتھ ہی آئے باقی سب تھوڑی دیر بعد آنے والے تھے۔

"آپ نے تو اپنی بارات میں شامل کیا نہیں ہم نے سوچا ہم خود ہو جاتے ہیں۔" باسم ہنسا۔ وہ لوگ اسلام آباد گئے تھے اس لیے پہلے نہیں آسکے۔

"میری تو شادی ہی دنیا سے نرالی تھی اب کون کون سے دکھ سناؤں۔" وہ آہ بھر کے بولا۔

"آج موڈ بہت فریش ہے تمہارا۔" احمر نے اسکا کندھا تھپکا۔

"واقعی ہی لگتا ہے صدیوں کی مسافت کے بعد آج سکون ملا ہے۔" وہ ٹھنڈی سانس ہوا کے سپرد کرتے ہوئے مسکرایا۔

"یہ کون ہیں فہد بھائی۔" بسمہ نے روزی کی طرف اشارہ کیا۔ وہ فہد کے ساتھ آئی تھی اور ان لوگوں سے مل بھی پہلی بار رہی تھی۔

"یہ ان کی ہونے والی نصف بہتر ہیں۔" احمر نے فہد کو آنکھ ماری۔

"یہ نصف بہتر کونسا رشتہ ہوتا ہے۔" بسمہ نے نا سمجھی سے احمر کو دیکھا۔

"وہی جو آپکا اور میرا ہونے والا ہے۔" ساحر نے اسکے کان کے قریب سرگوشی کی۔ جواباً بسمہ نے اسے گھورا۔

"تم نے منگنی کر لی بتایا بھی نہیں۔" زوار نے فہد کو گھورا۔

"ایسی سچویشن میں ملے کیا بتاتا۔ بس بات پکی ہوئی ہے رسم نہیں ہوئی۔" وہ مسکرا دیا۔

ماہ روش سکندر صاحب ندرت بیگم اور حیدر صاحب بھی پہنچ گئے تھے۔ تیمور نے کن آکھیوں سے ماہ روش کو دیکھا پھر فوراً سکندر صاحب سے جا کر سلام کیا۔ انہوں نے اسے خوش اسلوبی سے گلے لگایا۔

"اتنے لوگوں کو وہ لوگ ایک ساتھ تو جانے نہیں دیں گے۔" زوار پریشان ہوا اٹھا۔

"چلو گروپس بنا لو باری باری چلتے ہیں۔" ضویا نے کہا۔

"تم لوگوں کو ایک ساتھ آنے کا مشورہ کس نے دیا تھا۔" زوار نے احمر گھورا اس نے سر کھجایا۔ بسمہ، صبا، ساحر، باسم اس سے مل کر جلدی واپس چلے گئے تھے۔ وہ بس سب کو دیکھ کر مسکرا رہی تھی فوری طور پہ اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ ہوا کیا ہے اور یہاں کیوں ہے۔ روزی بھی اس سے مل کر فہد کے ساتھ ہی واپس چلی گئی۔

"بابا آپ بھی چلیں۔" ماہ روش نے سکندر صاحب کو پکارا وہ اور زوار بس خاموشی سے بیٹھے تھے۔

"تم مل لو میں بعد میں مل لوں گا۔" وہ سر ہلاتی کمرے میں چلی گئی۔ ندرت اور حیدر صاحب بھی اس سے مل کر واپس چلے گئے تھے۔ ماہ روش ان کے ساتھ نہیں گئی تھی۔

"شکر ہے تم ٹھیک ہو گئیں ہم کتنے پریشان ہو گئے تھے تمہیں لے کر۔" احمر نے ٹھنڈا سانس بھرتے ہوئے کرسی کی پشت گاہ سے ٹیک لگائی۔

"کہہ تو ایسے رہے ہو جیسے راتیں اس کے سرہانے کاٹی ہوں۔" ضویا نے اسے گھورا۔

"میں نے نہیں کسی اور نے تو ایک رات یہاں سے کہیں اور نہیں۔" گزاری وہ شرارت سے بولا۔ عروش کی نظر دروازے کی جانب اٹھی صبح سے سبھی آئے تھے سوائے اسکے۔ ماہ روش کمرے میں داخل ہوئی عروش اسے دیکھتی رہی دروازہ بند ہوا وہ اسکے پیچھے بھی نہیں تھا اس نے مایوسی سے سر جھکا لیا۔

"تم سے ایسی حماقت کی توقع نہیں تھی۔ منہ اٹھایا اور اکیلی نکل آئیں اگر تمہیں کچھ ہو جاتا تو۔" ضویا اسے ڈانٹ رہی تھی۔ اور وہ مسکرا رہی تھی۔

"ہنستے ہوئے شرم تو بالکل نہیں آ رہی ہو گی۔" ضویا نے اسے کھا جانے والی نظروں سے گھورا۔

"جس کے اتنے پیار کرنے والے رشتے ہوں۔ جو اس کے لیے ہر وقت دعا گو ہوں اسے کیسے کچھ ہو سکتا ہے۔" وہ مسکرا دی۔

"زیادہ نہ فلسفہ جھاڑنے کی ضرورت نہیں تم مانو کہ تم نے غلط کیا ہے۔" ضویا بضد تھی۔

"ہاں بالکل ضویا کا آڈر ہے اگر آپ صحیح بھی ہیں تب بھی آپ خود کو غلط ثابت کریں۔" احمر نے لقمہ دیا۔

"تم اپنا منہ بند رکھو۔" اس نے دانت پیسے۔ وہ ہنس دیا۔ ماہ روش ان کے قریب آ کر بیٹھ گئی۔

"اب کیسی طبیعت ہے۔" ماہ روش نے آہستگی سے پوچھا۔

"میں ٹھیک ہوں عروش مسکرائی۔

"تمہارے ساتھ جو رشتہ ہے اسکی حقیقت جان کر مجھے تم سے اور بھی محبت ہو گئی ہے۔ میں تمہاری مجرم ہوں۔ تمہارے حصے کی ساری محبتیں ساری عمر میں سمیٹتی رہی۔" وہ رو دی۔ عروش نے آگے بڑھ کے اسے گلے سے لگایا۔

"جو کچھ بھی ہوا انجانے میں ہوا۔ ہم گزرے ہوئے وقت کو واپس نہیں لا سکتے مگر آنے والے وقت کو حسین بنا سکتے ہیں۔" وہ اسے گلے سے لگائے پیار سے سمجھانے لگی۔

"عروش بابا کو معاف کر دینا پلیز۔" ماہ روش کے بال سہلاتا عروش کا ہاتھ وہیں تھم گیا تھا۔ وہ پیچھے ہٹی۔

"میں کون ہوتی ہوں سزا دینے والی معاف کرنے والی وہ تو اللہ کی ذات ہے۔" وہ سپاٹ لہجے میں بولی۔

"جب تک تم معاف نہیں کرو گی انہیں چین نہیں آئے گا۔"

"روشنی کوئی اور بات کرو۔" عروش نے بات بدل دی۔ وہ بھی خاموش ہو گئی۔ پھر وہ باری باری تینوں وہاں سے چلے گئے۔

سکندر صاحب کافی سوبچار کے بعد جب کمرہ خالی ہو گیا تو وہ کمرے میں گئے تھے۔ وہ سر تکئیے پہ ٹکائے آنکھیں موندے نیم دراز تھی۔ دروازہ کھلنے کی آواز پہ اس نے آنکھیں کھول کر آنے والے کو دیکھا اور پھر چہرہ موڑ لیا یہ ان سے ناراضگی کا واضح اظہار تھا انکا دل کٹ سا گیا۔ مگر وہ پھر آکر اسکے قریب بیٹھ گئے۔

"میں جانتا ہوں تم میری شکل دیکھنے کی بھی روادار نہیں ہو۔" عروش کا دل چاہا کہ وہ چلا کے کہے کہ ایسا نہیں ہے۔ "مگر مجھے تو تم سے ملنا تھا باتیں کرنی تھیں۔" مجھے بھی تو بہت باتیں کرنی تھیں۔ آپ سے آپ اتنے سال کہاں تھے اسکا دل بھر آنے لگا۔

"تم مجھ سے بات بالکل مت کرو اور مجھے معاف بھی مت کرنا۔ تم مجھے سزا دو گی تو ہی شاید میں جی پاؤں گا۔" وہ بول رہے تھے عروش کے دل کو کچھ ہونے لگا۔

"میں نے وہ سب جو تم سے کہا اس بات کو لے کر میں بے حد شرمندہ ہوں۔ میں ایسا کیسے کہہ سکتا ہوں تم سے یا کسی کی بھی بیٹی سے میں کون ہوتا ہوں کسی کی پاکدامنی پہ انگلی اٹھانے والا کسی کے کردار پہ کیچڑ اچھالنے والا یہ سوچے سمجھے بغیر کے سامنے کھڑی لڑکی میرا ہی خون ہے۔" وہ اب رونے لگے تھے آنسو عروش کی آنکھوں سے بھی بہہ نکلے۔

"تم مجھ سے لڑو جھگڑو مگر یوں خاموش مت رہو۔ جب درمکنون مجھ سے ناراض ہوتی تھی تو وہ بھی یونہی چہرہ موڑ کر خاموش ہو جاتی تھی۔" عروش کے رونے میں اور بھی شدت آ گئی تھی۔

"میں نے اس معصوم محبت کرنے والی لڑکی کو مار ڈالا میں قاتل ہوں اسکا مجھے سزا دو عروش۔"

"آپ کو سزا دینے کا اختیار میں نہیں رکھتی۔" وہ اب سیدھی ہو بیٹھی تھی آنکھوں سے آنسو مسلسل بہہ رہے تھے۔"اگر رکھتی تو شاید میں تب بھی کم سے کم آپ کو سزا نہ دے پاتی۔ اس شخص کو جس سے میری ماں نے بے لوث محبت کی اپنا آپ گنوا دیا۔ خود کو ختم کر ڈالا آپ نے کیوں کیا ان کے ساتھ ایسا کوئی اتنا ظالم کیسے ہو سکتا ہے۔" وہ ہذیانی انداز چلائی۔ وہ خاموش رہے۔

"بولتے کیوں نہیں؟ کیا قصور تھا میرا مجھے کیوں دوسروں کے رحم و کرم پہ چھوڑا۔ پانچ سال کی تھی جب مما چلی گئیں راتوں کو اٹھ اٹھ کر انہیں تلاش کرتی تھی۔ انکی بازو پہ سر رکھ کے سونے کی عادت تھی۔ جب مائیں نہ رہیں تو بچوں کا آخری سہارہ انکا باپ ہوتا ہے۔ کہاں تھے آپ جواب دیں۔ جب رات کو ڈر کے مارے میری آنکھ کھلتی تھی تو میرے پاس نہ میری ماں ہوتی تھی نہ میرا باپ۔ ایسے میں اگر بابا مجھے نہ سنبھالتے تو میں مر چکی ہوتی۔ اتنی باہمت نہیں تھی میں۔ میری شخصیت کو ختم کر ڈالا آپ نے۔ مجھ میں خود اعتمادی کی کمی ہے تو صرف آپکی وجہ سے زندگی کے ہر موڑ پہ جب جب مجھے آپکی ضرورت تھی آپ نہیں تھے۔ کس کس بات کا جواب مانگوں گی میں کس کس بات کا جواب دیں گے آپ۔" وہ سر جھکائے مسلسل رو رہے تھے۔ اور وہ بہتے آنسوں کے ساتھ بولتی جا رہی تھی۔

"میرے باپ نے مجھ سے قسم لی تھی کہ ان کی وفات کے بعد بھی کبھی تم لوگوں سے رابطہ نہیں کروں گا۔" وہ آہستگی سے سر جھکائے اپنے جرم کا اقرار کرنے لگے۔

"باپ کی فرماں برداری سے تو جنت نہیں ملتی بیوی اور اولاد کے بھی تو کچھ حقوق ہوتے ہیں۔"

"در مکنون کا اور تمہارہ مجرم ہوں مگر گزرے وقت کو واپس نہیں لا سکتا۔ مجھے اپنے اس باپ کو اتنا حق دے دو کہ ایک بار تمہیں سینے سے لگا سکوں۔" انہوں ے دونوں ہاتھ اس کے سامنے باندھے۔ بابا وہ تڑپ اٹھی اس نے اپنا سر ان کے ہاتھوں پہ ٹکا دیا۔ انہوں نے اسے اپنی مہربان بانہوں میں سمیٹ لیا۔ انکا لمس پا کر وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی کتنا ترسی تھی وہ اس سب کے لیے۔

"میں تمہارا مجرم ہوں گہنگار ہوں۔" وہ بولتے رہے روتے رہے۔

"اب اور نہیں میں نے بہت رو لیا زندگی میں گزرے وقت پہ اب اور ماتم نہیں کروں گی میں۔" عروش نے ان سے الگ ہوتے ہوئے اپنے ہاتھ سے ان کے آنسو صاف کیئیے۔

"جو ہونا تھا ہو گیا آنے والے کل کو ہم بہترین بنائیں گے۔ اس پہ کبھی اپنے گزرے ہوئے کل کی پرچھائی نہیں پڑنے دیں۔" وہ جب طول چکی رو چکی تو اب دل کا غبار کچھ کم ہو گیا تھا۔

"اللہ کرے تم یونہی خوش رہو کبھی کوئی غم تمہیں چھو کر نہ گزرے ۔" انہوں نے اسکے سر پہ ہاتھ رکھ کر دعا دی۔

"میں نے آپکو معاف کیا ۔" عروش نے مسکراتے ہوئے کہا وہ اٹھ کر چلے گئے۔ زوار دروازے پہ کھڑا ان کی ساری گفتگو سے مستفید ہو تا رہا تھا۔ احمر اور ضویا کینٹین چلے گئے تھے ضویا کو بھوک لگ رہی تھی۔

"تم بھوک کی بہت کچی ہو قسم سے ۔" احمر نے سینڈوچ اور چائے اسکی سامنے رکھتے ہوئے منہ بنایا۔

"تمہاری جیب سے نہیں کھاؤں گی۔ مروت ۔" وہ تڑخی۔

"موٹی ہو جاؤ گی کھا کھا کر۔" وہ چڑ کر بولا۔

"بیویوں میں ویسے بھی تم شوہروں کو عیب ہی نظر آتے ہیں۔ یاد کرو جب میں مان نہیں رہی تھی کیسے روز بر گر سینڈوچ کافی وغیرہ لے کر تم میرے پیچھے گھومتے تھے ۔"

"ہائے جب عقل پہ پتھر پڑ جائیں ۔" احمر نے آہ بھری۔

"اچھا تو اب عشق کا بھوت اتر گیا سر سے۔ خیر سے نکاح جو ہو گیا۔" وہ آگ بگولہ ہوئی۔

"بس دور کے ڈھول ہی سہانے لگتے ہیں ۔" اس نے آگ پہ تیل چھڑکا۔

"اب کرنا تم رخصتی کی بات تمہارا قتل نہ کیا تو ضویا نام نہیں میرا۔" وہ جل کے خاک ہوئی سینڈوچ وہیں پٹخا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔

"اس ڈھول کو تو تاعمر میں اپنے گلے میں ڈال کر بجانے کے لیے تیار ہوں ۔" احمر نے اسکا ہاتھ تھاما۔

"ہاتھ چھوڑو ورنہ شور مچا کہ کہوں گی کہ یہ مجھے چھیڑ رہا ہے ۔" وہ غرائی۔

"میں نکاح نامہ دیکھا دوں گا نکاح کی تصویریں بھی ہیں ۔" وہ ہونٹوں کی خراش میں شرارت بھری مسکراہٹ دبائے بولا۔ وہ اسے کھا جانے والی نگاہوں سے گھورتی وہیں واپس بیٹھ گئی۔

"ضویا میں نے تم سے جتنی محبت کی ہے آج سے پہلے کسی سے نہیں کی۔ تمہارا جو مقام میری زندگی میں ہے وہ نہ آج سے پہلے کسی کا تھا نہ کبھی کسی کا ہو سکتا ہے ۔" وہ اسکا ہاتھ تھامے اسے اپنی محبت کی یقین دہانی پھر سے کروا رہا تھا۔

"میں نے بھی اگر اپنی زندگی میں کسی کو چاہا ہے تو وہ تم ہو احمر نیازی۔ ضویا حسن کی زندگی کا سب سے خاص اور اہم رشتہ میرے ماں باپ بھائی کے بعد اگر کسی سے میں جدا نہیں ہونا چاہتی تو وہ تم ہو۔ وہ الگ بات ہے کہ تم سے الجھے بنا میرا دن نہیں گزرتا۔" وہ ہنس دی۔

"اور وہ الگ بات ہے کہ میں جان بوجھ کہ تمہیں مجبور کرتا ہوں کہ تم مجھ سے لڑائی کرو۔ کیونکہ کہ بیویاں تو لڑتی ہوئی اچھی لگتی ہیں۔" وہ آنکھوں میں شرارت لیے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"یعنی میں لڑاکا ہوں۔" وہ حیران ہوئی۔

"مجھے تو وہی لڑتی جھگڑتی خونخوار ضویا اچھی لگتی ہے اسی سے محبت کرتا ہوں اور اسی نے نبھاؤں گا۔" ضویا اسے گھورتی رہی وہ زیادہ دیر سیریس رہ ہی نہیں سکتا تھا۔

"کونسا آلہ فٹ ہے تم میں پورے رومانس کا ستیاناس مار دیتے ہو۔" وہ منہ بنا کر بولی

"تم رخصت کی بات کرو صاحب۔ پھر آہم آہم۔" اسنے گلا کھنکھارا۔

"تم بہت ہی کوئی۔" وہ کمینہ کہنے کی شدید خواہش کو دل میں دبائے وہاں سے واک آوٹ کر گئی۔ احمر کے جاندار قہقہے نے اسکا دور تک پیچھا کیا تھا کینٹین میں بیٹھے کچھ لوگوں جے ناگواری سے احمر کو دیکھا وہ ہنستا ہوا وہاں سے چلا گیا۔

"اللہ کا شکر ہے عروش اب بالکل ٹھیک ہے۔ ورنہ پچھلے دنوں انکل اور عروش کی اتنی ٹینشن تھی کہ سمجھ نہیں آیا کہ کیا کیا جائے۔" تیمور اور ماہ روش باہر ہاسپٹل کہ گارڈن میں بیٹھے تھے۔

"ہاں اب بابا کا آپریشن ہو جائے خیریت سے۔" وہ پریشانی سے بولی۔

"اللہ سب بہتر کرے گا تم پریشان مت ہو۔" تیمور نے اسے تسلی دی۔

"اب تو مما نے بھی معاف کر دیا بابا کو بس عروش کر دے تو سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

"عروش بہت بڑے دل کی مالک ہے اعلیٰ ظرف۔ تھوڑی ناراضگی اور غصہ تو جائز حق بنتا ہے اسکا بعد میں سب نارمل ہو جائے گا۔"

"بابا سے بات ہوئی تھی میری۔"

"کس ٹاپک پہ۔؟"

"میں نے انہیں آپ کے پرپوزل کے بارے میں بتایا۔" وہ سر جھکائے آہستگی سے گویا ہوئی۔

"پھر۔" تیمور کے لہجے میں چھپا انکار کا ڈر واضح محسوس ہو رہا تھا۔ پہلے تو ماہ روش کا دل کیا کہ اسے خوب تنگ کرے مگر اسکی شکل دیکھ کر اسے ترس آ گیا تھا۔

"وہ مان گئے ہیں۔"

"سچی۔" وہ اچھلا۔

"جی صرف اس بات پہ کہ پہلے ملیں گے۔ اگر مناسب لگا تو ہاں کریں گے۔" اسکا انداز صاف چڑانے والا تھا۔

"مطلب تیاری کر کے آنا پڑے گا۔" اس نے سر کھجایا۔

"کیسی تیاری۔" ماہ روش نے سامنے آتے جاتے لوگوں کو بغور دیکھا۔

"ایسی کہ ریجکٹ نہ کیا جاسکوں۔" وہ مضبوطی سے بولا۔

"اپنے گھر والوں کو لے آئیں اس سے پہلے کہ کوئی اور مسئلہ ہو۔"

"مما بابا تو تیار بیٹھے ہیں۔" تیمور نے بھی اسکی نظروں کے تعاقب میں دیکھا۔ انہیں سیف صاحب آتے دیکھائی دیئے گرینی بھی ساتھ تھیں۔

"آپ نے ان کو بتا بھی دیا۔" ماہ روش نے پلٹ کر تیمور کو دیکھا۔

"میں نے نہیں بتایا۔"

"پھر کس نے بتایا۔"

"ایسے کام ضویا ہی کرتی ہے اسی نے بتایا۔" وہ ہنس دیا۔

"یعنی ضویا کو بھی پتہ ہے۔" وہ حیران ہوئی۔

"ظاہر ہے یار یہ کوئی افیئر تھوڑی تھا جو میں چھپاتا۔" ماہ روش سر ہلاتی اٹھ کھڑی ہوئی اسکا رخ اب سیف صاحب اور صفیہ بیگم کی طرف تھا۔ وہ انہیں اپنے ساتھ عروش کے کمرے تک لے گئی۔ عروش گرینی کو دیکھ کر بہت خوش ہوئی تھی۔ وہ کافی دیر ان کے سینے سے لگی رہی۔

"کیسی ہے میری بیٹی۔" سیف صاحب نے اسکے سر پہ شفقت سے ہاتھ پھیرا۔

"میں ٹھیک ہوں۔ باقی گھر والے کیسے ہیں۔" عروش نے باری باری سب کا پوچھا۔

"زارا اور اسکا میاں، سیفیان اور اسکی بیوی عمرہ کے لیے گئے ہیں ایک ہفتے بعد واپسی ہے۔ اور فیضی وہی اپنی جاب پر اپنی بیوی کے ساتھ مصروف ہے شائستہ کی طبعیت ناساز رہتی ہے۔ آ بھی نہیں سکی تمہاری طبعیت پوچھ رہی تھیں۔ روزی بھی ٹھیک ہے فہد سے بات پکی کر دی ہم نے اسکی بہت خوش ہے۔" انہوں نے باری باری سب کا حال احوال کہہ سنایا۔ عروش نے انہیں بتایا تھا کہ اس نے سکندر صاحب کو معاف کر دیا ہے۔ انہوں نے اعتراض نہیں کیا تھا وہ اسے گھر آنے کی دعوت دے کر رخصت ہو گئے تھے۔ عروش کو ابھی ڈسچارج نہیں کیا گیا تھا۔

ماہ روش سکندر صاحب کے ساتھ واپس گاؤں چلی گئی ضویا اور احمر تیمور کے ہمراہ اپنے گھر۔ صبح سے شام ہونے کو

آئی سب مل کے جا چکے تھے مگر زوار تو شاید غائب ہی ہو گیا تھا۔ وہ عصر کی نماز پڑھ کے آیا تھا وہ لیٹی تھی دروازہ کھلنے کی آواز پر اسکے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں تھیں۔ وہ اس کے قریب آ کر رکا اور سائیڈ پہ پڑی دوائیاں چیک کرنے لگا۔ عروش کو لگا وہ ابھی اسے مخاطب کرے گا مگر ایسا نہیں ہوا وہ بس یونہی باری باری ساری دوائیاں چیک کر کے واپس پلٹ گیا۔ عروش نے حیرت سے آنکھیں پھیلا کر اسے جاتے دیکھا۔ اسے زوار کی بے قراری یاد آئی وہ جل کہ رہ گئی۔ وہ تھوڑی دیر بعد واپس آیا تو وہیل چیئر اسکے ساتھ تھی۔

"ڈاکٹرز نے کہا ہے کہ تمہیں تھوڑی دیر کھلی فضا میں لے جایا جائے۔" نہایت ہی کوئی پر فیشنل اور لیا دیا سا انداز تھا۔ عروش کافی دیر اسکی طرف بے یقینی سے دیکھتی رہی پھر ہمت کر کے اٹھنے کی کوشش کی۔ وہ لڑکھڑائی وہ فوراً آگے بڑھا اور اسے سہارہ دے کر وہیل چیئر پہ بٹھایا۔

"موسم کتنا پیارا ہے۔" وہ بچوں کی طرح بولی۔ وہ اسے باہر لے آیا موسم خاصا خشگوار تھا یا شاید عروش کو محسوس ہوا۔

"ہمممم۔۔" زوار نے کا سارا دھیان سامنے درخت پہ اٹھکیلیاں کرتے پرندوں کی جانب تھا۔

"بچپن میں میرے پاس ایک طوطا تھا مگر وہ دو ماہ میرے پاس رہا پھر مر گیا۔" وہ پرندوں کو دیکھتے ہوئے افسردگی سے بولی۔

"پرندوں اور انسانوں کو پنجرے میں نہیں محبت میں باندھ کر رکھتے ہیں۔ قید میں تو انہوں نے مر ہی جانا ہے۔ یا شاید اڑ جانا ہے مگر کچھ لوگ تو محبت سے بھی بندھ کہ نہیں رہتے اگر انہیں جانا ہو تو محبت بھی راہ کی روکاوٹ نہیں بنتی کوئی وعدہ پیروں کی زنجیر نہیں بنتا۔" وہ خفگی سے بولا عروش نے حیرے سے اسے دیکھا۔ اتنا اکھڑا لہجہ وہ تو اس سے بات کر کے اسے نارمل کر رہی تھی وہ ناراض ہو گا مگر اتنا عروش کو اندازہ نہیں تھا۔ زوار وقتی طور پہ عروش کی بیماری کو لے کر بہت پریشان ہو گیا تھا تبھی اپنی ناراضگی کو پس پشت ڈال دیا تھا۔

مگر جب سے وہ ہوش میں آئی تھی اسکی ناراضگی بھی انگڑائی لے کر بیدار ہو چکی تھی۔ اسے یاد آیا وہ تو اس سے سخت خفا تھا وہ کیسے اسے چھوڑ کر چلی گئی تھی۔

"مجھے روم میں لے جائیں۔" عروش کا موڈ خراب ہو گیا تھا۔ وہ بنا بحث کیئے اسے واپس کمرے میں لے گیا۔ اسکے سر اور بازو کی پٹی اگلی صبح کھول دی گئی تھی۔ فزیو تھراپی کے بعد اب وہ خود سے چل پھر سکتی تھی۔ انہیں ڈسچارج کر دیا گیا تھا زوار اسے لے کر گاؤں کے لیے نکلا۔ زوار تو اس سے ناراض تھا عروش بھی دانستہ اسے مخاطب نہیں کر رہی تھی۔ زوار

کو رہ رہ کے تاؤ آتا کہ غلطی بھی ہے اور مان بھی نہیں رہی کیا جو ایک بار سوری کہہ دے۔

"میری طبعیت خراب ہو رہی ہے۔" گاڑی روکیں زوار نے گاڑی سڑک کے کنارے روکی۔ وہ نیچے اتر کر چہل قدمی کرنے لگی۔ اس چھوٹے سے رستے میں اس نے یہ کوئی چوتھی دفعہ گاڑی روکی تھی۔ وہ جان بوجھ کے اس کے صبر کو آزما رہی تھی وہ اسکی چال کو سمجھ چکا تھا اس لیے خاموش رہا۔ تقریباً دس منٹ بعد زوار نے اسے چلنے کے لیے کہا۔

"مجھے وہ سامنے والے باغ سے کینو کھانے ہیں۔" اس نے ہاتھ سے کینوں کے باغ کی جانب اشارہ کیا۔ جہاں بہت بڑے بڑے کینوں درخت پہ جھول رہے تھے۔ شام کا وقت تھا ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ وہ شال کو اپنے گرد لپیٹے چہل قدمی کرتی رہی تھی۔ جب اچانک اس کا دل چاہا وہ درخت سے وہ کینوں توڑ کر کھائے۔

"ہم بازار سے خرید لیتے ہیں۔ وہاں چل کے جانے میں مزید دس منٹ لگیں گے۔" اس نے اسے ٹالا۔

"نہیں یہی والے چاہیے۔" عروش کا لہجہ اٹل تھا۔

"میں باغ کے مالک سے بات کرتا ہوں۔ اس سے لیے لیتے ہیں۔ تم گاڑی میں بیٹھو۔"

"ہر گز نہیں بنا بتائے درخت سے توڑوں گی۔ بعد میں مالک کو پیسے دے دیں گے۔" اس کے لہجے میں اشتیاق تھا اسنے کبھی ایسی حرکتیں نہیں کیں تھیں ہاں مگر شوق تو تھا ہی۔ زوار نے اسکے زخمی بازو کی جانب بغور دیکھا۔

"میں نہیں آپ توڑیں گے۔" عروش نے اپنے جملے کی تصیح کی۔ وہ سر ہلاتا آگے چلنے لگا وہ اسے پیچھے تھی۔ وہ شہر سے دور ایک گاؤں کے قریب تھے زوار اسے لے کر باغ میں چلا گیا تھا۔

"وہ والا۔" عروش نے ہاتھ سے سب سے اوپر لٹکے موٹے تازے مالٹے کی اور اشارہ کیا۔ زوار نے ایک نظر اسے دیکھا اور ایک نظر اپنے سر کے اوپر لٹکتے کینو کو۔

"ہم خرید سکتے ہیں۔"

"مجھے یہیں سے توڑ کے کھانا ہے بس۔" اس میں آج ضویا کی روح پتہ نہیں کہاں سے آگئی تھی۔ زوار نے ایک نظر اپنے کپڑوں کی جانب دیکھا اور دوسری نظر اپنی زوجہ پہ ڈالی۔ جو بے جا فضول کی ضد لگائے کھڑی تھی۔

"اگر میں گرا تو ذمے دار تم ہو گی۔" اس نے درخت کے تنے پہ ہاتھ ڈال کر اوپر چڑھنے کی کوشش کی۔ عروش نے جلدی سے اپنا موبائل نکال کر اسکی تصویریں لیں۔ وہ بے خبر رہا۔

"ساری عمر گاؤں میں گزار دی اور چڑھنا درخت پہ بھی نہیں آتا۔" عروش نے تاسف سے سر ہلایا۔

"تمہارے خیال میں میں نے درختوں پہ چڑھنے کی ٹریننگ لے رکھی ہے۔" وہ سر پتوں اور ٹہنیوں کے بیچ سے

نکال کر چڑ کر بولا۔

"لینی تو چاہیے تھی۔" وہ ہنسی زوار درخت پہ چڑھ چکا تھا اور مطلوبہ کینو پکڑنے کی کوشش کر رہا تھا۔ وہ چاہتا تو انکار کر دیتا وہ کچھ نہ کہتی مگر وہ اسکی فرمائش پہ کچھ بھی کرنے کو تیار ہو جاتا تھا۔

"اس سے زیادہ اوپر نہیں نظر آیا تمہیں کوئی۔" وہ بمشکل ہاتھ مطلوبہ کینو تک پہنچاتے ہوئے بولا۔

"اس سے اوپر تو ستارے ہیں وہ توڑ کے لے آئیں۔" عروش کا اسے تپانے کا فل پروگرام جاری تھا۔ اس نے کینو توڑا اور نیچے چھلانگ لگائی۔

"یہ چاند ستارے توڑنے والی باتیں سب فلمی ہیں۔ حقیقت میں انکا کوئی وجود نہیں۔"

"ویسے مجھے بہت افسوس ہوا کہ آپکو درخت پہ چڑھنا نہیں آتا۔"

"کیونکہ میں انسان ہوں بندر نہیں جو جمپ کر کے چڑھ جائے گا۔" اس نے کینو اسکی جانب بڑھایا۔ اس نے اپنا زخمی بازو اسکے سامنے کیا۔

""چلیں۔" وہ ہاتھ پیچھے ہٹاتے ہوئے بولا۔ اس نے گردن اثبات میں ہلائی۔

"تم گاڑی میں بیٹھو میں آتا ہوں۔" اس نے کینو اسکے ہاتھ میں دیا اسکا رخ اب باغ کے اندر کی جانب تھا۔ مغرب کا وقت تھا دھند نے سارے منظر کو اپنی لپیٹ میں لینا شروع کر دیا تھا۔ خنکی کافی بڑھ گئی تھی اسے یہ سب بہت اچھا لگ رہا تھا آج دل بہت مطمئن تھا۔ وہ گاڑی میں بیٹھ کر اسکا انتظار کرنے لگی۔ کچھ دیر بعد وہ واپس آتا دیکھائی دیا اسکے ساتھ دو آدمی تھے۔ جنہوں نے کچھ کینو کی پیٹیاں اٹھا رکھی تھیں۔ وہ ہنس دی۔ وہ واپس ڈرائیونگ سیٹ پہ بیٹھا۔

"مجھے یہ کھانا ہے۔" زندگی میں کینو اسے کبھی اتنے برے نہیں لگے تھے۔ زوار نے اپنے غصے پہ قابو پایا۔ وہ جان بوجھ کے اسے زچ کر رہی تھی۔ رات گہری ہوتی جا رہی تھی اور آگے راستہ خراب تھا اور ادھر محترمہ کا بچپنہ ہی ختم نہیں ہو رہا تھا۔ اس نے اسے کینو چھیل کے دیا وہ مزے سے کھانے لگی۔

"آج سے پہلے مجھے کینو کھانے کا اتنا مزہ کبھی نہیں آیا۔" اس کے انداز میں شرارت کے ساتھ معصومیت چھپی تھی۔ زوار نے اپنے ہونٹوں پہ امڈتی مسکراہٹ کا بمشکل گلا گھونٹا۔ باقی کے راستے وہ کچھ نہ کچھ بولتی رہی تھی مگر وہ خاموش رہا تھا۔ وہ چاہتی تھی وہ اس سے نارمل طریقے سے بات کرے مگر جب تک وہ معافی نہیں مانگ لیتی وہ بات نہیں کرے گا۔ زوار خود کو اپنے فیصلے پہ مضبوطی سے کھڑا رکھنے کے لیے بہت جدوجہد کر رہا تھا۔

گھر والوں نے ان کا بہت اچھے سے استقبال کیا تھا۔ ماہ روش اسے اس کے کمرے تک چھوڑ آئی۔ وہ کمبل تان کر

لیٹ گئی۔

"کھانا لگ گیا ہے آپ لوگ آ جائیں۔" ماہ روش انہیں بلانے آئی تھی۔

"نہیں ہم بس کینو کھائیں گے۔" زوار ابھی ابھی شاور لے کے نکلا تھا ماتھے پہ بکھرے گیلے بال اس نے تولیے سے رگڑتے ہوئے کہا۔ عروش نے خفگی سے زوار کو گھورا۔

"یہ کونسا وقت ہے کینو کھانے کا۔" وہ حیران ہوئی۔

"کچھ نہیں چلو بہت بھوک لگی ہے مجھے۔" عروش فوراً اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس کے باہر جانے پہ زوار کھل کے مسکرا دیا۔

وہ اپنی خواہشوں کا اپنی فیلنگز کا کھل کے اظہار کرنے لگی تھی زوار کو اچھا لگا۔ اس کا کھویا ہوا اعتماد لوٹنے لگا تھا وہ زوار کو یہ سب اچھا لگ رہا تھا۔ ہاں بس وہ بمشکل خود کو ناراض ظاہر کرنے کی ایکٹنگ کر رہا تھا۔ یہ سب اب مشکل لگنے لگا تھا وہ منا بھی تو عجیب طرح سے رہی تھی کیسے مان جاتا۔ وہ بال برش کر کے کھانا کھانے چل دیا۔

سب لوگ نے عروش کو بہت عزت دی۔ عروش کو اچھا لگا کتنی اہمیت دے رہے تھے سب وہ پرانی باتیں بھولنے لگی۔ کھانا کھانے کے بعد وہ ماہ روش کے کمرے میں چلی گئی۔ زوار اپنے کمرے میں اسکا منتظر تھا چاہے میں ناراض ہوں میرے پاس تو رہے۔

"ماہ روش سکندر آج چہرہ بہت کھلا کھلا سا ہے۔ کیا آپ ہمیں بتائیں گی کہ بات کیا ہے۔"

وہ کمرے میں آئی تو مسکراہٹ ہونٹوں سے جدا ہونے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی عروش نے آخر وجہ دریافت کی۔

"وہ لوگ کل آ رہے ہیں میرا رشتہ لینے۔" ماہ روش نے شرماتے ہوئے کہا اسے سیدھی بات بتائی۔

"کون؟ "عروش نے سوالیہ نظروں سے اسکی جانب دیکھا۔

"تیمور اور اسکی فیملی۔" وہ مسکرائی چہرہ چودھویں کے چاند کی مانند جگمگا اٹھا۔

"اللہ ماہ روش تم کتنی بری ہو۔" عروش نے اسے کشن کھینچ مارا۔ اس کی ناک کے نیچے یہ کھچڑی پک رہی تھی اور وہ لاعلم تھی۔ تو وہ لڑکا تیمور تھا اسے پہلے کیوں سمجھ نہیں آئی۔ ماہ روش نے ہنستے ہوئے کشن اپنی گود میں رکھ لیا۔

"اور یہ ضویا ویسے تو کوئی بات دل میں نہیں رکھتی یہ چھپالی مجھ سے۔" وہ غصے سے بولی۔

"اچھا بابا سوری اس بات نے پار لگنا تھا کہ نہیں اس بات کے لیے تو ہم بھی پر امید نہیں تھے۔ میں کیوں کسی کو بتاتی ابھی بھی تمہیں بتایا سب سے پہلے۔" ماہ روش نے اسے گلے لگایا وہ مسکرا دی اس کے لیے ماہ روش کی خوشی اہمیت رکھتی

تھی۔ وہ اس سے کافی دیر بیٹھی باتیں کرتی رہی تھی۔

زوار جل کڑھ کے سونے لیٹ گیا تھا اسے نیند نے فوراً اپنی آغوش میں لے لیا۔ وہ کافی دیر سے اٹھ کر اپنے کمرے میں آئی تھی۔ زوار سو چکا تھا اسے نیند نہیں آ رہی تھی۔

"وہ کیوں کر رہا تھا ایسے۔ پہلے اتنی بے قراری اب اتنی سرد مہری۔" وہ چڑ گئی۔

"یہ لڑ ہی لے کم سے کم مجھ سے میرے دل پہ رکھا بوجھ تو اتر جائے۔ میں نے کی تو زوار کی توہین ہی ہے چاہے کن حالات میں کی ہو۔" اس نے پرسکون سوئے زوار کے چہرے کو بغور دیکھا۔

"مجھے صاف صاف بات کرنی چاہیے یہ آنکھ مچولی اب ختم ہو جانی چاہیے۔" اس نے کچھ سوچتے ہوئے اسکا کندھا ہلایا۔ زوار نے فوراً مندی مندی آنکھیں کھول کر اسکی جانب دیکھا۔ وہ سیدھی ہو بیٹھی۔

"کوئی کام تھا۔" وہ اٹھ گیا تھا اپنی جمائی روکتے ہوئے پوچھا۔ اسے برا لگا اس نے اسکی نیند خراب کر دی۔

"اس وقت بات کرنا مناسب نہیں اب کیا کہوں۔"

"بولو۔" وہ پوچھ رہا تھا۔

"مجھے کافی پینی ہے۔" عروش نے جلدی سے کہا۔

"مجھے لگا تم کینو کھانے کی فرمائش کرو گی۔"

"بس کر دیں کتنے طعنے دیں گے۔" وہ چڑ گئی۔ وہ خاموشی سے اٹھا اور کچن میں چلا گیا۔ واپسی پہ اسکے ہاتھ میں کافی کا مگ تھا۔ اس نے لا کر وہ اس کے قریب رکھ دیا۔

"پیو۔" اور خود اس کے سامنے بیٹھ گیا۔ اس نے کافی کو دیکھا اسکا بالکل دل نہیں چاہ رہا تھا۔

"آپ سو جائیں میں پی لوں گی۔" اس نے ٹالا۔

"نہیں ابھی پیو اسے۔" بضد تھا۔ عروش نے مگ پکڑا وہ بہت ٹھنڈا تھا اسے حیرت ہوئی۔ اس نے سپ لیا اسے ابکائی آئی تھی وہ اٹھ کے واش میں بھاگی۔ واپسی پہ اسکا چہرہ غصے کی شدت سے سرخ ہو رہا تھا اور زوار اپنے قہقہے پہ بمشکل کنٹرول کیئے بیٹھا تھا۔

"یہ کیا تھا اتنی ٹھنڈ میں ٹھنڈی کافی کون پیتا ہے۔" وہ اسے گھور رہی تھی۔

"راستے میں آتے ہوئے ٹھنڈی ہو گئی ہو گی باہر بھی تو بہت ٹھنڈ ہے۔" اس نے بات بنائی۔

"مجھے بے وقوف سمجھا ہے آپ نے۔ دودھ فریج سے نکال کر ڈالا ہے ورنہ اتنی سے دیر میں کافی کی آئس کریم

کبھی نہیں بنتی چاہے کتنی ہی ٹھنڈ کیوں نہ ہو۔"

"میں جانتا تھا کہ تمہیں کافی پینے کے بعد نیند نہیں آتی تم نے پینی تو ہے نہیں یہ سب تم مجھے زچ کرنے کے لیے کر رہی ہو۔ تو میں کیوں کچن میں کھڑے ہو کر اتنی محنت کروں۔" وہ کہہ کر اپنے بستر میں لیٹ گیا۔

"میرا واقع ہی دل چاہ رہا تھا، کہہ دیتے نہیں بنا کہ دوں گا۔ ایک ہاتھ سے ہی مگر اپنے لیے گرم کافی میں خود بنا لیتی۔" عروش جی بھر کے شرمندہ ہوئی مگر غصہ بھی عود کر آیا۔

"گڈ نائٹ۔" زوار نے کہہ کر کروٹ بدل لی

"کھڑوس۔" وہ منہ ہی منہ میں بدبداتی سونے لیٹ گئی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

اگلی صبح حویلی میں بہت گہما گہمی تھی تیاریاں عروج پہ تھیں۔ سر شام ہی تیمور کی فیملی آگئی تھی۔ سب کی باہمی رضا مندی سے رشتہ تو طے ہو ہی چکا تھا۔ اب بس رسم باقی تھی سب نے کل کی دن ان دونوں کی منگنی کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ عروش ضویا کو دیکھ کر بہت خوش ہوئی تھی۔

"اللہ ماہ روش تیمور بھائی ہیں تو میرے سگے بھائی مگر میری ساری ہمدریاں تمہارے ساتھ ہیں۔ ان کو برداشت کرنا دل جگر گردے کا کام ہے۔" وہ دونوں ماہ روش کی ٹانگ کھینچ رہی تھیں۔

"میرا دل جگر گردے معدے آنتیں پسلیاں سب ٹھیک ہیں۔ میں جھیل لوں گی۔" ماہ روش کے انداز میں شرارت تھی۔

"یعنی اس اندھے کنوے میں تمہیں ضرور چھلانگ لگانی ہے۔" عروش نے بھی ضویا کا ساتھ دیا۔

"تم دونوں خود تو نکاح شدہ ہو مجھے منگنی شدہ بھی نہیں ہونے دے رہیں۔" ماہ روش کے آنکھیں پٹپٹائیں۔

"لڑکی ہاتھ سے نکل گئی۔" ضویا نے دونوں ہاتھ آپس میں مسلے۔

"ارے تم لوگوں کے ہاتھ میں ہی تو گئی ہے۔" عروش نے اسکی تصیح کی۔ وہ کافی دیر بیٹھی ادھر ادھر کی باتیں کرتی رہیں تھیں۔ احمر اور زوار نے کل کی رسم کے لیے سبھی کو مدعو کیا تھا۔ سارا انتظام زوار کے کندھوں پہ تھا۔

صبح سے شام ہونے والی تھی زوار کو آتے جاتے کئی بار دیکھا تھا اس نے مگر اس نے اسے دیکھ کر بھی ان دیکھا کر دیا۔ یہ سب دن بدن اب سیریس ہوتا جا رہا تھا۔ پہل مجھے ہی کر لینی چاہیے غلطی بھی تو میری ہے۔ عروش نے اپنا موبائل نکالا اور زوار کو میسج کیا۔ وہ کاموں میں الجھا تھا ایک دن تھا اور بے تحاشہ کام۔ میسج ٹیون پہ اس نے موبائل چیک کیا۔

سامنے سکرین پہ عروش کا نمبر جگمگا رہا تھا۔ اس نے میسج اوپن کیا۔

"الفاظ چُبھتے ہوں گے ضرور مگر!

خاموشی بھی تو **گھن** کی طرح کھاتی ہے"

شاعرہ: ماریہ جمیل

شعر پڑھ کے وہ بے اختیار مسکرا دیا۔ اور کوئی جواب دیئے موبائل جیب میں واپس رکھ لیا۔ عروش کافی دیر ریپلائے کی منتظر رہی تھی مگر جواب ندرد۔ اسکا موڈ اچانک خراب ہو گیا۔ احتجاج وہ ماہ روش کے کمرے میں ضویا کے پاس ہی رک گئی۔ زوار نے موقع سے بھرپور فائدہ اٹھاتے ہوئے تیمور اور احمر کو اپنا کمرہ دان کر دیا تھا۔

"تم یہاں کیوں سو رہی ہو۔" عروش کو صوفے پہ لیٹتے دیکھ کر ضویا نے حیرانگی سے کہا۔

"تم لوگوں کو کمپنی دینے کے لیے۔"

"تم اپنے میاں کو کمپنی دو یہاں تم ٹھیک سے سو نہیں پاؤ گئی۔" ضویا نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے اٹھایا۔

"آرام سے۔" اس نے اپنا بازو سہلایا۔ اسکی کا بازو اب پہلے سے بہتر تھا موو بھی ہو رہا تھا مگر زیادہ نہیں ہلکا پھلکا درد ابھی بھی تھا۔

"او سوری۔" ضویا نے معذرت کی۔

"کوئی بات نہیں۔" عروش مسکرا دی۔

"کسی کو کہیں جانے کی ضروت نہیں احمر بھائی اور تیمور تمہارے میاں سمیت تمہارے کمرے پہ قابض ہو چکے ہیں۔" ماہ روش باہر سے آئی تھی ان کی گفتگو سن کے انہیں اطلاع دی۔

"ایک تو یہ احمر کو کبھی عقل نہیں آئے گی۔" ضویا نے دانت پیسے۔

"تیمور میں بھی تو عقل کی کمی ہے۔" ماہ روش نے کہا۔

"اسی لیے تو سمجھا رہی ہوں بی بنو ابھی بھی وقت ہے۔" ضویا نے عروش کو آنکھ ماری۔

"اب دیکھیں نہ جب آپ احمر بھائی کے ساتھ گزارا کر سکتی ہیں تو میں بھی تیمور کے ساتھ گزارا کر ہی لوں گی۔" وہ کونسا کسی سے کم تھی۔

"تم یہاں بیڈ پہ آ جاؤ۔" ضویا نے عروش سے کہا۔

"تم مہمان ہو اور تم ہونے والی دلہن لحاظہ تم دونوں وہیں سو جاؤ صوفے میں ہی ٹھیک ہو۔" واپس نیم دراز ہوئی۔

"آہم آہم اپنے گھر کا رعب جھاڑ رہی ہو۔" ضویا کو اسکا اس گھر پہ مان اچھا لگا تھا۔ وہ مسکرا دی۔

اگلی صبح بہت مصروف تھی۔ سکندر صاحب نے سب کی باہمی مشاورت سے زوار کا ولیمہ بھی آج کے روز ہی طے کر دیا تھا۔ زوار کو پتہ تو وہ بوکھلا گیا۔

"بڑے بابا کام پہلے ہی بہت تھا۔"

"کوئی نہیں ولیمہ ہی ہے سب لوگ آ رہے ہیں پہلے ہی بہت دیر ہو گئی ہے اب مزید نہیں ہونی چاہیے۔ جتنی جلدی ہو جائے اچھا ہے۔" وہ بس انکا منہ دیکھ کر رہ گیا۔

"شادی تو پہلے ہی کسی کام کی نہیں ہوئی تھی اور اب ولیمہ بھی رسم ہی ادا ہو رہی ہے۔" وہ بڑبڑایا۔

"کیا بات ہے جناب کیوں منہ لٹکائے کھڑے ہو۔" احمر نے اسکی اتری صورت دیکھ کر پوچھا۔

"بڑے بابا کے لیے دنیا کا سب سے فالتو بندہ میں ہوں۔" وہ چڑ کے بولا۔

"کیا ہوا ہے کیوں خفا ہو۔"

"کہہ رہے ہیں آج ہی ولیمہ کی رسم ہو گی۔ سب لوگ آ رہے ہیں یہ کام بھی نمٹ جائے۔" وہ ان کی نقل اتارتے ہوئے بولا۔

" تو شکر کر تیرا ولیمہ ہو رہا میرے سسرالی تو مجھے موقع ہی نہیں دے رہے۔" اس نے آہ بھری۔

"جس ٹاپک پہ بھی بات کر لو تمہارا اپنا رونا شروع ہو جاتا ہے۔" وہ کہہ چلا گیا۔

"اچھا سنو تو۔" وہ اس کے پیچھے لپکا۔ زوار نے ٹائم دیکھا۔ ابھی صبح کے نو ہی بجے تو تمام انتظامات تقریباً مکمل تھے حویلی برقی قمقموں سے سجی کوئی نئی نویلی دلہن معلوم ہو رہی تھی۔

"عروش کا برائیڈل ڈریس تو ہے ہی نہیں۔" اس یاد آیا۔

اس نے فہد کو فون کر کے رات ہو ہونے والے ایمرجنسی ولیمہ پروگرام کا بتایا اور ساتھ ہی عروش کی فیملی کو انویٹیشن دینے کا کہا۔ وہ اور احمر شہر روانہ کو گئے تھے کچھ ضروری سامان درکار تھا۔

"ولیمہ وہ بھی آج۔" عروش اچھلی۔

"جی بابا جان کا حکم ہے۔" ماہ روش نے منہ بنایا۔

"زوار نے کیا کہا۔" عروش نے ماہ روش کو دیکھا۔

"اس نے کیا کہنا ہے اندھے کو کیا چاہیں دو آنکھیں کتنی پلاننگ کی تھی سب خراب کر دی بابا کو بھی بس۔" وہ شدید

غصے میں تھی۔

"یار تم لوگ جانے دو یہ سب باتیں ان کا فیصلہ ٹھیک ہے۔ رش ہو گا مہمان ہوں لوگ عروش کے بارے میں سوال کریں اور زوار کے ہوتے ہوئے وہ تمہاری شادی کہیں اور کیوں کر رہے ہیں ان سب کا منہ بند کرنے کے لیے یہ فیصلہ کیا گیا اور کوئی بات نہیں ہے۔" ضویا نے سمجھداری کا ثبوت دیا۔

"میرا اڈریس تو تم لوگ لے آئے ہو عروش کیا پہنے گی بنے گی تو یہ دلہن ہی نہ۔" ماہ روش کو ایک اور پریشانی نے گھیرا۔

"وہی جو نکاح پہ پہنا تھا وہی پہن لوں گی۔" عروش نے چٹکیوں میں مسئلہ حل کیا۔

"کبھی کبھی مجھے تمہارے لڑکی ہونے پہ شک سا ہونے لگتا ہے۔ لڑکیاں ایسے موقعوں پر کبھی ایک بار کی استعمال کی ہوئی چیز دوبارہ استعمال نہیں کرتیں۔" ضویا نے اسے حیرت سے دیکھا۔

"پھر جان لو سب لڑکیاں ایسی نہیں ہوتیں کچھ مجھ جیسی بھی ہوتی ہیں۔ جنہیں ان سب باتوں سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ان کی شخصیت پر اثر ہونی چاہیے۔" عروش نے اپنا کی فلسفہ جھاڑا۔

شام تک سارے مہمان حویلی پہنچ چکے تھے۔

بسمہ، ساحر، صبا، باسم، بمہ اہل و عیال تشریف لا چکے تھے۔ فہد بھی اپنی پوری فیملی کے ساتھ پہنچ چکا تھا۔ ان کے کچھ دیر بعد عروش کی فیملی آئی تھی۔ شائستہ بیگم گرینی، بابا، روزی، سفیان اور اسکی اہلیہ ل، فیضان اور اسکی اہلیہ زارا اپنے میاں کے ساتھ عروش اس سرپرائز پہ کھل سی اٹھی تھی۔ وہ سب سے باری باری ملی کتنا مس کرتی رہی تھی وہ ان سب کو۔ اسے خوش دیکھ کر گرینی اور بابا بہت مطمئن ہو گئے تھے۔ روزی حویلی کو دیکھتی جاتی اور حیران ہوتی جاتی۔

عروش باہر باغیچے میں کھڑی حویلی کو دیکھنے لگی۔ شام کے وقت جگمگاتی ہوئی لائٹس بہت بھلی معلوم ہوں رہی تھیں۔ چہار سو گہما گہمی کا عالم ہر کوئی مصروف دیکھائی دے رہا تھا۔ مگر اسے حویلی بالکل خالی اور سنسان محسوس ہو رہی تھی۔ اس نے کل رات سے ایک بار بھی اسے نہیں دیکھا تھا۔ وہ مسلسل اسے اگنور کر رہا تھا۔ عروش سے یہ سب اب رداشت نہیں ہو رہا تھا وہ اپنے تئیں کوشش کر رہی تھی مگر وہ تھا کہ ضد پہ اڑ گیا تھا۔

"تم جو ہوتے ہو تو ہر سو میلہ سا لگ جاتا ہے
تم نہ ہو تو گھر شہر خاموشاں سے بھی بدتر دیکھائی دے"

شاعرہ: ماریہ جمیل

عروش نے پھر سے اسے میسج کیا۔ جواب اب بھی نہیں آیا وہ افسردہ سی کمرے میں چلی گئی۔

احمر اور زوار واپس آ چکے تھے۔ ندرت اور نعیمہ بیگم نے مہمانوں کے لیے کچھ تحائف منگوائے تھے۔ وہ انہوں نے ان کے کمرے تک پہنچائے۔

"احمر یہ تم اپنے ہاتھوں سے عروش کو دو گے اپنی طرف سے میرا نام نہ آئے۔"

"کیوں۔" شاپنگ بیگ پکڑتے ہوئے احمر نے پوچھا۔

"یہ لمبی کہانی ہے۔" اس نے ٹالا۔

"تم لوگوں کے درمیان کوئی لڑائی چل رہی ہے۔" ہاں زوار نے اعتراف کیا۔

"پہلے تو اس کے لیے جان نکل رہی تھی اب اہمیت ختم ہو گئی۔" احمر نے اسے گھورا۔

"جتنا کہا ہے اتنا کریں۔" وہ کہہ کر چلا گیا۔ احمر نے وہ شاپنگ بیگ باحفاظت عروش تک پہنچایا۔

"یہ کس لیے۔" عروش حیران ہوئی۔

"مجھے لگا یہ تم میرے لیے لائے ہو۔" ضویا نے منہ بسورا۔

"میں تو یہ لایا ہی نہیں۔"

"پھر کون لایا ہے۔" ضویا نے اسے گھورا۔

"زوار نے بھیجا ہے عروش کے لیے۔" وہ مسکرا دیا۔ عروش کے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی۔

"سیکھو کچھ تم بھی جب انہوں نے شاپنگ کی تو تم بھی اپنی بیوی کے لیے کچھ لے لیتے۔"

"ان کی بیوی تو قدر کرے گی میری بیوی نے کونسا کرنی ہے۔" وہ منہ چڑا کر بولا۔

"تم نے ایسے کام ہی کونسے کیئے ہیں جو میں ان کی یا تمہاری مدد کروں۔" وہ غصے سے بولی۔ عروش ان دونوں کو دیکھ کر بس مسکرائے جا رہی تھی۔

"تمہیں بڑی ہنسی آ رہی ہے۔" ضویا اس کے سر ہوئی۔

"تم دونوں لڑتے ہوئے بہت کیوٹ لگتے ہو اللہ تم دونوں کی یہ لڑائی صدا اسلامت رکھے۔" وہ ہنستے ہوئے بولی۔

"یہ کس قسم کی دعا ہے یہ ہر وقت میرا خون جلاتا رہتا ہے اور تم۔"

"تم جو میرا دماغ کھاتی ہو۔"

"پہلے یہ بتاؤ تمہارے پاس دماغ نام کی کوئی چیز ہے۔" وہ عروش کو چھوڑ پھر اس سے الجھنے لگی۔

"یہ تو سچ کہا۔ اگر ہوتی تو میرا انتخاب کیا تم ہوتی۔" وہ تاسف سے بولا۔

"احمر۔۔۔۔" وہ چلائی۔ وہ ہنستے ہوئے بھاگ گیا۔ عروش کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔

"جہنم میں جاؤ تم دونوں۔" ضویا نے پاس پڑا کشن اسے دے مارا۔

بیوٹیشن نے پہلے عروش کو تیار کرنا تھا۔ اس لیے وہ اپنی چیز نکال کر دیکھنے لگی۔ ہلکا گلابی کا مدار بھاری دوپٹہ جس کے باڈر پہ ہلکے سنہرے رنگ کے موتیوں کا کام بڑی نفاست سے کیا گیا تھا۔ تیز جامنی رنگ کا لہنگا جس پہ دوپٹے کے ہم رنگ موتیوں کا کام تھا قمیض میں دونوں رنگ بڑی نفاست سے رکھے گئے تھے۔ جن پہ سنہرے موتیوں کا کام اسے اور بھی خوبصورت بنا رہا تھا۔ ڈریس واقع ہی بہت شاندار تھا۔ عروش کو بہت اچھا لگا ساتھ میچنگ جیولری اور شوز بھی موجود تھے۔

سب کچھ تھا مگر دل اداس تھا وہ دشمن جاں جس کے لیے وہ سج سنور رہی تھی۔ وہ تو اسے دیکھنا بھی نہیں چاہتا تھا۔

ضویا تیار ہو کر مہمانوں کے پاس چلی گئی۔ محفل عروج پہ تھی۔ سبھی کو بس دولہا دلہن کا انتظار تھا۔ عروش بھی مکمل تیار ہو چکی تھی۔ بال ابھی تک اسکے کھلے تھے اسے کوئی بھی ہیر اسٹائل پسند نہیں آ رہا تھا۔ میک اپ مکمل تھا اس نے جیولری بھی پہن لی۔

"آپ کے بال بہت لمبے اور گھنے ہیں ہم اسکا جوڑا بنا دیتے ہیں۔" بیوٹیشن نے کہا۔

"بالکل نہیں مجھے نہیں پسند۔" اس نے سامنے سے تھوڑا ڈیزائن بنا کر باقی بال کھلے چھوڑ دیئے تھے۔ عروش کو وہ بھی کچھ خاص پسند نہیں آئے۔

"یار کیا کر رہی ہو میری باری بھی آنے دو۔" ماہ روش نے کہا۔

"اسے تیار کریں پہلے۔" وہ اٹھ گئی۔

"تم ناراض ہو۔" ماہ روش نے پوچھا۔

"نہیں یار۔" وہ بیڈ پہ بیٹھ گئی۔ اسکا موڈ خراب تھا تو وجہ وہی زوار تھا۔ اسے کچھ بھی اچھا نہیں لگ رہا تھا۔

"مجھے آپ سے بہت ضروری بات کرنی ہے فوراً چھت پہ آئیں۔" وہ مکمل تیار تھی لہنگے کا ہم رنگ دوپٹہ شانے پہ ڈال کر وہ اپنا لہنگا سنبھالتی مہمانوں کی نظروں سے بچتی بمشکل چھت پہ پہنچی۔

اوپر شدید سردی نے اسکا استقبال کیا تھا آج دھند کے ساتھ ساتھ ہوا بھی تیز تھی۔ اس نے دوپٹہ خود پہ پھیلایا وہ شال نیچے ہی بھول آئی تھی اور اب کانپ رہی تھی وہ پتلا سا دوپٹہ اتنی کہر کی سردی کو کیسے کور کر سکتا تھا۔

"میں چھت پہ ہوں اس سے پہلے کہ میں جم جاؤں فوراً اوپر آئیں۔" اس نے دوسرا میسج کیا اور انتظار کرنے لگی۔

وہ مہمانوں میں گھرا کھڑا تھا جب اس کے موبائل پہ میسج ٹون بجی اس نے زیادہ نوٹس نہیں لیا صبح سے موبائل کی شکل دیکھنے کا وقت نہیں ملا تھا

"یار کوئی امپورٹنٹ میسج نہ ہو چیک کر لو۔" احمر نے اسکی توجہ اس جانب مبذول کروائی

اس نے موبائل چیک کیا عروش کے تین میسج تھے۔

وہ آخری میسج پڑھ کے سب سے معذرت کرتا وہاں سے چلا آیا۔

اتنی ٹھنڈ میں اسے چھت ہی ملا تھا وہ سوچتے ہوئے سیڑھیوں کی جانب بڑھا۔

تیمور جب سے آیا تھا موقع تلاش کر رہا تھا کہ کسی طرح ماہ روش سے ملے۔

مگر کوئی راہ سجھائی نہیں دے رہی تھی۔

آخر وہ ضویا کے پاس گیا۔

"بہن نہیں تم میری ایک بار ملوا دو پھر شادی تک نجانے ملاقات ہو کہ نہ ہو۔" وہ منتوں پہ آیا ہوا تھا۔

"پیسے بہت لگیں گے سوچ لیں۔" ضویا نے ڈرایا۔

تیمور نے جیب سے اپنا والٹ نکال کر اسکی ہتھیلی پہ رکھا۔

"سچ کہتے ہیں عشق بڑے بڑوں کی مت مار دیتا ہے۔ اس نے تاسف سے اپنے بھائی کو دیکھا۔

"کریڈٹ کارڈ کا نمبر ملاقات کے بعد بتاؤں گا۔" ضویا کو والٹ چیک کرتے دیکھ کر تیمور نے کہا۔

"ویسے تو کیش بھی بہت رکھی ہے آپ نے۔" اس نے والٹ سے سارے پیسے نکال لیے۔

"ندیدی بعد میں گن لینا پہلے کچھ کرو۔"

"ٹھیک ہے۔" وہ کہہ کر ماہ روش کے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔ اور وہاں موجود دونوں بیوٹیشنز کو کسی بہانے سے باہر بلا کر گیسٹ روم میں بھیجا۔ شمی سے انہیں چائے سرو کرنے کا کہا۔

"اب آپ کے پاس پندرہ منٹ ہیں اسے تیار بھی ہونا ہے۔" وہ اسے بتا کر چلی گئی۔

لان کی طرف جاتی سیڑھیوں پہ روشنی باقی جگہوں کی بانسبت مدھم تھی۔

اس نے ابھی پہلی سیڑھی پہ پاؤں رکھا تھا جب اسکی کلائی کسی نے تھام کر اسے اپنی اور کھینچا اس سے پہلے کے اسے کچھ سمجھ آتی یا وہ چیختی اس سے پہلے ہی کسی نے اسکے چہرے ہاتھ رکھ کر اسکی چیخ کا گلا گھونٹ دیا تھا۔

وہ اپنی بڑی بڑی آنکھیں پوری پھیلا کر سامنے کھڑے شخص کو دیکھنے کی کوشش کرنی لگی۔

وہ روشنی سے آئی تھی اندھیرے میں کئی ثانیے اسے کچھ بھی نظر نہیں آیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

تیمور نے کمرے میں گھس کر دروازہ بند کیا۔

ماہ روش نے گردن موڑ کر حیرت سے اسے دیکھا۔

"ایسے کیا دیکھ رہی ہو۔" وہ اس کے قریب چلا آیا۔

ماہ روش نے قریب رکھا دوپٹہ فوراخود پہ پھیلایا اور سیدھی ہو بیٹھی۔

"بہت خوبصورت لگ رہی ہو۔" وہ اسکے سامنے ڈریسنگ ٹیبل کے کونے پہ ٹکا۔

"مجھے یوں لڑکے کا چھپ کے ملنے آنا بہت برا لگتا ہے۔" ماہ روش نے اسکے موڈ پہ پانی بہادیا۔

"یہ چیز تو بہت رومانٹک مانی جاتی ہے اسطرح چھپ کے ملنے کا بھی اپنا ہی چارم ہے۔" وہ اسکی صورت آنکھوں میں اتارتے ہوئے بولا۔

"مجھے نہیں پسند کسی نے دیکھ لیا خواہ مخواہ کی شرمندگی" اس نے منہ بنایا۔

"شرمندگی کیسی انہوں نے خود تو رشتہ طے کیا ہے۔"

"مگر پھر بھی مجھے اچھا نہیں لگتا۔"

وہ عجیب سی گھبراہٹ کا شکار تھی۔

"میری طرف دیکھو۔"

تیمور نے جھک کر اسکی طرف دیکھا۔

اس نے پل کی پل نظریں اٹھائیں اور پھر سے جھکا دیں۔

"اُف یہ ادا" وہ فدا ہوا۔

"آپ جائیں یہاں سے" وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

"اگر نہ جاوں تو۔" وہ اسکے سامنے دیوار بن کے کھڑا ہو گیا۔

"تو میں چلی جاوں گی" وہ ناراضگی سے بولی۔

"تھوڑی دیر تمہیں دیکھ لوں پھر چلا جاوں گا۔" وہ اسے آنکھوں کے راستے دل میں اتارنے لگا۔

وہ کنفوژسی اسکے سامنے کھڑی تھی اسکی نظروں کی تپش سے گھبرا کر اس نے اسکی طرف دیکھا اور پھر چہرہ موڑ

لیا۔

دل کی دھڑکن بہت تیز ہو گئی تھی ۔

"میری آنکھیں بھی اسی شخص کو ہدیہ کر دو

جو سہولت سے تجھے دیکھتا رہتا ہو گا"

شاعر: علی زریون

وہ گھوم کر اس کے سامنے آگیا۔اور اسکی تھوڑی ہاتھ سے اوپر کرتے ہوئے شعر پڑھا۔

ماہ روش کے دل کی دھڑکن بہت تیز ہو گئی تھی اس نے نظر اٹھا کر نہیں دیکھا ۔

"تم سوچ بھی نہیں سکتی کہ آج میں کتنا خوش ہوں تمہیں پالینے کا خواب میرے لیے بہت بڑا اور مشکل تھا جو آج پورا ہوتا دیکھائی دے رہا ہے میں تم سے بہت محبت کرتا ہوں ۔

اتنی کہ یہ زندگی کم پڑ جائے گی بتاتے ہوئے۔"

وہ اسکے قریب کھڑا اپنے جذبوں کی سچائی بیان کر رہا تھا۔

""میں بھی آپ سے محبت کرنے لگی ہوں چاہنے کا احساس بہت خوبصورت ہوتا ہے مگر چاہے جانے کا احساس اس سے بھی زیادہ خوبصورت ہوتا ہے میرا دل صرف آپ کے نام سے دھڑکتا ہے آپ بہت اہم ہیں میرے لیے جس لمحے میں ٹوٹ کے بکھرنے والی تھی اس لمحے آپ کی محبت ہی میرا سہارہ بنی۔" ماہ روش نے بھی اظہار میں کنجوسی نہیں کی تھی ۔

وہ اسے مسکرا کر دیکھتا رہا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

کچھ دیر بعد جب اسکی آنکھیں اندھیرے میں دیکھنے کے قابل ہوئیں تو ضویا کا پارہ آسمان پہ پہنچ گیا ۔

وہ اب بھی اسکے منہ پہ ہاتھ رکھے ہنسنے میں مصروف تھا۔

"کتنی تشریح کروں اس ظالم کے حسن کی

اک پوری کتاب تو اس کی آنکھوں پہ ختم ہو گئی"

احمر نے مخمور سے لہجے میں اسکے کان کے قریب ہو کر شعر پڑھا۔

وہ اس کے بے حد قریب تھا ضویا کی سانسیں بے ترتیب ہوئیں اس سے پہلے کہ وہ اس سب کے زیر اثر آتی۔ضویا نے اسکے کندھے پہ چٹکی کاٹی وہ بلبلا کے رہ گیا۔

"ظالم۔" وہ چلایا

"بدتمیز۔" اس نے اسے گھورا ۔

"اتنے اچھے شعر اور رومانس کا بیڑہ غرق کر دیا۔" وہ بدمزہ ہوا ۔

"اپنا رومانس اور شعر اپنے پاس رکھو۔" اس نے ہاتھ میں پکڑے پیسے اپنے کلچ میں رکھے۔

"کب تک لوگوں سے بھیک مانگتی رہو گی مجھ سے مانگو نہ حق مہر۔" وہ ایک ادا سے بولا۔

"یہ خیرات نہیں ہے اور تم رکھو اپنا حق مہر اپنے پاس بہت پیسے ہیں میرے پاس۔" وہ ایک جھٹکے سے بال پیچھے کرتی بولی ۔

"اللہ ہر ادا ظالم ہے۔" اس نے آہ بھری۔

"یہ کونسا طریقہ تھا روکنے کا آواز دے دیتے میں کوئی بہری ہوں جو سنتی نہیں۔" وہ اپنا ہاتھ سہلانے لگی جو ابھی کچھ دیر قبل احمر کی گرفت میں تھا۔

"ہاں میری محبت کے لیے تم اندھی اس کے اظہار کے لیے تم بہری ہو چکی ہو تمہیں کیوں میری تکلیف کا احساس نہیں ہوتا۔" احمر نے دہائی دی۔

"تم جیسا ڈرامے باز میں نے آج تک نہیں دیکھا۔" اس نے سر دائیں بائیں ہلایا ۔

"بولو کب کروا رہی ہو رخصتی اب اور انتظار نہیں ہوتا مجھ سے "وہ منہ بنا کر بولا

"کبھی بھی نہیں۔" وہ بھی ضویا تھی۔

"آرام سے مان جاؤ ورنہ مجھے منانا آتا ہے۔" وہ قدم قدم چلتا اس کے قریب ہوا ۔

"تم مجھے بلیک میل نہیں کر سکتے۔" ضویا نے انگلی اٹھا کر وارن کیا۔

"تم آج مجھ سے فرار حاصل نہیں کر سکتی۔" احمر نے اسکا ہاتھ اپنی گرفت میں لیا۔

"کیا چاہتے ہو۔" ضویا اسکا ارادہ بھانپ گئی تھی۔ اسکا لہجہ ایکدم دھیما تھا۔

"تمہیں۔" وہ اس کے بے حد قریب آ چکا تھا ضویا کا سانس حلق میں اٹک گیا پیچھے دیوار تھی اور آگے اونچا پورا احمر وہ بھاگ نہیں سکتی تھی کلائی بھی اسکی گرفت میں تھی۔

"آرام سے تین بار پوچھوں گا کہ رخصتی قبول ہے اگر جواب ایک بار بھی ہاں ہوا تو جان بخشی کی گارنٹی دیتا ہوں ۔"

اسکی سانس تیز ہو گئیں احمر کے دل کی دھڑکن وہ بخوبی سن سکتی تھی ۔

اس نے اسکی دونوں کلائیاں کمر کے پیچھے کر کے اسے اپنے قریب کیا۔

"بولو قبول ہے۔"اس نے گردن نفی میں ہلائی۔

"قبول ہے !۔"اب احمر کے ہونٹوں نے اسکے بالوں کو چھوا۔

ضویا کی جان حلق میں آگئی۔

گردن ابھی بھی انکار میں ہلی۔

"بولو قبول ہے۔"اس نے اسکا جھکا چہرہ ہاتھ سے اوپر کیا ۔

اس سے پہلے کہ وہ کوئی اور گستاخی کرتا۔

وہ پوری قوت سے اسے دھکا دے کر پیچھے ہٹ گئی۔

"دیکھو یہ غلط بات ہے۔"احمر نے اسے گھورا ۔

"تمہارا وہم ہے کہ تم اسطرح مجھے منا سکتے ہو۔"وہ خود کو بمشکل قابو کرتے ہوئے بولی۔

"وہ طریقہ بتاو جس سے ضویا حسن مان جائے۔"احمر کے لہجے میں اب کے التجا تھی۔

"ایسا کوئی طریقہ ایجاد ہی نہیں ہوا۔" وہ ایک ادا سے بولی۔

"پلیز ضویا اب مان جاؤو۔"

وہ جانے کے لیے پلٹی جب وہ گھٹنوں کے بل زمین پہ اس کے سامنے بیٹھ گیا۔

وہ ہنس دی۔

"مجازی خدا اسطرح قدموں میں نہیں بیٹھتے۔" ضویا نے اسے پکڑ کر کھڑا کیا۔

"اچھا ٹھیک ہے جب تم بولو مجھے منظور ہے۔"

ضویا کو اسکی اتری شکل دیکھ کر رحم آ ہی گیا تھا ۔

"سچ کہہ رہی ہو۔"وہ کھل اٹھا ۔

"ہاں۔"وہ مسکرائی ۔

"اب اجازت ہے۔"وہ اسکا ہاتھ تھامتے ہوئے اس کے قریب ہوا ۔

ہر گز نہیں وہ ہاتھ چھڑا کے بھاگ گئی۔

وہ اسے جاتے دیکھ کر مسکرا دیا۔اسے اسکی بے لوث محبت کا پھل مل گیا تھا ۔

وہ جان گیا تھا ضویا بس یونہی لڑتی تھی اندر سے وہ بھی اس سے بے پناہ پیار کرتی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

ٹھنڈ شدید ترین تھی ریشمی دوپٹہ ٹھنڈ روکنے میں ناکام ثابت ہو رہا تھا۔

اسکی ناک سرخ ہو چکی تھی۔

دوپٹہ بہت وزنی تھا اور بار بار کندھے سے ڈھلکتا جا رہا تھا اس نے نیچے لٹکتے پلو کو اوپر اٹھایا ۔

سامنے بارڈر پہ لگے موتی اسکے بالوں سے الجھ گئے تھے

اس نے بہت کوشش کی مگر نہیں نکلے اس نے غصے سے دوپٹہ کھینچا

نتیجتہ اسکا سارا ہیئر سٹائل خراب ہو گیا تھا اس نے غصے سے بالوں میں لگی پنیں اتار پھینکیں

بال اب پینوں کی قید سے آزد ہوا کے سنگ اٹھکیلیاں کرنے لگے

زوار ابھی تک نہیں آیا تھا

اسے غصے آنے لگا ۔

اور وہ مزے سے سیڑھیوں پہ کھڑا اس منظر سے لطف اندوز ہو رہا تھا دل چاہا کہ اسکی مدد کرے مگر وہ تو ناراض تھا

وہ چہرے پہ سنجیدگی طاری کئے آگے بڑھا۔

"خیریت اسطرح یہاں بلایا۔" وہ اس کے سامنے کھڑا ہوا۔

نک سک سے تیار لہنگے میں مکمل میچنگ جیولری پہنے کھلے بالوں میں وہ نظر لگ جانے کی حد تک خوبصورت لگ رہی تھی۔

دل بے ایمان ہوا ۔

اس نے فورا نظروں کا زوایہ بدلا۔

تھری پیس سوٹ میں ملبوس سلیقے سے بال بنائے وہ بے حد جچ رہا تھا۔

عروش نے نظریں ٹیڑھی کر کے اسکا بغور جائزہ لیا۔

"اب کچھ بولو۔"۔زوار نے اسکی خاموشی کو ختم کیا

"آپ اسطرح کیوں بی ہیو کر رہے ہیں۔" پریشانی اس کے چہرے سے عیاں تھی۔

"کسطرح۔" اس نے ابرو اچکائے۔

"یہی کہ جب میں کوما میں تھی تو کسطرح روز بیٹھ کے اپنی محبت کے قصے سناتے تھے ہم پیریس جائیں گے مصر جائیں گے اور اب جب ٹھیک ہو گئی ہوں تو لے آپ ٹنڈو آدم بھی نہیں گئے چلیں وہ بات ایک طرف آپ تو بات کرنے کے بھی روادار نہیں۔" وہ منہ بناتے ہوئے بولی۔

زوار کو حیرت ہوئی اسے سب باتیں یاد تھیں ۔

"اور ایسا کیوں ہے تم اچھی طرح جانتی ہو۔" وہ نارضگی سے بولا۔

"میں جانتی ہوں مجھ سے غلطی ہو گئی مجھے آپ پہ بھروسہ رکھنا چاہیے تھا کسی کی باتوں میں آکر آپکو چھوڑ کر نہیں جانا چاہیے تھا۔" وہ سر جھکائے اعتراف کر رہی تھی۔

ہوا بالوں کے ساتھ مسلسل اٹھکیلیاں کر رہے تھے۔

وہ بار بار ہاتھ سے انہیں چہرے سے ہٹاتی۔

"تو اب۔" وہ دو قدم اسکے قریب ہوا۔

"آئی ایم سوری۔" وہ آہستگی سے بولی ۔

"میں نے کچھ سنا نہیں۔" وہ اسکے قریب جھکا۔

""آئی ایم سوری۔" وہ تیز آواز میں بولی۔

ہوا کے تیز جھونکے نے اسکی زلفوں کے ساتھ چھیڑ خانی کی تھی وہ زوار کے چہرے کے ساتھ مس ہوئیں ۔

عروش نے فوراً انہیں ہاتھ سے پیچھے کیا۔

وہ ہنس دیا۔

ہوا اب بھی اسکے بالوں کو پریشان کر رہی تھی وہ مسلسل انہیں ہاتھ سے پیچھے کئے جاتی۔

"یہ کھلے کھلے سے گیسو
انہیں لاکھ تم سنوارو
مرے ہاتھ سے سنورتے تو
کوئی اور بات ہوتی"

شاعر: استاد قمر جلالوی

اس نے شعر پڑھتے ہوئے اپنے ہاتھ سے اسکے چہرے پہ آئے بال پیچھے ہٹائے۔

عروش کے دل کی دھڑکنیں بے ترتیب ہونے لگیں ۔

"بڑی شاعری ہو رہی ہے۔" اس نے ماحول کے فسوں کو کم کرنے کی ناکام کوشش کی۔

"ہاں تم نے بھی تو شاعرہ ہونے کا بھرپور فائدہ اٹھایا ہے۔" وہ اسکا اشارہ بخوبی سمجھ گئی تھی۔

"وہ تو بس یونہی "وہ جھنپ گئی۔

"تم بے حد خوبصورت ہو عروش۔" وہ مخمور لہجے میں کہتا اسکے اور قریب ہوا۔

اسکے لباس سے اٹھتی قیمتی کلون کی خشبو نے عروش کی سانسوں کو معطر اور دل کی لے کو بے ترتیب کر دیا ۔

"میں تم سے بہت محبت کرتا ہوں بے حد بے حساب تمہارے کھو جانے کے احساس نے ہی مجھے توڑ کے رکھ دیا تھا۔ تم سے دوری کا تصور میرے لیے موت ہے اتنے دن اگر تم سے ناراض رہا ہوں تو بس اس لیے کہ آئندہ تم اس غلطی کو دوبارہ نہ دہراو حالانکہ یہ سب میرے لیے آسان نہیں تھا تم مجھ پہ بھروسہ کرتیں سب مجھے بتاتی مجھے چھوڑ جانا کس مسلے کا حل تھا۔"

وہ اسے اپنی بانہوں میں سمیٹتے ہوئے پیار سے سمجھانے لگا۔

"میں جانتی ہوں وہ سب غلط تھا مگر میرے پاس اور کوئی راستہ نہیں تھا۔"

"تمہارا ہر راستہ مجھ سے ہو کر مجھ تک آتا ہے کیونکے اس راستے کی ایک ہی منزل ہے محبت جو کہ میں تم سے بے حساب کرتا ہوں اور ایک دوسرے کے سنگ اس مسافت کو ہم نے اکھٹے طے کرنا ہے ۔" وہ اسکے بازوں میں سمیٹی تھی حدت کے احساس سے اور اسکے اتنے قریب ہونے پہ اسکی ہتھیلیاں پسینے سے بھیگ گئی تھیں۔

وہ حصار بہت خوبصورت تھا اس کا احساس بہت فرحت بخش تھا وہ جلتی دھوپ سے ٹھنڈی چھاوں میں آگئی تھی اب کوئی تھا جسے اسکی فکر تھی جو اس سے بے پناہ محبت کرتا تھا جس کے سنگ زندگی خوبصورت گزرنے والی تھی۔"

"یہ پہلی شادی ہے جس پہ دلہن چھت پہ دلہا سے ملنے آئی ہے۔" زوار نے اسکا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا ۔

"دلہا کو جو توفیق نہیں ہوئی۔" وہ دونوں ہنس دیئے ۔

"آپ سے ایک بات کہوں۔" وہ اسکے شانے سے سر ٹکائے بولی سردی کا احساس جاتا رہا تھا

وہ لوگ دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے کھڑے تھے۔

زوار نے اسکا ہاتھ اپنے ہونٹوں کے قریب لے جاتے ہوئے سر اثبات ہلایا۔

"میں بھی آپ سے بہت محبت کرتی ہوں آج سے نہیں تب سے جب سے ضویا نے ہمیں ملوایا آپ وہ پہلے شخص تھے جس نے مجھے متاثر کیا میں نے آپ سے صرف محبت کی کبھی پانے کی خواہش نہیں کی ۔یہ تو اللہ کو شاید مجھ پہ رحم آ گیا جو اس نے آپ کو میرا مقدر بنا دیا میں تو سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ مجھ جیسی لڑکی کی زندگی آپ جیسے مرد سے بھی جڑ سکتی ہے۔" وہ ایک ہاتھ سے اپنے چہرے پہ آئے بال ہٹاتے ہوئے بولی ۔

"کیوں تم میں کیا کمی ہے عروش خوبصورت ہو ذہین ہو نے MBA تم نے کیا ہے سب سے بڑی بات مصنفہ ہو شاعر ہو گھر داری جانتی ہو اور کیا چاہیے ہوتا ہے مجھ میں سوائے MBA ہونے کے دوسری کوئی خوبی نہیں ہے جبکے میں یہ سوچتا ہوں مجھ جیسے نالائق کی قسمت میں تم کیسے لکھ دی گئیں۔" وہ اسے خود سے الگ کرتے ہوئے بولا۔

"میرا سب سے بڑا عیب وہی تھا جسے صرف آپ نے نظر انداز کیا۔"

"اب بھول جاؤ ان سب باتوں کو زندگی میں اب کوئی دکھ نہیں رہے گا ان شاء اللہ۔" وہ مسکرایا۔

"ان شاء اللہ۔" عروش نے زیر لب کہا۔

"ویسے تم کہو تو آج کینو کی جگہ چاند نہ توڑ لاوں۔" وہ شرارت سے اسکے کان کے قریب جھکا۔

آسمان پہ چودھویں کا چاند پورے آب و تاب سے روشن ان کی محبتوں کا گواہ مسکرا رہا تھا۔

"اللہ آپ نے تو بات ہی پکڑ لی ہے۔" وہ خفا ہوئی۔

"نہیں عموما لو سٹوریز میں چاند تارے توڑنے کی بات ہوتی ہے ہماری لو اسٹوری میں کینو توڑنے کی بات ہوتی ہے "وہ ہنسا۔

"چلیں ہم حقیت کے قریب ترین تو ہیں۔" وہ بنا شرمندہ ہوئے بولی ۔

"میں بس کل سے درختوں اور پہاڑوں پہ چڑھنے کی ٹرینگ لوں گا کیا پتہ کب ہماری بیگم کا دل درخت سے کھجور توڑ کے کھانے کا چاہے اور ہم تو ایسے ہیں کہ انکار بھی نہ کر پائیں گے ۔ویسے بھی ہمارے گاؤں میں بہت سے باغات ہیں تو کبھی بھی دل چاہ سکتا ہے۔" اس کے انداز میں شرارت تھی۔

"آپ سے بات کرنا ہی فضول ہے۔" وہ خفگی سے کہہ کر جانے کے لیے مڑی۔

زوار نے پھرتی سے اسکی کلائی تھامی اور اسے دیوار کے ساتھ لگا کر خود راستہ روکے کھڑا ہو گیا۔

"اگر ناراض ہو کے جا رہی ہو تو بالکل نہیں جانے دوں گا۔" وہ اسکے سامنے جم کے کھڑا ہو گیا اونچا لمبا زوار عروش تو چھپ ہی گئی تھی اسنے فرار کی راہ ڈھونڈھی۔

وہ اسکے چہرے کے قریب جھکا۔

"نہیں میں ناراض نہیں ہوں۔" عروش نے فورا اسکا ارادہ بھانپتے ہوئے اپنی ناراضگی کو پس پشت ڈالا۔

"تم میرے لیے بہت خاص ہو مجھ سے کبھی خفا نہ ہونا۔" اس نے اسکے ماتھے پہ مہر محبت ثبت کیا عروش کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ دوڑ گئی ۔دل کی دھڑکن رک سی گئی تھی ۔وہ اسکی گرم سانسیں اپنے چہرے پہ محسوس کر سکتی تھی۔اسکے ہاتھ ٹھنڈے پڑ گئے۔

"تمہارے بال بہت خوبصورت ہیں زندگی ان کی چھاؤں میں اچھی گزرے گی۔"زوار نے اسکے بالوں مو چہرے سے ہٹایا۔انداز میں شرارت تھی۔

نیچے دولہا دولہن دونوں کی تلاش جاری تھی ۔

کسی نے دروازے پہ زور سے دستک دی عروش اپنی ناہموار ہوتی سانوں کو بمشکل قابو کرتی پیچھے ہٹی۔

"بیڈ ٹائمنگ کون آگیا۔"

زوار شرارت سے اسکی طرف دیکھتے ہوئے ہنسا۔

جوابا عروش نے اسے ایک زبردست سی گھوری سے نوازا۔

زوار نے آگے بڑھ کے دروازہ کھولا۔

"لو یہ دونوں یہاں ہیں ہم نے گاوں میں بندے دوڑا دیئے کے دولہا دلہن کو لے کر فرار ہو گیا۔"

یہ احمر تھا جو جانتا تھا کہ زوار کہاں اسی لیے سیدھا اوپر آیا تھا۔

"افففف اللہ تو یہاں خفیہ ملاقات چل رہی تھی اور ہم بے خبر۔" ضویا نے عروش کو شرارت سے ٹہکا دیا۔

وہ تو مکمل اس ٹھنڈ کی نظر ہو کے جم چکی تھی۔

"زوار کیا پڑھ کے پھونک دیا مجسمہ ہی بن گئی یہ تو۔"ضویا نے اسے ہاتھ لگا کر چیک کیا۔

"اسی سے پوچھ لو ویسے میرا منتر تو ادھورا ہی رہ گیا۔"وہ شرارت سے کہتا نیچے کی اور بڑھا ۔

"بتاؤ۔ "ضویا اسکے قریب ہوئی ۔

وہ اسے گھورتی اپنا لہنگا سنبھالتی نیچے چلی گئی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

جہاں تیمور اور ماہ روش کی منگنی کی رسم ادا ہو رہی تھی ۔عروش اور زوار بھی وہیں کھڑے تھے ۔

"کیا خیال ہے کل ہنی مون پہ چلیں۔"زوار نے اسکے کان کے قریب سرگوشی کی۔

"بالکل نہیں۔" اس نے صاف انکار کیا۔

"بہت بری بیوی ثابت ہونے والی ہو تم۔"اس نے منہ بناتے ہوئے اپنا بیان بدلا۔

"جی بالکل۔"اس نے سیریس نہیں لیا۔

"تم میں ضویا کے اثرات ظاہر ہونے لگے ہیں۔"وہ فکرمندی سے بولا۔

"اور آپ میں احمر کی روح گھس گئی ہے۔"

"نہیں میں ہوں ہی ایسا۔"اس نے تردید کی۔

"جی میں جانتی ہوں۔"

"مان جاؤ۔"

"نہیں۔"

"مصر چلیں گے۔"اس نے لالچ دیا۔

"ویسے تو میں ٹنڈو آدم جانے کے لیے بھی تیار بشرط یہ ہے آپ ساتھ ہوں۔"

"ٹنڈو آدم سے کوئی خصوصی لگاو ہے تمہیں۔"اس نے اپنی حیرت کا اظہار کیا۔

"نہیں یونہی نام یونیک ہے۔" وہ ہنس دی۔

"چلو اب ہمیں بھی جگہ دو۔" وہ عروش کے کچھ سمجھنے سے پہلے ہی اسکا ہاتھ تھام کر اسے اپنے ساتھ سٹیج پہ لے گیا۔

تیمور اور ماہ روش نے انہیں اپنے برابر جگہ دی تھی۔

"ہمارا بھی ولیمہ ہے ہماری بھی تصویریں بناو۔"زوار نے اسکے گرد اپنا بازو پھیلایا۔

عروش نے اسے گھورا تبھی فہد نے انکی تصویر لی۔

سب لوگ ہنسنے لگے تھے۔

زندگی میں اب محبت تھی خوشیاں تھی اور من چاہا ہمسفر۔

ہر طرف خوشیاں تھیں روشنی تھی ایک دوسرے کے ہمراہ انکا سفر اچھا گزرنے والا تھا۔

زندگی کی کٹھن مسافتیں ختم ہوگئیں تھیں سبھی کو اپنی محبت اور صبر کا پھل مل گیا تھا۔

عروش زوار کے سنگ زندگی کی نئی شروعات کرنے والی تھی جہاں نہ کوئی طعنہ نہ کوئی دکھ اسکا پیچھا کرنے والا تھا

اسے اسکی کھوئی پہچان اعتماد اور محبتیں مل گئیں تھیں۔

بلاشبہ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ الزام لگانے والوں کے لیے بھی الگ عذاب ہے بلا تصدیق کسی بات کو جانے بغیر کسی کے لیے رائے قائم کرنا بہت غلط ہے ۔

انہوں نے اپنے حصے کی مسافتیں طے کر لیں تھیں اب من چاہے ہمسفر کے سنگ زندگی کی دشوار راہیں سہل ہونے والی تھیں ۔

زندگی کی خوشیاں ان کی منتظر تھیں ۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

ختم شُد

اس ناول پر آپکی قیمتی رائے کا انتظار رہے گا۔۔